مافیا
2
بال کاظمی
PDFBOOKSFREE.PK

پتھر کی طرح سخت، موت کی طرح بے رحم ایک شعلہ جوالا شخص کی داستان
جو لطیف جذبوں سے آشنا تھا، لیکن معاف کرنا اُس کی فطرت میں شامل نہیں تھا

3267/2
SHAHEEN LIBRARY
SAHIWAL

مافیا

2

تحریر: اقبال کاظمی ——— راوی: نظیر محمد ناجی

اسٹاکسٹ
مکتبہ القریش ◎ سرکلر روڈ
اردو بازار، لاہور۲۔ فون: ۷۶۶۸۹۵۸

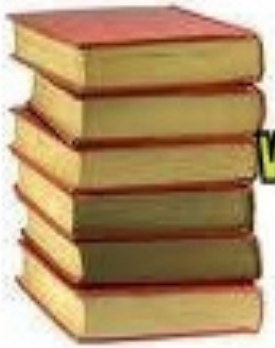
FREE PDF BOOKS
www.pdfbooksfree.org
TRUSTED DOWNLOADS
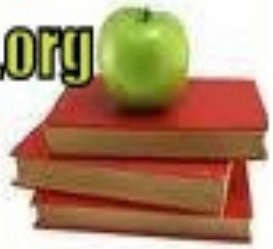

Download Free Pdf Books, High Quality Islamic books, Urdu, English, Pashto, Books and Novels on Islamic History, Action, Adventure, Romance, Horror, Poetry books in Urdu Pashto, and Persian languages

www.pdfbooksfree.pk

3267/2

"میں نے پاکستان کی سرزمین پر جنم لیا تھا۔" رادھا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ میں اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ وہ بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "میں پاکستان کے صحرائے تھر میں واقع نگر پار کر نامی ایک چھوٹے سے شہر میں پیدا ہوئی تھی۔ یہ شہر بھارتی سرحد کے قریب واقع ہے اس کی پچانوے فیصد آبادی ہندوؤں پر مشتمل ہے۔ ہمارا تعلق بھیل قوم سے ہے۔ یہ قبیلہ نجانے کب تھر میں جا کر آباد ہوا تھا۔ بہر حال میرے باپ کی وہاں تھوڑی سی زمین تھی جس سے ہمارے کنبے کا گزارا ہو رہا تھا۔

"میں انیس سو انسٹھ میں پیدا ہوئی تھی۔ میری پیدائش پر بڑی خوشیاں منائی گئی تھیں۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ میں اپنے بھائی کے پندرہ سال بعد پیدا ہوئی تھی۔ اس بیچ میں میری ماں کے ہاں کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی تھی۔

"میں جب ایک سال کی تھی تو میرے بڑے بھائی جگدیش کی شادی کر دی گئی۔ ہمارے ہاں شادیاں بڑی بے جوڑ ہوتی ہیں۔ لڑکی بارہ سال کی تو دولہا چالیس کا۔ لڑکا پندرہ سولہ کا تو دلہن تیس 35 سال کی۔ جگدیش کی جورو بھی عمر میں اس سے بیس سال بڑی تھی یعنی جگدیش سولہ کا ریکھا چھتیس سال کی وہ بڑی حسین تھی۔ اونچی لمبی صحت مند۔ گاؤں کے کئی مردوں کی نظریں اس پر تھیں۔

"جگدیش کی شادی پر میرے باپ نے وڈیرے کے پاس زمین گروی رکھ کر لمبی رقم قرض لی تھی جو سب کی سب شادی پر خرچ کر دی گئی۔ پتا جی نے وڈیرے سے وعدہ کیا تھا کہ اس کی رقم دو سال کے اندر اندر لوٹا دی جائے گی مگر دو سال تک تھر میں بارش نہیں ہوئی۔ زمینیں پیاس کے مارے چیخ گئیں۔ اناج پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ دوسرا سال شروع ہوتے ہی وڈیرے نے اپنی رقم کی واپسی کا تقاضہ شروع کر دیا۔

"تیسرے سال بارش ہوئی اس سال فصل بھی اچھی ہوئی لیکن جب فصل تیار ہوئی اور کٹائی کا وقت آیا تو وڈیرے کے آدمیوں نے زمین پر قبضہ کر لیا۔ پتا جی وڈیرے کی منت سماجت کرتے رہے تھوڑی سی مہلت مانگی مگر وڈیرہ تیار نہیں ہوا۔ اس نے اناج کا ایک دانہ نہیں اٹھانے دیا۔

"راجستھان کے ٹھاکر اور سندھ کے وڈیرے ایک ہی قبیل کے لوگ ہیں یہ کاشتکاروں اور ہاریوں کو اپنے زر خرید غلام سمجھتے ہیں۔ ان پر ظلم کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ زمین پر قبضہ کرنے کے بعد وڈیرے نے بیگار لینا شروع کر دی۔ اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ جب تک قرضے کی پائی پائی ادا نہیں ہو جاتی نہ ہی

FREE PDF BOOKS
www.pdfbooksfree.org
TRUSTED DOWNLOADS

Download Free Pdf Books, High Quality Islamic books, Urdu, English, Pashto, Books and Novels on Islamic History, Action, Adventure, Romance, Horror, Poetry books in Urdu Pashto, and Persian languages

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بار اوّل ——— 2003ء
ناشر ——— محمد علی قریشی
مطبع ——— نیر اسد پریس لاہور
سرورق ——— ذاکر
کمپوزنگ ——— نوید بہ۔
قیمت ——— -/60روپے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

ہمیں زمین کا قبضہ ملے گا اور نہ ہی ہم کہیں اور کام کر سکتے ہیں۔

''میں پانچ سال کی ہوگئی۔ وڈیرے نے ہمارے مکان پر بھی قبضہ کرلیا تھا۔ ہم وڈیرے کے قیدی بن گئے میرے ماتا پتا' بھائی اور بھابھی دن بھر کھیتوں میں کام کرتے اور رات کو مویشیوں والی حویلی میں ڈال دیا جاتا جہاں اور بھی بیسیوں ہاری تھے وہ بھی ہماری طرح وڈیرے کے قیدی تھے۔

''ایک روز کھیتوں پر کام کے دوران وڈیرے کے دو آدمی ریکھا کو پکڑ کر زبردستی کہیں لے جا رہے تھے کہ جگدیش نے دیکھ لیا۔ جھگڑے میں اس کے ہاتھوں وڈیرے کا ایک آدمی مارا گیا۔ وڈیرے کے آدمی جمع ہو گئے۔ انہوں نے جگدیش کو اتنا مارا کہ وہ وہیں پر ختم ہوگیا۔ بھابھی ریکھا نے کنویں میں کود کر آتما ہتیا کرلی۔

'پولیس آئی لیکن نہ تو وڈیرے کے کسی آدمی کو پکڑا اور نہ ہی وڈیرے سے کوئی باز پرس ہوئی۔ پولیس ہندوستان کی ہو یا پاکستان کی وہ غریبوں کی نہیں دولت مندوں کے مفادات کی رکھشا کرتی ہے میرے ماتا پتا کو تھانے میں بند کر دیا۔ میں بھی ان کے ساتھ تھی وہ تو بھلا ہو اس نئے انسپکٹر کا جو اس واقعہ ایک ہفتہ بعد عمرکوٹ سے تبدیل ہو کر آیا تھا۔ وہ ایماندار آدمی تھا اس نے ہمیں چھوڑ دیا

''اس کے چند روز بعد ہی پتا جی مجھے اور ماتا جی کو لے کر چوری چھپے سرحد پار کر کے راجستھان آ گئے۔ اسمگلروں کی ایک پارٹی نے سرحد پار کرنے میں ہماری مدد کی تھی۔ ہم لوگ دھکے کھاتے ہوئے کسی نہ کسی طرح راج گڑھ پہنچ گئے۔ یہاں بھی ہماری قوم کے کچھ لوگ آباد تھے جنہوں نے ہماری مدد کی۔

''ماتا پتا نے محنت مزدوری کر کے مجھے تعلیم دلائی لیکن تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی میرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ تمہیں بتا چکی ہوں۔'' رادھا خاموش ہو کر میری طرف دیکھتی رہی اور کچھ دیر بعد کہنے لگی۔

''میرے خون میں اسی زمین کی محبت شامل ہے جس کی مٹی سے میں نے جنم لیا تھا۔ وہاں میرے ماتا پتا بھائی بھاوج کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا وہ قابل نفرت ہے لیکن ان تمام تر نفرتوں کے باوجود میں اس مٹی کی محبت کو اپنے سینے سے نہیں نکال سکی۔'' وہ ایک بار پھر خاموش ہوگئی۔ اس کے لہجے میں افسردگی سی آ گئی تھی۔ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب دیکھ کر میرا دل دکھتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے میں کچھ نہیں کر سکتی۔'' وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔ ''کیمپ میں بعض پاکستانی جوان تو ایسے بھی تھے جو را کے اصل منصوبوں سے واقف ہونے کے بعد یہاں سے بھاگنا چاہتے تھے۔ انہیں سے کچھ نے کوشش بھی کی مگر پکڑے گئے۔

''الکا نے تمہارے سامنے دعویٰ کیا تھا کہ وہ کیمپ سے فرار ہونے والے پاکستانی نوجوانوں کی مدد کرتی رہتی ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے پچھلے ایک سال کے دوران الکا نے ایسے پانچ نوجوانوں کو دھوکے سے ہلاک کر دیا جو کیمپ سے بھاگنے کے بعد اتفاق سے اس سے ٹکرا گئے تھے۔ میرے خیال میں ایسے لوگوں کا یہی حشر ہونا چاہئے تھا۔ وہ اپنی جان بچانے کے لئے بھی دوسروں کے مدد کے محتاج تھے۔ انہیں ہوس اور لالچ یہاں لے کر آیا تھا لیکن جب انہیں احساس ہوگیا کہ اس طرح ملنے والی دولت انہیں مہنگی پڑے گی تو انہوں نے بھاگنے کی کوشش کی اور مارے گئے۔ دراصل ان کے سامنے کوئی مقصد نہیں تھا۔ ان کی کوئی منزل نہیں تھی لیکن تمہیں دیکھ کر اور تمہاری باتیں سن کر میں بھی ٹھٹکی تھی تم بھی اگرچہ اپنی جان بچا

کر بھاگے تھے اور جان بچانا چاہتے تھے لیکن تم میں اور ان نوجوانوں میں بڑا فرق تھا۔

''الکا تمہارے گرد جال بن رہی تھی اور میں تمہاری مدد کرنا چاہتی تھی مگر مجھے اس کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ ادھر تم دلدل میں دھنستے جا رہے تھے تمہارے گرد بچھائے ہوئے جال کی رسیاں کھینچی جا رہی تھیں اور آخر کار میں نے بھی قدم اٹھانے کا فیصلہ کرلیا۔

''جس رات دریودن نے آشرم کے تہہ خانے میں تم سے ملاقات کی تھی میں سمجھ گئی تھی کہ اب پانی سر سے گزر چکا ہے انہوں نے تمہیں اپنے منصوبے کے آخری مرحلے میں دھکیل دیا ہے۔ اب میرے لئے بھی خاموش رہنا ممکن نہیں رہا تھا اور اس لئے میں نے تمہیں الکا اور دریودن کے بارے میں بتا دیا تھا لیکن تمہیں شاید میری باتوں کا یقین نہیں آیا تھا اور پھر کل میں نے تمہیں وہ ثبوت فراہم کر دیئے جس کی تمہیں ضرورت تھی۔

''میں نے تمہارا ساتھ دینے کا فیصلہ کرلیا تھا اور اس سلسلے میں کچھ انتظامات بھی شروع کر دیئے تھے۔ میرے اس کاٹیج کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں میں نے یہاں راشن جمع کرنا شروع کر دیا۔

''الکا کو قتل کرنے کے بعد اگر ہم چند منٹ اور وہاں رکتے تو مارے جاتے۔ مجھے سمپت ہی نے ریسٹورنٹ میں چائے پینے کے دوران بتایا تھا کہ دریودن نے رات دو بجے کے قریب الکا کو ٹیلی فون پر جے پور میں کیمپ میں ہونے والے دھماکوں کی اطلاع دے دی تھی اور الکا اس کے تھوڑی ہی دیر بعد جے پور سے نکل کھڑی ہوئی تھی اور اس نے دریودن کو بھی اپنی روانگی کی اطلاع دے دی تھی۔ دریودن اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ الکا سیدھی اس کے پاس پہنچے گی لیکن سات بجے تک الکا اس کے پاس نہیں پہنچی تو وہ خود آشرم پہنچ گیا اور تہہ خانے کی صورت حال دیکھ کر اسے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ وہاں کیا ہوا ہوگا انہوں نے تمہارے ساتھ میری تلاش بھی شروع کر دی۔

''ہم بروقت وہاں سے نکل آئے تھے ہم اس وقت تک یہاں رہیں گے جب تک یہ جگہ ہمارے لئے محفوظ رہے گی ہم یہاں آرام سے بیٹھے دال چاول کھاتے رہیں گے۔''

رادھا خاموش ہوگئی اس کے ہونٹوں پر بڑی دل فریب مسکراہٹ تھی یا پھر مجھے اس کی مسکراہٹ اچھی لگ رہی تھی۔ میں خاموشی سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچتا رہا میں جرائم پیشہ تھا۔ میرے ہاتھوں پاکستان میں کئی قتل ہو چکے تھے۔ پولیس سے چھپتا پھر رہا تھا کہ بدقسمتی سے ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا اور یہاں مصائب میں گھر کر اپنی مٹی کی محبت نے مجھے بے چین کر دیا اور اب رادھا سے ایسی ہی باتیں سن کر مجھے کچھ عجیب سا لگا تھا اس نے پاکستان میں صرف پانچ سال گزارے تھے پانچ سال کی عمر میں تو کوئی بچہ اپنے بارے میں نہیں سوچ سکتا۔ کسی اور کے بارے میں یا وطن کے بارے میں کیا سوچے گا لیکن رادھا نے اس مٹی سے جنم لیا تھا اور پانچ سال کی عمر تک کھیتوں میں اسی مٹی سے کھیلتی رہی تھی اور اس مٹی کی محبت اس کے خون میں شامل ہوگئی تھی۔

''میری طرف اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟'' رادھا نے کہا اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوگئی تھی۔

''تم نے مجھے وحشی کہا تھا۔'' میں نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

"ہاں۔تم تو ہو ہی وحشی۔" رادھا نے ہلکا سا قہقہہ لگایا

"وحشیوں والا حلیہ اس وقت میرا ہے یا تمہارا؟" میں نے کہا۔

رادھا نے پہلی مرتبہ اپنا جائزہ لیا وہ شام کو جب یہاں سے گئی تھی تو حالت بھی بہتر تھی کوئی تبدیلی تو یہاں آنے کے بعد شروع ہوئی تھی۔ سمپت سے دھینگا مشتی میں نہ صرف اس کے کپڑے پھٹ گئے تھے بلکہ بال بھی چڑیا کے گھونسلے کی طرح بکھر گئے تھے اور میک اپ بھی بگڑ گیا تھا وہ میرے سامنے اس طرح بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کی ٹانگیں اوپر تک برہنہ ہو رہی تھیں۔

وہ چند لمحے مجھے گھورتی رہی پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی کمرے میں گھس گئی۔

میں اپنی جگہ پر بیٹھا رادھا کے بارے میں سوچتا رہا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا کیا واقعی وہ سچ تھا۔ کیا واقعی اس کے دل میں جنم بھومی کی مٹی کی محبت اب بھی موجود تھی؟ مجھے بہر حال اس پر اعتماد کرنا تھا۔ اس وقت تک جب تک کوئی بات مجھے اس سے بددل نہ کر دیتی۔

اس وقت دو بجنے والے تھے میں صوفے پر لیٹ گیا اس کے تھوڑی ہی دیر بعد رادھا کی آواز سنائی دی۔

"میں سونے جا رہی ہوں تمہیں نیند آئے تو آ جانا۔"

میں نے سر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا۔ رادھا کمرے سے باہر نہیں آئی تھی اس نے دروازے ہی سے گردن نکال کر مجھے بتا دیا تھا کہ وہ سونے جا رہی ہے۔

میں صوفے پر لیٹا بے چینی سے کروٹیں بدلتا رہا۔ صوفہ زیادہ چوڑا بھی نہیں تھا کہ ڈھنگ سے کروٹ بدل سکتا۔ اس میں شاید ناریل کے چھلکے بھرے ہوئے تھے سیٹ درمیان سے کس قدر ابھری ہوئی تھی۔ آگے اور پیچھے کی طرف ڈھلوان تھی۔ بیٹھنے کے لئے تو یہ صوفہ بہت اچھا تھا لیکن سونے کے لئے بالکل ٹھیک نہیں تھا اسی وجہ سے میری پچھلی رات بھی بے آرامی اور بے چینی میں گزری تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے تک کروٹیں بدلنے کے بعد میں اٹھ گیا۔ کچھ دیر وہیں بیٹھا ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر اٹھ کر کمرے میں آ گیا

کمرے میں اندھیرا تھا میں ٹٹولتا ہوا آگے بڑھا۔ میرا خیال تھا کہ میں آہستگی سے پلنگ کے کنارے پر لیٹ جاؤں گا تاکہ رادھا کی نیند خراب نہ ہو لیکن میں جیسے ہی پلنگ پر چڑھا رادھا کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

"مجھے وشواس تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔"

اس سے پہلے کہ میں کچھ سوچ سکتا اس نے میرے اندر کے وحشی کو بیدار کر دیا۔ رادھا نے ٹھیک ہی کہا تھا میں واقعی وحشی تھا۔

صبح رادھا مجھ سے پہلے ہی اٹھ چکی تھی۔

ناشتے کے بعد گزشتہ روز کی طرح میں اس روز بھی [illegible] میں مصروف ہو گیا۔ اس وقت رادھا بھی میرا ساتھ دے رہی تھی۔ بیکار بیٹھنا شیطان کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور

شیطان سے بچنے کے لئے ہی میں نے یہ مصروفیت تلاش کر لی تھی۔ ہمارے لئے باہر کے حالات جاننا بہت ضروری تھا۔ سمپت کی گمشدگی نے دریودن کو چونکا دیا ہوگا۔ اب یہ پتہ نہیں سمپت کے قتل کا انکشاف ہو چکا تھا یا نہیں لیکن ایک بات میں یقین سے کہہ سکتا تھا کہ اس گمشدگی میں بھی دریودن کو میرا ہی ہاتھ نظر آیا ہوگا۔

گزشتہ رات سمپت نے جو کچھ بتایا تھا اس سے میں اندازہ لگا سکتا تھا کہ دہشت گردی کے کیمپ کی تباہی سے حکومت کی پوری مشینری ہل کر رہ گئی تھی دہلی سے انٹیلی جنس را اور حکومت کے اعلیٰ ترین افسران اور راجستھان کے چیف منسٹر کی آمد اس بات کا ثبوت تھی کہ کیمپ تباہ کر کے میں نے انہیں اچھا خاصا نقصان پہنچایا تھا۔ کیمپ کی تباہی کے علاوہ را کی ایک ڈپٹی ڈائریکٹر اگنی ہوتری بھی میرے ہاتھوں ماری گئی تھی اور مندر کو بھی جلا کر راکھ کر دیا گیا تھا۔ مندر کی تباہی بھی میرے کھاتے میں ڈال دی گئی تھی۔ یہ صدیوں پرانا مندر تھا۔ مختلف ادوار میں تین مرتبہ پہلے بھی اسے نذر آتش کیا جا چکا تھا اور ہر مرتبہ اس کی تعمیر نو اور وسعت میں اضافہ ہوتا رہا تھا اور اب تو وہ آگ اس قدر خوفناک تھی کہ شاید اس کی دیواروں کے پتھر بھی پگھل گئے ہوں گے۔

ناگ راج نے اعلیٰ حکام کو جو رپورٹ دی ہوگی وہ بھی یقیناً میرے خلاف ہوگی۔ مجھے تمام واقعات کا ذمہ دار قرار دے کر سارے الزامات میرے سر پر تھوپ دیئے گئے ہوں گے۔

گزشتہ رات سمپت نے بتایا تھا کہ ناگ راج دہشت گردی کے ایک اور منصوبے پر کام کر رہا ہے وہ خوفناک زہر جو انجکشن کے ذریعے کسی جاندار کے خون میں شامل کر دیا جائے تو اس کے جسم کو بجلی سے زیادہ خوفناک جھٹکے لگتے ہیں کم از کم دس پندرہ منٹ شدید ترین اذیت کے بعد وہ ختم ہو جاتا ہے اس کا مظاہرہ تو میں دیکھ بھی چکا تھا۔

یہ تو ناگ راج نے بھی بتایا تھا کہ وہ یہ زہر تیار کر رہا ہے جسے پاکستان میں دہشت گردی کے لئے استعمال کیا جائے گا یہ انجکشن ابھی تجرباتی مرحلے میں تھا۔ اس کا توڑ دریافت کرنا ابھی باقی تھا اور اس رات وہ مجھ پر اس زہر کا تجربہ کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا ایک آدمی روی پنڈت میرے ہاتھوں اس تجربے کا شکار ہو گیا تھا۔

پہلے میں نے سوچا تھا کہ حالات جیسے ہی معمول پر آئیں گے میں ماؤنٹ ابو سے نکل جاؤں گا لیکن اب میں نے ارادہ بدل دیا تھا اگر یہ زہر پاکستان پہنچ گیا تو تباہی پھیل جائے گی یہ تخریب کاری اور دہشت گردی کا ایک نیا طریقہ ہوگا اس کے لئے نہ گولیاں چلانی پڑیں گی نہ بموں کے دھماکے کرنے پڑیں گے۔ اس زہر کے انجکشنوں کے ذریعے موت بے گناہوں کو اپنی لپیٹ میں لیتی رہے گی میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب ناگ راج جیسے سانپ کا سر کچل کر ہی یہاں سے جاؤں گا اور یہ کام مجھے جلد از جلد کرنا تھا تاکہ وہ زیادہ مقدار میں زہر کی تیاری پر کام شروع نہ کر سکے۔

اس روز شام سے ذرا پہلے رادھا نے باہر جانے کی تیاری شروع کر دی۔ کل سمپت کو اس پر شبہ ہو گیا تھا اور رادھا نے یہ عقلمندی کی تھی کہ اسے چکمہ دے کر اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ ضروری نہیں تھا کہ آج بھی کوئی ایسا اتفاق ہو اور وہ بچ کر آ جاتی اس لئے میں نے بھی اس کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا۔

پلنگ کے نیچے رکھا ہوا رادھا کا ٹرنک عمرو عیار کی زنبیل ثابت ہوا اس میں ضرورت کی ہر چیز

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

موجود تھی۔ تین عدد مردانہ جوڑے بھی رکھے ہوئے تھے۔ ایک جوڑا تو خالص راجستھانی تھا میں نے وہی جوڑا پہن لیا میرے سر پر پگڑی رادھا نے باندھی تھی۔ سیندوری رنگ کی پگڑی کو بل دے کر لپیٹا گیا تھا۔ میں نے جب آئینے میں اپنا جائزہ لیا تو مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ مخصوص راجستھانی لباس' مخصوص انداز میں بندھی ہوئی پگڑی اپنے اس حلیے میں میں مکمل طور پر راج پوت جنگ جولگ رہا تھا۔ رادھا بھی مجھے دیکھ کر مسکرا دی تھی اس نے اپنی مانگ میں سیندور بھرتے ہوئے میرے ماتھے پر بھی سیندور کا ٹیکہ لگا دیا اور پھر میری آنکھوں میں سرمہ لگانے لگی۔ میں آئینے میں دیکھ کر ایک بار پھر مسکرا دیا۔ سرمے کی دھار آنکھوں کے گوشوں میں دور تک نکلی ہوئی تھی بالکل دیہاتیوں کی طرح

رادھا نے بھی راجستھان کا دیہاتی لباس پہنا تھا۔ اس نے بڑے بھونڈے میک اپ سے اپنا چہرہ بگاڑ لیا تھا اور ایسا اس نے جان بوجھ کر کیا تھا کیونکہ اس طرح اس کا چہرہ بڑی حد تک تبدیل ہو گیا تھا لیکن اس کی جسمانی کشش اپنی جگہ برقرار تھی۔

شام کا اندھیرا پھیلنے کے بعد ہی ہم کاٹیج سے نکلے تھے اور طویل چکر کاٹتے ہوئے شہر کے مرکزی علاقے میں پہنچ گئے۔

کیمپ میں بم دھماکوں اور مندر میں آتشزدگی کے بعد چار دن گزر چکے تھے مگر شہر میں اب بھی خوف و ہراس کی سی کیفیت تھی۔ ہر شخص سہما ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس واقعہ کے بعد دوسرے قریبی شہروں سے بھی پولیس کی نفری طلب کر لی گئی تھی۔ مشتبہ افراد کو روک کر پوچھ تاچھ کی جا رہی تھی۔ ان پولیس والوں کے علاوہ ناگ راج اور دریودن کے آدمی بھی شہر میں پھیلے ہوئے تھے۔

سالار روڈ پر خاصی رونق تھی۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں ہندوستان کے مختلف شہروں اور غیر ممالک سے آئے ہوئے سیاحوں کی بھیڑ رہتی تھی یہاں ہینڈی کرافٹس کی بیسیوں دکانیں تھیں اس علاقے میں سیاحوں کی دلچسپی انہی دکانوں کی وجہ سے تھی۔

ہم دونوں اس طرح گھوم رہے تھے جیسے ابھی ابھی کسی دیہات سے آئے ہوں اور یہاں کی ہر چیز ہمارے لئے انوکھی اور عجیب ہو۔ ہم نے ماربل کی مصنوعات کی ایک دکان سے ہنومان کی ایک چھوٹی سی مورتی بھی خرید لی تھی جسے رادھا سینے سے لگائے ہوئے تھی۔

نو بجے کے قریب ہم راجندر مارگ کی طرف نکل آئے۔ اسی طرف دریودن کا مرینا کلب بھی تھا۔ اس علاقے میں بھی رونق تھی لیکن پولیس کی سرگرمیاں بھی جاری تھیں۔

بازاروں میں گھومتے پھرتے ہم نے بہت سی باتیں معلوم کر لی تھیں۔ چیف منسٹر واپس جے پور جا چکا تھا لیکن دو تین اعلیٰ افسران یہاں موجود تھے کیمپ کی تباہی کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دے دی گئی تھی جس نے ایک ڈیلکس ہوٹل میں کیمپ لگا کر کام شروع کر دیا تھا شہر میں بھی یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ جس شخص کو اس سلسلے میں کچھ معلومات ہوں وہ بلا خوف و خطرہ وہاں آ کر بیان دے سکتا ہے۔

ایک جگہ دو پولیس والوں نے ہمیں بھی روک لیا وہ مجھ سے الٹے سیدھے سوال کرنے لگے مگر رادھا نے بڑی خوب صورتی سے صورت حال کو سنبھال لیا۔ ''اے حولدار'' وہ کانسٹیبل کو گھورتے ہوئے بولی۔ ''ہمار مرد سے کیا بات کرت ہو۔ یہ تو پہلی بار گاؤں سے باہر نکلت ہے۔ ہم سے پوچھو ہمار تمہاری باتن

کا جواب دیون ہیں۔''

''کہاں سے آئے ہو تم لوگن اور کہاں رہت رہے ہو۔'' کانسٹیبل نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی جھنجھلاہٹ تھی۔

''ہمار نتھ دوارہ اور اسے آ ہن ہوں جی۔'' رادھا نے جواب دیا۔ ''اور پوچھو کیا پوچھت ہو۔ ہم تمہیں چور لگت ہیں' ڈاکو لگت ہیں۔ جو یوں روکت ہو۔ سالہ کہیں کا.....''

''اے اے..... جوبن سنبھال ورنہ.....''

''میں تو اپنا جوبن سنبھال رہت ہوں..... تو اپنی جوبان سنبھال۔'' رادھا مزید پھیل گئی۔

میں دل ہی دل میں گھبرا رہا تھا کہ رادھا کو شاید پولیس والوں کا تجربہ نہیں تھا۔ کہیں ہمیں ہی لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔ اس دوران دو تین آدمی بھی جمع ہو گئے تھے۔ دوسرے پولیس والے نے رادھا کو بازو سے پکڑا تو رادھا نے ایک جھٹکے سے اپنے بازو چھڑا لیا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بلی کی طرح غرائی۔

''اپن کے شریر کو اپنا گندہ ہاتھ مت لگائیو۔ کھون کی ندیاں بہت جاویں گی۔''

''ہمار پیچھا چھوڑن کا کیا لیوگی۔'' پہلے پولیس والے نے جھنجلا کر کہا۔

''ہم چلتی ہوں' پر اپنے ساتھی کو سنبھالیو۔ کسی ناری کا ہاتھ یوں نہ پکڑے۔ جے رام جی کی۔ چلو جی'' رادھا نے کہتے ہوئے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

''جے رام جی کی۔'' پولیس والے نے گہرا سانس لیتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

چند قدم چلنے کے بعد رادھا نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

''اس وقت تو تمہاری پھڈے بازی کام آ گئی لیکن ہر جگہ یہ حربہ کام نہیں دے گا۔'' میں نے کہا۔ ''اور پھر میں وہاں کھڑا اپنے آپ کو چغد ہی محسوس کر رہا تھا۔ کیا یہ عجیب صورت حال نہیں تھی کہ مرد تو خاموش کھڑا تھا اور عورت لڑنے مرنے کو تیار تھی۔''

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت کو آگے بڑھنا پڑتا ہے۔'' رادھا نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''بہر حال' اب کیا پروگرام ہے؟''

''میں ناگ راج کا ٹھکانہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''اب اس سے دو دو ہاتھ کرنا بہت ضروری ہو گیا اس پر چوٹ لگانے کا یہ بہترین موقع ہے۔''

''اس وقت ناگ راج بہت بھنایا ہوا ہے اس تک پہنچنے کی کوشش کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔'' رادھا نے جواب دیا۔

''میرا خیال ہے کوشش کر دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے'' میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' رادھا نے جواب دیا۔ ''اس وقت دریودن سے بہتر اور کوئی آدمی نہیں ہو سکتا وہی ہمیں ناگ راج تک لے جا سکتا ہے۔''

''دریودن'' میں بڑبڑایا۔ ''وہ اس وقت اپنے کلب میں ہو گا لیکن اس حلیے میں ہمیں کوئی اندر

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

داخل نہیں ہونے دے گا بہر حال آؤ۔ اس ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر ایک کپ چائے پیتے ہیں۔ شاید کوئی بات سمجھ میں آ جائے۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔

اتفاق سے یہ وہی ریسٹورنٹ تھا جہاں رتنا نامی ویٹریس سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی اور میں اسے روی پنڈت کے ہوٹل لے گیا تھا اور پھر وہاں ناگ راج کو آتے دیکھ کر میرا پروگرام بدل گیا تھا۔ روی پنڈت کے دفتر میں ناگ راج کی پٹائی کرنے اور روی پنڈت کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد میں تو عقبی راستے سے فرار ہو گیا تھا اور رتنا کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہیں تھا کہ اس کا کیا ہوا تھا۔ ہوٹل کے دروازے پر ناگ راج کے آدمیوں نے اسے میرے ساتھ دیکھا تھا۔ ہوٹل کے اندر بھی اسے میرے ساتھ دیکھا گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میرے فرار ہونے کے بعد اسے پکڑ کر تشدد کا نشانہ بنا کر ہلاک کر دیا گیا ہوگا۔

لیکن میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے ہی میں نے رتنا کو دیکھ لیا جو ایک میز پر کافی سرو کر رہی تھی۔ اس میز پر ایک ادھیڑ عمر مرد اور ایک جوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اتفاق سے صرف اس میز پر دو کرسیاں خالی تھیں اور کہیں بھی کوئی سیٹ خالی نہیں تھی۔ رادھا نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر بڑی بے تکلفی سے اس آدمی کے سامنے والی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ میں بھی لڑکی کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس آدمی نے بڑی خون خوار نظروں سے ہماری طرف دیکھا تھا۔ رتنا بھی ہمیں بیٹھتے دیکھ کر وہیں رک گئی تھی۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے پہلے رادھا اور پھر میری طرف دیکھنے لگی۔ میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

"ہمارے لئے بھی یہ لاؤ جی۔" رادھا نے اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کافی کے کپوں کی طرف اشارہ کیا۔ "پر میٹھا جیادہ ڈالیو۔"

رتنا مسکراتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ ادھیڑ عمر شخص اور لڑکی نے معنی خیز نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اپنے اپنے کپ اٹھا کر خاموشی سے چسکیاں لینے لگے۔ وہ یقیناً کوئی شکاری لڑکی تھی جس نے بڈھے کو پھانسا ہوگا اور بڈھا پیچ وتاب کھا رہا تھا۔ ہماری وجہ سے شاید ان کا پروگرام غارت ہو گیا تھا۔

رتنا ہمارے لئے کافی لے کر آئی تو اس دوران وہ دونوں کافی ختم کر چکے تھے۔ لڑکی نے بڈھے کو اشارہ کیا اور وہ دونوں اٹھ گئے۔ رادھا نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔

بازاروں میں گھومتے پھرتے ہم نے کچھ شاپنگ بھی کی تھی۔ دونوں تھیلے رادھا نے اپنی گود میں رکھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کے اٹھتے ہی اس نے تھیلے ایک کرسی پر رکھ دیئے اور چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے ہم سرگوشیوں میں باتیں کرنے لگے۔ رتنا اسی دوران تین چار مرتبہ ہمارے قریب سے گزری تھی خالی کپ اٹھاتے ہوئے بھی اس نے گہری نظروں سے میری طرف دیکھا تھا۔ لیکن وہ مجھے پہچان نہیں سکی تھی۔ میں نے رادھا کو رتنا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا کیونکہ میں نے رتنا کے بارے میں فوراً ہی فیصلہ کر لیا تھا ضروری نہیں تھا کہ رادھا کا کاٹیج میرے لئے ہمیشہ محفوظ رہے مجھے ایمرجنسی کے لئے کوئی نہ کوئی محفوظ ٹھکانا رکھنا تھا اور میرا خیال تھا کہ اس مقصد کے لئے کسی وقت رتنا کو استعمال کر سکوں گا۔

کافی پیتے ہوئے ہم نے پروگرام فائنل کر لیا تھا۔ رادھا کا خیال تھا کہ دریودن سے براہ راست رابطہ کرنا چاہئے۔ اس نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ واقعی قابل عمل تھا اور میں اس سے پوری طرح متفق تھا۔

ریسٹورنٹ سے نکل کر ہم ایک طرف چلتے رہے۔ ہمیشہ کی طرح میں نے اس وقت بھی اس بات کا خیال رکھا تھا کہ ہمارا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا لیکن کوئی مشتبہ آدمی نظر نہیں آیا تھا۔

مرینا کلب سے تقریباً ایک فرلانگ دور ہم رک گئے۔ اپنے اس منصوبے کا ایک بار پھر جائزہ لیا اور رادھا اپنے مشن پر روانہ ہو گئی۔ میں کچھ دیر وہیں کھڑا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا اور پھر تاریکی میں ایک درخت کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

میں جانتا تھا کہ ہم نے بہت بڑا رسک لیا تھا۔ دریودن کو اگرچہ یہ پتہ نہیں چل سکا ہوگا کہ سمپت ہمارے ہاتھوں مارا جا چکا ہے لیکن انکا اگنی ہوتری کے قتل کے سلسلے میں تو اسے ہم دونوں کی تلاش تھی۔

اس میں شبہ نہیں کہ انکا اور دریودن' ناگ راج سے کسی قسم کا انتقام لینا چاہتے تھے لیکن کیمپ کی تباہی پر ان سب ہی کو غصہ تھا میں کسی کے بھی ہاتھ لگ جاؤں مجھے کسی صورت میں بھی زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔ اس طرح دریودن سے براہ راست رابطہ کرنا اگرچہ نہایت خطرناک تھا مگر اس کے سوا ہمارے لئے کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

مجھے وہاں کھڑے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ میں بار بار اس راستے کو دیکھ رہا تھا جس طرف رادھا گئی تھی۔ اس سڑک پر بہت کم لوگوں کی آمد ورفت تھی لیکن رادھا نظر نہیں آئی۔

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ طرح طرح کے وسوسے آ رہے تھے۔ دریودن کو رادھا پر کوئی شبہ تو نہیں ہو گیا تھا اور ایسا تو نہیں کہ رادھا کو گرفت میں لینے کے بعد وہ مجھے پھانسنے کے لئے کوئی نیا جال تیار کر رہے ہوں۔

ایک گھنٹہ گزر گیا ابھی تک رادھا کی واپسی کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ میں نے احتیاطاً وہ جگہ تبدیل کر لی اور سڑک پار کر کے ایک چبوترے کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس چبوترے پر شاید کسی زمانے میں کوئی مورتی نصب تھی لیکن اب تو چبوترا بھی ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ اس چبوترے کے ساتھ ہی درختوں میں ایک تنگ سا راستہ تھا جو پیچھے ایک پارک تک چلا گیا تھا اور پارک اس وقت ویران پڑا تھا۔

دس منٹ اور گزر گئے اور پھر ایک گاڑی اس طرف آتی ہوئی دکھائی دی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں سامنے دور تک کا علاقہ روشن ہو گیا تھا۔ گاڑی ٹھیک اس جگہ پر آ کر رک گئی جہاں چند منٹ پہلے تک میں موجود تھا۔

گاڑی کے ہیڈ لیمپس بجھ گئے تھے تاہم اندر کی بتی جل رہی تھی۔ اسٹیرنگ کے سامنے دریودن تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر رادھا اور پچھلی سیٹ پر ایک اور آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ گاڑی کے اندر کی بتی جان بوجھ کر جلتی چھوڑی گئی تھی تاکہ میں انہیں دیکھ سکوں۔ شاید ان کا خیال تھا کہ میں انہیں دیکھتے ہی اپنی کمین گاہ سے باہر آ جاؤں گا۔

"راما..... راما ... کہاں ہو تم۔"

رادھا کی آواز سنائی دی۔ وہ اسی طرف منہ کر کے مجھے آواز دے رہی تھی جہاں مجھے چھوڑ کر گئی تھی۔ میں نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی میں خاموش کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ ہمارے ساتھ کوئی چال تو نہیں چلی جا رہی ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

رادھا کار سے اتر آئی اور ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پھر راما کا نام لے کر مجھے پکارنے لگی۔ اسکی آواز سرگوشی سے زیادہ بلند نہیں تھی۔ اس کے لہجے سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ کسی دباؤ میں نہیں تھی۔ میں نے چند سیکنڈ اور انتظار کیا اور پھر چبوترے کے پیچھے سے نکل کر سامنے آ گیا۔ رادھا کا رخ دوسری طرف تھا۔ وہ مجھے نہیں دیکھ سکی تھی۔

"یہ رہا میں رادھا دیوی۔" میں نے اسے آواز دی۔

رادھا ایک دم گھوم گئی "اوہ" وہ بولی۔ "میں تو ڈر ہی گئی تھی۔ میں سمجھی تھی کہ تم ڈر کر بھاگ گئے ہو۔"

"کیسے بھاگ سکت ہوں رادھا دیوی۔" میں نے اونچی آواز میں کہا تا کہ دریودن بھی سن لے۔ "میری لگائی اس راکھشس کے قبضے ما ہے اور میں کیسے بھاگ سکت ہوں۔ تم اسے بچالیو گی نا؟ ہمارا مطبل ہے ہماری لگائی کو۔ اس راکھشس سے؟"

"ہاں ہاں۔ ہم تمہاری لگائی کو بچالیویں گے۔ بیٹھو گاڑی میں بیٹھو۔" رادھا نے کہتے ہوئے پچھلی طرف اشارہ کیا اور کار کا دروازہ کھول دیا۔ پہلے سے بیٹھا ہوا آدمی پیچھے سرک گیا۔ اس کے ہاتھ میں کارا کوف تھی۔ میں اس کے ساتھ بیٹھا تو کارا کوف کی نال میرے کندھے کو چھونے لگی۔

"اس بندوقری کو پیچھے کو ہٹا دے بھایا۔ کہیں ہمارا آتم نہ کر دے۔" میں نے ہاتھ سے رائفل پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

اس نے گھور کر میری طرف دیکھا اور رائفل دوسری طرف کر کے اس کی نال کھڑکی سے باہر نکال دی۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھ لیا تھا وہ دریودن کا گارڈ تھا بڑی ہی خوف ناک شکل تھی اس کی۔

اس رات آشرم میں دریودن سے میری ملاقات تقریباً دو گھنٹوں تک جاری رہی تھی۔ تاہم اس وقت وہ مجھے پہچان نہیں سکا تھا مگر مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں میری آواز نہ پہچان لے اس لئے میں بگڑے ہوئے لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"موٹر جری تیز چلائیو صاب جی۔ کہیں وہ راکھشس میری لگائی کی اجت لوٹ کر اس کی ہتیا نہ کر دے۔" میں نے آگے جھک کر دریودن کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"رادھا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ تین دن سے تمہارے کاٹیج میں ہے۔ تم نے پہلے پولیس کو اس کے بارے میں اطلاع کیوں نہیں دی۔" دریودن نے کندھے سے میرا ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔

"اس نے میری لگائی کو وہ بنالیا ہے کیا کہت ہیں۔ ہاں۔ یرگمال میں باہر نکلوں ہوں تو کہت ہے کسی کو بتایا تو میری لگائی کی ہتیا کر دے گا اور اس سے پہلے اس کے ساتھ وہ کرے گا۔ بلادکار...... رام رام......"

"آج تم نے کیسے ہمت کر لی؟" دریودن نے پوچھا۔

"میں سودا لینے کو آیا تھا جی۔" میں نے کہا۔ "رادھا دیوی سے ملاقات ہو گئی۔ یہ تو واقعی دیوی سمان ہیں جی۔ میری سمسیا سن کر بولی کہ ہمت کر لو۔ دریودن مہاراج میری لگائی کو کچھ نہیں ہون دیویں اور اس راکھشس کو بھی پکڑ لیویں گے۔ اسے بہت مار لگائیو صاب جی۔"

"تم فکر مت کرو۔ میں اسے ایسی مار لگاؤں گا کہ وہ زندگی بھر یاد کرے گا۔" دریودن نے کہا۔ "مگر تم نے شہر سے اتنی دور کاٹیج کیوں لیا۔ نا کی جھیل کے پرے۔"

"ہمارا نیا نیا بیاہ ہوا ہے جی۔" میں نے شرمانے کی اداکاری کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ہم سوچا تھا چند روز آرام سے رہویں گے۔ کوئی ستائے گا نہیں مگر وہ......"

"راکھشس بیچ میں کود پڑا۔" دریودن نے میری بات پوری کر دی۔ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ یہ منصوبہ رادھا ہی نے بنایا تھا اور اب تک بڑا کامیاب جا رہا تھا۔ اس منصوبے کے مطابق رادھا نے دریودن سے یہ کہا ہوگا کہ اکا کے قتل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ خوف کی وجہ سے روپوش ہو گئی تھی اور اس دوران وہ مجھے بھی تلاش کرتی رہی۔ آج میرا سراغ ملا تو سیدھی اس کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے دریودن کو پہلے سے طے شدہ یہ کہانی سنائی تھی کہ میں نے تفریح کے لئے آئے ہوئے ایک جوڑے کو یرغمال بنا رکھا ہے۔

دریودن نے رادھا کی کہانی پر یقین کر لیا تھا اور فوراً ہی اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ اس نے صرف ایک آدمی ساتھ لیا تھا اور یہ اس کی ایک اور حماقت تھی۔

کار تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ اسے راستے میں صرف ایک جگہ روکا گیا مگر دریودن کی شکل دیکھتے ہی راستہ چھوڑ دیا گیا تھا۔ اب گاڑی شہر کی حدود سے نکل کر جھیل کی طرف جانے والی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ رادھا اور دریودن کیمپ کی تباہی' اکا کے قتل اور مندر کی آتشزدگی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔

"اس روز وہ حرامی ایک سادھو کے بھیس میں میرے پاس آیا تھا۔" دریودن کہہ رہا تھا۔ "اس نے میرے سامنے گورکھ سنگھ کے قتل کا منصوبہ رکھا تھا اور میں نے اس سے تعاون کا وعدہ کر لیا تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کیمپ کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو میں اسے وہیں پر شوٹ کر دیتا۔"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اس نے یہاں اپنے اتنے سارے حمائتی کیسے پیدا کر لئے۔" رادھا نے کہا۔ "وہ تقریباً دو مہینوں تک پنڈت بھیرو کے پاس رہا اور کسی کو شبہ تک نہیں ہو سکا۔"

"ایسے لوگ بہت چالاک ہوتے ہیں اور یہ بہت زیادہ چالاک اور ہوشیار ہے۔" دریودن نے جواب دیا۔ "تباہی پھیلاتا چلا جا رہا ہے اور کوئی اب تک اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکا۔ لگتا ہے ناگ راج کے آدمی اس مرتبہ پاکستان سے کسی راکھشس ہی کو اٹھا لائے تھے۔"

"وہ واقعی راکھشس ہے۔" رادھا نے کہا پھر بات بدلتے ہوئے بولی۔ "آج مجھے کلب میں سمپت نظر نہیں آیا۔"

"وہ کل رات سے غائب ہے۔" دریودن نے جواب دیا۔ "پہلے مجھے شبہ تھا کہ کہیں وہ بھی اس کے ہتھے نہ چڑھ گیا ہو لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا۔"

"ہو سکتا ہے ناگ راج کے آدمیوں نے اسے ختم کر دیا ہو۔" رادھا بولی۔

"ناگ راج" دریودن دانت کچکچا کر رہ گیا۔ "اس کی جڑیں تو کچھ اور مضبوط ہو گئی ہیں۔"

کار اب نا کی جھیل کے قریب پہنچ رہی تھی۔ جھیل کے قریب واقع ریستورانوں اور ہوٹلوں کی

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

بتیاں جگمگا رہی تھیں۔

"یہاں سے کس طرف جانا ہے؟" دریودن نے پوچھا۔

"ان بتیوں سے آگے رام مندر کی طرف ایک راستہ جاتا رہتا ہے ادھر ہی ایک مکان ہے جھیل کنارے۔ بس وہی ہے" میں نے کہا "جرا ہوسیار ہیو صاب جی۔ وہ راکھشس بہت چلاک ہووے ہے۔"

دریودن نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔ کار جھیل کنارے ان روشنیوں سے پہلو کتراتے ہوئے گزر گئی۔ ذرا ہی آگے جا کر میں نے سیٹ پر پہلو بدلتے ہوئے جیب سے پستول نکال لیا اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر قدرے اونچی آواز میں بڑبڑانے لگا۔

"اوم..... نمش رام..... ہری اوم..... ہری اوم....."

دریودن اپنی سیٹ پر اچھل پڑا۔ اسٹیئرنگ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا کار لہرانے لگی لیکن اس نے فوراً ہی اسٹیئرنگ پر قابو پا لیا۔ مڑ کر میری طرف دیکھا اور میرے ساتھ بیٹھے ہوئے گارڈ کو مخاطب کر کے چیخا۔

"نٹور سنگھ گولی مار دو اسے یہ وہی راکھشس ہے۔" لیکن میں نے نٹور سنگھ کو گولی مارنے کا کیا سنبھلنے کا بھی موقع نہیں دیا وہ میری دائیں طرف بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے پستول اس کے پہلو پر رکھ کر ٹرائیگر دبا دیا بھد کی ہلکی سی آواز اور نٹور سنگھ کی خوف ناک چیخ گونجی۔ گولی اس کے دل میں اتر گئی تھی۔ میں نے بڑی پھرتی سے دروازہ کھول کر اسے نیچے دھکیل دیا۔

دریودن نے کار روک لی اور اس نے بھی دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔ رادھا بھی بڑی پھرتی سے نیچے اتر آئی تھی میں نے بھی نیچے اترنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی تھی۔ دریودن جھیل کی طرف دوڑ رہا تھا۔ میں نے پستول والا ہاتھ سیدھا کیا تو رادھا چیخی۔

"گولی مت چلانا۔ ان روشنیوں سے ہمارا فاصلہ زیادہ نہیں ہے وہاں پولیس والے بھی ہوں گے فائر کی آواز سن لی جائے گی۔"

میں نے دریودن کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ جھیل وہاں سے تقریباً دو سو گز دور تھی لیکن میں دریودن کو پچاس گز سے آگے نہیں جانے دیا۔ جھاڑیوں سے اٹے پتھریلے راستے پر دوڑنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ پچاس گز آگے جا کر دریودن دائیں طرف مڑ گیا تھا۔ اس کا رخ روشنیوں کی طرف تھا۔ دوڑنے کے ساتھ ساتھ وہ مدد کے لئے چیخ بھی رہا تھا لیکن پھر میں نے نہ تو اسے چیخنے کا موقع دیا اور نہ ہی بھاگنے کا۔ میں نے دور ہی سے اس پر چھلانگ لگا دی اور اسے ساتھ لیتا ہوا جھاڑیوں میں گرا۔

دریودن نے اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اسے دوبارہ چھاپ لیا اور اس کے سر گھونسے برسانے لگا لیکن وہ ایک بار پھر میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ مقابلہ کرنے کی بجائے بھاگنے کوشش میں تھا۔ وہ مجھ سے زیادہ طاقتور تھا۔ اگر چاہتا تو مجھے زیر کرنے کی کوشش کر سکتا تھا لیکن وہ بزدل یہ میرا تجربہ تھا کہ دریودن جیسے ظالم اور سفاک لوگوں کی طاقت ان کے ان گرگوں میں ہوتی ہے جو ان گرد حصار قائم کئے رہتے ہیں۔ وہ اپنے آپ میں کچھ نہیں ہوتے کسی کے قابو میں آ جائیں تو یا تو بھاگنے

کوشش کرتے ہیں یا اسی طرح بلبلاتے ہیں۔

رادھا بھی دوڑتی ہوئی وہاں پہنچ گئی۔ وہ بری طرح ہانپ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں بھی پستول تھا۔ یہ وہی پستول تھا جو گزشتہ رات سمیت سے چھینا تھا۔ میں نے اپنا پستول جیب میں ڈال لیا تھا اور دریودن کی مرمت خالی ہاتھوں سے ہی کر رہا تھا۔

دریودن ایک بار پھر میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس نے میرے منہ پر زوردار لات بھی ماردی تھی میں کراہتا ہوا نیچے گرا لیکن دریودن کو بھی بھاگنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ رادھا نے بڑی تیزی سے آگے بڑھ کر اس کی ٹانگ میں ٹانگ پھنسا دی تھی۔ وہ منہ کے بل گرا اور رادھا نے اس پر ٹھوکروں کی بارش کر دی اس دوران میں نے اٹھ کر دریودن کو چھاپ لیا۔

"اسے وہاں لے چلو۔ رام مندر میں۔" رادھا نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"کیا واقعی یہاں کوئی مندر ہے؟" میں نے پوچھا

"ہاں..... ادھر ایک ٹوٹا پھوٹا سا مندر ہے یہ بھی اس کے بارے میں جانتا ہے اس لئے تو خاموشی سے اس طرف آ گیا تھا۔" رادھا نے جواب دیا۔

"اور وہ کانچ جہاں میری لگائی اس راکھشس کے قبضے میں ہے۔" میں نے قریب واقع ایک کانچ کی طرف اشارا کر کے پوچھا۔

"چلو..... اسی کانچ ہی میں لے چلو۔ وہ زیادہ قریب ہے۔" رادھا بولی میں دریودن کو دھکے دینے لگا۔ لڑائی کے دوران میری پگڑی میرے گلے کا ہار بن گئی تھی۔ میں نے اسے سمیٹ کر مفلر کی طرح گلے میں لٹکا لیا۔

وہ کانچ زیادہ دور نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ اگر وہاں کوئی موجود ہوا تو مشکل ہو جائے گی لیکن رادھا کا خیال تھا کہ کانچ خالی ہو گا۔ ایک تو سیزن ختم ہو رہا تھا اور دوسرے پچھلے چند روز سے یہاں کے حالات کچھ ایسے ہو گئے تھے کہ سیر و تفریح کے لئے دوسرے شہروں سے آئے ہوئے لوگ بھاگ رہے تھے۔

رادھا کا خیال درست نکلا کانچ خالی تھا اور تاریکی میں ڈوبا ہم دریودن کو ایک ایسے کمرے میں لے آئے جس کی روشنی جھیل کی تفریح گاہ سے نہیں دیکھی جا سکتی تھی۔

روشنی میں دریودن کا جائزہ لیتے ہوئے میں مسکرا دیا۔ اس کا حلیہ بگڑا ہوا تھا۔ ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ خوں خوار نظروں سے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اس میں شبہ نہیں کہ تم بہت بہادر اور بہت چالاک ہو" وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولا "لیکن اب تم بچ کر نہیں جا سکو گے میرے آدمی کچھ ہی دیر میں یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

تمہارے آدمی" میں چونک گیا۔ "کیا انہیں سپنا آئے گا کہ تم یہاں ہو۔"

"مجھ سے یہ حماقت ضرور ہوئی کہ تمہیں پہچان نہیں سکا لیکن اتنا بے وقوف بھی نہیں جتنا تم سمجھتے ہو۔" دریودن نے جواب دیا۔ "رادھا کے ساتھ کلب سے نکلنے سے پہلے میں نے اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ اپنی گاڑی کی بتیاں جلائے بغیر فاصلہ دے کر ہمارا تعاقب جاری رکھیں۔ اپنے ساتھ صرف ایک آدمی اس لئے لیا تھا کہ کہیں رادھا یا وہ آدمی رک نہ جائے جسے وہ ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔ کاش میں تمہیں

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

راستے ہی میں پہچان لیتا تو تم اب تک نرک میں پہنچ چکے ہوتے۔ ویسے میں تمہاری ہمت کی داد دیتا ہوں۔"

"میری ہمت کی داد نہیں دو گے کہ کس خوب صورتی سے تمہیں کلب سے نکال لائی ہوں۔" رادھا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری ہمت کی داد تو میرے آدمی دیں گے جو یہاں پہنچنے ہی والے ہیں اور وہ داد ایسی ہو گی کہ آئندہ تم خواہش نہیں کرو گی۔" دریودن نے کہا۔

رادھا نے اس کے منہ پر زوردار تھپڑ جڑ دیا۔ دریودن کے منہ سے کراہ سی خارج ہو گئی۔

"اچھا ہوا تم نے اپنے آدمیوں کے بارے میں بتا دیا دریودن" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا "لیکن میرا خیال ہے کہ ہمیں اتنا وقت مل جائے گا کہ تم سے اپنی بات منوا سکیں اگر تم شرافت سے میری باتوں کا جواب دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری موت آسان بنا دوں گا۔ بہ صورت دیگر تم اس موت کا تصور بھی نہیں کر سکتے جو میں نے تمہارے لئے سوچ رکھی ہے" وہ خاموشی سے میری طرف دیکھتا رہا۔

"ناگ راج کہاں ہے؟" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے پوچھا۔

"ناگ راج" دریودن کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ آ گئی۔ "ہمارا بدترین دشمن ہونے کے باوجود اب وہ ہمارا ہیرو ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہم اسے تمہارے ہاتھوں قتل کروانا چاہتے تھے لیکن تم نے کیمپ کو تباہ کر کے ہماری آپس کی دشمنی مٹا دی ہے وہ کیمپ تمہارے دیش میں تباہی پھیلانے کے لئے انسانی بم تیار کر رہا تھا جو تم نے تباہ کر دیا اس سے ہمارا ذاتی نہیں ہمارے دیش کا نقصان ہوا ہے اور ہم اپنے دیش کا نقصان برداشت نہیں کر سکتے اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنی ذاتی دشمنیاں ختم کر کے ناگ راج کا ساتھ دیا جائے۔"

"اور ناگ راج شاید کسی اور منصوبے پر کام کر رہا ہے" میں نے کہا۔

"ہاں اور وہ منصوبہ اس کیمپ سے بھی زیادہ خوف ناک ہے" دریودن نے کہا "کیمپ کی سرگرمیاں بحال کرنے میں شاید کئی مہینے لگ جائیں مگر ناگ راج کے نئے منصوبے پر زیادہ سے زیادہ دو مہینے لگیں گے۔"

"لیکن شاید تم لوگوں کی یہ حسرت پوری نہ ہو سکے" میں نے کہا۔ "تم دیکھ چکے ہو کہ میں نے کس طرح تم لوگوں کی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس وقت تک ماؤنٹ آبو سے نہیں جاؤں گا جب تک یہاں اپنے دیش کے خلاف ہونے والی سازشوں کو کچل نہ دوں تم دیکھو گے کہ جس طرح میں نے دہشت گردی کا کیمپ تباہ کیا ہے۔ اس طرح ناگ راج کا دوسرا منصوبہ بھی ناکام بنا دوں گا۔ اس کے تیار کئے ہوئے زہر سے۔ اس کو ایسے جھٹکے دوں گا کہ کوئی دوسرا ایسی کوئی چیز تیار کرنے کی حماقت نہیں کرے گا۔"

"تت..... تم..... جانتے ہو؟" دریودن ہکلا گیا۔

"ہاں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "میں ناگ راج کے اس زہر کا تجربہ اس کی موجودگی میں زونی پنڈت پر کر چکا ہوں..... ناگ راج کی قسمت اچھی تھی جو اس وقت میرے ہاتھ سے بچ گیا لیکن میں

اسے چھوڑوں گا نہیں اس کا تیار کیا ہوا زہر اس پر استعمال کروں گا۔ تم مجھے صرف اتنا بتا دو کہ وہ کہاں چھپا بیٹھا ہے۔

"نہیں۔" دریودن نے کہا۔ "میں تمہیں اس کے بارے میں نہیں بتاؤں گا۔ دشمنی اور تمام تر نفرت کے باوجود ہم اس کی سرکشا کریں گے۔"

"اپنی سرکشا تو تم کو نہیں سکے اسے کیا بچاؤ گے۔" میں نے کہا "میں تمہیں صرف تیس سیکنڈ کی مہلت دے رہا ہوں اس دوران اگر تم نے زبان نہ کھولی تو میرے ہاتھ حرکت میں آ جائیں گے۔"

"نہیں میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔" دریودن نے کہا۔

میں چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اچانک ہی میرا ہاتھ حرکت میں آ گیا۔ دریودن کے منہ پر پڑنے والا تھپڑ اس قدر بھرپور تھا کہ وہ چکرا کر رہ گیا اس کے ہونٹوں سے خون کی ہلکی سی دھار بہہ نکلی تھی اور پھر میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ میں فٹ بال کی طرح اس پر ٹھوکریں برساتا رہا۔ وہ بلبلاتا ہوا فرش پر ادھر ادھر لڑھکتا رہا۔

دریودن واقعی بہت ڈھیٹ اور سخت جان ثابت ہوا تھا اتنی مار کسی جانور پر پڑتی تو وہ بھی انسانوں کی طرح بولنے لگتا میں اسے چھوڑ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا میرا سانس پھول گیا تھا۔

میں نے رادھا کو اشارہ کیا اور اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آ گیا۔ کامیج آراستہ تھا میں دوسرے کمرے کی بتی جلائے بغیر ٹٹولتا ہوا کچن کی طرف آ گیا اور بتی جلا کر پرتجسس نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

مجھے جس چیز کی تلاش تھی وہ مل گئی میں نے وہ چھری اٹھائی انگوٹھے سے اس کی دھار کو آزما کر دیکھا اور واپس اسی کمرے میں آ گیا۔ دریودن اب بھی فرش پر پڑا تھا اور رادھا اس پر پستول تانے کھڑی تھی۔ دریودن اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"کیا کہہ رہا تھا یہ؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے رادھا کی طرف دیکھا۔

"مجھے ہندوستان کی ملکہ بنانے کی بات کر رہا تھا بہ شرط یہ کہ میں تمہارے بجائے اس کا ساتھ دوں۔" رادھا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہوں" میں چھری کی دھار پر انگلی پھیرتے ہوئے دریودن کے قریب آ گیا۔ میرے ہاتھ میں چھری دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خوف ابھر آیا تھا۔ "بات یہ ہے دریودن کہ حریف مقابلہ نہ کرے تو مجھے لڑائی میں مزہ نہیں آتا۔ مجھے تم سے زوردار مقابلے کی توقع تھی مگر تم بالکل پھسپھسے نکلے۔ اب میں نے ایک اور فیصلہ کیا ہے" میں اس کے قریب بیٹھ گیا معاملہ یک طرفہ ہو تو کیوں نہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔ اب میں اس چھری سے تمہاری بوٹیاں کاٹوں گا اور اس وقت تک تمہارے شریر کو کاٹتا رہوں گا جب تک تم زبان نہیں کھولتے۔"

"نن..... نہیں..... تم ایسا نہیں کر سکتے۔" اس کی آنکھوں میں خوف کچھ اور بھی گہرا ہو گیا۔

"مجھے کون روک سکتا ہے۔" میں نے کہا اور اس کی ٹانگ پر وار کر دیا۔ دریودن چیخ اٹھا۔ چھری تقریباً دو انچ کے قریب اس کی ران میں پیوست ہو گئی۔ میں نے ایک دو ہلکے ہلکے جھٹکے دیئے اور پھر ایک

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

زوردار جھٹکے سے چھری کو باہر کھینچ لیا۔

''خون کی دھار بہہ نکلی۔ دریودن دونوں ہاتھوں سے ٹانگ پکڑے فرش پر لوٹنے لگا۔

''میں جو کہتا ہوں اس پر عمل بھی کرتا ہوں۔'' میرے حلق سے غراہٹ نکلی۔'' میں تمہیں اس طرح تڑپا تڑپا کر ختم کروں گا کہ تمہاری آتما آئندہ سات جنم تک بھی میرے نام سے کانپتی رہے گی۔

''نن..... نہیں ..... میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔'' دریودن چیخا۔

میں نے اس کی دوسری ٹانگ پر وار کیا اور پھر تو گویا مجھ پر دیوانگی سی طاری ہوگئی میں اس کی دونوں ٹانگوں پر چھری سے وار کرتا رہا اور وہ چیختا رہا۔ اس کی ٹانگوں سے بہنے والا خون فرش کو داغ دار کرتا رہا آخر کار میں نے ہاتھ روک لیا اور اس کی ایک ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر کھڑا ہوگیا۔

''اب میں تمہارے سینے کی کھال ادھیڑوں گا۔'' میں نے اس پر جھکتے ہوئے کہا۔

''ٹھہ ..... ٹھہرو .....'' دریودن کے منہ سے مردہ سی آواز نکلی۔'' بب ..... بتاتا ہوں۔''

''گڈ .....'' میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔'' اگر پہلے ہی فیصلہ کر لیتے تو تمہیں اتنی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی اب جلدی سے بتاؤ ناگ راج کہاں ہے اور اس کے ساتھ کون کون ہے؟''

''وہ ..... وہ گوپال کے بنگلے پر ہے'' دریودن نے رک رک کر کہا۔'' اس کے ساتھ گوپال' بیلا اور شنکر تھی ہے مگر تم آسانی سے اس تک نہیں پہنچ سکو گے۔''

''یہ مرا دوسرا ہے'' میں نے کہا'' گوپال کا بنگلہ کہاں ہے؟''

''تا جی ..... جلدی کرو۔ کسی گاڑی کی آواز سنائی دے رہی ہے'' رادھا کی آواز سن کر میں چونک گیا۔ گاڑی کے انجن کی گونجتی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دریودن نے جب یہ کہا تھا کہ اس کے آدمی یہاں پہنچنے والے ہیں تو میں اسے غلط سمجھا تھا لیکن اب یقین کر لینا پڑا کہ اس نے غلط نہیں کہا تھا اس کے آدمی شاید کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے اور اب اس طرف آرہے تھے۔ انہوں نے راستے میں نٹور سنگھ کی لاش اور دریودن کی کار بھی دیکھ لی ہوگی۔

''اب ..... اب تم لوگ نہیں بچ سکو گے'' دریودن نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے اس کی آواز خاصی کمزور ہوگئی تھی۔'' اور تمہارا جو حشر ہوگا تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

''میرا حشر دیکھنے کے لئے تم زندہ نہیں رہو گے۔'' میں نے کہتے ہوئے جیب سے پستول نکال لیا اور ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس کی کھوپڑی پر گولی چلا دی۔ دریودن اس مرتبہ منہ سے آواز نکالے بغیر ڈھیر ہوگیا۔ اس کی کھوپڑی پاش پاش ہوگئی تھی میں نے رادھا کا ہاتھ پکڑا اور دوڑ کر کمرے سے باہر آگیا۔ گاڑی کے انجن کی آواز کچھ واضح ہوگئی تھی۔

ہم کاٹیج کے اوپر سے گھوم کر دائیں طرف آگئے میں نے رادھا کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود آگے بڑھ کر دوسری طرف جھانکنے لگا۔ وہ گاڑی تقریباً دو سو گز دور تھی۔ اس کے ہیڈ لیمپس بجھے ہوئے تھے اور وہ تیزی سے اس طرف آرہی تھی۔ میں ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جھیل کا کنارہ بھی وہاں سے تقریباً دو سو گز دور تھا۔ اس طرف جانا مناسب نہیں تھا۔ میں نے رادھا کا ہاتھ پکڑا اور دوڑتا ہوا کاٹیج کے دوسری

طرف آگیا اس طرف جھاڑیاں تھیں اور کچھ آگے ٹیلہ نما چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ یہاں سے ہمیں کسی طرف نکلنے کا موقع مل سکتا تھا۔

ہم دوڑتے ہوئے اونچی جھاڑیوں میں ایک پتھر کے پیچھے رک گئے وہ گاڑی کاٹیج سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر رک گئی تھی۔ تین آدمی کار سے اتر کر کاٹیج کی طرف دوڑے۔ اس طرف آتے ہوئے انہوں نے شاید فائر کی آواز سن لی تھی۔ کاٹیج کے قریب پہنچ کر ایک تو سامنے کے رخ سے آگے بڑھنے لگا ایک دائیں طرف چلا گیا اور دوسرا بائیں طرف اس طرح وہ کاٹیج کو گھیرے میں لے کر آگے بڑھ رہے تھے۔

میرے ذہن میں اچانک ہی ایک اور خیال ابھرا میں نے غور سے کار کی طرف دیکھا اس میں کوئی اور نظر نہیں آرہا تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ صرف تین ہی آدمی تھے۔

''رادھا'' میں نے اس کی طرف جھکتے ہوئے سرگوشی کی۔'' اگر ہم اس کار تک پہنچ جائیں تو آسانی سے یہاں سے فرار ہو سکتے ہیں۔''

''چانس تو ہے'' رادھا نے جواب دیا۔

اور پھر ہم بڑی احتیاط سے جھاڑیوں میں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے اندیشہ اس بات کا تھا کہ اگر ہمارے کار تک پہنچنے سے پہلے انہوں نے دریودن کی لاش دریافت کر لی تو ہمارے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

وہ کار ہم سے صرف دس گز کے فاصلے پر رہ گئی تھی آگے جھاڑیاں نہیں تھیں میں نے رادھا کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور اٹھ کر تیزی سے دوڑتا ہوا کار تک پہنچ گیا۔ وہ تین آدمی کاٹیج میں داخل ہو چکے تھے اس لئے میں کسی کی نظروں میں نہیں آیا۔

ایک منٹ بعد رادھا بھی دوڑتی ہوئی وہاں پہنچ گئی۔ کار کے آگے والے دونوں دروازے کھلے ہوئے تھے میں اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھ گیا اور رادھا دوسری سیٹ پر

پہلی مرتبہ چابی گھماتے ہی انجن اسٹارٹ ہوگیا اور پھر اسی لمحے کاٹیج کے اندر سے کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی انہوں نے دریودن کی لاش دریافت کر لی تھی اور غالباً کار کے انجن کی آواز بھی سن لی تھی اس کے ساتھ ہی دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی میں نے انجن کو گیئر میں ڈال کر ایک جھٹکے سے کلچ چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ ہی اسٹیئرنگ گھما دیا کار ایک زوردار جھٹکے سے اچھلی تھی اور پھر اسی لمحے فضا فائرنگ کی آواز سے گونج اٹھی۔ ہم دونوں نیچے جھک گئے کئی گولیاں کار کی ڈکی میں لگی تھیں ایک گولی پچھلی ونڈ اسکرین کو چیر کر اگلی ونڈ اسکرین میں سوراخ کرتی ہوئی آگے نکل گئی۔

کافی آگے نکل آنے کے بعد میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ ہم فائرنگ کی رینج سے نکل آئے تھے میں کار کو تیزی سے دوڑاتا لے گیا۔

دریودن کی کار اب بھی ویرانے میں اس جگہ کھڑی تھی اور اس سے کچھ فاصلے پر نٹور سنگھ کی لاش بھی پڑی ہوئی تھی۔

''اگر ہم نے کار پر ہی شہر کی طرف جانے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے ہمیں گھیرنے کی کوشش کی

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

جائے۔" رادھا نے کہا۔

"فائرنگ کی آواز اس تفریح گاہ میں کسی ہوٹل یا ریسٹورنٹ میں سن لی گئی ہوگی۔ وہ لوگ بھی پیچھے بھاگے چلے آرہے ہیں یہاں سے آگے کسی جگہ فون کر دیا جائے گا اور ہمیں راستے میں روکنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"تو پھر کیا کیا جائے؟" میں نے کہا۔ "یہ کار چھوڑ کر پیدل دوڑ لگا دی جائے۔"

"میرا یہ مطلب نہیں ہے" رادھا نے کہا "ہم اس کار کو ان عمارتوں کے عقب میں کہیں دور چھوڑ دیں اور کسی طرح جھیل پر کشتیوں کے گھاٹ پر پہنچ جائیں وہاں سے ہمیں کوئی نہ کوئی کشتی مل جائے گی۔ ہم جھیل کے دوسرے کنارے پر پہنچ جائیں تو وہاں ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔"

تجویز معقول تھی۔ یہ راستہ تفریح گاہ کی عمارت کے عقب میں دو تین سو گز دور تھا۔ میں کار کو مزید آگے نکال کر لے گیا اور پھر اسے راستے سے ہٹا کر روک لیا اور انجن بند کر دیا۔

"ہم دونوں کار سے اتر کر تفریح گاہ کی طرف دوڑنے لگے۔ اس وقت رات کے بارہ بج رہے ہوں گے لیکن اس تفریح گاہ میں واقع ہوٹلوں اور ریستورانوں میں رونق عروج پر تھی۔ لوگ یہاں عیاشی کے لئے آئے تھے اور ظاہر ہے رات بھر ہنگامے رہتے تھے۔

ہم ان عمارتوں سے تقریباً سو گز کی طرف جھیل کے کنارے کی طرف نکلے تھے۔ اس طرف خشکی کی ایک کشادہ پٹی جھیل کے کچھ اندر تک چلی گئی تھی جس پر بڑا خوبصورت لان بنا ہوا تھا۔ اس پٹی کے تقریباً آخر میں کھجور کے پانچ درخت اس طرح لگے ہوئے تھے جیسے چاق و چوبند پہریداروں نے آگے جانے کا راستہ روک رکھا ہو۔ اندر کو نکلی ہوئی اس خشکی پٹی کے کنارے کے ساتھ ساتھ کشتیاں بھی روکی جاتی تھیں۔ جھیل کے اندر کچھ روشنیاں متحرک نظر آرہی تھیں جس کا مطلب تھا کہ کچھ لوگ اب بھی کشتیوں پر جھیل کی سیر سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

ہم جس طرف آئے تھے وہاں کنارے کے ساتھ دو تین کشتیاں موجود تھیں رادھا آگے بڑھنا چاہتی تھی مگر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔ ایک کشتی اسی کنارے کی طرف آرہی تھی اس پر کسی راڈ پر لٹکا ہوا ایک بلب روشن تھا اور انجن کی پھٹ پھٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

وہ کشتی کنارے کے ساتھ لگ کر رک گئی ہم دونوں پودوں کی آڑ میں دبک گئے تھے۔ ایک عورت اور ایک مرد اس کشتی سے اترے اور قہقہے لگاتے ہوئے ہوٹل کی عمارت کی طرف چلنے لگے۔ کشتی میں ایک آدمی رہ گیا تھا اور وہ شاید ملاح تھا۔ میں نے رادھا کو اشارہ کیا اور ہم دونوں پودوں کی آڑ سے نکل کر کشتی کے قریب پہنچ گئے۔

وہ ملاح کشتی کے ہک کی زنجیر جیٹی کے ہک میں پھنسا کر تالا لگا رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر ہماری طرف دیکھا اور ہمارے کچھ کہنے سے پہلے ہی بول اٹھا۔

"اب میں نے نیا بند کر دیا ہے بھیا۔ سیر کو جاوت ہو تو کوئی اور نیا دیکھ لو۔"

"ہم تو تمہارے ساتھ ہی جائیں گے" میں نے کہتے ہوئے پستول نکال لیا میرے ہاتھ میں پستول دیکھ کر وہ شخص خوفزدہ ہو گیا۔ عقل مند آدمی تھا اس نے زنجیر کا تالا کھول دیا اور کشتی پر سوار ہوتے

ہوئے بولا۔ "بیٹھو بھایا" اس کا لہجہ بڑا مردہ سا تھا۔ ہمارے کپڑوں کی وجہ سے وہ ہمیں بھی اپنے جیسا ہی سمجھا تھا اس لئے مجھے بے تکلفی سے بھایا کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

میں نے پہلے رادھا کو کشتی پر سوار ہونے میں مدد دی اور جب میں خود سوار ہو رہا تھا تو ٹھیک اس وقت ہوٹل کی عمارت کے دوسری طرف برآمدوں کی تیز چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی شور گونجنے لگا۔ مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ تینوں آدمی راستے میں کھڑی ہوئی دریودن کی کار پر یہاں پہنچ گئے تھے وہ تینوں دوڑتے ہوئے ہوٹل کے سامنے والے رخ پر آگئے اور پھر میں نے ان تینوں کو ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا کہ ہم یہاں کشتی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

ملاح نے کشتی کا انجن اسٹارٹ کر دیا۔ کشتی آہستہ آہستہ کنارے سے پیچھے ہٹنے لگی اور اس کے ساتھ ہی اس کی رفتار بھی بڑھتی چلی گئی۔ ملاح بے حد خوفزدہ تھا۔ میں پستول لئے اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے اب تک ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔

کشتی گہرے پانی کی طرف دوڑتی رہی۔ بہت وسیع و عریض جھیل تھی۔ قریب ترین دوسرا کنارہ تفریح گاہ کے عین سامنے تھا اس کا فاصلہ بھی پندرہ سو گز سے کم نہیں تھا۔ اس طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں وہیں کا ٹیج بنے ہوئے تھے اور اس وقت ہم اسی طرف جانا چاہتے تھے۔

جھیل کے وسط میں پہنچ کر میں نے رادھا کو اشارہ کیا وہ اٹھ کر ملاح کے قریب بیٹھ گئی اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگی۔ ملاح بدحواس ہو گیا وہ میری طرف دیکھتے ہوئے اپنی سیٹ پر کنارے کی طرف بنتا چلا گیا۔ رادھا اس سے چپکی جا رہی تھی۔

"بڑے نامرد ہو میں تمہیں چما دے رہی ہوں اور تم ڈر رہے ہو۔" رادھا اس پر مزید جھکتے ہوئے بولی۔

"ہا..... ہا..... ہم شریف آدمی ہوں۔" ملاح ہکلا کر رہ گیا۔

"شریف آدمی" رادھا بولی۔ "میں اکیلی ہوتی تو تم میری بوٹیاں نوچ لیتے چل ہٹ۔"

رادھا نے اسے زوردار دھکا دیا۔ ملاح کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ جھیل میں گر گیا رادھا قہقہہ لگا رہی تھی اور ملاح چیخ رہا تھا۔

"منے بچالیو..... میں تیرن نہ جانت ہوں۔"

"اچھا ہے..... مچھلیاں عیش کریں گی۔" رادھا نے پھر قہقہہ لگایا۔

کشتی پانی کی سطح پر تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ میں جلدی سے اٹھ کر ملاح کی سیٹ پر آ گیا اور تھروٹل سنبھال لیا اور پھر دوسرے کنارے تک پہنچنے میں ہمیں زیادہ دیر نہیں لگی۔

وہ پہاڑی پانچ چھ سو فٹ سے زیادہ بلند نہیں تھی۔ ڈھلان بھی ایسی تھی کہ آسانی سے چڑھا جا سکتا تھا۔ جھاڑیوں اور درختوں کی بہتات تھی اس پہاڑی پر کئی کاٹیج تھے۔ صرف دو تین کاٹیج ایسے تھے جن میں روشنی نظر آرہی تھی۔ باقی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ہم ان سے دور رہ کر پہاڑی پر چڑھتے چلے گئے۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

رادھا بری طرح ہانپ رہی تھی۔ میں وہاں کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر اچانک ہی میرے ذہن میں ایک اور خیال ابھرا مجھے یاد آ گیا کہ جس کاٹیج کے تہہ خانے میں لکھن نے مجھے تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ وہ جھیل کے کنارے پر ہی کسی جگہ واقع تھا۔ میں نے رادھا کو بتایا وہ ایک دم جیسے چونک گئی۔

''کیا تم وہاں جانا چاہتے ہو'' ''تمہارے کاٹیج تک پہنچنے کے لئے پورے شہر میں سے ہو کر جانا پڑے گا اور اس وقت تک ایک بار پھر ہماری تلاش شروع ہو چکی ہوگی۔ وہ کاٹیج اگر خالی ہوا تو کم از کم آج کی رات ہمارے لئے بہترین پناہ گاہ ثابت ہو سکتا ہے۔''

''تو پھر میرے ساتھ آؤ مجھے معلوم ہے وہ کاٹیج کہاں ہے۔'' رادھا نے کہا۔

اس پہاڑی سے اتر کر ہمیں ایک اور چھوٹی پہاڑی پر چڑھنا پڑا۔ اس پہاڑی کے دوسری طرف بھی ٹیلہ نما چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں جن پر اترتے چڑھتے ہوئے رادھا ایک بار پھر ہانپنے لگی لیکن وہ رکے بغیر میرے ساتھ چلتی رہی اور بالآخر ہم ایک جگہ رک گئے۔

اس طرف سے بھی سامنے جھیل نظر آ رہی تھی۔ پہاڑی پر متعدد کاٹیج بھی تھے۔ صرف دو میں روشنی دکھائی دے رہی تھی کچھ دیر وہاں رکنے کے بعد رادھا ایک بار پھر میرے آگے چلنے لگی اور چند منٹ بعد رک گئی۔

''وہی سامنے والا کاٹیج ہے'' اس نے تاریکی میں ڈوبے ہوئے ایک کاٹیج طرف اشارہ کیا۔

میں گہری نظروں سے اس طرف دیکھنے لگا۔ مکمل تاریکی تھی جس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کاٹیج خالی ہے۔ دوسرا کاٹیج وہاں سے تقریباً [illegible] گز کے فاصلے پر تھا اور اس کی ایک کھڑکی میں روشنی نظر آ رہی تھی۔ میں نے رادھا کو اشارہ کیا اور ہم دونوں [illegible] میں نے محتاط انداز میں تاریکی میں ڈوبے ہوئے کاٹیج کی طرف بڑھنے لگے۔ ہو سکتا ہے کاٹیج میں کوئی موجود ہو اور بتیاں بجھا کر سو رہا ہو یا وہ پچھلی طرف کے کسی کمرے میں ہو۔

ہم نے کاٹیج کے گرد چکر لگایا۔ کہیں روشنی نظر نہیں آئی تھی۔ ہم دبے قدموں چلتے ہوئے برآمدے کی طرف آ گئے۔ دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ میں نے پستول کے دستے کی ضرب سے تالا توڑ دیا۔ تالے پر ضرب لگنے کی آواز سناٹے میں دور تک پھیل گئی تھی لیکن میرا خیال تھا کہ یہ آواز سو گز دور دوسرے کاٹیج تک نہیں سنی گئی ہوگی۔

میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اور دیوار پر سوئچ ٹٹول کر بتی جلا دی۔ میرے خیال میں بتیاں جلانے میں کوئی حرج نہیں تھا اس وقت یہاں کون دیکھنے آئے گا کہ کون آیا ہے۔ اندر داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر دیا اور ہم اس کمرے میں آ گئے جو ڈرائنگ روم کے طور پر آراستہ تھا۔

رادھا ایک صوفے پر گر گئی۔ وہ بری طرح تھک گئی تھی میں بھی اس کے سامنے دوسرے صوفے پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ تقریباً دس منٹ بعد حواس بحال ہوئے تو رادھا نے زبان کھولی۔

''اس بھاگ دوڑ نے کھانا پینا سب ختم کر دیا۔ مجھے تو بڑے زوروں کی بھوک لگ رہی تھی۔''

''لگتا ہے یہ کاٹیج کئی روز سے خالی پڑا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کچن میں کوئی ایسی چیز مل جائے۔ آؤ دیکھتے ہیں۔'' میں یہ کہتے ہوئے صوفے سے اٹھ گیا۔ کچن میں خشک دودھ کا ڈبہ چائے کی پتی

اور چینی وغیرہ موجود تھی اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی مگر چائے تو بن سکتی تھی۔ رادھا برتن دھو کر چائے بنانے لگی اور میں اس کے قریب کھڑا رہا۔

چائے بنا کر ہم دونوں اس کمرے میں آ گئے۔ چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے میں رادھا کی طرف دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار نمایاں تھے۔

''ایک بات کہوں تاجی'' وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی

''ہاں کہو؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔'' رادھا نے کہا'' ناگ راج کے کئی اہم ترین آدمی تمہارے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔ دہشت گردی کا کیمپ تم تباہ کر چکے ہو۔ ہر چوٹ کھانے کے بعد ناگ راج پہلے سے زیادہ خطرناک ہوتا جا رہا ہے اس سے پہلے کہ فرار کے سارے راستے بند ہو جائیں کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں سے نکل چلیں۔

''نہیں رادھا'' میں نے جواب دیا'' تم نے دریودن کی باتیں سنی تھیں۔ ناگ راج جو منصوبہ بنا رہا ہے وہ بہت خوفناک ہے۔ انسان پر اس زہریلے انجکشن کا اثر میں دیکھ چکا ہوں۔ روی چندت کو جس طرح جھٹکے کھا کر ختم ہوتے میں نے دیکھا ہے وہ منظر میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ اگر یہ زہر میرے دیش میں پہنچ گیا تو تباہی پھیل جائے گی۔ بے گناہ مارے جاتے رہیں گے۔ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک اس منصوبے سمیت ناگ راج کا خاتمہ نہ کر دوں شاید اس طرح میرے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جائے ہاں اگر تم جانا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''مجھے غلط مت سمجھو'' رادھا نے کہا'' میرا شریر بھی اسی مٹی سے بنا ہے جس سے تم نے جنم لیا ہے میں نے جذبات کی رو میں بہہ کر تمہارا ساتھ دینے کا وعدہ نہیں کیا تھا میں اپنی بات کی دھنی ہوں مرتے دم تک تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی۔''

''تو پھر بزدلوں جیسی باتیں کیوں کر رہی ہو؟'' میں نے کہا

''میں بزدل بھی نہیں ہوں'' رادھا نے جواب دیا'' یہ بات میں نے اس لئے کی تھی کہ قسمت اب تک تو تمہارا اور میرا ساتھ دیتی رہی ہے مگر اب صورت حال نہایت سنگین ہو گئی ہے۔ دہشتیوں اور قاتلوں کی اس فوج کے سامنے ہم اکیلے کچھ نہیں کر سکتے۔''

''مجھے اپنے خدا پر بھروسہ ہے'' میں نے کہا'' اب تک وہ لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ اگر یہ کام میری قسمت میں لکھ دیا گیا ہے تو میرے ہی ہاتھوں انجام پائے گا۔ اگر میری موت ان لوگوں کے ہاتھوں لکھی ہے تو اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔ ویسے'' میں خاموش ہو کر اس کے چہرے کو تکنے لگا۔

''ویسے میرا خیال ہے کہ تم کچھ ڈر گئی ہو ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ دو چار روز تک ہم خاموش رہیں اور یہاں سے نکلنے کے بعد تمہارے کاٹیج میں آرام کر لیں اور دال چاول کھاتے رہیں تمہارے ذہن سے خوف دور ہو جائے گا تو پھر کچھ سوچیں گے۔''

''ہاں میں واقعی ڈر گئی ہوں'' رادھا نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے جواب دیا'' میں کئی ماہ سے اکتا گئی ہوں [illegible] کے ساتھ بھی مجھے معلوم تھا کہ یہ [illegible]

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

کے جھگڑوں میں کئی قتل بھی ہوئے لیکن میں ہمیشہ ان معاملات سے الگ تھلگ رہی اور اب دو چار روز سے جو کچھ ہو رہا ہے اس سے میرے اعصاب میں تناؤ سا پیدا ہو گیا ہے میں واقعی دو چار روز آرام کرنا چاہتی ہوں تمہارے ساتھ"

وہ اٹھ کر میرے صوفے پر آ گئی اور سر میرے کندھے پر ٹکا دیا۔ میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا مجھے اپنی گردن پر رادھا کے گرم گرم سانسوں کا لمس محسوس ہو رہا تھا۔ میں اپنے آپ میں عجیب سی کیفیت محسوس کرنے لگا۔

رادھا میرے کندھے پر سر ٹکائے سو گئی تھی میں نے بڑی آہستگی سے اٹھ کر اسے اسی صوفے پر لٹا دیا۔ کاٹیج کا چکر لگا کر دروازہ اور کھڑکیاں چیک کیں اور بتی بجھا کر دوسرے صوفے پر لیٹ گیا۔ رادھا کا پستول سینٹر ٹیبل پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے بھی اپنا پستول وہیں رکھ دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

میری آنکھیں بند تھیں مگر ذہن جاگ رہا تھا۔ میں اس کاٹیج کے بارے میں سوچ رہا تھا جہاں چند روز پہلے تہہ خانے میں مجھ پر تشدد کیا گیا تھا ان سب کے چہرے مجھے یاد تھے۔ دیو قامت 'لکھن' سورج مل' بیلا اور تین دوسرے آدمی جنہیں بعد میں ناگ راج نے محض اس لئے گولیوں سے بھون ڈالا تھا کہ میں ان کی قید سے بھاگ نکلا تھا۔ صرف بیلا ایسی تھی جسے ناگ راج نے بخش دیا تھا اس کی وجہ بھی بعد میں میری سمجھ میں آ گئی تھی اور رادھا نے بھی اس کی تصدیق کر دی تھی۔

"بیلا ناگ راج کی رکھیل ہی نہیں اس کی سب سے اہم اور سب سے ذہین کارکن بھی تھی۔ اسے ناگ راج نے ہی ایک اہم مشن پر پاکستان بھیجا تھا اور واپسی پر وہ ہمارے ساتھ آئی تھی۔ اس سفر کے دوران بیلا سے میری دوستی ہوئی تھی جو اب تک چل رہی تھی۔

یہ وہی کاٹیج تھا جہاں سے میں جان بچا کر بھاگا تھا اور اب میں یہاں اطمینان سے لیٹا آرام کر رہا تھا۔ وقت بھی عجیب چیز ہے کل تک یہ کاٹیج میرا مقتل بننے جا رہا تھا اور اب یہی میری پناہ گاہ بن چکا تھا۔

"میرا دماغ بوجھل ہونے لگا اور میں یہی سب کچھ سوچتے ہوئے نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

وہ رات کا آخری پہر تھا۔ دھب کی وہ آواز اگرچہ بہت ہلکی تھی مگر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے ذرا سا سر اوپر اٹھایا اس کے ساتھ ہی میری آنکھوں میں گویا سورج اتر آیا۔ بہت تیز روشنی تھی میری آنکھیں چندھیا گئیں میرا ذہن ایک دم بیدار ہو گیا۔ میں نے میز پر رکھے ہوئے پستول کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن میرے ہاتھ پر زوردار ٹھوکر لگی دوسری ٹھوکر میری پسلیوں پر پڑی تھی میں صوفے سمیت پیچھے الٹ گیا۔ پچھلی طرف صوفے سے گرتے ہوئے میں نے رادھا کی چیخ بھی سنی تھی میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو سر پر ایک اور ٹھوکر پڑی میرے منہ سے چیخ نکل گئی اور آنکھوں کے سامنے نیلی پیلی چنگاریاں سی رقص کرنے لگیں۔

میرے دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے۔ آنکھوں کے سامنے رقص کرتی ہوئی نیلی پیلی چنگاریاں ایک دوسرے میں مدغم ہو کر اندھیرے کی چادر تاننے لگیں میں سر کو زور زور سے جھٹکے دے رہا تھا۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی بات تھی۔ اگر میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تو یہ میری زندگی کی آخری رات ہو گی جبکہ ہوش میں رہ کر میں اپنا بچاؤ کر سکتا تھا۔ میرے بائیں کندھے پر ایک اور ٹھوکر لگی اور میں چیختا ہوا فرش پر الٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے رادھا کی بھی ایک اور چیخ سنی تھی۔ میں حواس برقرار رکھنے کے لئے سر کو

مسلسل جھٹکے دے رہا تھا بالآخر میں اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا آنکھوں کے سامنے پھیلنے والی تاریکی چھٹنے لگی۔ میں ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا اس مرتبہ مجھے کوئی ٹھوکر نہیں پڑی بلکہ ایک طرف کہیں چٹ کی ہلکی سی آواز ابھری اور کمرہ روشنی سے بھر گیا۔

"میں نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا اور ایک نظر میں صورت حال کا جائزہ لے لیا اس کے ساتھ ہی میرے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔ وہ دو پولیس والے تھے ایک کے جسم پر سب انسپکٹر کی وردی تھی اور دوسرا حولدار تھا۔ دریودن یا ناگ راج کے آدمیوں کے مقابلے میں ان پولیس والوں سے نمٹنا آسان تھا۔

سب انسپکٹر کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا اور دوسرے میں ٹارچ جو ابھی تک روشن تھی میز پر سے ہمارے دونوں پستول غائب تھے۔ سب انسپکٹر رادھا کے قریب کھڑا تھا اور حوالدار کمرے کی بتی جلا کر واپس آ رہا تھا۔ میرے جسم پر ٹھوکریں اسی نے برسائی تھیں اس کے ہاتھ میں بھی ریوالور تھا۔ حوالدار نے مجھے ایک اور ٹھوکر ماری اس کے ساتھ ہی وہ غرایا۔

"وہاں چل کر بیٹھو بیچ میں"

میں اٹھ کر کھوپڑی سہلاتا ہوا رادھا کے قریب فرش پر بیٹھ گیا۔ رادھا کے جسم سے کپڑے ہٹے ہوئے تھے اور سامنے کھڑا ہوا سب انسپکٹر بڑی ہوس بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ رادھا کو بھی اس نے کئی ٹھوکریں ماری تھیں۔ اس کے چہرے پر کرب اور تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے کن انکھیوں سے ادھر ادھر دیکھا رادھا والا پستول دور تھا البتہ میرا پستول سینٹر ٹیبل کے نیچے پڑا ہوا تھا لیکن اس تک رسائی حاصل کرنا آسان نہیں تھا۔

"یہ تو میں سمجھ گیا کہ تم لوگ کون ہو" سب انسپکٹر نے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "مگر اپنا سواد لینے کے لئے دوسروں کا استھان استعمال کرنا کہاں کی شرافت ہے کتنے پیسے لئے ہیں تم نے اس سے" اس نے آخری الفاظ رادھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہے تھے۔

"یہ۔۔۔ یہ مجھے بہکا کر یہاں لایا تھا تھانیدار جی" رادھا نے خوفزدہ سے لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے اس سے کوئی پیسہ نہیں لیا اس نے کہا تھا کہ استھان اس کا ہے مجھے نہیں معلوم تھا یہ چور ہے سالا۔ خالی پیلی رعب جما کر عیاشی کرتا ہے۔"

میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ رادھا بھی میری طرح سمجھ گئی تھی کہ معاملہ وہ نہیں جو ہم سمجھ رہے تھے اور پھر یہ بات بھی میری سمجھ میں آ گئی کہ یہ دونوں پولیس والے یہاں تک پہنچے کیسے تھے اور کاٹیج کے اندر کیسے داخل ہو گئے تھے۔

سامنے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اس کا شیشہ ٹوٹا ہوا تھا جس کے اندر ہاتھ ڈال کر چٹخنی کھول لی گئی تھی۔ رات کو سونے سے پہلے بھی میں نے دیکھا تھا کہ اس کھڑکی کا ایک شیشہ نہیں تھا لیکن میں نے زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔

وہ دوسرا کاٹیج یہاں سے تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر تھا جہاں رات کو میں نے روشنی دیکھی تھی ان لوگوں کو معلوم ہو گا کہ یہ کاٹیج خالی پڑا ہے ہمارے آنے کے بعد یہاں روشنی دیکھ کر انہوں نے پولیس کو اطلاع دے دی ہو گی انہوں نے سوچا ہو گا کہ شاید کوئی چور واردات کرنے یہاں گھسا ہے۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

وہ سب انسپکٹر مسلسل رادھا کو گھورے جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ہوس بڑھتی جا رہی تھی وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ ہم داد عیش دینے کے لئے اس خالی کاٹیج کا دروازہ توڑ کر اندر آ گئے ہیں اور شاید وہ بھی لگے ہاتھوں بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کی سوچ رہا تھا۔

رادھا بھی ایک چنٹ تھی اس نے سب انسپکٹر کی نیت بھانپ لی تھی اور بڑی ہوشیاری سے لہنگا اس طرف کچھ اور سرکا دیا تھا کہ اس کی ٹانگیں اوپر تک برہنہ ہو گئی تھیں۔

" مجھے تو ان پر شک ہے حکم۔" حوالدار نے سب انسپکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "رات دو بجے تمام تھانوں کو ہیڈ کوارٹر سے ریڈ الرٹ ملا ہے۔ ایک ناری اور ایک مرد جیل کے دوسری طرف دریودن اور اس کے ایک آدمی کی ہتیا کر کے بھاگے ہیں اطلاع میں بتایا گیا تھا کہ ہتیاروں نے راجستھانی لباس پہنا ہوا تھا مجھے تو یہ دونوں وہی لگتے ہیں حکم۔"

"تھانے میں جب یہ اطلاع آئی تھی تو میں کہاں تھا؟" سب انسپکٹر نے حوالدار کو گھورا۔

"آپ اپنے کوارٹر میں سو رہے تھے حکم۔" حوالدار نے جواب دیا۔

سب انسپکٹر کی نظریں بدل گئیں۔ اب ان میں ہوس کی جگہ سفاکی ابھر آئی تھی مجھے سینے میں سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا پہلے میرا خیال تھا کہ رادھا انہیں کچھ دے دلا کر معاملہ ختم کر دے گی لیکن اب صورت حال سنگین ہو گئی تھی۔

"ہوں" سب انسپکٹر نے ریوالور والا ہاتھ سیدھا کر لیا

"تو پھر یہ وہی ہو سکتے ہیں جنہوں نے یہاں تباہی پھیلا رکھی ہے۔ وہی اتنک وادی جس نے پہاڑوں میں سرکاری کیمپ تباہ کیا اور مندر کو بھ رکر راکھ کر دیا۔ ناگ راج نے اس کے لئے تو پانچ لاکھ روپے کا انعام لگا رکھا ہے اپنی قسمت بدل جائے گی حوالدار ہوشیار رہنا یہ لوگ کوئی حرکت نہ کرنے پائیں۔

صورت حال مزید سنگین ہو گئی تھی۔ حوالدار نے محض شبے کا اظہار کیا مگر شبہ ہی کسی تحقیق کی اصل بنیاد ہوتا ہے اور پھر پانچ لاکھ روپے کا لالچ بھی تھا میں سمجھ گیا کہ اب آسانی سے جان چھوٹنے والی نہیں تھی۔

"میں وہ نہیں ہوں حکم جو آپ سمجھ رہے ہیں" میں نے سب انسپکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا" میں تو آج ہی جودھ پور سے سیر کو یہاں آیا تھا اس کتیا نے مجھے پھانس لیا کیا پتہ تھا اپنی قسمت ہی پھوٹ جائے گی۔"

" یہ جھوٹ بولتا ہے۔" رادھا جلدی سے بولی "اسی نے مجھے اشارہ کر کے پھانسا تھا سالا حرامی"

"اگر تم وہ نہیں ہو تو ہم کچھ لے دے کر معاملہ ختم کر دیں گے" سب انسپکٹر نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "لیکن معلوم ہے پاکستان آتو میں تباہی پھیلانے والا پاکستانی جاسوس اور مسلمان ہے۔ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں اگر تم مسلمان نہیں تو بات ختم حوالدار اس کی دھوتی ہٹا کر جھانکو یہ کیا ہے" آخری الفاظ اس نے حوالدار کو مخاطب کر کے کہے تھے

"مم.... میں حکم" حوالدار گھبرا گیا۔

"میری بھی روح فنا ہو گئی تھی۔ اب بے راز کھل جائے گا کہ میں مسلمان ہوں تو بچنے کا کوئی چانس نہیں

تھا۔

"ہاں...... تم دیکھو گئے" سب انسپکٹر نے کہا" ایسے کام ماتحت کرتے ہیں آفیسر نہیں۔ اے تم منہ ادھر پھیر لو۔ پرلی طرف کو۔ ویسے منہ نہ بھی پھیرو تو کوئی حرج نہیں" اس نے آخری الفاظ رادھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہے تھے۔

رادھا نے برا سا منہ بناتے ہوئے اس طرح پہلو بدل لیا کہ اب وہ مکمل طور پر سب انسپکٹر کے سامنے تھی۔ ایسا کرتے ہوئے اس نے بلاؤز بھی کچھ نیچے کھینچ لیا تھا۔ سب انسپکٹر کی نظریں اس کے سینے کی طرف اٹھ گئیں۔

حوالدار دو قدم آگے بڑھ کر میرے قریب آ گیا۔

میری شکل کیا دیکھ رہے ہو دھوتی ہٹا" حوالدار کے لہجے میں ناگواری تھی۔

میرے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی اور دماغ بھی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ میں نے دھوتی اپنی ٹانگوں سے ذرا سی ہٹا دی حوالدار دیکھنے کے لئے آگے کو جھکا اسی وقت میرے اندر کے وحشی نے نعرہ لگایا۔ اب یا کبھی نہیں میں نے بڑی پھرتی سے دائیں ٹانگ سمیٹ کر حوالدار کے سینے پر زوردار ٹھوکر رسید کر دی میری یہ حرکت اس کے لئے بالکل غیر متوقع تھی وہ بلبلاتا ہوا پیچھے کو الٹ گیا۔

دوسری طرف رادھا نے بھی بڑی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے سب انسپکٹر کی ناف سے ذرا نیچے ٹانگوں کے بیچ میں زوردار لات رسید کر دی تھی وہ بھی بلبلاتا ہوا اس صوفے پر گرا جس پر ان کے آنے سے پہلے رادھا سو رہی تھی۔

پستول سب انسپکٹر کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا تھا اور وہ دونوں ہاتھ ٹانگوں کے بیچ میں رکھے گالیاں بک رہا تھا۔ حوالدار بھی میری ٹھوکر کھا کر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے گرا تھا اس کا پستول ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔

میں نے بڑی پھرتی سے اٹھ کر حوالدار پر چھلانگ لگا دی میری پہلی ٹھوکر ان کے پستول والے ہاتھ پر پڑی۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ میں نے دوسری ٹھوکر اس کے سر پر ماری اور لپک کر پستول اٹھا لیا۔ دوسری طرف رادھا بھی مستعد تھی۔ وہ اپنا لہنگا سنبھالتے ہوئے سب انسپکٹر پر ٹھوکریں برسانے لگی سب انسپکٹر صوفے سمیت پیچھے الٹ گیا وہ اوندھا پڑا کراہ رہا تھا رادھا نے اس کے کولہوں پر ایک اور زوردار ٹھوکر رسید کر دی۔

حوالدار نے اٹھ کر پستول کی پروا کئے بغیر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے بڑی پھرتی سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اس کے پیٹ پر ٹھوکر مار دی وہ پیٹ پکڑ کر دوہرا ہو گیا۔ میں اب تک یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ حوالدار زیادہ دلیر اور ہوشیار تھا جبکہ سب انسپکٹر تو بس ایویں سا ہی تھا۔

"بس اب تم لوگ سیدھے کھڑے ہو جاؤ" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"ایک منٹ بعد وہ دونوں میرے سامنے کھڑے تھے۔ رادھا نے فرش پر پڑا ہوا اپنا پستول اٹھا لیا اور ان دونوں کے ریوالوروں پر بھی قبضہ کر لیا۔

"ہاں تو سب انسپکٹر" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا" اب تو تمہاری تسلی ہو گئی کہ میں

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

کون ہوں لیکن اب تم پھنس گئے ہو تمہارے لئے جان بچانا مشکل ہو جائے گی"

"اگر تم چاہو تو ہم میں اب بھی معاملہ طے ہو سکتا ہے" سب انسپکٹر نے جواب دیا "تم ہمیں چھوڑ دو ہم تمہاری طرف سے آنکھیں بند کر لیں گے ہم نے تمہیں دیکھا ہی نہیں"

"عقل مند ہو" میں مسکرا دیا "مجھے تمہاری یہ تجویز پسند آئی اس لئے اب تم لوگ اپنی یہ وردیاں اتار دو"

"میرا مطلب وہی ہے جو میں نے کہا ہے" میں نے کہا "جلدی اتار وردی ورنہ میں کھوپڑی اڑا دوں گا"

اس دیوی کے سامنے" سب انسپکٹر نے عجیب سی نظروں سے رادھا کی طرف دیکھا۔

"کچھ دیر پہلے تو تم بڑی ہوس بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اب یہ دیوی ہو گئی۔ اتارو وردی" میں نے کہتے ہوئے پستول کو حرکت دی۔

سب انسپکٹر شرٹ کے بٹن کھولنے لگا اس نے پہلے قمیض اتاری اور پتلون کی بیلٹ کھولتے ہوئے رادھا کی طرف دیکھنے لگا۔

"جلدی کرو ہمارے پاس وقت نہیں ہے" میں دہاڑا رادھا منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے سب انسپکٹر کی وردی اٹھا کر اس کی طرف اچھال دی۔

"دوسرے کمرے میں جا کر تبدیل کر لو۔ جلدی کرو"

"رادھا وردی اٹھا کر دوسرے کمرے میں چلی گئی میں نے حوالدار کو وردی اتارنے کا اشارہ کیا۔ ان دونوں نے انڈر گارمنٹ پہنے ہوئے تھے میرے حکم پر وہ دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور دونوں ہاتھ سروں سے اوپر دیوار پر ٹکا دیئے۔

"رادھا سب انسپکٹر کی وردی پہن کر آ گئی۔ میں نے اسے اشارہ کیا اور حوالدار کی وردی اٹھا کر دوسرے کمرے میں گھس گیا۔

اب صورت حال مکمل طور پر ہمارے حق میں تھی میں اگر چاہتا تو ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا مگر میں بلاوجہ کسی کے خون سے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا تھا مگر کسی گڑ بڑ کی صورت میں صورت حال مختلف ہوتی۔

رادھا نے اپنا لہنگا پھاڑ کر ان دونوں کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے اور انہیں فرش پر بٹھا کر دونوں کے پیر بھی اکٹھے ہی باندھ دیئے اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگی ان کا منہ بند کرنا بھی ضروری تھا رادھا کو کوئی کپڑا نہیں ملا تو اس نے اپنا بلاؤز پھاڑ کر دو حصوں میں تقسیم کر لیا ایک ٹکڑا حولدار کے منہ میں اور دوسرا سب انسپکٹر کے منہ میں ٹھونستے ہوئے بولی۔

"اسے چوستے رہنا اس میں بھی بڑا سواد ہے"

رادھا کے اس جملے پر میں مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ رادھا نے سب انسپکٹر کی کیپ بھی اٹھا کر سر پر جمائی تھی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا وہ اس وردی میں بہت شاندار لگ رہی تھی میں نے بھی حوالدار کی ٹوپی اٹھا کر اپنے گنجے سر پر رکھ لی ان دونوں کے ریوالور ہم نے اپنے اپنے ہولسٹروں میں رکھ لئے تھے

جبکہ اپنے پستول جیبوں میں ٹھونس لئے تھے۔

"گھبرانا مت" میں نے باہر نکلنے سے پہلے پیچھے مڑ کر کہا۔ "ہم تمہارے تھانے میں اطلاع کر دیں گے۔ وہ لوگ تمہیں آ کر چھڑا لیں گے"

باہر نکلنے سے پہلے میں نے بتیاں بجھا دیں البتہ دروازہ کھلا رہنے دیا تھا۔ کاٹیج کے سامنے پولیس جیپ موجود تھی۔ رادھا نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور میں ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

راستہ دوسرے کاٹیج کے قریب سے گزرتا تھا۔ اس کاٹیج کی بتیاں اب بھی جل رہی تھیں برآمدے میں دو انسانی ہیولے بھی نظر آئے تھے وہ جو کوئی بھی تھے یقیناً یہ جاننے کے لئے وہاں کھڑے تھے کہ کیا ہوا؟

"سبزے سے ڈھکی ہوئی ان پہاڑیوں پر جا بجا لاتعداد کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ راستہ پتھریلا اور ناہموار تھا۔ آخر کار ہم پہاڑیوں سے نکل کر پختہ سڑک پر آ گئے۔

اس وقت رات کی تاریکی دم توڑ رہی تھی۔ روشنی سی پھیلنے لگی تھی۔ جیپ کے ہیڈ لیمپس روشن تھے۔ رادھا نے رفتار زیادہ تیز نہیں رکھی تھی۔ پہلے چوراہے پر پہنچتے ہی اندازہ ہو گیا کہ رات کو شہر کی صورتحال کیا رہی ہو گی۔ ہماری تلاش جاری تھی۔ پولیس نے کئی راستوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی ہر پولیس پارٹی کے ساتھ ٹاگ راج کے بھی ایک دو مسلح آدمی موجود تھے لیکن ہمیں اپنا راستہ بنانے میں دشواری پیش نہیں آئی۔ روکا تو تقریباً ہر جگہ گیا تھا لیکن پولیس کی جیپ اور ہمارے جسموں پر پولیس کی وردیاں ہر جگہ کام آئی تھیں۔

ایک جگہ ایک پولیس پارٹی نے ایک کار کو روک رکھا تھا وہ پولیس پارٹی دو کانسٹیبلوں اور ایک حوالدار پر مشتمل تھی کار میں دو افراد تھے ایک ادھیڑ عمر عورت اور ایک جوان آدمی عورت ادھیڑ عمر ہونے کے باوجود خوبصورت تھی اس کے جسم پر قیمتی ساڑی تھی جبکہ اس جوان آدمی نے بھی قیمتی سوٹ پہن رکھا تھا۔ ان دونوں کو کار سے اتار لیا گیا تھا اور حوالدار ان سے پوچھ گچھ کر رہا تھا۔

رادھا نے ان کے قریب جیپ روک لی میں نے ریوالور ہولسٹر سے نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔

"کیا بات ہے حوالدار کون ہیں یہ لوگ کیوں پریشان کر رہے ہو انہیں" رادھا نے حوالدار کی طرف دیکھتے ہوئے بارعب لہجے میں کہا۔

حوالدار نے پہلے کھٹ سے سیلوٹ جھاڑ دیا پھر بولا "آپ جانتی ہیں میڈم رات تک دریودن کی تلاش کے لئے ہر شخص کو چیک کرنے کا حکم ملا ہے"

"لیکن شریف لوگوں کو پریشان کرنے کا حکم نہیں دیا گیا"

رادھا نے کہا "کیا تمہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ..... راجستھانی لباس میں ہیں اور وہ آدمی گنجا ہے جس کی ہمیں تلاش ہے"

میری طرح" میں نے سر سے ٹوپی اتار کر اسے اپنا گنجا سر دکھایا اور پھر ٹوپی سر پر رکھ لی۔

"یس میڈم" حوالدار جلدی سے بولا

"جانے دو انہیں اور مشتبہ لوگوں پر نگاہ رکھو۔ شریف لوگوں کو پریشان مت کرو" رادھا نے کہا

www.pdfbooksfree.pk

aazzamin@yahoo.com

حوالدار نے ایک بار پھر ایڑیاں بجادیں۔

''دھنے باد آفیسر'' اس شخص نے رادھا کا شکریہ ادا کیا ''ہم تو واقعی پریشان ہو گئے تھے''

''شہر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں آپ لوگ بھی سوچ سمجھ کر گھر سے نکلا کریں'' رادھا نے کہا اور جیپ آگے بڑھادی۔

مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے رادھا نے جیپ ایک جگہ روک لی اور انجن بند کر دیا ہم دونوں نیچے اتر آئے پہاڑیوں کی طرف جانے والی وہ سڑک سنسان تھی جیپ وہاں چھوڑ کر ہم واپس آ گئے اور مین روڈ پار کرنے کے بعد ہم ایک طویل چکر کاٹتے ہوئے اس سڑک پر نکل آئے جہاں پہاڑیوں پر ایک دوسرے سے فاصلے پر کانیج بنے ہوئے تھے ہم سڑک چھوڑ کر پہاڑی راستوں پر چلتے رہے اور آخر ٹھیک اس وقت اپنے کانیج پہنچ گئے جب مشرق سے سورج طلوع ہو رہا تھا۔

اندر داخل ہوتے ہی رادھا نے دروازہ لاک کر دیا اور کمرے میں گھس کر پلنگ پر ڈھیر ہو گئی۔ میں چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر ہیچ والے کمرے میں آ کر صوفے پر نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

ایک ہفتے تک ہم واقعی دال چاول کھاتے رہے اس دوران ہم نے کانیج کے گیٹ سے جھانک کر دیکھا تک نہیں تھا البتہ دن بھر لان میں لگے رہتے۔ ان سات آٹھ دنوں میں ہم دونوں نے مل کر کانیج کے آگے اور پیچھے دونوں طرف کے لان سنوار دیئے تھے۔ کیاریاں بنا دی تھیں۔

میں نے یہ بات بھی نوٹ کی تھی کہ رادھا کے چہرے کی رونق بحال ہو گئی تھی پچھلے دنوں تو واقعی وہ زندگی کے سنگین ترین تجربات سے گزری تھی اس کے اعصاب جواب دینے لگے تھے اگر ایک آدھ دن مزید وہ صورتحال برقرار رہتی تو ہمت ہار بیٹھتی یا اس کا ذہنی توازن بگڑ جاتا۔

ہم آٹھ دن تک باہر نہیں نکلے تھے۔ اس لئے شہر کی صورت حال کا بھی ہمیں کچھ اندازہ نہیں تھا البتہ یہ بات تسلیم شدہ تھی کہ دریودن کے قتل کے بعد ناگ راج کے حلقے اور پولیس میں کھلبلی سی مچ گئی ہو گی۔

دو دن اور گزرے اور آخر کار میں نے باہر نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ میری داڑھی خاصی بڑھ گئی تھی میں نے قینچی سے داڑھی اور مونچھوں کے بال سیٹ کر لئے کہ بے ترتیب نہ لگیں۔ رادھا کی زنبیل سے ایک پرانا سوٹ بھی برآمد ہو گیا تھا۔

شام کا اندھیرا پھیلنے کے بعد باہر نکلا تو میرا حلیہ بدلا ہوا تھا نیلے رنگ کا سوٹ کوٹ کے کالر میں ایک عدد پھول بھی لگا ہوا تھا۔ داڑھی مونچھیں سر پر گیروے رنگ کے کپڑے کی دو پلی ٹوپی ایسی ٹوپیاں ہندوؤں کو عام طور پر پہنے دیکھا تھا۔ ماتھے پر انگریزی کے حرف یو شیپ کا تلک اور بائیں گال پر بڑا سا سیاہ مسہ تھا یہ مسہ رادھا نے کسی چیز سے تیار کیا کر کے گال پر چپکا دیا تھا اور میری آنکھوں میں نجانے کیا چیز ڈالی تھی کہ آنکھیں بالکل سرخ ہو گئی تھیں میرے ایک کان میں کلپ والا بندہ تھا ایسا بندہ میں نے ایک مرتبہ پہلے بھی لگایا تھا جو لڑائی میں گر گیا تھا۔ گلے میں سرخ پولکا ڈاٹ والا مفلر تھا اس حلئے میں میں کوئی غنڈہ ہی لگتا تھا۔

کانیج سے نکل کر کچھ دور چلنے کے بعد میں پہاڑی رستے پر مڑ گیا اور تقریباً آدھے گھنٹے بعد میں بس اسٹینڈ کے علاقے میں پہنچ گیا اتنے روز سے یہاں مار دھاڑ کرتے ہوئے میں یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ کس علاقے میں کس قسم کے لوگ رہتے ہیں بس اسٹینڈ کے علاقے میں اگرچہ چند اچھے اعلیٰ معیار کے ہوٹل گیسٹ ہاؤسز اور ریسٹورنٹس بھی تھے مگر مجموعی طور پر آبادی کو متوسط درجے کا قرار دیا جا سکتا تھا۔ مزدور طبقہ کے لوگ بھی زیادہ تر اسی علاقے کے گردونواح میں آباد تھے اور ظاہر ہے جہاں اس قسم کی آبادی ہو وہاں مجھ جیسے غنڈوں کو ہاتھ پیر مارنے کا موقع مل جاتا ہے۔

شام کے وقت یہاں بڑی چہل پہل اور رونق ہوتی تھی انتیس کلومیٹر دور آبو روڈ ریلوے اسٹیشن پر جے پور اور احمد آباد کی طرف سے دو ٹرینیں آتی تھیں ان کے مسافر بسوں کے ذریعے ماؤنٹ آبو آتے تھے اور یہ بسیں سات بجے کے قریب یہاں پہنچتی تھیں۔ بارمیر' جودھ پور' جے پور' احمد آباد اور اودھ پور سے آنے والی بسیں بھی شام چھ سے نو بجے کے دوران وقفے وقفے سے یہاں پہنچتی تھیں اور اس وجہ سے یہاں خاصی رونق ہو جاتی تھی۔ بس اسٹینڈ کے علاقے میں رات کے وقت چہل پہل کی ایک وجہ وہ ریڈ لائٹ ایریا بھی تھا اور شکار گاہ بھی لیکن میں نہ تو شکار کی تلاش میں آیا تھا اور نہ ہی سیر و تفریح کے لئے۔

اس روز دریودن نے بتایا تھا کہ ناگ راج' گوپال کے بنگلے میں چھپا بیٹھا ہے اور وہیں سے احکامات جاری کر رہا ہے اس کے ساتھ بیلا اور شنکر بھی تھے۔ بیلا کو تو میں اچھی طرح جانتا تھا مگر شنکر میرے لئے اجنبی تھا تاہم ان دونوں کے بارے میں رادھا نے مجھے بہت کچھ بتا دیا تھا۔

گوپال ماؤنٹ آبو میں تین گیسٹ ہاؤسز' جھیل کنارے پانچ عدد کانیج اور ٹرانسپورٹ کمپنی کا مالک تھا۔ اس کے فلیٹ میں چھ ساتھ بسیں تھیں جو ماؤنٹ آبو سے راجستھان کے مختلف شہروں تک چلتی تھیں۔ ایک بس کا روٹ تو دہلی تک تھا۔

ناگ راج جب شروع میں یہاں آیا تھا تو اس نے گوپال جیسے لوگوں کی مدد سے ہی یہاں قدم جمائے تھے ان دنوں گوپال کے پاس صرف ایک کھٹارہ سی بس تھی جو ادھے پور کے روٹ پر چلا کرتی تھی اس کے علاوہ وہ کچھ عورتوں کا دھندا بھی کرتا تھا۔ ایک گیسٹ ہاؤس کے منیجر سے اس کی گاڑی چھنتی تھی اور اس کے توسط سے وہ سیاحوں کو عورتیں سپلائی کرتا تھا اور ان سے ملنے والا کمیشن آپس میں بانٹ لیتے تھے مگر ناگ راج سے ملاقات کے بعد اس کے دن پھرنے لگے۔ کھٹارہ بس کی جگہ لگژری کوچ نے لے لی اور وہ کانیج بھی گوپال نے خرید لیا اور پھر چند ہی برسوں میں اس کا شمار شہر کے معززین میں ہونے لگا شہر میں آنے والے سیاحوں کو عورتیں سپلائی کرنے والا دال دولت مند ہوتے ہی معزز بن گیا تھا۔ لوگ اس کے دھندے کو بھول گئے تھے لیکن اس شہر میں ایک ایسی ہستی بھی تھی جو گوپال کے لگائے ہوئے زخموں کو نہیں بھولی تھی۔

وہ لکشمی تھی گوپال کی سابقہ رکھیل۔ اس نے برے وقتوں میں گوپال کا ساتھ دیا تھا۔ اسے کما کر دیتی رہی تھی لیکن جب گوپال کے پاس دولت آئی تو وہ لکشمی کو بھول گیا۔ ان کی آخری ملاقات ایک بڑی حیوان دھار قسم کی لڑائی پر ختم ہوئی تھی۔ لکشمی نے چوراہے پر سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں سینڈلوں سے گوپال کی پٹائی کی تھی اور گوپال نے اسے بالوں سے پکڑ کر سڑک پر گھسیٹا تھا دونوں ایک دوسرے سے گتھم

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

گتھا ہو گئے تھے اور ایک دوسرے کے کپڑے پھاڑ دیئے تھے اگر پولیس والے میدان میں نہ کود پڑتے تو گوپال لکشمی کے ہاتھوں مارا جاتا یا لکشمی گوپال کے ہاتھوں ختم ہو جاتی وہ رات ان دونوں نے حوالات میں کاٹی تھی اور آخر کار ناگ راج ہی نے انہیں پولیس سے نجات دلائی تھی اس وقت لکشمی نے گوپال کو خوف ناک انتقام کی دھمکی دی تھی۔

یہ سب کچھ مجھے رادھا نے بتایا تھا اس بات کو دو سال ہو گئے تھے۔ لکشمی ابھی تک گوپال کا کچھ نہیں بگاڑ سکی تھی البتہ گوپال کی حرکتوں نے لکشمی کو ریڈ لائٹ ایریا آباد کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ رادھا کے کہنے کے مطابق لکشمی خود تو اس دھندے سے ریٹائر ہو چکی تھی البتہ اس نے تین چار لڑکیاں رکھی ہوئی تھیں جو اس کا بزنس چلا رہی تھیں اور اس وقت میں لکشمی سے ملنے کے لئے ہی آیا تھا اور اس علاقے میں آنے کے لئے یہی حلیہ مناسب تھا جو میں نے اختیار کیا تھا۔

میں نے ایک گھٹیا سے ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر نہایت بد ذائقہ چائے زہر مار کی۔ ریسٹورنٹ کے سامنے ہی وہ اندھیری گلی تھی جو ریڈ لائٹ ایریا کہلاتی تھی میں اس ریسٹورنٹ میں بیٹھا اس گلی میں آتے جاتے لوگوں کو دیکھتا رہا اور پھر باہر آ گیا یہاں مجھے اپنے جیسے اور بھی کچھ لوگ نظر آئے تھے جو اس علاقے میں دادا گیری کرتے تھے۔ ایک میرے پاس بھی آ گیا ظاہر ہے ایسے لوگ اپنے علاقے میں کسی اور غنڈے کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

''مہاشے'' وہ مجھے اوپر سے نیچے تک گھورتے ہوئے بولا'' نئے لگتے ہو لیکن یہ اپنا علاقہ ہے یہاں تمہاری دادا گیری نہیں چلے گی۔ خیریت چاہتے ہو تو جیسے چپکے سے آئے ہو ویسے ہی دم دبا کر چپکے سے واپس چلے جاؤ''

میں نے غور سے اس کی طرف دیکھا اس کا قد پانچ فٹ کے لگ بھگ تھا۔ جسم قدرے بھاری بھرکم' کالی پتلون اور دھاری دار بنیان پہنے ہوئے تھا۔ بال لمبے اور الجھے ہوئے تھے۔ وہ ہر لحاظ سے سڑک چھاپ غنڈہ لگتا تھا۔

میں نے اچانک ہی آگے بڑھ کر اسے پکڑ کر اوپر اٹھا لیا اور دوسرے ہی لمحے اسے دور پھینک دیا۔ سڑک پر گرتے ہی اس کے منہ سے چیخ نکلی۔ میں نے سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر آگے بڑھ کر اسے دو تین ٹھوکریں رسید کر دیں۔

''جگو دادا کے منہ لگتا ہے سالا..... چیر کے پھینک دوں گا'' میں غراتا ہوا پھر آگے بڑھا مگر اس نے فوراً ہی ہاتھ جوڑ دیئے

''گرو..... گرو.....'' وہ چیخ رہا تھا۔ ''ثما کر دو گرو مجھ سے بھول ہو گئی۔''

''جاؤ۔ ثما کیا'' میں نے اسے ایک اور ٹھوکر ماری'' کیا یاد کرو گے.....'' وہ اٹھ کر ایک طرف کو بھاگ نکلا جب اس نے مجھے للکارا تھا تو اس کے دو تین گرگے بھی قریب ہی جمع ہو گئے تھے مگر اپنے دادا کا حشر دیکھ کر وہ ادھر ادھر کھسک گئے تھے

میں اندھیری گلی میں داخل ہو گیا۔ دونوں طرف مکانوں میں طوائفیں آباد تھیں دروازے سے ساتھ ہاتھ تھے۔ بعض دروازے بند تھے اور بعض کھلے ہوئے۔ کھلے ہوئے ہر دروازے کے سامنے دو دو تین تین

نیم عریاں طوائفیں کھڑی تھیں۔ ان دروازوں کے اندر بہت مدہم روشنی کے بلب جل رہے تھے۔ اس مدہم روشنی کے پس منظر میں طوائفوں کے چہرے واضح طور پر نظر نہیں آ رہے تھے مگر سودے ہو رہے تھے۔ دروازے بند ہو رہے تھے اور کھل رہے تھے میں ایک دروازے کے سامنے رک گیا۔ یہ دو پٹ کا دروازہ تھا۔ جس کا ایک پٹ بند تھا کھلے ہوئے پٹ کے سامنے اسٹول پر جو عورت بیٹھی تھی وہ غالباً اپنے آپ کو اپسرا ہی سمجھتی ہو گی اس نے صرف پیٹی کوٹ اور اوپر مختصر سا بلاؤز پہن رکھا تھا۔

''باہر کھڑے کھڑے کیا دیکھ رہے ہو بھیتر آؤ'' اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی کسی قدر آگے جھک گئی۔

''لکشمی بائی کہاں ملے گی؟'' میں نے پوچھا۔

''ارے اپن کو بھی چکھ کر دیکھو۔ لکشمی بائی کو بھول جاؤ گے'' اس نے کہا اسی لمحہ بند کواڑ کے پیچھے سے ایسی آواز سنائی دی جیسے دھینگا مشتی ہو رہی ہو پھر دھڑ سے دروازہ کھلا ایک آدمی باہر گلی میں گرا اس کے پیچھے کوئی کپڑا بھی باہر اچھال دیا گیا میرے منہ سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا جس آدمی کو باہر پھینکا گیا تھا وہ برہنہ تھا اور بعد میں اس کی دھوتی پھینکی گئی تھی۔ وہ دھوتی لپیٹتا ہوا ایک طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ اندر سے کسی عورت کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ طوائف تھی اس نے کسی وجہ سے اپنے گاہک کو اٹھا کر باہر پھینک دیا تھا اور اب اسے گالیاں دے رہی تھی۔ مجھے وہ بھارتی فوجی یاد آ گئے جو 65ء کی جنگ میں پاکستانی مجاہدین کے جوابی حملہ پر اپنی دھوتیاں بھی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

میں نے ایک بار پھر دروازے کی طرف دیکھا۔ کمرہ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ مرغی کے ڈربے کی طرح تھا جسے درمیان میں پردہ تان کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا میں آگے بڑھ گیا۔ ایک اور دروازے پر کھڑی عورت سے لکشمی بائی کے بارے میں پوچھا۔ اس نے سامنے والے دوسرے دروازے کی طرف اشارہ کر دیا۔ میں جیسے ہی اس طرف پہنچا۔ دروازے کے دونوں پٹ بیک وقت کھلے دو آدمی باہر نکلے اور گلی کے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔ وہاں سے ایک طوائف جیسے ہی باہر نکلی میں نے اس سے لکشمی بائی کے بارے میں پوچھا۔

''لکشمی بائی دھندا نہیں کرتی میرے ساتھ آؤ نا'' اس نے صاف اردو میں جواب دیا جس کا مطلب تھا کہ وہ راجستھان کی رہنے والی نہیں تھی۔

''میں دھندے کے لئے نہیں آیا اس سے کہو رادھا نے ایک آدمی بھیجا ہے'' میں نے جواب دیا رادھا مجھے بتا چکی تھی وہ اور لکشمی ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔

وہ چند لمحے میری طرف دیکھتی رہی اور پھر اندر چلی گئی۔ اس کمرے میں دوسری طرف بھی ایک دروازہ تھا اس دوران دوسری طوائف باہر آ گئی اور مجھے پٹانے کی کوشش کرنے لگی۔ اندر جانے والی طوائف تین چار منٹ بعد واپس آ گئی اور مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ اس کمرے کے پیچھے ایک مختصر سا آنگن تھا اور ایک طرف اوپر جانے کے لئے لکڑی کے تختوں کی سیڑھیاں تھیں۔

''اوپر چلے جاؤ'' وہ عورت سیڑھیوں کی طرف اشارہ کر کے واپس چلی گئی۔ آنگن میں اندھیرا تھا۔ میں احتیاط سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ ہر تختہ میرے پیروں کے بوجھ سے چرچرا رہا تھا۔ سیڑھیوں کے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

اختتام پر چار مربع فٹ جگہ خالی تھی اور آگے دروازہ تھا جو بھڑا ہوا تھا مگر روشنی باہر جھلک رہی تھی۔ میں نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

''آجاؤ دروازہ کھلا ہے'' اندر سے کھنکتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہی ٹھٹک گیا۔ رادھا نے بتایا تھا کہ لکشمی خود اس دھندے سے ریٹائر ہو چکی ہے اور میں نے ذہن میں ایک تصور قائم کر لیا تھا کہ وہ بوڑھی ہو چکی ہو گی لیکن اسے دیکھ کر میں چونکے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ اس کی عمر 35 سے 40 کے درمیان رہی ہو گی رنگت ایسی گوری کہ ہاتھ لگانے سے میلی ہو جانے کا ڈر تیکھے نین نقش' دراز قامت اور سڈول اور بھرا بھرا سا جسم وہ واقعی اپسرا لگ رہی تھی۔ مجھے گوپال پر بڑا غصہ آیا جس نے اتنی حسین عورت کو چھوڑ دیا تھا۔

وہ کرسی پر بیٹھی سگریٹ پی رہی تھی۔ سامنے صوفے پر ایک ادھیڑ عمر آدمی بھی بیٹھا ہوا تھا جبکہ لکشمی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔

''تمہیں تو کسی مندر میں ہونا چاہئے تھا مہاشے جی یہاں کیوں آ گئے بیٹھو میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ لکشمی سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھنے لگی۔

''میں تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں لکشمی جی'' میں نے کہا۔

اس نے چونک کر میری طرف دیکھا اور پھر ساتھ والے کمرے میں لے گئی میں نے مڑ کر اس آدمی کی طرف دیکھا میری مداخلت اسے پسند نہیں آئی تھی اور وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گیا تھا۔

''کہو..... کیا بات ہے؟'' لکشمی نے سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے پوچھا۔

''میں گوپال کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں'' میں نے جواب دیا میری آواز سرگوشی سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔

وہ اس طرح چونک گئی جیسے بجلی کا کرنٹ لگا ہو بھویں تن گئیں وہ میرے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولی۔

تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے۔ میرا مطلب ہے وہ رادھا کون ہے جس کا نام لے کر تم نے نیچے سے سندیہ بھیجا تھا۔''

''آشرم والی رادھا جو آج کل ناگ راج' گوپال اور پولیس کو مطلوب ہے'' میں نے جواب دیا۔

''تت..... تم..... کیا تم وہی ہو جو''

تم ٹھیک سمجھ رہی ہو'' میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

''میں اطمینان سے بات کرنا چاہتا ہوں مگر تمہارا یہ مہمان''

''میرا پرانا عاشق ہے' کبھی کبھی باتیں کرنے کے لئے تھوڑی دیر کو آ جاتا ہے۔ اس سے مجھے موٹی رقم مل جاتی ہے۔ اس لئے انکار نہیں کرتی۔ تم یہاں بیٹھو میں ابھی آتی ہوں'' لکشمی کہتے ہوئے اس کمرے میں واپس چلی گئی۔

یہ بیڈ روم تھا۔ بہت شاندار میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا ادھر ادھر دیکھنے لگا تقریباً دس منٹ بعد اس

کمرے کا باہر کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی اور پھر لکشمی درمیانی دروازے کا پردہ ہٹا کر اندر آ گئی۔ اس کی آنکھوں میں اور چہرے پر عجیب سنسنی کے سے تاثرات ابھر آئے تھے وہ چند لمحے میری طرف دیکھتی رہی اور پھر میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

''یقین نہیں آتا کہ تم وہی ہو'' وہ بولی اس کے لہجے میں بھی ہلکی سی تھرتھراہٹ تھی۔ ''وہ لوگ جہنم کی بلاؤں کی طرح تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور تم اس طرح آزادی سے گھوم رہے ہو۔''

''اگر مجھے کوئی خوف ہوتا تو کسی بل میں گھس کر بیٹھا رہتا'' میں نے جواب دیا۔

''گوپال کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟'' اس نے کہا۔

''لکشمی کی اب تک کی باتوں سے میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اب بھی انتقام کی آگ میں جل رہی تھی اور گوپال کے خلاف کسی بھی کارروائی میں میرا ساتھ دینے سے نہیں ہچکچائے گی۔ میں چند لمحوں تک اس کی آنکھوں اور چہرے کے تاثرات سے بھی اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ میں نے اس کے اور گوپال کے حوالے سے رادھا کی بتائی ہوئی کچھ باتیں دہرائیں تو اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

''جو کچھ کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو'' وہ بولی'' میں گوپال کو ترک تک پہنچانے کے لئے آخری حد تک جانے کو تیار ہوں۔ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ گوپال کو شہر کے اسی چوراہے پر اپنے قدموں میں تڑپ تڑپ کر دم توڑتے ہوئے دیکھوں جہاں اس نے مجھے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا تھا۔ آج بھی مجھے وہ سب کچھ یاد آتا ہے تو میرا خون کھول اٹھتا ہے۔''

''بالکل ویسا ہی ہو گا جیسا تم چاہتی ہو'' میں نے کہا۔ ''مگر اس کے لئے مجھے تمہارے بھرپور تعاون کی ضرورت ہے۔'' میں چند لمحے خاموش ہوا پھر اسے بتانے لگا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔

''گوپال اس بنگلہ میں نہیں ہے'' میرے خاموش ہونے پر اس نے کہا'' میں اگرچہ اب تک اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکی مگر اس کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھے ہوئے ہوں ساتھ آٹھ روز پہلے جب تم نے دریودن کو قتل کیا تھا اس سے اگلے ہی روز اس نے وہ بنگلہ چھوڑ دیا تھا۔ ناگ راج بہت بے رحم اور سفاک آدمی ہے وہ آج تک بیسیوں بے گناہوں کو موت گھاٹ اتار چکا ہے لیکن اب اسے اپنا جیون خطرے میں نظر آ رہا ہے تو وہ چھپتا پھر رہا ہے وہ جانتا ہے کہ تمہارا اصل نشانہ وہی ہو گا اور جس طرح تم اس کے آدمیوں کو یکے بعد دیگرے ختم کرتے جا رہے ہو اس کے دل میں تمہارا خوف بیٹھتا جا رہا ہے اسے یقین ہے کہ تم اس تک ضرور پہنچ جاؤ گے۔ ایک بار تو وہ تمہارے ہاتھ آ بھی گیا تھا۔ تم نے اس کی پٹائی کر کے اسے گھاٹل کر دیا اور اس کے سامنے روی پنڈت کو مار ڈالا اس رات تم ناگ راج کو جس طرح چھوڑ گئے تھے اس کے قریبی حلقوں میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تم نے کسی وجہ سے اسکا جیون دان کیا تھا۔ تم کسی خاص موقع کی تلاش میں ہو اس لئے وہ بار بار ٹھکانے بدل رہا ہے۔ شہر بھر کی پولیس اور اس کے بیسیوں آدمی اب تک تمہارا کھوج نہیں لگا سکے۔ وہ تمہیں چھلاوہ سمجھتے ہیں۔''

''تمہیں یہ ساری کتھا کیسے معلوم ہوئی میرا مطلب ہے ناگ راج کو زخمی کرنے والی بات؟'' میں نے پوچھا۔

''اس گروہ میں میرے بھی کچھ ہمدرد ہیں۔'' لکشمی نے جواب دیا'' وہ لوگ اگرچہ قابل اعتماد

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

نہیں ہیں لیکن مجھے ان سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں اور پھر یہ بات تو پورے شہر میں پھیل چکی ہے کہ ناگ راج تمہارے ہاتھوں گھائل ہوا تھا۔"

وہ لوگ اب کہاں ہیں؟" میں نے پوچھا۔" ناگ راج اور گوپال۔"

"اس کانیج میں جہاں اس رات دریودن کو قتل کرنے کے بعد تم نے اور رادھا نے پناہ لی تھی اور پولیس والوں کو ننگا کر کے باندھ گئے تھے۔" لکشمی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ" میں چونک گیا" تم بہت کچھ جانتی ہو"

"جانکاری رکھنی پڑتی ہے" لکشمی نے کہا" میں رنڈی ہوں میرے پاس بہت سے لوگ آتے ہیں اور بہت سی باتیں بغیر پوچھے ہی معلوم ہو جاتی ہیں۔

"مگر تم تو اب دھندا نہیں کرتیں" میں نے کہا۔

"بہت سے لوگ میرے قریب بیٹھنے کو ہی فخر سمجھتے ہیں" لکشمی کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"ہاں تم چیز ہی ایسی ہو" میرے منہ سے بے اختیار گہرا سانس نکل گیا۔

"دریودن کے آدمی تم لوگوں کو جھیل والی تفریح گاہ کے آس پاس ڈھونڈتے رہے کیونکہ وہ کار بھی تفریح گاہ سے کچھ فاصلے پر مل گئی تھی جس پر تم لوگ دریودن کو قتل کرنے کے بعد فرار ہوئے تھے پھر شہر میں بھی تمہاری تلاش شروع ہو گئی۔ صبح جھیل میں ایک ملاح کی لاش ملی اور دوسرے کنارے پر ایک کشتی بھی مل گئی تو اس طرف بھی تمہاری تلاش شروع کر دی گئی۔ اور دس بجے کے قریب وہ لوگ اس کانیج تک پہنچ گئے جہاں دونوں پولیس والے بندھے پڑے تھے ان پولیس والوں نے ہی یہ انکشاف کیا تھا کہ تم دونوں نے رات اس کانیج میں گزاری تھی اور پکڑے جانے کے بعد انہیں دھوکے سے باندھ کر فرار ہو گئے" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی" ناگ راج کو شبہ تھا کہ تم ایک دو دن میں گوپال کے بنگلے تک بھی پہنچ جاؤ گے۔ اس نے بھی تمہاری ہی چال پر عمل کیا یعنی اس کانیج کا انتخاب کیا ہے جس پر تمہیں شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کانیج میں ان کی منتقلی بڑی راز داری سے عمل میں آئی تھی۔"

"لیکن تمہیں کیسے پتہ چل گیا؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"اس سے اگلے ہی روز گوپال کا ایک آدمی متھیا کی ایک لونڈیا کو لے گیا تھا۔" لکشمی نے جواب دیا" ناگ راج میں زہر بھرا ہوا ہے اور جب تک یہ زہر اس کے خون سے نکلتا نہ رہے اسے چین نہیں پڑتا۔"

متھیا کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ایک پرائیوٹ سپلائر۔" لکشمی نے کہا" بڑے بڑے لوگوں کو لونڈیاں سپلائی کرتا ہے اس کے پاس ایک سے ایک حسین لونڈیا ہے لیکن مجھ پر مرتا ہے اسے اگرچہ گوپال کی طرف سے یہ چتاونی دے دی گئی تھی کہ اگر اس نے کسی کو یہ بتایا کہ اس رات لونڈیا کہاں گئی تھی تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا لیکن متھیا مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتا میرے گھٹنے سے لگ کر بیٹھتا ہے تو اس کی زبان فرفر چلنے لگتی ہے۔"

"اور یہ شنکر کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس شہر کا سب سے بڑا بدمعاش ہے" لکشمی نے جواب دیا۔" وہ بھی ناگ راج ہی کی طرح بہت بے رحم اور بے حد سفاک آدمی ہے بلکہ درندہ ہے۔ آدمی کو ٹانگوں سے پکڑ کر چیر دیتا ہے شہر کے سارے بدمعاش اس کے نام سے ہی تھر تھر کانپنے لگتے ہیں۔ ناگ راج نے اسے خاص طور پر اپنے قریب رکھا ہوا ہے۔"

"ناگ راج" گوپال' بیلا اور شنکر" میں نے یہ نام دہرائے" اور کتنے آدمی ہیں اس کانیج میں؟"

"ایک دو اور ہوں گے زیادہ نہیں۔" لکشمی نے جواب دیا۔ ناگ راج یہ بھی سمجھتا ہے کہ زیادہ بھیڑ بھاڑ اس کا راز فاش کر سکتی ہے اس لئے اس نے اپنے قریب صرف دو چار ایسے آدمی رکھے ہیں جو ضرورت کے وقت اپنی جان لڑا دیں۔"

"میں صحیح تعداد معلوم کرنا چاہتا ہوں" میں نے کہا۔

"کل معلوم کر کے بتا سکوں گی لیکن کیسے بتاؤں گی تمہارا اس طرح آزادی سے پھرنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔" لکشمی نے کہا۔

"کل شام ٹھیک آٹھ بجے میں تمہیں اسی گیٹ اپ میں پریم نواس ریسٹورنٹ میں ملوں گا۔" میں نے اسے رتنا والے ریسٹورنٹ کا پتہ بتا دیا۔" میرے خیال میں اس کانیج میں ٹیلی فون تو نہیں ہے لیکن۔"

"گوپال کے پاس سیلولر فون ہے میں اس کا نمبر معلوم کر لوں گی۔" لکشمی نے بات مکمل ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا۔

"ٹھیک ہے اب میں چلتا ہوں۔" میں کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"اگر تمہارے چہرے پر یہ داڑھی مونچھیں اور گال پر مسہ نہ ہو تو تم یقیناً بہت شان دار ہو گے" اس نے بھی اٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"مطمئن رہو وقت آنے پر میں تمہیں اپنی اصل صورت بھی دکھا دوں گا۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ہم دونوں دوسرے کمرے میں آ گئے۔ لکشمی نے بار کا دروازہ کھول کر کسی لڑکی کا نام لے کر آواز دی۔

"جی ماتا رانی" نیچے سے فوراً ہی آواز سنائی دی

"اندر کوئی ہے تو نہیں۔ مہمان جا رہا ہے" لکشمی نے کہا۔

"نہیں ماتا رانی" نیچے سے جواب ملا۔

میں نے لکشمی کی طرف دیکھا اور پھر سیڑھیاں اترنے لگا۔ اس اندھیری گلی سے نکل کر میں جیسے ہی سڑک پر پہنچا تین چار غنڈوں نے مجھے گھیر لیا ان میں ایک وہ بھی تھا جسے میں نے اٹھا کر پٹخ دیا تھا۔ ان کے ارادے خطرناک نظر آ رہے تھے۔ اس وقت تو وہ غنڈہ گرد۔ گرد کہتا ہوا بھاگ گیا تھا اور اب اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے مجھے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ میں اس وقت لڑنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ لڑائی سے میرا کام

www.pdfbooksfree.pk

بگڑ سکتا تھا میں نے اس غنڈے کی طرف دیکھتے ہوئے فوراً ہی ہاتھ جوڑ دیئے۔

"بھائیو میں تو تم لوگوں کا مہمان ہوں آج آیا ہوں کل چلا جاؤں گا۔ ایک گھنٹہ پہلے جو بھی ہوا تھا وہ غلط فہمی کی بنا پر ہوا تھا۔ تمہیں کشٹ پہنچا اس پر میں شما چاہتا ہوں اور میں اس کا پراسچت کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے آخری الفاظ اسی غنڈے کی طرف دیکھ کر کہے تھے۔

"مجھے ہتھیار ڈالتے دیکھ کر وہ سب ڈھیلے پڑ گئے۔ میں نے جیب سے پانچ سو روپے کے نوٹ نکال کر اس غنڈے کے ہاتھ میں تھما دیئے۔

"دھنے باد" میں نے ایک بار پھر ہاتھ جوڑ دیئے اور آگے چل پڑا وہ لوگ وہیں رہ گئے تھے۔
میں تقریباً بیس گز آگے بڑھا تھا کہ پیچھے سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی مڑ کر دیکھا تو وہی غنڈہ تھا جو میرے ہاتھوں پٹ چکا تھا میں رک گیا۔

"مجھے شما کر دو گرو" وہ میرے قریب پہنچ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے ندامت بھرے لہجے میں بولا" آپ واقعی مہمان ہیں ہم سے غلطی ہوگئی۔ مہمان کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ کوئی کھدمت ہو تو ہم کو ضرور بتانا اور یہ روپے واپس لے لو۔"

مجھے بڑی حیرت ہوئی ایک بدمعاش اس طرح ندامت اور شرمندگی کا اظہار کر رہا تھا حالانکہ غنڈے اور بدمعاش قسم کے لوگ تو کسی بات پر بھی شرمندگی محسوس نہیں کرتے بلکہ غلط ہونے کے باوجود اپنی بات پر اڑے رہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ اس کا تعلق کسی اچھے گھرانے سے تھا اور شاید حالات نے اسے غلط راستے پر ڈال دیا تھا۔

"مجھے خوشی ہے تم نے اپنی غلطی مان لی" میں نے مسکراتے ہوئے کہا" یہ روپے میری طرف سے دوستی کا تحفہ سمجھ کر رکھ لو ہم پھر ملیں گے مگر دوستوں کی طرح۔"

"ارے گرو۔ دوستی پر تو ہم اپنا جیون بھی دان کر دے گا۔ کبھی آزما کر دیکھ لینا۔" اس نے کہتے ہوئے بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملایا

اس کا نام شکتی لال تھا۔ وہ میرے لئے کارآمد ثابت ہو سکتا تھا یہاں میرے دشمن تو لاتعداد تھے مگر دوست کوئی نہیں تھا اور مجھے دوستوں کی ضرورت تھی میں نے ایک جگہ سے کھانے پینے کی کچھ چیزیں خریدیں ان میں تلی ہوئی مچھلی بھی تھی اور پھر تھیلا ہاتھ میں لٹکائے اپنے ٹھکانے کی طرف چل پڑا۔ میں بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہا تھا کہ میرا تعاقب تو نہیں ہو رہا۔ مختلف سمتوں میں چکر کاٹتے ہوئے جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں محفوظ ہوں تو اصل راستے کی طرف مڑ گیا۔ اپنی منزل تک پہنچنے میں مجھے مزید آدھا گھنٹہ لگ گیا۔ رادھا والے کاٹیج کی ساری بتیاں جل رہی تھیں جس پر مجھے حیرت بھی ہوئی۔ رادھا کبھی بھی کاٹیج کی تمام بتیاں نہیں جلاتی تھی۔ گیٹ کے سامنے پہنچ کر میں نے دستک دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ میرا ہاتھ خود بخود پیچھے ہٹ گیا میری چھٹی حس کسی گڑبڑ کا احساس دلا رہی تھی میں نے گیٹ کی جھری سے اندر جھانکنے کی کوشش کی۔ سامنے برآمدے والا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔

میں وہاں سے ہٹ کر کاٹیج کے پہلو کی طرف آ گیا اور دیوار پر چڑھ کر بڑی احتیاط سے اندر کود گیا۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا تھیلا میں نے پودوں میں رکھ دیا۔ جیب سے ریوالور نکال کر ہاتھ میں پکڑا اور دبے پاؤں

انداز میں برآمدے کی طرف بڑھنے لگا۔ برآمدے میں قدم رکھتے ہی مجھے چونک جانا پڑا۔ اندر سے ایک آدمی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں نے تمہیں پہچان لیا اور تمہارا پیچھا کرتا ہوا یہاں تک پہنچ گیا۔" وہ شخص غالباً رادھا کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔" اگر تمہیں پولیس یا ناگ راج کے آدمیوں کے حوالے کر دوں تو وہ تمہاری بوٹی بوٹی کر دیں گے۔ تمہیں اس کشٹ سے بچانے کے لئے ہی کہہ رہا ہوں کہ مجھے اس اتنک وادی کا پتہ بتا دو تم بھی کشٹ سے بچ جاؤ گی اور میرا بھی کام ہو جائے گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ناگ راج سے انعام میں ملنے والی رقم کا آدھا حصہ تمہیں دے دوں گا۔ عیش کرو گی تم بھی۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ کسی اتنک وادی کو نہیں جانتی۔" رادھا کی آواز سنائی دی

"تو پھر اس طرح چھپنے اور بھیس بدلنے کا کیا مطلب ہے" اس آدمی نے کہا۔

"ناگ راج کو شبہ ہے کہ میں نے انکا اگنی ہوتری کے قتل میں اس پاپی کا ساتھ دیا تھا اس لئے چھپتی پھر رہی ہوں حالانکہ میں بے گناہ ہوں جب تک اپنی بے گناہی ثابت نہ کر دوں سامنے نہیں آ سکتی۔"

ان باتوں سے مجھے اندازہ ہوا کہ میرے بعد رادھا بھی کاٹیج سے باہر گئی تھی اور کسی نے اسے پہچان لیا تھا اور اس کے پیچھے لگ کر یہاں تک پہنچ گیا تھا۔ میں نے یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اکیلا ہی تھا۔

برآمدے والا دروازہ چند انچ کے قریب کھلا ہوا تھا میں نے جھانک کر دیکھا سامنے والے کمرے میں کوئی نہیں تھا میں نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر آہستگی سے اسے پوری طرح کھول دیا اور اندر داخل ہو گیا۔ آوازیں رادھا کے بیڈ روم کی طرف سے آ رہی تھیں۔ اس کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا میں دبے قدموں آگے بڑھتا رہا۔

سامنے ہی ایک کرسی پر رادھا بندھی ہوئی تھی اس کا لباس پھٹا ہوا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرہ پر ایک دو خراشیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ رادھا آسانی سے اس شخص کے قابو میں نہیں آئی ہوگی۔

رادھا نے مجھے دیکھ لیا تھا لیکن اس نے چہرے سے کسی تاثر کا اظہار نہیں ہونے دیا اور آدمی دروازے کی آڑ میں تھا اس لئے مجھے نظر نہیں آ سکا میں اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور پھر چند سیکنڈ بعد وہ آدمی بھی میرے سامنے آ گیا اس کی پشت میری طرف تھی۔ میں دبے قدموں آگے بڑھا۔ میرا خیال تھا کہ قریب پہنچ کر پستول اس کی گردن سے لگا دوں گا مگر میری یہ حسرت دل میں رہ گئی وہ شخص بڑی تیزی سے مڑا اس کے پیر کی ٹھوکر میرے پستول والے ہاتھ پر لگی۔ پستول میرے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا میرے سنبھلنے سے پہلے ہی اس کی دوسری ٹھوکر میرے سینے پر لگی اور میں لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے ٹکرا گیا۔

اور پھر یہ جان کر مجھے اطمینان ہوا کہ اس شخص کے پاس کوئی آتشیں اسلحہ نہیں تھا۔ اس کے ہاتھ میں چاقو تھا جس کا بلیڈ بلب کی روشنی میں چمک رہا تھا۔

اس نے جس انداز سے چاقو پکڑ رکھا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس کے استعمال میں بھی ماہر تھا۔

اس نے اچانک ہی حملہ کر دیا تھا میں نے ناکام بنا دیا۔ اس نے دوسرا حملہ کیا اس مرتبہ بچاؤ کی

aazzamm@yahoo.com

کوشش میں چاقو کی نوک میری کلائی کی کھال کاٹتی ہوئی نکل گئی۔ اس نے تیسرا وار کیا تو میں نے جھکائی دے کر اس کی کلائی پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا اور پھر میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا اور اسے گھونسوں اور ٹھوکروں پر رکھ لیا ایک موقع پر اس نے مجھے گرفت میں لینے کی کوشش کی تھی لیکن خود اس کی گردن میری گرفت میں آ گئی۔ میں اس کی گردن کو زوردار جھٹکے دیتا رہا اور وہ بری طرح چیخ رہا تھا اور آخر کار ایک اور زوردار جھٹکے سے کڑک کی آواز ابھری اور وہ میرے ہاتھوں میں مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ میں نے اسے فرش پر پھینک دیا وہ کچھ دیر تڑپا اور پھر بے حس و حرکت ہو گیا۔

میں چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر رادھا کی رسی کھول دی وہ کرسی سے اٹھ کر اپنی کلائیاں سہلانے لگی۔

''تم باہر گئی تھیں'' میں نے رادھا کی طرف دیکھا۔

''میں تمہارے پیچھے گئی تھی'' رادھا نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ''اتفاق سے میں نے اسے اپنے پیچھے دیکھ لیا اور واپس آ گئی لیکن یہ کم بخت بھی میرے پیچھے یہاں تک پہنچ گیا اس نے اچانک ہی اندر گھس کر مجھے دبوچ لیا۔

''اچھا ہوا میں بروقت پہنچ گیا ورنہ یہ تمہیں مار ڈالتا ویسے یہ ہے کون؟'' میں نے لاش کی طرف دیکھا۔

''ہو گا اسی گروہ کا کوئی بدمعاش'' رادھا نے جواب دیا۔

اور پھر ہم سوچنے لگے کہ لاش کو کیسے ٹھکانے لگایا جائے باہر کہیں پھینکنا مناسب نہیں تھا کیونکہ اسے کندھے پر لاد کر زیادہ دور نہیں لے جایا جا سکتا تھا اور پھر یہی طے ہوا کہ عقبی لان میں گڑھا کھود کر لاش کو دبا دیا جائے

رات کو میں نے رادھا کو لکشمی سے ملاقات کی تفصیل بھی بتا دی تھی اور جب میں نے بتایا کہ آج شام آٹھ بجے مجھے پریم نواس ریسٹورنٹ میں لکشمی سے ملاقات کرنی ہے تو رادھا بھی میرے ساتھ جانے کو تیار ہو گئی۔

''دو سال پہلے جب گوپال سے لکشمی کا جھگڑا ہوا تھا تو انہی دنوں اس سے میری آخری ملاقات ہوئی تھی۔'' رادھا نے کہا۔ ''اس کے بعد وہ کچھ عرصہ لاپتہ رہی۔ آج میں بھی اس سے مل لوں گی۔''

باہر نکلنے کے لئے ہمارے لئے سب سے بڑا مسئلہ بھیس بدلنے کا تھا۔ مجھے تو خیر کل والے گیٹ اپ میں ہی جانا تھا لیکن رادھا کے سلسلے میں کچھ پریشانی تھی جو شخص کل میرے ہاتھوں مارا گیا تھا وہ ناگ راج ہی کے گروہ کا تھا۔ اس نے رادھا کو کسی طرح پہچان لیا تھا اور اپنے بڑوں کو اطلاع دینے کے بجائے اس نے اکیلے ہی رادھا کو قابو کرنے کی کوشش کی تھی تاکہ میرا پتہ معلوم کر کے پانچ لاکھ روپے کا انعام حاصل کر سکے اور یہ لالچ ہی اس کی موت کا باعث بن گیا تھا۔

رادھا نے بلیک جینز اور میرون رنگ کی ٹی شرٹ پہن لی۔ بالوں کا اسٹائل اور چہرے کا حلیہ بھی بدل لیا۔ آنکھوں پر عینک لگا لینے سے چہرہ کچھ اور مختلف ہو گیا۔

ہم کاٹیج سے نکل کر مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے تقریباً چالیس منٹ بعد پریم نواس

ریسٹورنٹ میں پہنچ گئے۔ اس وقت ٹھیک آٹھ بجے تھے۔ ریسٹورنٹ میں زیادہ رش نہیں تھا۔ میں نے ایک ایسی میز کا انتخاب کیا جس کے ساتھ ہی سائیڈ اسٹریٹ کا دروازہ بھی تھا اور وہاں سے سامنے والے دروازے پر بھی نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔

آرڈر لینے کے لئے رتنا ہی آئی تھی وہ اس وقت بھی مجھے نہیں پہچان سکی تھی اس کے جانے کے ٹھیک دو منٹ بعد میں نے لکشمی کو دروازے میں دیکھا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور عورت کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

وہ بیلا تھی جینز اور اونچی شرٹ میں جس کے اوپر کے بٹن کھلے ہوئے تھے نیچے دامن کے دونوں کناروں پر بو کی طرح گرہ لگی ہوئی تھی۔ شرٹ خاصی اونچی تھی اور اس کا پیٹ برہنہ ہو رہا تھا۔

اس نے دروازے میں رک کر ایک لمحہ کو ادھر ادھر دیکھا اور پھر نپے تلے قدم اٹھاتی ہوئی ہماری میز کی طرف بڑھنے لگی۔ میرے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی۔

بیلا ہماری میز کے قریب آ کر رک گئی اور پھر بے تکلفی سے میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی وہ میری آنکھوں میں آنکھ ڈال کر دیکھ رہی تھی اور مجھے اپنا دل کنپٹیوں میں دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

☆......☆......☆

بیلا پلک جھپکے بغیر مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کی نظریں میرے وجود میں پاتال تک اترتی جا رہی تھیں۔ بیلا سے کئی مرتبہ میرا آمنا سامنا ہوا تھا۔ ہم ایک دوسرے کے اتنا قریب رہے تھے کہ جتنا تصور کیا جا سکتا ہے۔ تھر کے تپتے ہوئے صحرا میں واقع اس پہاڑی غار میں کالی کے مندر میں بیتنے والے وہ لمحات تو میں بھی نہیں بھلا سکتا جب بیلا میری سانسوں میں سما جانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ میری دشمن جان تھی لیکن ان لمحات میں وہ بھی ایسے کئی مواقع فراموش کر بیٹھی تھی اور میں بھی۔ اس کے بعد بھی ایسے کئی مواقع آئے تھے جب ہم نے بیچ کے تمام فاصلے مٹا دیئے تھے۔ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تھا لیکن ان لمحات کی کیفیت کچھ اور تھی۔ اب اس کی نظروں میں نہ سحر تھا نہ دل میں گدگدی پیدا کرنے والی کشش۔ بے پناہ سرد مہری تھی ان نظروں میں' کاٹ تھی' چبھن تھی۔

وہ ناگن تھی جو مجھے ڈسنے کیلئے یہاں آئی تھی۔ میرا دل ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ میں نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹا کر غیر ارادی طور پر ریسٹورنٹ کے دروازے کی طرف دیکھا۔ میرا خیال تھا باہر اس کے کچھ ساتھی موجود ہوں گے لیکن ریسٹورنٹ کے سامنے دروازے کے باہر اور اطراف میں لگے ہوئے شیشوں کے پار جہاں تک میری نظر گئی کوئی مشتبہ آدمی نظر نہیں آیا۔ ریسٹورنٹ کے اندر بھی ایسا کوئی آدمی موجود نہیں تھا جس پر کسی قسم کا شبہ کیا جا سکتا۔

میری نظریں لکشمی کی طرف اٹھ گئیں جو ہم سے تین میزوں کے فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ لکشمی اور بیلا تقریباً ایک ساتھ ہی ریسٹورنٹ میں داخل ہوئی تھیں اور پھر بیلا تو ہماری میز کی طرف آ گئی تھی جبکہ لکشمی نے اچانک ہی اپنا رخ بدل لیا تھا اور دوسری میز پر جا بیٹھی تھی۔

میرے دل میں اچانک ہی خیال ابھرا۔ لکشمی سے آج کی ملاقات کا پروگرام تقریباً چوبیس گھنٹے پہلے بنا تھا۔ میرا اب تک کا تجربہ یہ ہے کہ ہر کسی نے اپنے آپ کو مظلوم ظاہر کر کے پہلے میرا اعتماد حاصل

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

کرنے اور بعد میں مجھے پھنسانے کی کوشش کی تھی اور کل رات لکشمی نے بھی کچھ ایسی ہی کہانی سنائی تھی۔ ہوسکتا ہے میرا اعتماد حاصل کر کے اس نے بیلا کو میرے بارے میں اطلاع دے دی ہو۔ تھے تو وہ سارے ہی ایک تھالی کے چٹے بٹے ان کی کسی بات پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن لکشمی کے بارے میں یہ خیال میں نے ذہن سے جھٹک دیا۔ لکشمی سے ملاقات سے پہلے رادھا مجھے اس کے بارے میں سب کچھ بتا چکی تھی۔ لکشمی کی زبانی تو گویا ان باتوں کی تصدیق ہوئی تھی نہیں۔ وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔

میں نے ایک بار پھر باہر کی طرف دیکھا۔ اس مرتبہ بھی کوئی مشتبہ شخص دکھائی نہیں دیا لیکن وہ لوگ کچھ فاصلے پر بھی ہو سکتے تھے اور بیلا کی ایک آواز پر یہاں پہنچ سکتے تھے۔ میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اس وقت تک میں اپنی اندرونی کیفیت پر بڑی حد تک قابو پا چکا تھا۔ میں نے کن انکھیوں سے رادھا کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ میں بیلا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میڈم۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "میں اپنی لگائی سے کچھ پرائیویٹ باتیں کرتا ہوں۔ تم ادھر کو چلی جاؤ نا۔ بہت سیٹاں کھالی پڑی ہیں۔"

"بہت چالاک بنتے ہو۔" بیلا نے ایک بار پھر میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں ناگن جیسی پھنکار تھی مگر آواز زیادہ بلند نہیں تھی۔ "اب ختم کرو یہ ناٹک میں تمہیں پہچان گئی ہوں اور اگر میں چاہوں تو میری ایک آواز پر یہاں اتنے گدھ جمع ہو جائیں گے کہ تمہاری ایک ایک بوٹی بھی ان کے حصے میں نہیں آئے گی اور اپنا ہاتھ جیب سے نکال لو۔ یہاں کوئی حماقت کرنے کی کوشش مت کرنا۔"

میرے منہ سے بے اختیار گہرا سانس نکل گیا۔ میں نے سیدھا ہاتھ کرتے کی جیب میں پستول کے دستے پر جما رکھا تھا۔ میں نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ اگر کوئی گڑ بڑ ہوئی تو بیلا ہی کو پستول کی زد پر لے کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ میں نے ہاتھ جیب سے باہر نکال لیا۔

"اور تم....." بیلا رادھا کی طرف دیکھ کر غرائی۔ "تم پر تو میں پاگل کتے چھوڑ دوں گی۔ وہ جب تمہاری بوٹیاں نوچیں گے تو....."

"اپنی جوبان بند رکھو رنڈی۔" رادھا کے حلق سے بھی غراہٹ نکلی۔ غصے کی شدت سے اس کا چہرا سرخ ہو گیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی میں نے اسے ہاتھ اٹھا کر روک دیا اور بیلا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تم جانتی ہم دونوں ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہیں لیکن اس کے باوجود اس دیدہ دلیری سے سامنے آنا..... میں تمہاری ہمت کی داد دیتا ہوں۔ ویسے تمہیں کس نے بتایا کہ میں اس وقت یہاں آنے والا ہوں۔"

"کس نے بتایا!" بیلا کے لہجے میں حیرت تھی۔ "مجھے کون بتاتا۔ یہ تو محض اتفاق ہے کہ میں نے تمہیں پہچان لیا۔"

"وہ کیسے؟" میں نے الجھی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تمہاری گردن پر دائیں طرف ٹھوڑی کے نیچے یہ سیاہ نشان۔" اس نے میری گردن کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ سیاہ نشان میں نے پہلی مرتبہ اس وقت دیکھا تھا جب گھوڑے سے گرتے ہوئے تم مجھے آسمان

پر منڈلاتی ہوئی موت سے بچانے کیلئے تم مجھے کندھے پر اٹھا کر پہاڑی کی طرف بھاگے تھے۔ اس کے بعد بھی کئی مرتبہ یہ نشان میری نظروں میں آیا جب ہمارے درمیان تمام فاصلے مٹ جاتے تھے۔ میں اس نشان کو کیسے بھول سکتی ہوں۔ تمہارے بال بڑے تھے تو یہ نشان چھپا رہتا تھا مگر اس وقت گنج ہونے کی وجہ سے یہ نشان کوئی بھی دیکھ سکتا ہے۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "میں یہاں سے تقریباً پچاس گز پیچھے سمرات سپر سٹور کے سامنے گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی کہ تم قریب سے گزرے۔ اتفاق سے میری نظر تمہاری گردن کی طرف اٹھ گئی اور میں یہ نشان دیکھ کر چونک گئی اور پھر میں نے تمہاری چال ڈھال سے بھی اندازہ لگا لیا کہ یہ تمہارے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔"

"میں کار سے اتر کر تمہارے پیچھے لپکی مگر تم لوگوں کی بھیڑ میں غائب ہو گئے۔ اچانک ہی مجھے خیال آیا کہ ایسا تو نہیں کہ تم نے مجھے دیکھ لیا ہو اور چھپنے کیلئے اس ریسٹورنٹ میں گھس گئے ہو۔ میں نے اندر داخل ہو کر دیکھا تو میرا خیال درست نکلا۔"

"تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں تم سے ڈر کر کہیں چھپ جاؤں گا۔" میں نے کہا۔ "میں تمہارے گرو گھنشال سے نہیں ڈرتا جس نے جہنم کی ساری بلائیں میرے پیچھے لگا رکھی ہیں۔"

"قسمت کے دھنی ہو۔" بیلا نے کہا۔ پھر آگے جھکتے ہوئے آواز کا والیم مزید کم کرتے ہوئے بولی۔ "دیکھو ناجی میری اور تمہاری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ ہم نے کچھ یادگار لمحات ساتھ گزارے ہیں اور پھر تم نے کم از کم تین مرتبہ میری جان بچائی تھی۔ میں اتنی احسان فراموش نہیں ہوں کہ سب کچھ بھول جاؤں۔ وہ تو حالات ہی ایسا رخ اختیار کر گئے کہ ہم ایک دوسرے کی جان کے دشمن بن گئے۔ میں اگر چاہوں تو اس وقت تمہارے جیون کا انت ہو سکتا ہے۔ تم نے یہاں ہمیں بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ہمارا اہم ترین منصوبہ وڈکیمپ تباہ کر دیا۔ تمہاری وجہ سے اب تک سینکڑوں آدمی مارے جا چکے ہیں۔ الکا اگنی ہوتری دریودن اور رودی پنڈت جیسے انٹیلی جنس کے ذہین آفیسر تمہارے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر گئے۔ ان سب باتوں سے قطع نظر میری خواہش ہے کہ تم زندہ سلامت یہاں سے نکل جاؤ۔ میں اپنا جیون خطرے میں ڈال کر بھی اس سلسلے میں تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔"

"مثلاً؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"میرے علاوہ یہاں اب بھی تمہیں کوئی نہیں پہچانتا۔ میں اس شہر سے نکلنے میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔" بیلا نے کہا۔

"باتیں دلچسپ کر لیتی ہو۔ اس جان بخشی پر مجھے تمہارا شکر گزار ہونا چاہیے۔ ویسے ایک بات بتاؤ۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہاری خواہش ہے یا ناگ راج یہ چاہتا ہے کہ میں اس کا پیچھا چھوڑ دوں۔"

بیلا اچھل پڑی۔ اس کا چہرہ دھواں ہو گیا۔ اس نے اپنے چہرے کے تاثرات چھپانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکی مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی رتنا چائے لے کر آ گئی۔ اس نے الجھی ہوئی نظروں سے پہلے بیلا اور پھر میری طرف دیکھا۔

"ایک کپ اور لاؤ..... ذرا جلدی....." میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ فوراً ہی وہاں

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

سے ہٹ گئی۔

"ناگ راج کسی انسان کا نام نہیں۔ وہ یمراج ہے۔ موت کا فرشتہ.... تمہیں چیونٹی کی طرح مسل سکتا ہے۔" بیلا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس روز محض اتفاق تھا کہ تمہارا داؤ چل گیا تھا۔"

"اور یہ اتفاق دوبارہ بھی پیش آ سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اور اس مرتبہ وہ بچے گا نہیں جس طرح اس روز میں نے اس کے زہریلے ناگ کا سر کچل دیا تھا اسی طرح اس کا سر بھی کچل دوں گا۔"

"تم اپنے بارے میں بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا ہو۔" بیلا نے کہا۔

"دو چار آدمیوں کی ہتیا کر کے تم سمجھتے ہو کہ ناگ راج کو مار ڈالو گے۔ اس کے گرد ریودن اور روی چندر سے زیادہ خطرناک آدمیوں کا حصار ہے تم اس تک کبھی نہیں پہنچ سکو گے۔"

"گوپال اور شنکر!" میں مسکرا دیا۔ "میں جب تمہارے گرو گھنٹال تک پہنچنا چاہوں گا تو یہ لوگ میرا راستہ نہیں روک سکیں گے۔"

بیلا ایک بار پھر اچھل پڑی۔ اس کا چہرہ ایک بار پھر متغیر ہو گیا۔ وہ میرے چہرے سے نظریں ہٹا کر رادھا کی طرف دیکھنے لگی۔

"اسے مت گھورو وہ بے چاری ان باتوں سے بالکل لاعلم ہے۔" میں نے کہا۔

"لو چائے پیو۔ کہو تو وہسکی منگوا دوں۔ تمہیں شاید اس وقت اس کی ضرورت ہو۔" میں نے ایک کپ اس کی طرف سرکا دیا۔ اسی وقت رتنا بھی ایک کپ اور رکھ کر چلی گئی۔

بیلا ایک بار پھر میری طرف دیکھنے لگی۔ میری باتوں نے اسے بدحواس کر دیا تھا۔ اس کا اظہار اس کی آنکھوں اور چہرے سے ہو رہا تھا۔

"تت.... تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہوا؟" اسے اپنے لہجے پر بھی قابو نہیں رہا تھا۔

"میں ناگ راج کے بھیڑیوں سے بچنے کے لئے روپوش ضرور ہوں لیکن حالات سے بے خبر نہیں۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "میں تو تمہیں یہ بتا سکتا ہوں کہ ناگ راج اس وقت چوہے کی طرح کس بل میں چھپا ہوا ہے۔"

"کہاں؟" اس نے غیر ارادی طور پر پوچھ لیا۔

"جیل چاکھی کے اسی کاٹیج میں جہاں دریودن کو ٹھکانے لگانے کے بعد میں نے اور رادھا نے رات کا باقی حصہ گزارا تھا اور دو پولیس والوں کو ننگا کر کے باندھ گئے تھے۔"

"اوہ!" بیلا کے منہ سے اس طرح گہرا سانس نکلا جیسے غبارے میں سے ہوا نکل گئی ہو۔ اس کے چہرے کا رنگ ایک بار پھر بدل گیا اور کندھے جھک گئے۔ پورا بدن ڈھیلا پڑ گیا۔

"حیران ہو رہی ہونا" میں نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ "میں یہاں اجنبی ہوں لیکن ناگ راج کے قاتلوں کی پوری فوج میرا سراغ نہیں لگا سکی مگر میں اس کی تمام سرگرمیوں سے واقف ہوں اسی لئے تو میں نے کہا تھا کہ جب چاہوں اس ناگ کا سر کچل سکتا ہوں لیکن اسے بے بسی کی ایسی موت مارنا چاہتا ہوں جسے ماؤنٹ آبو کے باسی عرصہ تک یاد رکھیں۔ پہلے میں ایک ایک کر کے اس کے گرگوں کا خاتمہ کروں گا جن پر اسے ناز ہے۔ اسے بالکل اکیلا کر دوں گا اور پھر اس پر ہاتھ ڈالوں گا اس کی بے بسی کا تماشا تم بھی دیکھو گی۔"

"نا جی۔" بیلا کی نظریں اب بھی میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ "سب کچھ جاننے کے باوجود تم غلطی کر رہے ہو۔ یہاں تمہاری لاش پر کوئی رونے والا بھی نہیں ملے گا۔ میں تمہیں ایک موقع دے رہی ہوں۔ نکل جاؤ یہاں سے۔"

"میں اس شہر سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک ناگ راج کو نرگ میں نہ پہنچا دوں۔ اس کی زندگی میری قوم کی تباہی ہے۔ میں ناگ راج کو اس کے تیار کئے ہوئے زہر سے ختم کرنے کے بعد ایک لمحہ بھی نہیں رکوں گا اور اس وقت اگر تم بھی میرے ساتھ جانا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور نہ رادھا کو۔"

بیلا چند لمحے میری طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔ "تمہاری باتیں سننے کے بعد ہونا تو یہ چاہئے کہ تمہیں زندہ رہنے کیلئے ایک منٹ کی مہلت بھی نہ دی جائے لیکن نہ جانے کیوں مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ ترس آ رہا ہے تم پر.... میں تمہیں دو دن کی مہلت دے رہی ہوں اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ اور یہاں سے نکل جاؤ۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ کوئی تمہارا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ بصورت دیگر ایسے حالات ہو جائیں گے کہ فرار کا کوئی راستہ نہ پا کر تم آتما ہتیا کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔"

"مجبور وہ لوگ ہوتے ہیں جو کمزور اور بزدل ہوں۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں نہ تو کمزور ہوں اور نہ بزدل اس لئے میں تو اپنا مشن پورا ہونے سے پہلے فرار کی کوشش کروں گا اور نہ ہی بقول تمہارے آتما ہتیا کروں گا۔"

وہ چند لمحے میری طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔ "مجھے واقعی تم پر ترس آ رہا ہے۔"

"مجھ پر ترس کھانے کی ضرورت نہیں' اپنی فکر کرو تم؟" میں مسکرا دیا۔

"تمہارے پاس دو دن ہیں۔" بیلا نے کہا۔ "کل کا دن اور پرسوں تک تم آزادی سے گھوم پھر سکتے ہو کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا لیکن پرسوں شام کا سورج غروب ہونے کے بعد تمہاری زندگی کی ضمانت ختم ہو جائے گی۔ تم مجھے بہت یاد آؤ گے اب میں چلتی ہوں۔"

"کہاں جاؤ گی؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ظاہر ہے ناگ راج کے پاس۔" وہ بولی۔

"اگر تم ایک دلچسپ تماشا دیکھنا چاہتی ہو تو آج رات وہاں نہ جاؤ۔ یا کم سے کم ناگ راج کو یہ مت بتانا کہ میں اس کے کاٹیج سے واقف ہوں۔"

"تو کیا ہوگا؟" بیلا نے الجھی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"تمہارا وہ گرو گھنٹال آج رات ہی کاٹیج چھوڑ کر کہیں اور غائب ہو جائے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بیلا چند لمحے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی پھر اٹھ کر چلی گئی۔ باہر جانے سے پہلے اس نے کاؤنٹر پر چائے کا بل بھی ادا کر دیا تھا۔ میں رادھا کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ وہ عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

میں ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ہمارے بائیں طرف والی میز پر ایک ادھیڑ عمر عورت اور ایک جوان آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ عورت کی رنگت گہری سانولی اور چہرے کے نقوش بس واجبی سے تھے۔ وہ بس ایسی ہی تھی کہ ایک بار دیکھیں اور دوسری بار دیکھنے کی خواہش نہ ہو۔ اس کے برعکس مرد بڑا خوبرو تھا۔ اس کی عمر بھی تیس بتیس سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ یقیناً اس بدنما عورت کا شوہر تھا اور احساس کمتری کا شکار بھی جس شخص کے ساتھ بیلا اور رادھا دو حسینائیں بیٹھی ہوئی ہوں اس پر رشک تو آنا ہی چاہئے یا اسے دیکھ کر اپنا خون کھولنا چاہئے اور میرا خیال ہے وہ شخص اس وقت کسی ایسی ہی کیفیت میں مبتلا تھا۔

''میری نظریں مختلف لوگوں کے چہروں کا جائزہ لیتی ہوئی لکشمی کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ جس میز پر بیٹھی تھی وہاں پہلے سے ہی کالا بھجنگ سا ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور لکشمی نے فوراً ہی اس سے باتیں شروع کر دی تھیں جیسے ان میں پرانی دوستی ہو اور اتفاق سے ملاقات ہوگئی ہو۔ وہ شخص یقیناً اپنی قسمت پر ناز کر رہا ہوگا۔''

بیلا کو دیکھ کر لکشمی کے خلاف میرے دل میں نفرت کے جو جذبات ابھرے تھے وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ لکشمی نے مجھ سے غداری نہیں کی تھی بلکہ بیلا کا یہاں پہنچ جانا محض اتفاق تھا۔ ویسے لکشمی نے عقل مندی کی تھی کہ وہ ہماری طرف آنے کے بجائے دوسری میز پر چلی گئی اور میرا خیال ہے کہ بیلا اسے نہیں جانتی تھی۔ اس نے واپس جاتے ہوئے بھی لکشمی کو دیکھا تو ضرور ہوگا مگر اس پر توجہ دیئے بغیر نکل گئی تھی۔

''چلیں؟'' میں نے رادھا کی طرف دیکھا۔ ''اب یہاں بیٹھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے''

''اور لکشمی سے ملاقات؟'' رادھا نے الجھی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا اس کا رخ چونکہ میری طرف تھا اس لئے وہ لکشمی کو نہیں دیکھ سکی تھی۔

''وہ سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔'' میں نے آنکھ سے اشارہ کیا۔ لیکن اب کھلے عام لکشمی سے ملنا مناسب نہیں عین ممکن ہے بیلا نے جاتے جاتے کسی کو ہماری نگرانی کیلئے کہہ دیا ہو۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ لکشمی ان کی نظروں میں آجائے۔

میں نے رتنا کو ہاتھ کے اشارے سے قریب بلا کر بل لانے کو کہا تو اس نے بتایا کہ بل تو میڈم نے جاتے جاتے ادا کر دیا تھا۔ مجھے معلوم تھا میں بیلا کو کاؤنٹر پر بل کی ادائیگی کرتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ ویٹریس سے تو میں نے اخلاقاً پوچھ لیا تھا۔

لکشمی کی میز کے قریب سے گزرتے ہوئے میں نے سرسری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ رادھا بھی اجنبی بن کر اس کے قریب سے گزر گئی۔

تقریباً نو بجے کا وقت تھا۔ بازار میں بڑی چہل پہل تھی۔ ہم ریسٹورنٹ سے نکل کر تقریباً پچاس گز آگے سمراٹ سپر سٹور کے سامنے رک گئے اور شوونڈو میں سجی ہوئی چیزیں دیکھنے لگے۔ ریسٹورنٹ سے نکلنے کے بعد میں نے صرف ایک مرتبہ پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔ اس وقت لکشمی کو اس کالے بھوت کے ساتھ ریسٹورنٹ سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ بھی ہمارے پیچھے آرہی تھی۔

میں شوونڈو میں رکھی ہوئی چیزوں کی طرف دیکھتے ہوئے رادھا سے باتیں کر رہا تھا۔ لکشمی اس کالے بھوت کے ساتھ ہمارے قریب رک گئی۔ وہ رادھا کے ساتھ لگی کھڑی شوونڈو کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے اپنے ساتھی سے کچھ کہہ رہی تھی اور وہ پھر دونوں وہاں سے آگے نکل پڑے۔ دو منٹ بعد رادھا بھی میرا ہاتھ پکڑ کر آگے چل پڑی۔ اس نے کاغذ کی ایک گولی اپنے ہاتھ سے میرے ہاتھ میں منتقل کر دی تھی۔ کاغذ کی یہ گولی لکشمی نے اس وقت رادھا کے ہاتھ میں تھما دی تھی جب وہ اس کے ساتھ جڑ کر کھڑی تھی۔

میں ایک جگہ رک کر محتاط نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس پر کسی قسم کا شبہ کیا جا سکتا ہو۔ میں نے گولی کی طرح مڑا تڑا سادہ کاغذ کھول لیا۔

کاغذ پر سیلولر فون نمبر اور اس کے نیچے تین نام لکھے ہوئے تھے۔ گوپال شنکر اور وجے۔ جس کا مطلب تھا کہ اس کاسٹ میں ناگ راج اور بیلا کے علاوہ صرف یہی تین آدمی تھے۔ میں ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

''ٹیلی فون بوتھ ادھر ہے۔'' رادھا نے میرا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔

ہم چند گز آگے ایک پبلک ٹیلی فون کے قریب آگئے۔ بوتھ میں پہلے ہی سے ایک آدمی موجود تھا۔ مجھے دو تین منٹ انتظار کرنا پڑا۔ پھر جیسے ہی وہ باہر نکلا تو میں بوتھ میں گھس گیا۔ رادھا بھی میرے ساتھ اندر آگئی تھی۔ بوتھ میں جگہ کم ہونے کی وجہ سے وہ میرے ساتھ جڑی کھڑی تھی۔

میں نے ہک پر ٹنگا ہوا ریسیور اٹھا کر سلاٹ میں مطلوبہ سکے ڈالے اور نمبر ملانے لگا۔ رابطہ تقریباً چالیس سیکنڈ بعد قائم ہو سکا تھا۔ دوسری طرف سے کال ریسیو کرنے والے کی آواز خاصی بھاری تھی۔

''ہیلو' کون بول رہا ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''تمہیں کس سے بات کرنی ہے۔'' اس کا لہجہ بڑا کھردرا تھا۔

''ناگ راج سے بات کراؤ۔'' میں نے بھی اس مرتبہ کرخت لہجے میں کہا۔

''میں جے پور سے بول رہا ہوں۔ چیف منسٹر کا سیکرٹری رام اوتار بول رہا ہوں۔''

''ایک منٹ ہولڈ کریے مہاراج... میں ابھی مہادیو کو فون دیتا ہوں۔'' دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ ایک دم بدل گیا تھا۔

اور پھر ایک منٹ سے پہلے ہی ناگ راج کی پھنکارتی ہوئی سی آواز میرے کان سے ٹکرائی۔

''کون ہو تم؟ کیا نام بتایا تم نے۔ ہاں رام اوتار.... میں اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتا۔ چیف منسٹر ہاؤس میں اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہے۔ تم کون ہو؟''

''تمہارا گرو۔'' میں نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

''کیا بکتے ہو... کون ہو تم؟'' ناگ راج غرایا۔

''بکتا نہیں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ میں تمہارا گرو ہوں ناگ راج۔'' میں نے جواب دیا۔ ''تمہارے آدمی پاگل کتوں کی طرح پورے شہر میں مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہیں مگر میرا سراغ نہیں لگا سکے اور میں نے تمہارا پتا چلا لیا اور حقیقت یہ ہے کہ تم کسی بھی وقت میری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتے۔''

''بکواس کرتے ہو تم۔'' ناگ راج چیخا۔

''کیا میری سچائی کا یہ ثبوت کافی نہیں ہے کہ میں اس وقت تمہارے سیلولر فون پر تم سے بات کر رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''تمہارے پاس صرف دو گھنٹے ہیں۔ ناگ راج۔ میں تمہیں ایک موقع دے رہا ہوں۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

دو گھنٹوں کے بعد تمہیں زمین بھی پناہ دینے سے انکار کر دے گی۔"

"ناگ راج چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا لیکن میں نے فون بند کر دیا اور رادھا کی طرف دیکھتا ہوا بوتھ سے باہر آ گیا۔"

"کیا اسے فون کر کے تم نے غلطی نہیں کی؟" رادھا نے الجھی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"دو گھنٹے تو بہت ہیں۔ وہ ایک گھنٹے سے پہلے پہلے وہاں سے بھاگ نکلے گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس وقت وہ پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچ رہا ہوگا مگر نہیں اس کے سر پر تو بال ہی نہیں ہیں۔ شاید اپنی بوٹیاں نوچ رہا ہوگا۔ میں اس پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے واقعی پاگل کر دینا چاہتا ہوں۔"

"اب کیا پروگرام ہے؟" رادھا نے پوچھا۔

"تھوڑا گھومیں پھریں گے کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔ تم جیسی حسینہ کے ساتھ گھومتے ہوئے کتنا اچھا لگ رہا ہے۔ دیکھو... لوگ کس طرح للچائی ہوئی نظروں سے تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ کچھ لوگ میری قسمت پر رشک کر رہے ہوں گے اور کچھ مجھے کوس رہے ہوں گے۔ آؤ اس طرف چلتے ہیں۔"

ہم دونوں ایک طرف چلنے لگے۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ آس پاس سے گزرتے ہوئے مرد واقعی للچائی ہوئی نظروں سے رادھا کو دیکھ رہے تھے۔ جینز اور ٹی شرٹ میں رادھا واقعی لوگوں کے دلوں پر قیامت ڈھا رہی تھی۔

"گرو... گرو مہاراج۔"

میں یہ آواز سن کر چونک گیا۔ مڑ کر دیکھا تو میرے منہ سے بے اختیار گہرا سانس نکل گیا۔ وہ شکتی لال تھا۔ وہی غنڈہ جس سے گزشتہ رات میری مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ میرے حلیے کی وجہ سے اس نے مجھے پہچان لیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے حلیے کے دو لڑکے اور بھی تھے۔

"گرو مہاراج۔" وہ جھک کر میرے پیر چھوتے ہوئے بولا۔ "آج تو تمہیں ہمارے ساتھ بیٹھ کر چائے پینی ہوگی گرو۔"

"نہیں بھئی شکتی۔" میں نے کہا۔ "اس وقت میں جلدی میں ہوں پھر کبھی۔ میں صرف چائے ہی نہیں پیوں گا۔ کھانا بھی تمہارے ساتھ کھاؤں گا۔"

"لونڈیا تو بڑی زوردار ماری ہے گرو۔ یہ کون ہے؟" اس نے میری طرف جھکتے ہوئے کان میں سرگوشی کی۔

میں جواب دینے کے بجائے مسکرا کر رہ گیا تھا اور پھر دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ میں اسے بازو سے پکڑ کر ایک طرف لے گیا۔

"تمہارے ساتھ کتنے لڑکے ہیں۔ ان میں کوئی بھروسے کا ہے یا نہیں۔" میں نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی لفڑا" اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ "حکم کرو گرو۔ جان لڑا دیں گے۔ ان میں کوئی بھی پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے۔"

"کام ذرا مشکل ہے کسی کا نقصان بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے اسے مزید آزمانے کی کوشش کی۔

"میں نے کہا نا کہ جان لڑا دیں گے۔" اس نے جواب دیا۔

"ہوں۔" میں چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "شنکر کو جانتے ہو؟"

"وہ سالا حرامی۔" شکتی نے گندی گالی دی۔ "اس نے راجو کی ٹانگ توڑ دی تھی۔ وہ اب بھی نیراتی ہسپتال میں پڑا ہے۔ اپن لوگ تو اس حرامی شنکر کی تلاش میں ہے۔ وہ سالا غائب ہو گیا ہے۔"

"میں تمہیں بتا سکتا ہوں وہ کہاں ہے۔" میں نے کہا۔

"تم کو معلوم ہے۔" شکتی کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ "جلدی بولو گرو۔ اپن ابھی جا کر اس کا کریا کرم کر دے گا۔"

"اپنا بھی شنکر کی طرف کچھ حساب نکلتا ہے۔ اگر تم لوگ ساتھ دو تو میرا حساب بھی برابر ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"تم آرڈر کرو۔ ہم ابھی دس بیس لڑکوں کو جمع کر کے اس کا حساب کر دوں گا۔" شکتی نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

"زیادہ نہیں چار پانچ لڑکے کافی ہوں گے۔ وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ دو تین اور لے لو مگر ایک بات کا خیال رکھنا۔ شنکر کے ساتھ بھی دو تین آدمی ہیں ذرا خطرناک قسم کے تم لوگوں کو بہت ہوشیار رہنا ہوگا۔"

"تم چنتا ہی مت کرو گرو۔ ہمیں اس کا پتا بتاؤ اور تم گھر جا کر آرام سے بیٹھ جاؤ۔ ہم آج رات شنکر کا باجا بجا دیں گے۔ کل صبح تم سن لو گے۔"

"آج رات نہیں۔ رات تو بہت لمبی ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔ "تمہارے پاس صرف دو گھنٹے ہیں۔ وہ اپنا ٹھکانہ بدل دے گا۔"

"تو پھر جلدی بتاؤ۔ دیر مت کرو۔" شکتی بولا۔

میں چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے ناکھی جھیل کے کنارے پہاڑیوں میں اس کاٹیج کا پتا سمجھانے لگا۔

"وہ... وہ کاٹیج..." شکتی کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔ "اس کے نیچے ایک تہہ خانہ بھی ہے نا؟"

"بالکل وہی کیا تم وہاں جا چکے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"دو مہینے پہلے وہ لوگ راجو کو پکڑ کر وہیں لے گئے تھے۔" شکتی لال نے جواب دیا۔ انہیں شبہ تھا کہ راجو کا اس اتنک وادی سے تعلق ہے جسے پولیس اور ناگ راج کے آدمی آج بھی کھوجتے پھر رہے ہیں۔ شنکر یہاں کا بہت بڑا دادا بنا ہوا ہے۔ دوسروں کی چمچہ گیری کرتا ہے سالا۔ ہمیں جب پتا چلا کہ وہ لوگ راجو کو وہاں لے گئے ہیں تو ہم نے فوراً ہی ہلہ بول دیا۔ شنکر کے آدمی راجو کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان سالوں نے بہت تشدد کیا تھا راجو پر اس کی ایک ٹانگ توڑ دی تھی مگر اس کے بعد تو وہ کاٹیج خالی پڑا تھا۔"

"اب شنکر اس کاٹیج میں ہے۔" میں نے کہا۔ "اسے گھیرنے کا اس سے اچھا موقع تمہیں کبھی نہیں ملے گا۔"

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''بس تو ہم چلتا ہوں کل تم سن لو گے کہ شنکر کا باجا کیسے بجا تھا۔'' شکتی نے کہا اور ایک بار جھک کر میرے پیر چھوتے ہوئے بولا۔ ''مجھے آشیرباد دو دادا۔''

میں نے ہاتھ اس کے سر کے اوپر اٹھا دیا اور زیرلب بڑبڑایا۔ ''چڑھ جا بیٹا سولی پر رام بھلی کرے گا۔''

شکتی لال ان دونوں لڑکوں کو لے کر فوراً ہی وہاں سے روانہ ہوگیا۔ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ شکتی ایک گھنٹے کے اندر اندر اس کانیج پر چڑھ دوڑے گا اور اس کا انجام کیا ہوگا؟ اس کی مجھے پروا نہیں تھی لیکن ایک بات طے تھی کہ کانیج پر شکتی اور اس کے آدمیوں کے حملے سے ناگ راج ضرور بدحواس ہو جائے گا۔ وہ یقیناً یہ سمجھے گا کہ حملہ میں نے کرایا ہے۔ اس سے وہ کم از کم یہ اندازہ ضرور لگائے گا کہ میں نے بھی اپنے اردگرد کچھ ایسے لوگ جمع کر لئے ہیں جو اپنی جان کی پروا کئے بغیر اس کے مقابلے پر آسکتے ہیں۔

میں اور رادھا ایک اور ریسٹورنٹ میں آکر بیٹھ گئے۔ ہم نے ڈٹ کر کھانا کھایا۔ بازار سے کچھ چیزیں خریدیں اور اپنے ٹھکانے کی طرف روانہ ہوگئے۔

آج بیلا سے ملاقات کے بعد مجھے خدشہ تھا کہ میرا تعاقب کرنے کی کوشش ضرور کی جائے گی۔ بیلا نے وعدہ کیا تھا کہ دو دن تک میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی اور مجھے اسی شہر سے صحیح سلامت نکلنے کا موقع فراہم کیا جائے گا لیکن مجھے بیلا پر اعتماد نہیں تھا۔ البتہ فوری طور پر میں نے اپنے اردگرد کسی مشتبہ شخص کو نہیں دیکھا تھا مگر ڈیڑھ دو گھنٹوں بعد جو کچھ ہونیوالا تھا اس کے بعد میری تلاش میں شہر کا چپہ چپہ چھان مارا جائے گا اور پتا نہیں کتنے لوگوں کی شامت آئے گی۔

اپنے کانیج تک واپس آنے میں ہم نے خاصی احتیاط سے کام لیا تھا۔ مختلف علاقوں کے چکر کاٹنے پڑے تھے اور جب یقین ہوگیا کہ ہماری نگرانی نہیں ہو رہی تب ہی ہم نے اصل راستے کا رخ کیا تھا۔

کانیج پہنچنے کے بعد میں نے رادھا کو شکتی لال کے بارے میں بتایا تو وہ مسکرا کر رہ گئی۔

''تم واقعی بہت چالاک ہو۔'' وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''جب ناگ راج کے کانیج پر حملہ ہوگا تو وہ یقیناً بدحواس ہو جائے گا۔ ویسے یہ شکتی لال کون ہے اور تم اسے کیسے جانتے ہو؟''

''اس سے میری ملاقات کل ہوئی تھی۔'' میں اسے شکتی سے ملاقات کی تفصیل بتانے لگا۔ آخر میں میں کہہ رہا تھا۔ ''کل پہلی ملاقات میں میں نے شکتی اور اس کے ساتھیوں کو بتا دیا تھا کہ میں ڈرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ ایک پٹخنی کھا کر وہ اس وقت بھاگ گیا تھا لیکن بعد میں دو چار غنڈوں کو جمع کر لایا تھا۔ اس وقت اگر میں اکڑ جاتا تو آج شکتی اس طرح جھک کر میرے پیر نہ چھوتا مجھے یہاں دشمنوں کی نہیں دوستوں کی ضرورت ہے اگر آج کے مشن میں یہ زندہ بچ گیا تو میرا بے دام غلام ہو جائے گا۔''

''میری طرح۔'' رادھا مسکرائی۔ ''تم واقعی لاجواب چیز ہو۔ ہمارے تعلقات کو زیادہ روز نہیں ہوئے لیکن لگتا ہے کئی جنموں کا ساتھ ہو۔''

''اب فلمی ڈائیلاگ مت بولنا۔'' میں نے اسے گھورا۔

میری اس بات پر رادھا نے بڑا زوردار قہقہہ لگایا تھا۔

''ویسے ایک بات بتا دوں۔'' وہ سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولی۔ ''میرا خیال ہے شکتی لال وغیرہ ماؤنٹ آبو کے رہنے والے نہیں ہیں اگر وہ یہاں کے ہوتے تو تمہارے کہنے پر سوچے سمجھے بغیر اس طرح شنکر کے پیچھے نہ دوڑ پڑتے۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ ''میں سمجھا نہیں''

''یہاں کا رہنے والا ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ شنکر انسان نہیں درندہ ہے اس سے ٹکرانے کی کوشش کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اس نے شنکر کا نام ضرور سنا ہوگا مگر اس کی درندگی کے بارے میں سننے والی کہانیوں پر یقین نہیں کیا ہوگا۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ ''اور پھر اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ وہ دراصل شنکر پر نہیں ناگ راج پر حملہ کرنے جا رہا ہے۔''

''ناگ راج کے بارے میں میں نے اسے جان بوجھ کر نہیں بتایا تھا۔'' میں نے کہا۔ ''ہوسکتا ہے کہ ناگ راج کے نام سے اس کے دل میں کوئی خوف بیٹھ جاتا اور وہ میری بات ماننے سے صاف انکار کر دیتا۔ ویسے اس قسم کے لوگ ہوتے بہت سرپھرے ہیں۔ انجام کی پروا کئے بغیر آگ میں کود پڑتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ آگ انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔''

''میری طرح۔'' رادھا ایک بار پھر مسکرا دی۔ ''میں بھی جانتی تھی کہ آگ میں کود رہی ہوں اور یہ آگ مجھے نقصان پہنچا سکتی ہے۔''

''کیا بات ہے آج تم بار بار اپنی مثالیں دے رہی ہو۔'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جما دیں۔

''آج تم سے بہت سی باتیں کرنے کو دل چاہتا ہے۔'' اس نے آگے بڑھ کر دونوں بانہیں میرے گلے میں حمائل کر دیں۔

''یعنی آج تم واقعی ڈائیلاگ بولنے کے موڈ میں ہو۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''تو پھر آؤ آج مجھے بھی کچھ ڈائیلاگ یاد آرہے ہیں۔''

''وہ رات بھی پچھلی راتوں کی طرح گزر گئی۔ صبح میں دیر سے جاگا تھا رادھا بھی پلنگ پر پڑی تھی۔'' ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم پچھلے لان میں آگئے اور اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔ جس جگہ ہم نے اس شخص کو دفن کیا تھا وہ جگہ باقی لان سے بالکل مختلف لگ رہی تھی۔ کل رات شہر میں اس شخص کی گمشدگی کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا۔ ویسے اس کانیج میں کسی کے آنے کا کوئی خطرہ نہیں تھا مگر رادھا کا خیال تھا کہ اس جگہ کو الگ تھلگ نظر نہیں آنا چاہئے۔ ہم دونوں کھرپیاں لے کر اپنے کام میں مصروف ہوگئے اور لان کے کناروں سے فالتو گھاس اکھاڑ کر اس جگہ لگانے لگے۔

شام کو میں پھر ایک نئے گیٹ اپ میں کانیج سے نکل کھڑا ہوا۔ میں نے گردن پر سیاہ نشان کا علاج بھی کر لیا تھا۔ رادھا نے کریم لگا دی تھی اور وہ نشان چھپ گیا تھا۔

آج میں نے رادھا کو خبردار کر دیا تھا کہ پرسوں کی طرح وہ میرے پیچھے آنے کی کوشش نہ کرے اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ آج رات شاید میں واپس نہیں آؤں گا اس پر وہ کچھ چونک سی گئی تھی۔

''کیوں۔ کیا ارادہ ہے؟'' اس نے مجھے گھورا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

"میرا خیال ہے کہ اب ہاتھ پیر چلانے کا وقت آ گیا ہے۔" میں نے کہا "سب سے پہلے تو میں شہر کی صورتحال کا جائزہ لوں گا۔ اگر حالات میرے حق میں ہوئے تو شکتی لال سے مل کر کوئی پروگرام بناؤں گا۔ وہ ہمارے بڑے کام آ سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنا خیال رکھنا۔ رادھا نے کہا"

سب سے پہلے میں ریڈ لائٹ ایریا میں پہنچا تھا۔ اگر شکتی اور اس کے ساتھیوں میں سے کوئی گزشتہ رات کے مشن میں بچ گیا تھا تو مجھے یقین تھا کہ یہاں ان سے ملاقات ہو جائے گی۔ مجھے یہ بھی اطمینان تھا کہ شکتی یا اس کے دوستوں میں سے کوئی آج مجھے گرو کی حیثیت سے نہیں پہچان سکے گا۔

شام اندھیرا گہرا ہو گیا تھا۔ ریڈ لائٹ ایریا کا کاروبار شروع ہو چکا تھا۔ رونق بڑھتی جا رہی تھی' میں اِدھر اُدھر گھومتا رہا مگر شکتی یا اس کے دوستوں میں سے کوئی نظر نہیں آیا' میرے دل میں خدشات سر ابھارنے لگے۔ پچھلی رات کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ سب کے سب ختم ہو گئے ہوں۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد مجھے ایک آدمی نظر آیا۔ ناٹے قد کا گنجے سر والا یہ آدمی کل رات بھی شکتی کے ساتھ تھا۔ وہ ایک تھڑے پر بیٹھا ایک لڑکے سے چمپی کروا رہا تھا۔ میں اس کے قریب جا کھڑا ہو گیا۔ وہ غنڈہ چمپی کرا چکا تو دو روپے کا نوٹ لڑکے کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"اے جا ایک روپے کا بیڑی لے کر آ۔ ایک روپیہ تم رکھ لیو۔" بات کرتے ہوئے اس کی نظر میری طرف اٹھ گئی۔ "اے تم یہاں کائے کو کھڑے لا ہے۔"

"تم نے مجھے پہچانا نہیں بھانوٹ" میں نے کہا۔

"اے' تم تو اپن کا نام بھی جانتا ہے" وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ "میرا پرانا جانکار ہے کیا؟" بول کون ہے تو؟ اپن تیرے کو کیوں پہچانتے نا ہے؟"

"شکتی!" وہ اچھل پڑا۔ "تو کون ہے جلدی بول۔" اس نے بڑی پھرتی سے جیب سے چاقو نکال لیا ہم جس جگہ کھڑے تھے وہاں قدرے تاریکی تھی۔ سڑک پر لوگ آ جا رہے تھے لیکن ہماری طرف کوئی متوجہ نہیں تھا۔

"اے بولتا کیوں نہیں" اس کے منہ سے ایک بار پھر ہلکی سی غراہٹ نکلی۔ "جلدی بتا کون ہے تو نہیں تو انتڑیاں نکال کر پھینک دوں گا۔"

"چاقو جیب میں رکھ لو۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "شکتی اگر آس پاس ہی موجود ہے تو اسے بتا کہ گرو ملنے آیا ہے۔"

"گرو۔" اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے قہقہہ لگایا۔ "تو گرو۔ اب آئینے میں شکل دیکھی ہے اپنی تمہیں تو گرو کا ایک ہاتھ پڑ جائے تو سوٹلیاں کھاتا ہوا سڑک کے اُدھر جا گرے گا۔"

"میں ہی گرو ہوں بھانوٹ۔" میں نے کہا۔ "کل رات ہماری بازار میں ملاقات ہوئی تھی اور میں نے اسے شنکر کے بارے میں بتا دیا تھا۔"

"تت.... تم گرو ہو۔ مگر تمہاری شکل کو کیا ہوا۔" اس نے کہا پھر جھک کر میرے پیر چھوتے ہوئے بولا۔ پائے لاگوں۔ تم واقعی گرو ہو۔"

"شکتی کہاں ہے!" میں نے پھر پوچھا۔

"وہ جگاٹھی میں ہے' میرے ساتھ آؤ گرو۔" بھانوٹ نے کہا۔ وہ چلنا چاہتا تھا مگر لڑکے کو آتے دیکھ کر رک گیا۔ اس نے لڑکے سے بیڑیاں لیں ایک بیڑی ہونٹوں میں دبالی اور دوسری جیب میں رکھ لی۔ چاقو بھی اس کے ہاتھ سے غائب ہو چکا تھا۔ اس نے ماچس جلا کر بیڑی سلگائی اور مجھے اشارہ کرتا ہوا ایک طرف چل پڑا۔

ہم ریڈ لائٹ ایریا کے پچھلی طرف کافی دور جا کر ایک تنگ سی اندھیری گلی میں داخل ہو گئے۔ بھانوٹ مجھے جس طرح اندھیری گلیوں میں لے جا رہا تھا۔ اس سے اس کی نیت پر شبہ ہو سکتا تھا لیکن مجھے اس پر اعتماد تھا اور کوئی شبہ نہیں تھا۔ بیلا' دریودن' اکا اکی ہوتری اور ان جیسے لوگوں کے مقابلے میں یہ غنڈے میرے لئے زیادہ قابل اعتماد تھے۔ یہ غنڈے اور بدمعاش اپنی بات کا بھرم رکھتے تھے۔ کسی پر دھوکے سے وار نہیں کرتے' کسی سے دوستی کرتے ہیں تو اس کیلئے اپنی جان کی پروا نہیں کرتے۔

بھانوٹ ایک احاطے میں داخل ہو گیا۔ بہت اونچی دیواریں اور بہت اونچا لکڑی کا گیٹ تھا۔ جس کا ایک حصہ غائب تھا۔ یہ غالباً کوئی قدیم عمارت تھی۔ اندر بہت وسیع و عریض کمپاؤنڈ تھا جس کے چاروں طرف کمرے بنے ہوئے تھے۔ یہاں بجلی نہیں تھی' بیشتر کمروں کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور ہر دروازے سے لالٹین یا کیروسین لیمپ کی زردی روشنی جھلک رہی تھی۔ چاروں طرف کمروں کے سامنے کشادہ اور طویل برآمدے تھے۔ چھت پر بھی کہیں کہیں لکڑی کے تختوں سے ہٹ سے بنے ہوئے تھے۔ ان کی درزوں سے بھی زردی روشنی جھلکتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

بھانوٹ ایک کمرے کے سامنے رک گیا' دروازہ بھڑا ہوا تھا' اس نے دھکا دے کر دروازہ کھول دیا اور اندر داخل ہو گیا' کمرے میں لالٹین کا دھواں بھرا ہوا تھا۔

اس کمرے میں تین چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ایک سامنے کی دیوار کے ساتھ ایک بائیں طرف اور ایک دائیں طرف والی دیوار کے ساتھ ان کے بیچ میں ایک چھوٹی سا شوردہ سی میز پڑی تھی جس پر لالٹین رکھی ہوئی تھی۔ تینوں چارپائیوں کے اوپر دیواروں پر ٹنگی ہوئی کیلوں پر کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ دروازے کے ساتھ والی دیوار کے قریب دو کرسیاں بھی رکھی ہوئی تھیں۔

بائیں طرف والی چارپائی پر شکتی لال لیٹا ہوا تھا' اس کی ایک پنڈلی پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ بھانوٹ کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں الجھن سی ابھر آئی اور وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"لیٹے رہو' بیٹھنے میں تمہیں تکلیف ہوگی۔" میں نے کہا۔

"یہ آواز!" وہ بڑبڑایا۔ پھر اس کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔ "گرو۔ میں جو آواز ایک مرتبہ سن لوں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ پاؤں لاگوں گرو۔" وہ چارپائی پر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ بھانوٹ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "اے وہ کرسی ادھر لا' گرو کو بیٹھنے دے۔"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تمہاری رہائش اس اصطبل میں ہوگی۔" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"پچاس سال پہلے تک یہ کسی درجہ کا اصطبل ہی تھا۔" شکتی لال نے کہا۔ "پہلے یہاں گھوڑے اور

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

زنجیر بندھے تھے پھر اسے ہم جیسے غریب انسانوں کا اصطبل بنا دیا گیا۔ ہم ہر سال یہیں آکر ٹھہرتے ہیں۔ ڈیڑھ سو روپے مہینے میں کھولی مل جاتی ہے۔"

"اوہ! مجھے رادھا کی بات یاد آ گئی" اس کا اندازہ کس قدر درست تھا کہ شکتی اس شہر کا رہنے والا نہیں ہو سکتا۔

"باتیں تو بعد میں ہوں گی۔ پہلے یہ بتاؤ تمہاری طبیعت کیسی ہے یہ گولی غالباً کل رات..."

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ میری ٹانگ میں گولی لگی ہے۔ بھانوٹ نے بتایا تھا؟" اس نے میری بات کاٹ دی۔

"نہیں بھانوٹ نے صرف اتنا بتایا تھا کہ تم زخمی ہو" میں نے جواب دیا۔ "کل رات تم جس مشن پر گئے تھے وہ ایسا ہی تھا۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے گرو" شکتی نے کہا پھر بھانوٹ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "یہاں کھڑے کھڑے ہماری شکلیں کیا دیکھ رہا ہے بھاگ کے جا اور چھیلی کے ڈھابے سے گرو کیلئے چائے لے کر آ۔"

"بھانوٹ سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔"

"ہاں۔ تو کل رات کیا ہوا تھا؟" میں جلد ہی اصل موضوع پر آ گیا۔ میں رادھا کے کاٹیج سے نکل کر سیدھا ریڈ لائٹ ایریا آیا تھا اور وہاں سے بھانوٹ کے ساتھ یہاں آ گیا۔ راستے میں کل کی صورتحال کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل سکا تھا۔

"تمہاری اطلاع بالکل درست تھی گرو۔ مگر ہم سے تھوڑی غلطی ہوئی۔" شکتی نے کہا۔ "تم نے خبردار تو کر دیا تھا کہ وہاں شنکر کے دو تین آدمی اور ہوں گے لیکن جلد بازی میں میں زیادہ بندوبست نہ کر سکا تھا۔ ہم کل چار آدمی تھے اور پستول صرف دو کے پاس تھے جبکہ ان لوگوں کے پاس خطرناک قسم کی آٹومیٹک رائفلیں تھیں۔ چھیلا اس دھوکے میں مارا گیا۔ اس کے پاس خنجر تھا اور وہ کاٹیج کے اندر گھستا چلا گیا۔ وہ بڑا جیدار آدمی تھا مگر بڑا بیوقوف بھی' اس لئے مارا گیا۔"

"شنکر کا کیا ہوا؟" میں نے چھیلا کی موت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"بھاگ گیا سالا۔" شکتی نے کہا۔ "بزدل تھا' پوری طرح مسلح ہونے کے باوجود ہمارے سامنے نہ ٹک سکا۔ اپنے ایک آدمی کی لاش چھوڑ کر بھاگ گئے وہ لوگ۔"

"اوہ۔ کون تھا وہ؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اجے۔" شکتی نے جواب دیا۔ "وہ بھی ہماری طرح بدمعاش تھا پر ذرا اونچے درجے کا' بڑے ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں دادا گیری کرتا تھا۔ اب نرگ میں دادا گیری کرے گا اگر شنکر بھی زندگی بھر یاد کرے گا۔ اس وقت کہیں پڑا اپنے زخم چاٹ رہا ہوگا۔"

"وہ۔ کیا وہ بھی زخمی ہوا تھا" میں ایک بار پھر چونک گیا۔

"بھاگتے ہوئے اسے ٹانگ پر میری دو گولیاں لگی تھیں۔" شکتی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر ان کے پاس گاڑی نہ ہوتی تو ان میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔"

"یہاں تمہیں کوئی خطرہ تو نہیں۔" میں نے کہا۔ "میرا مطلب ہے شنکر سے پہلے بھی تم لوگوں کی

جھڑپ ہو چکی ہے۔ تمہارا ایک دوست چھیلا ان کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ اس کی لاش تم لوگ اپنے ساتھ تو نہیں لا سکے ہو گے۔ اگر وہ لاش شناخت کر لی گئی تو وہ لوگ تم تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"چھیلا کی لاش شناخت کے قابل رہی کہاں۔" شکتی نے گہرا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ کاٹیج کے اندر گھس گیا تھا جہاں اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا اور پھر ان لوگوں نے بھاگتے ہوئے کاٹیج کو آگ لگا دی تھی۔ چھیلا کی لاش بھی کاٹیج کے ساتھ جل کر راکھ ہو گئی تھی۔"

"اور اجے کی لاش؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"اسے بھاگتے ہوئے کاٹیج سے کئی گز دور بھانوٹ کی گولی لگی تھی۔ کھوپڑی کے پرخچے اڑ گئے تھے لیکن گرو تم کیوں پریشان ہو۔ اگر کچھ ہونا ہوتا تو اب تک ہو چکا ہوتا۔ تم بالکل چنتا مت کرو۔ میں یہاں بالکل محفوظ ہوں۔"

"مجھے چنتا اس لئے ہے کہ شنکر کے ساتھ اس کاٹیج میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جسے دنیا کا خطرناک ترین آدمی کہا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا اس موقع پر میں نے اس کو ناگ راج کے بارے میں بتا دینا مناسب سمجھا تھا۔

"کون؟" شکتی نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔"

"ناگ راج۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے دیکھا۔

"کیا؟" شکتی اچھل پڑا۔ ٹانگ کو جھٹکا لگنے سے اس کے منہ سے کراہ نکل گئی۔ "تم کیا کہہ رہے ہو گرو؟"

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہارا اصل ٹارگٹ شنکر نہیں ناگ راج تھا۔" اس نے میرے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "شنکر کے بارے میں نفرت بھرے خیالات جان کر تم نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور ہمیں اس کاٹیج کا پتہ بتا دیا تھا دراصل تم شنکر کو نہیں ناگ راج کو مروانا چاہتے تھے۔"

"ناگ راج کو مارنا تم جیسے آدمیوں کے بس کی بات نہیں۔ اس کی موت تو میرے ہاتھوں لکھی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "کل رات میں اسے اس کاٹیج سے نکالنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کیلئے تمہارا انتخاب میں نے اس لئے کیا تھا کہ مجھے تمہاری جرأت اور ذہانت پر وشواش تھا اور تم میرے وشواش پر پورے اترے۔"

"گرو۔" وہ میرے چہرے پر نظر جماتے ہوئے بولا۔ "تم وہ تو نہیں جو..."

"تم ٹھیک سمجھ رہے ہو شکتی۔" میں نے بات کاٹ دی۔ "میں تمہیں سمجھ چکا ہوں اور تم بھی جانتے ہو کہ ناگ راج ایک ایسا زہریلا ناگ ہے جو اپنے زہر سے ہزاروں بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے۔ پچھلے دنوں اس مندر کو آگ لگوا دی جس میں سینکڑوں یاتری بھسم ہو گئے تھے۔ تم بھی میری اس بات سے اتفاق کرو گے کہ ایسے راکھشس کا تو وجود ہی دھرتی سے مٹا دینا چاہئے۔"

"مندر کو آگ اس نے لگائی تھی؟" شکتی کے لہجے میں بے یقینی تھی میری باتوں سے اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے تھے۔

www.pdfbooksfree.pk

''اس نے الزام مجھ پر لگایا تھا مگر حقیقت یہی ہے کہ مندر کو آگ اس نے لگوائی تھی کیونکہ اسے شبہ تھا کہ میں نے اس مندر میں پناہ لے رکھی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''اس میں شبہ نہیں کہ ایک دن پہلے تک میں اس مندر کے پروہت پنڈت بھیرو ناتھ کے پاس پناہ لئے ہوئے تھا لیکن جب ناگ راج نے مندر کو آگ لگوائی اس روز میں وہاں نہیں تھا۔ کل رات جو عورت میرے ساتھ تھی وہ اس بات کی تصدیق کر سکتی ہے۔ وہ پہلے ناگ راج ہی کے ساتھیوں میں سے تھی لیکن اب میرے لئے اس نے بھی اپنا جیون خطرے میں ڈال رکھا ہے۔''

''اوہ۔'' وہ چند لمحے میری طرف دیکھتا رہا۔ پھر ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ ''میں تمہیں پہلے ہی گرو مان چکا ہوں۔ اب تو تمہارا غلام ہوں۔ تم جو کہو گے میں کروں گا۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''اس سلسلے میں بعد میں کسی وقت تفصیل سے بات کریں گے۔''

اس وقت بھانوٹ کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ہاتھ میں ایک چھینکا اٹھا رکھا تھا جس میں چائے کے تین گلاس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے لالٹین ایک طرف سرکا کر تینوں گلاس میز پر رکھ دیئے اور تاروں کا چھینکا دروازے کے پیچھے اچھال دیا۔ وہ خود دوسری چارپائی پر بیٹھ گیا۔

میں نے گلاس اٹھا کر چائے کی دو تین چسکیاں بھریں۔ اچھی چائے تھی گلاس میز پر رکھ دیا اور جیب سے دو ہزار روپے کے نوٹ نکال کر شکتی کے تکیے کے نیچے رکھ دیئے۔

''تم کوئی بات نہیں کرو گے۔'' میں شکتی کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے بولا۔ ''ڈھنگ سے اپنا علاج کراؤ اور جلدی سے اچھے ہو جاؤ ابھی تم لوگوں کو کام کرنا ہے اور تمہارا تیسرا دوست کہاں ہے' کیا نام ہے اس کا؟'' میں نے تیسری چارپائی کی طرف دیکھا۔

''متھورام۔ وہ علاقے میں گھوم رہا ہے۔'' شکتی کے بجائے بھانوٹ نے جواب دیا۔

ہم باتیں کرتے اور چائے پیتے رہے اور پھر بھانوٹ خالی گلاس لے کر چلا گیا۔

''کہاں کے رہنے والے ہو۔'' میں نے شکتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مجھے تم پروفیشنل تو نہیں لگتے اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو تمہارا تعلق بھی کسی اچھے اور شریف گھرانے سے ہے۔''

''میں احمد آباد کا رہنے والا ہوں۔ میرا تعلق واقعی ایک معزز اور شریف گھرانے سے تھا۔ مگر اب تو وہ خاندان ہی مٹ چکا ہے۔'' شکتی لال نے کہا۔

''ہم دو بہن بھائی تھے۔ اور میری دیدی پشپا' میرے پتا جی کا دیہانت تو اس وقت ہو گیا تھا جب میری عمر صرف چھ سال تھی۔ ان کا سارا کاروبار ماتا جی نے سنبھال لیا۔ وہ بڑی ہمت والی عورت تھیں۔ احمد آباد میں ہماری کھلونے بنانے کی فیکٹری تھی جس کے تیار کئے ہوئے کھلونے پورے بھارت میں بے حد پسند کئے جاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ہم جس بنگلے میں رہائش پذیر تھے وہ محل کی طرح بہت وسیع و عریض اور شاندار تھا۔''

''ایک سال بعد ماتا جی کا بھی دیہانت ہو گیا۔ سارا بزنس میرے تاؤ نے سنبھال لیا۔ انہوں نے میری دیدی کی شادی اپنے آوارہ اور شرابی بیٹے سے کر دی۔ اس کے چند مہینوں بعد مجھے سینکڑوں میل دور

بنگلور کے ایک اناتھ آشرم میں داخل کرا دیا گیا۔ آشرم والوں کو اچھی خاصی رقم دی گئی تھی۔ وہ میری کڑی نگرانی رکھتے۔ ایک سال تک تو مجھے بلڈنگ ہی سے نہیں نکلنے دیا گیا۔''

''میں تقریباً چھ سال اس اناتھ آشرم میں رہا اور پھر مجھے ایک جرائم پیشہ گروہ کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا۔ وہ لوگ مجھے بمبئی لے گئے۔ اناتھ آشرم میں مجھے باتوں ہی باتوں میں یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی رہی تھی کہ میں ایک بہت غریب گھرانے کا فرد ہوں۔ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں لیکن میں اپنے سورگ باشی ماتا پتا اور اپنی دیدی کو کیسے بھول سکتا تھا۔ مجھے وہ شاندار بنگلہ بھی یاد تھا جہاں میری زندگی کے ابتدائی چھ سات سال گزرے تھے۔''

''بمبئی آنے کے بعد میں نے ایک دو مرتبہ بھاگنے کی کوشش کی تھی مگر وہ بڑا منظم تھا۔ وہ لوگ نوعمر لڑکوں سے وارداتیں کرواتے تھے اور ہر لڑکے پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی۔''

''مجھے مار پیٹ اور جیب تراشی سکھائی گئی۔ ایک روز سینما کے سامنے ایک آدمی کی پاکٹ مارتے ہوئے میں پکڑا گیا۔ بھاگنے کی کوشش میں وہ آدمی زخمی ہو گیا۔ اس کا ایک ہاتھ کلائی سے کٹ کر بازو سے بالکل الگ ہو گیا۔ میں نے چاقو سے اس شخص پر حملہ ضرور کیا تھا مگر مجھے توقع نہیں تھی کہ میرا وار اس قدر کارگر ثابت ہو گا۔''

''عدالت سے مجھے سات سال کی سزا ہوئی۔ میں جیل میں بھی دنگے فساد کرتا رہا جس سے میری سزا بڑھتی رہی۔ کئی وارڈن میرے ہاتھوں زخمی ہو چکے تھے اور ہر مرتبہ میری سزا میں اضافہ ہوتا رہا۔ اس طرح مجھے سات کے بجائے بارہ سال جیل میں گزارنے پڑے۔''

''جب میں جیل سے رہا ہوا تو میری عمر پچیس سال ہو چکی تھی۔ بچپن کی یادیں اب بھی میرے ذہن میں تازہ تھیں۔ جیل سے باہر آتے ہی کئی گروہوں کے لوگوں نے مجھے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تھی مگر میں ان سے دور ہٹتا رہا۔ چند روز بمبئی میں گزارنے کے بعد میں احمد آباد آ گیا۔''

''میرا تاؤ اگرچہ ساٹھ سال کا ہو چکا تھا لیکن وہ اب بھی اس طرح ہٹا کٹا تھا جیسا میں نے اسے بچپن سے دیکھا تھا۔ اس نے مجھے پہچاننے ہی سے انکار کر دیا۔ اس وقت یہ سنسنی خیز انکشاف ہوا کہ شادی کے ڈیڑھ سال بعد میری دیدی کا بھی دیہانت ہو گیا' کچن میں کام کرتے ہوئے اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی تھی اور وہ جل کر مر گئی تھی۔ دیدی کی موت کے بعد تاؤ نے ساری جائیداد اپنے نام منتقل کروا لی تھی اور میرے بارے میں یہ مشہور کر دیا تھا کہ میرا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا تھا اور لوگوں کے سامنے میرا کریا کرم بھی کر دیا گیا تھا۔''

''تاؤ اور اس کے بیٹے نے جس طرح مجھے دھکے دے کر گھر سے نکالا تھا وہ میں آج تک نہیں بھول سکا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ جس طرح مجھے اناتھ آشرم میں داخل کرا دیا گیا تھا اسی طرح میری دیدی کو بھی قتل کر دیا گیا تھا تاکہ تاؤ ہماری جائیداد پر قبضہ کر سکے۔''

''میں نے تاؤ اور اس کے بیٹے کے خلاف مقدمہ کر دیا مگر اس کا حشر وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا۔ میں قلاش تھا تاؤ کے پاس دولت' اس نے ثابت کر دیا کہ اس کے بھتیجے کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا اور میں فراڈیہ ہوں۔''

aazzamm@yahoo.com

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''مقدمہ ختم ہونے کے بعد میں بمبئی واپس چلا گیا۔ وہاں میں نے اپنے کچھ حمایتی پیدا کر لئے۔ یہ بھانوٹ' راجو اور مٹھو رام میرے اس وقت کے دوست ہیں۔ انہوں نے ہر برے وقت میں میرا ساتھ دیا۔ دو تین مہینوں کے بعد میں ایک روز چپکے سے احمد آباد آ گیا اور اپنے تاؤ کو قتل کر دیا۔''

''تاؤ کے بیٹے نے پولیس میں میرا نام لکھوا دیا تھا۔ تیسرے دن مجھے بمبئی سے گرفتار کر لیا لیکن میں نے عدالت میں ثابت کر دیا کہ جس رات احمد آباد میں میرے تاؤ کا قتل ہوا اور اس رات میں بمبئی میں موجود تھا۔ مجھے قتل کے الزام سے بری کر دیا گیا مگر پولیس میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔ مجھے بمبئی میں بھی چین سے نہیں ٹکنے دیا گیا۔ میں اپنے دوستوں کے ساتھ مختلف شہروں میں پھرتا ہوا جے پور آ گیا۔ ہم چاروں محنت مزدوری کر کے شرافت کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے مگر ہمارے ماتھوں پر جرائم پیشہ ہونے کے ٹھپے لگ چکے تھے۔ ہمارے دامن داغدار ہو چکے تھے۔

''آخر کار ہم نے اس دلدل میں اترنے کا فیصلہ کر لیا' چار سال پہلے ہم یہاں آئے تھے۔ یہاں سیزن چل رہا تھا۔ بڑی رونق تھی۔ یہاں ہماری دادا گیری چل گئی اور پھر ہم ہر سال سیزن میں یہاں آنے لگے۔ یہاں کے چھوٹے چھوٹے مقامی غنڈوں نے بھی ہماری برتری مان لی تاہم ایک دو بڑے غنڈے ایسے تھے جو ہمارے لئے خطرہ تھے مگر ہم نے ان کے منہ لگنے کی کوشش نہیں کی۔''

''یہ سیزن ہمارے لئے بہت برا ثابت ہوا' یہاں کے حالات ایک دم بگڑ گئے تھے۔ رونق اجڑ گئی۔ ناگ راج کے آدمیوں نے خوف و ہراس پھیلا دیا۔ سیر و تفریح کے لئے آنے والے لوگ واپس جانے لگے۔ یہی لوگ دراصل ہماری آمدنی کا ذریعہ بنتے تھے اور اس روز تمہیں دیکھا تو میرا ماتھا ٹھنکا تھا۔ میرا خیال تھا کہ ہماری روزی میں لات مارنے کی کوشش کرو گے۔ اسی لئے میں نے تم سے الجھنے کی کوشش کی تھی مگر کیا پتہ تھا کہ تم میرے بہترین دوست ہو گے۔ میں نے تو واقعی تمہیں گرو مان لیا ہے۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ناگ راج واقعی دنیا کا سب سے خطرناک آدمی ہے' کوئی اس کے سامنے نظریں نہیں اٹھا سکتا مگر تم نے اسے تگنی کا ناچ نچا رکھا ہے۔''

''وہ دھرتی پر بوجھ ہے اور دھرتی کو اس بوجھ سے نجات دلانی ہے۔''

میں نے اسے یہ بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی کہ میں دراصل ناگ راج کو قتل کیوں کرنا چاہتا ہوں۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''تم اپنا علاج کراؤ اور آرام کرو' میں ایک دو دن بعد تم سے ملوں گا۔''

''اپن تو ہر وقت حاضر ہوں گرو۔'' شکتی لال نے کہا۔

اس وقت بھانوٹ بھی واپس آ گیا۔ میں نے ان دونوں سے ہاتھ ملایا اور اس قدیم اصطبل سے باہر آ گیا۔

راجندر مارگ پہنچنے میں مجھے چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ اس وقت ساڑھے نو بج رہے تھے۔ میں پریم نورس ریسٹورنٹ میں رتنا سے ملنا چاہتا تھا۔ گزشتہ کچھ دنوں سے وہ دیر تک ڈیوٹی پر رہ رہی تھی۔

اس رات جب پہلی مرتبہ رتنا سے ملاقات ہوئی تھی تو میں اسے ایک نائٹ کلب میں لے گیا تھا

جہاں ناگ راج کو آتے دیکھ کر میں نے اپنا پروگرام بدل دیا تھا اور اسے ہال ہی میں چھوڑ کر ایک ویٹر کے بھیس میں دفتر والے کمرے میں گھس گیا تھا جہاں ناگ راج سے دو دو ہاتھ کرنے کے بعد پچھلی کھڑکی سے فرار ہو گیا تھا۔ رتنا کلب ہی میں رہ گئی تھی۔ بعد میں مجھے خیال آیا تھا کہ چونکہ رتنا کو میرے ساتھ کلب میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا گیا تھا اس لئے ہو سکتا ہے کہ بعد میں اسے پکڑ لیا گیا ہو اور تشدد کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہو لیکن کئی روز بعد رتنا کو زندہ سلامت دیکھ کر مجھے اطمینان ہوا تھا۔ پچھلے ان چند دنوں کے دوران میں تین چار مرتبہ پریم نورس ریسٹورنٹ میں گیا تھا اور جان بوجھ کر ایسی ٹیبل پر بیٹھا تھا جہاں رتنا گاہکوں کو سرو کرتی تھی۔ صرف ایک مرتبہ اس نے گہری نظروں سے میری طرف دیکھا تھا مگر وہ مجھے پہچان نہیں سکی اور مجھے یقین تھا کہ وہ آج بھی مجھے نہیں پہچان پائے گی۔

میں ریسٹورنٹ میں داخل ہوا تو رتنا کو دیکھ کر مجھے اطمینان سا ہوا لیکن میں اس کی مخصوص میزوں میں سے کسی پر بیٹھنے کے بجائے دوسری میز پر بیٹھ گیا جہاں ناٹے قد کی ایک اور سانولی سی لڑکی سرو کر رہی تھی۔ ریسٹورنٹ میں اس وقت زیادہ رش نہیں تھا' کئی میزیں ایسی تھیں جن پر صرف ایک یا دو دو گاہک بیٹھے ہوئے تھے۔

''میں چائے کے ساتھ سینڈوچ اور رتنا کی طرف دیکھتا رہا جو انہیں اپنی میزوں پر گاہکوں کو سرو کرنے میں مصروف تھی۔''

ٹھیک دس بجے رتنا کاؤنٹر پر حساب دینے کے بعد ریسٹورنٹ کے پچھلے ایک دروازے میں داخل ہوئی۔ میں سمجھ گیا کہ اس کی ڈیوٹی ختم ہوئی تھی۔ میں نے ویٹریس کو بلا کر بل ادا کیا اور ریسٹورنٹ سے باہر آ کر سڑک کے دوسری طرف کھڑا ہو گیا۔

تقریباً دس منٹ بعد رتنا ریسٹورنٹ سے برآمد ہوئی اس نے شلوار قمیص پہن رکھی تھی۔ بیگ کندھے پر لٹکا ہوا تھا۔ دراز قد اور گداز سڈول جسم ہونے کی وجہ سے یہ لباس بھی رتنا پر خوب جچ رہا تھا۔ میں وہاں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ وہ تقریباً بیس گز آگے نکل گئی تو میں بھی حرکت میں آ گیا اور اگلے موڑ تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کے برابر پہنچ گیا۔

''ہیلو سوہنیو! اکلے کلے کتھے نوں جا رہی ہو ڈیاں نے؟'' میں نے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے پنجابی میں کہا۔

''وہ چونک گئی۔ اس نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

''میرا اکلیاں جانا پسند نئی تے تسی وی میرے نال چلو۔'' اس نے بھی پنجابی میں ہی بات کی تھی۔

''ویری گڈ' کہاں چلنا ہے۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''جہاں کہو۔ مگر دو سو روپے ہوں گے۔ رات بھر اپنے پاس رکھنا چاہو تو ایک ہزار۔'' اس نے دو ٹوک الفاظ میں اپنی فیس بتا دی۔

''نو پرابلم۔'' میں نے کہا۔ ''مگر میں گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرا ہوا ہوں جس کی بدصورت مالکہ خوبصورت لڑکیوں سے الرجک ہے' تمہیں وہاں نہیں لے جا سکتا تمہارا گھر کیسا رہے گا۔ میں رات تمہارے ساتھ ہی گزارنا چاہتا ہوں۔''

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

"ایسی صورت میں سو روپیہ گھر کا کرایہ بھی ہوگا۔ رتنا نے کہا۔"

میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ وہ سو فیصد کاروباری لہجے میں بات کر رہی تھی۔

"نو پرابلم۔" میں نے پھر وہی الفاظ دہرائے۔

ہم کناٹ ہاؤس پیلس ہاؤس کے پہلو سے گزرتے ہوئے تنگ گلی میں آ گئے اور پھر ایک اور گلی میں مڑ کر رتنا ایک خوبصورت مکان کے سامنے رک گئی۔ اس نے بیگ میں سے چابی نکال کر باہر کا دروازہ کھولا اور پہلے مجھے اندر داخل ہونے کیلئے راستہ دیا پھر خود اندر آ کر دروازہ بند کر دیا۔

یہ نہایت مختصر سا آنگن تھا۔ بائیں طرف کی دیوار سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس آنگن کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور جب ہم مکان میں داخل ہوئے تو میرا اندازہ درست نکلا۔ مکان کو اندر سے بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ اس طرف دو کمرے تھے۔ پچھلی طرف باتھ روم تھا اور ایک چھوٹا کچن بھی تھا۔

رتنا مجھے جس کمرے میں لے کر آئی اس میں ایک ڈبل بیڈ، دو کرسیاں ایک چھوٹی ٹیبل اور ضرورت کی صرف چند چیزیں تھیں۔ ایک طرف دیوار میں ہنگی الماری بھی بنی ہوئی تھی۔ رتنا نے تالا کھول کر اپنا بیگ الماری میں رکھا اور بیڈ کے قریب کرسی پر پڑا ہوا شب خوابی کا لباس اٹھا کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

میں کچھ دیر کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا اور پھر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ رتنا کی واپسی تقریباً پندرہ منٹ بعد ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا، سانس کی رفتار ایک دم تیز ہو گئی اور سنسنی کی لہریں پورے جسم میں پھیلتی چلی گئیں۔

رتنا بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر اس طرح بیٹھ گئی کہ میرے رہے سہے ہوش بھی اڑ گئے۔

"آج میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔" وہ تو شکن انگڑائی لیتے ہوئے بولی۔ "ریسٹورنٹ سے نکلی تو دل چاہ رہا تھا کہ گھر جاتے ہی بستر پر گر کر سو جاؤں گی۔ مگر تمہارے منہ سے پنجابی سنی تو تمہیں انکار نہ کر سکی۔ گھر سے دور کسی کو اپنی زبان بولتے دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔ پنجاب میں کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"میں قصور کا رہنا والا ہوں رتنا جی۔" میں نے جواب دیا۔

"تم بھول گئی ہو۔ ہم چند روز پہلے مل چکے ہیں۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" اس نے میرے چہرے پر نظریں جما دیں۔ شاید وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔ "کئی روز پہلے مجھے ایک پنجابی نوجوان ملا تھا جو مجھے ہل لاک ہوٹل لے گیا تھا اور وہاں۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اس کی آنکھوں میں وحشت سی ابھر آئی تھی۔ "تت... تم... وہی تو نہیں۔"

"بالکل وہی ہوں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "مگر ڈرنے کی ضرورت نہیں، اس کے بعد بھی میں کئی مرتبہ ریسٹورنٹ میں آ چکا ہوں۔ پرسوں رات بھی آیا تھا میرے ساتھ ایک خوبصورت عورت تھی۔ تم نے ہمیں چائے سرو کی تھی۔ اس دوران ایک اور خوبصورت عورت بھی وہاں آ گئی تھی۔"

"بیلا۔" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"ہاں۔ میرے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔" لیکن تمہیں مجھ سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"میرا دماغ گھوم رہا ہے۔" اس نے ہاتھ سمیٹ کر سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ "اس رات تم

ہوٹل کے مالک روی پنڈت کو قتل اور ناگ راج کو گھائل کر کے بھاگے تھے۔ تم تو فرار ہو گئے تھے اور ناگ راج کے آدمیوں نے ہوٹل میں قیامت مچا دی تھی۔ میں اس رات بال بال بچی تھی۔" وہ خاموش ہو گئی۔ چند لمحوں بعد اس نے سر سے ہاتھ ہٹائے اور میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "گڑبڑ کا احساس ہوتے ہی میں کچن والے دروازے سے باہر نکل گئی تھی۔ اگر چند منٹ وہاں رکتی تو مجھے مار دیا جاتا، انہیں اس عورت کی تلاش تھی جس کے ساتھ تم ہوٹل میں داخل ہوئے تھے۔ میں بڑی مشکل سے چھپتی چھپاتی یہاں تک پہنچی تھی اور پھر دو دن تک گھر سے باہر نہیں نکلی۔ میں جانتی تھی کہ اگر پہچان لی گئی تو زندہ نہیں بچوں گی۔ اس وقت تو بچ گئی تھی مگر پھر آ گئے ہو۔ اگر ان لوگوں کو شبہ بھی ہو گیا تو تمہارے ساتھ میرے شریر کے بھی ٹکڑے کر دیں گے۔"

"پریشان کیوں ہوتی ہو رتنا۔" میں نے کہا۔ "ناگ راج کے آدمی پچھلے تین مہینوں سے میری تلاش میں ہیں اور آج تک میرا سراغ نہیں لگا سکے حالانکہ میں آزادی سے گھوم پھر رہا ہوں۔ اول تو کسی نے مجھے تمہارے ساتھ آتے ہوئے نہیں دیکھا اور بالفرض کسی نے دیکھ بھی لیا ہوگا تو وہ نہیں سمجھ سکے گا کہ میں کون ہوں۔"

"تم کہتے ہو وہ لوگ تمہیں نہیں پہچانتے لیکن کل بیلا بھی تمہارے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس شہر کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ وہ ناگ راج کی رکھیل ہے اور بڑی خطرناک عورت ہے۔ کیا وہ تمہارے بارے میں ناگ راج کو نہیں بتا دے گی۔"

"اس کے بتا دینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" میں نے جواب دیا۔ "کل میں نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو اس پر ظاہر کیا تھا۔ دراصل اس کے ذریعے میں ایک پیغام ناگ راج تک پہنچانا چاہتا تھا۔" میں نے بیلا کی ملاقات کے سلسلے میں تھوڑا سا جھوٹ بولا پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "تم عرصہ سے یہاں رہ رہی ہو۔ ناگ راج کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتی ہو۔ وہ انسان نہیں شیطان ہے۔ ہزاروں بے گناہ لوگوں کا قاتل، کیا ایسے شخص کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے؟" میں ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔

میں نے رتنا پر بھی وہی ہتھکنڈا استعمال کیا جو شکتی پر بھی کامیابی سے آزما چکا تھا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد میں رتنا کو بھی قائل کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ ناگ راج جیسے شخص کو جینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کا تو وجود ہی مٹا دینا چاہئے۔

رتنا کی باتوں سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ دہشت گردی کے کیمپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ کیمپ کی تباہی کے بعد عام شہریوں کی طرح اسے بھی صرف اتنا معلوم ہوا تھا کہ وہ بھارتی سینا کی تربیت کا کیمپ تھا جسے ایک پاکستانی اتحاد وادی نے تباہ کر دیا تھا اور مزید خوف و ہراس پھیلانے کے لئے ان دہشت گردوں نے ایک مندر کو بھی آگ لگا دی تھی جس میں سینکڑوں بے گناہ جل کر راکھ ہو گئے تھے۔

"ایسا نہیں ہے۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "وہ بھارتی سینا کی ٹریننگ کا نہیں ان دہشت گردوں کی ٹریننگ کا کیمپ تھا جن کے ذریعے پاکستان میں تباہی پھیلائی جا رہی ہے۔ ہزاروں بیگناہوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے اور تمہیں میری بات کا شاید یقین نہ آئے لیکن سچ یہ ہے کہ ناگ

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

راج دہشت گردی کے اس کیمپ کا انچارج ہے۔ اس نے دہشت گردی کے ایسے ایسے طریقے ایجاد کئے ہیں کہ شیطان بھی کانپ کر رہ جائے۔ بڑے بڑے سرکاری آفیسر' منسٹر یہاں تک کہ راجستھان کا چیف منسٹر بھی اس کے دباؤ میں ہے۔ وہ سب اس سے خوفزدہ ہیں۔ ناگ راج نے اپنے گرد طاقت کا ایک بہت مضبوط حصار قائم کر لیا تھا۔ اپنی اس طاقت اور اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے ان اعلیٰ سرکاری افسروں کو بھی قتل کروا دیا جنہیں اس کی پالیسیوں سے اختلاف تھا لیکن اب اس کی طاقت کا یہ حصار ٹوٹ رہا ہے۔ میں نے اس میں دراڑیں ڈال دی ہیں۔'' میں چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ''اس میں شبہ نہیں کہ بھارت اور پاکستان کے بیچ شروع سے اختلاف رہے ہیں اور یہی اختلاف تین بڑی جنگوں کا باعث بن چکے ہیں لیکن ان جنگوں میں نقصان کس کا ہوا؟ عوام کا۔ کسی نیتا کے خاندان کا کوئی فرد کسی جنگ میں نہیں مارا گیا' یہ وہی حکمران ہیں جو شروع سے اب تک ہم اور تم پر حکومت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا تم نے کبھی سنا ہے کہ نہرو خاندان کا کوئی فرد محاذ جنگ پر مارا گیا ہو یا گھائل ہوا ہو' نادرا شاستری' مرار جی ڈیسائی' گجرال' واجپائی یا کسی بھی حکمران کا نام لے کر بتا دو کہ ان میں سے کسی کے بچے انتھ ہوئے ہوں' نہیں رتنا۔ قربانی کا بکرا تو عوام کو بنایا جاتا ہے۔ توپوں کے گولے ہم پر برستے ہیں۔ گھر ہمارے اجڑتے ہیں۔ عورتیں ہماری بیوہ اور بچے ہمارے یتیم ہوتے ہیں۔ ان بدمعاشوں کے گھروں میں تو اس وقت بھی رقص و سرور کی محفلیں جمی ہوتی ہیں جب عوام جنگ کا عذاب سہہ رہے ہوتے ہیں۔''

''اور یہ کیسی سیاست ہے کہ اپنے قدم جمائے رکھنے کے لئے دوسرے ملکوں کے بے گناہ شہریوں پر گولیاں برسائی جائیں۔ اگر تمہارے شہروں میں سڑکوں پر چلتے پھرتے معصوم اور بے گنا لوگوں کو اچانک گولیوں سے بھون دیا جائے' روزانہ ہر گلی سے دس دس ارتھیاں اٹھنے لگیں' موت کے خوف سے بارونق گلیاں اور بازار اجڑ جائیں تو تم کیا سوچو گی؟ نہیں رتنا۔ یہ سیاست نہیں۔ یہ لوگ سیاست دان نہیں۔ یہ تو وہ جنونی ہیں جو ہر قیمت پر اپنا اقتدار قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ ان کی مسند اقتدار کے نیچے کتنے بے گناہوں کی لاشیں بچھی ہوئی ہیں۔'' میں ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔ رتنا خاموش تھی بیٹھی میری صورت دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات ہر لمحہ بدل رہے تھے۔ میں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''میں پاکستان کا ایجنٹ' جاسوس یا دہشت گرد نہیں ہوں۔ مجھے بھی پاکستان سے اغوا کر کے یہاں لایا جا رہا تھا تاکہ میری برین واشنگ کر کے دہشت گردی کی تربیت دے کر مجھے انسانی بم بنا دیا جائے اور میں پاکستان واپس جا کر اپنے ہی لوگوں پر موت برسانے لگوں۔ یہ پیلا ہی مجھے لے کر آئی تھی لیکن میں ان کے شکنجے سے بھاگ نکلا اور اگر میں اپنے لوگوں کو بچانے کیلئے ان جنونیوں کے خلاف محاذ آرا ہو گیا ہوں تو میں نے کیا غلط کیا ہے۔ اپنے دفاع کا حق سب کو ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی قوم سے ہو۔ میں جانتا ہوں کہ صرف چند جنونیوں کو ختم کر کے امن قائم نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن کچھ عرصہ کیلئے ہی سہی ان کے قدم روکے جا سکتے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ۔ میری جگہ اگر تم ہوتیں تو کیا یہ سب کچھ نہ کرتیں؟ بلکہ تم تو خود اس قسم کی صورتحال کا شکار ہو۔ تمہارا تعلق یقیناً ایک شریف گھرانے سے ہے مگر تمہاری زندگی برباد کر دی گئی۔ وہ جو کوئی بھی تھا کیا ان لوگوں سے الگ ہو سکتا ہے؟ نہیں' یہ سب ایک ہیں۔ ان کا طریقہ واردات مختلف ہے

ناگ راج اور اس کے آدمی لوگوں کو زندگی سے محروم کر دیتے ہیں اور تمہارے ساتھ زیادتی کرنے والے نے تمہاری معاشرتی زندگی کی چتا کر دی۔ تمہاری مرضی اور ارادے کا کوئی دخل نہیں۔ تمہیں اس مقام تک پہنچایا گیا ہے جہاں تم خود اپنی نظروں سے بھی گر گئی ہو۔ کیا تمہارے سینے میں اپنی اس بربادی کے انتقام کی آگ نہیں بھڑک رہی۔ کیا تم خاموش رہو گی اور ساری زندگی طوائف بنی رہو گی؟ نہیں رتنا نہیں' تم ایک شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔ تم یقیناً باعزت زندگی گزارنا چاہتی ہو۔ دوسروں کے سامنے سر جھکا کر نہیں سر اٹھا کر چلنا چاہتی ہو' دوسروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چلنا چاہتی ہو' میں غلط تو نہیں کہہ رہا رتنا؟'' میں کرسی سے اٹھ کر اس کے قریب پلنگ کی پٹی پر بیٹھ گیا۔

رتنا چند لمحے میری طرف دیکھتی رہی پھر اس نے آگے جھک کر اپنا سر میرے کندھے پر ٹکا دیا۔

''میں اپنی بربادی کو کبھی نہیں بھولی۔'' وہ سسکی سی بھرتے ہوئے بولی۔ ''لیکن میں ایک کمزور اور مجبور عورت کیا کر سکتی تھی۔ ہمارے معاشرے میں تو عورت کیلئے جوان اور حسین ہونا اس کیلئے زندگی کا سب سے بڑا عذاب بن جاتا ہے۔ اگر وہ اکیلی اور بے سہارا بھی ہو تو بھیڑیے اسے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ اپنے باپ سے دھوکا کھانے کے بعد شاید میں سنبھل جاتی مگر میں خونخوار بھیڑیوں کے حصار میں پھنس گئی تھی۔ وہ میرے ہمدرد اور محافظ بن کر میری بوٹیاں نوچتے رہے اور میں کچھ نہ کر سکی۔ میں اب بھی اپنا انتقام لینا چاہتی ہوں مگر کس سے لوں۔''

''جس نے تمہیں اس راستے پر دھکیلا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔ ''اسے تو احساس بھی نہیں ہوگا کہ وہ تمہارے ساتھ کیا کر چکا ہے۔ وہ تو اب بھی عیش کر رہا ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری طرح کئی اور لڑکیوں کی زندگیاں برباد کر چکا ہو۔''

''کاش! میری یہ آشا پوری ہو سکتی۔'' میں نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

رتنا کچھ اور آگے سرک گئی۔ اب ہماری گفتگو کا موضوع بھی بدل گیا تھا اس نے میری قمیص کے بٹن کھول دیے اور میرے بالوں بھرے سینے پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ میری کیفیت ایسی تھی جیسے کسی تالاب میں پانی کی پرسکون سطح پر کنکر پھینک دیا گیا ہو۔ ہیجان خیز لہریں میرے اندر چاروں طرف پھیلنے لگیں۔ رتنا کے سانسوں کی گرمی نے میرے اندر آگ سی بھڑکا دی اور یہ آگ اس طرح پھیلی کہ میرے لئے اس پر قابو پانا مشکل ہو گیا اور میں شعلوں میں گھرا ہوا اس الاؤ میں جلتا رہا۔

ہوش اس وقت آیا جب طوفان گزر چکا تھا۔ میں بیڈ پر اکیلا پڑا گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ رتنا وہاں نہیں تھی۔ میں نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ ابھی چند منٹ پہلے رتنا ان لوگوں کے بارے میں باتیں کر رہی تھی جنہوں نے ہمدرد بن کر اس کو لوٹا تھا۔ میں نے بھی اس سے ہمدردی کا اظہار کیا تھا۔ اسے دنیا کی مظلوم ترین عورت قرار دے کر اس کا حوصلہ بڑھا دیا تھا۔ اسکی بربادی کا انتقام لینے کیلئے اس کا ساتھ دینے کے دعوے کر رہا تھا لیکن.... میں نے اس کے ساتھ کیا کیا تھا؟ میں ان لوگوں سے کتنا مختلف ثابت ہوا تھا جو ہمدرد بن کر اسے لوٹتے رہے تھے؟

یہ سب کچھ سوچتے ہوئے دل ہی دل میں مسکرا دیا میں نے رتنا کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا تھا۔ اسے کوئی فریب نہیں دیا تھا۔ وہ تو بہتی ہوئی گنگا تھی جس میں' میں نے بھی ہاتھ دھو لئے تھے اس پر کوئی

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

شرمندگی نہیں تھی۔

میں نے سامنے دیوار پر لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا۔ سوا بارہ بج رہے تھے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور پھر قدموں کی آہٹ سن کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ رتنا دونوں ہاتھوں میں چائے کے مگ اٹھائے اندر داخل ہوئی۔ اس نے وہی شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا۔ میں نے بیڈ پر پڑی ہوئی چادر اپنے اوپر ڈال لی۔

''میں تو سمجھی تھی تم سو گئے ہو۔'' اس نے دونوں مگ میز پر رکھ دیئے اور خود سامنے کرسی پر بیٹھ گئی لیکن میں آج تمہیں سونے نہیں دوں گی۔ اس لئے ذرا اسٹرانگ قسم کی چائے بنا کر لائی ہوں۔ تمہاری باتوں نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ آج میں ساری رات تم سے باتیں کروں گی۔ بہت ساری باتیں' لو۔ چائے پیو' تاکہ تمہاری نیند اڑ جائے۔''

''نیند تو کیا میرے تو ہوش و حواس بھی اڑ چکے ہیں۔'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور مگ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

''میں تو پتا نہیں کس کس کے ہوش اڑا چکی ہوں خود آج پہلی بار ہوش میں آئی ہوں۔'' رتنا نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''مجھے پہلے ہی روز یہ سوچنا چاہئے تھا کہ یہاں ہر شخص بھنڈر ہے' پہلے بھنڈر نے دھوکے سے مجھے اس راستے پر ڈالا تھا اور اس کے بعد ہر شخص بھنڈر بن کر مجھے آگے دھکیلتا رہا۔ کسی نے میرا ہاتھ پکڑنے کی کوشش نہیں کی۔ کسی نے آج تک ایسی باتیں نہیں کیں۔ کسی نے نہیں کہا تھا کہ میں بھی سر اٹھا کر چل سکتی ہوں۔ دوسروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کر سکتی ہوں۔''

''ہاں'' میں نے تم سے وعدہ کیا ہے اور تم ایسا ضرور کرو گی؟ میں نے جواب دیا۔

ہم چائے کی چسکیاں لیتے اور باتیں کرتے رہے۔ رتنا نے اپنے بارے میں ایک ایک بات بتا دی تھی اور یہ انکشاف بھی ہوا کہ اس کا اصلی نام رتنا نہیں سریندر کور ہے اور اس کا تعلق جالندھر کے ایک سکھ گھرانے سے ہے۔

رتنا نے پوری رات جاگنے اور باتیں کرنے کا پروگرام بنا رکھا تھا اور وہ واقعی جاگتی اور باتیں کرتی رہی۔ نیند مجھے بھی نہیں آ رہی تھی۔ میں بھی دلچسپی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔

اس نے دلچسپ انکشاف بھی کیا کہ اس کا باس تیجا سنگھ بھنڈر اس کی خلوت میں آنے والا پہلا مرد نہیں تھا۔ اس کی منگنی ہو چکی تھی اور پہلی مرتبہ اس کے منگیتر نے ہی اسے کلی سے پھول بنایا تھا لیکن اس کے بعد بھی وہ اس بات پر قائم تھا کہ شادی اس سے کرے گا۔

''اب پتا نہیں وہ مجھے قبول کرے گا یا نہیں۔'' رتنا نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''مجھے یہاں آئے ہوئے دو سال ہو چکے ہیں اس دوران میں نے اپنے گھر سے کوئی رابطہ نہیں رکھا۔ انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں' زندہ ہوں یا مر کھپ چکی ہوں۔''

''یہ خوبصورت جگہ ہے۔'' میں نے کہا۔ ''یہاں ہندوستان کے مختلف شہروں سے لوگ آتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے بازار میں دو سکھوں کو بھی دیکھا تھا' تمہاری کبھی کسی ایسے آدمی سے ملاقات ہوئی جو تمہارے شہر کا ہو اور تمہیں جانتا ہو۔''

''ایک سکھ بس ڈرائیور ہے بلدیو سنگھ۔'' رتنا نے جواب دیا۔ ''یوں تو وہ جالندھر میں ہمارے محلے کا رہنے والا ہے میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں مگر وہ مجھے نہیں جانتا وہ جے پور کی ایک ٹرانسپورٹ کمپنی کا مالک ہے اور ہر دوسرے دن بس لے کر یہاں آتا ہے۔ اس نے کئی مرتبہ ہمارے ریسٹورنٹ میں آ کر کھانا بھی کھایا ہے۔ ایک دو مرتبہ تو اس نے اشاروں کنایوں میں میرے ساتھ وقت گزارنے کی بات بھی کی تھی مگر میں نے اسے کبھی گھاس نہیں ڈالی۔''

''شاید اس لئے کہ وہ تمہیں پہچان نہ لے۔'' میں نے کہا۔ ''جب ملاقات بے تکلفانہ ہو تو باتوں میں ایسی کوئی بات نکل ہی آتی ہے۔''

''ہاں۔ یہی سمجھ لو'' رتنا نے جواب دیا۔

میں نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ ساڑھے تین بج چکے تھے لیکن رتنا کا خاموش ہونے کا کوئی ارادہ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ ابھی تک کرسی پر ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ کبھی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ لیتی اور کبھی دوسری ٹانگ پہلی ٹانگ پر۔ میں بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے نیم دراز تھا اور بار بار میری نظریں اس کی طرف اٹھ رہی تھیں۔

آخر کار وہ کرسی سے اٹھ کر بیڈ پر آ گئی اور نیم دراز ہو کر میری چادر کا کچھ حصہ اپنے اوپر کھینچ لیا۔ اس کی باتوں کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔

میری آنکھ دوپہر بارہ بجے کے قریب کھلی تھی۔ رتنا اس وقت بھی گہری نیند سو رہی تھی۔ اس کا ایک ہاتھ میرے سینے پر تھا۔ میں نے بڑی آہستگی سے اس کا ہاتھ ہٹایا۔ بیڈ سے اتر کر اپنے کپڑے اٹھائے اور کمرے سے نکل کر باتھ روم میں گھس گیا۔

''آدھے گھنٹے بعد جب میں باتھ روم سے نکلا تو رتنا اس وقت بھی سو رہی تھی۔ میں نے جھنجھوڑ کر اسے جگایا تو وہ اس وقت بھی شرارت کے موڈ میں نظر آئی۔ میں پیچھے ہٹ گیا۔''

''ایک بجنے والا ہے' میں جا رہا ہوں۔'' میں نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تم اٹھ کر دروازہ بند کر لو۔''

''ایک منٹ۔'' وہ بستر سے اٹھ گئی۔ ڈریسنگ ٹیبل کی دراز سے چابیوں کا گچھا نکالا اور اس میں سے دو چابیاں نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

''آج کل میں عام طور پر رات ساڑھے دس بجے گھر پہنچ جاتی ہوں۔ ویسے احتیاطاً تم یہ چابیاں اپنے پاس رکھ لو۔ ایک چابی باہر والے گیٹ کی ہے اور ایک اندر والے دروازے کی' جب کبھی ادھر آؤ میں گھر پر نہ ہوں تو...''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے چابیاں لے کر جیب میں رکھ لیں۔ ''میں ایک دو دن میں تم سے ملاقات کروں گا اور پھر کوئی پروگرام بنائیں گے۔''

رتنا باہر والے دروازے تک میرے ساتھ آئی تھی۔ اتفاق سے اس وقت گلی میں کوئی نہیں تھا۔ رتنا دروازہ بند کر کے واپس جا چکی تھی۔ میں ادھر ادھر دیکھے بغیر گلی میں ایک طرف چلتا رہا۔

پٹرول پمپ کے علاقے میں آ کر میں کھانا کھانے کیلئے ایک ریسٹورنٹ میں گھس گیا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

میں کل بہت دیر تک بازار میں گھومتا رہا تھا اور رات کو رتنا سے بھی بہت سی باتیں ہوئی تھیں مگر پرسوں رات کے واقعہ کا تذکرہ کہیں نہیں سنا تھا۔

شکتی لال اور اس کے ساتھیوں نے ناگ راج کے کاٹیج پر پرسوں حملہ کیا تھا۔ اس حملے میں ایک آدمی ناگ راج کا مارا گیا تھا اور ایک شکتی کا دوست' شنکر زخمی ہوا تھا۔ اس حملے کی وجہ سے ناگ راج کو وہاں سے بھاگنا پڑا تھا۔

میں کاٹیج پر شکتی کے اس حملے سے چند گھنٹے پہلے بیلا کو بتا چکا تھا کہ ناگ راج کہاں چھپا ہوا ہے۔ اس سے یہ بھی کہا تھا کہ ناگ راج اسی رات وہ کاٹیج چھوڑ کر بھاگ جائے گا اور اس کے بعد میں نے ٹیلی فون پر بھی ناگ راج کو دھمکی دے دی تھی۔ ان ساری باتوں کے پیش نظر اس میں شبے کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں تھی کہ کاٹیج پر حملے کے سلسلے میں میرا ہی نام آئے گا مگر مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ پورے شہر میں کہیں بھی اس حملے کے بارے میں کچھ سننے میں نہیں آیا تھا حالانکہ پہلے کوئی معمولی سی بات بھی ہوتی تو پورے شہر میں ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ رتنا ایک ریسٹورنٹ میں ویٹرس تھی جہاں بھانت بھانت کے لوگ آتے تھے۔ اگر ریسٹورنٹ میں ایسا کوئی ذکر ہوا ہوتا تو رتنا بھی اس کا تذکرہ ضرور کرتی۔

اس وقت میں جس ریسٹورنٹ میں کھانا کھا رہا تھا وہاں بھی بہت سے لوگ تھے مختلف آوازیں میرے کانوں میں پڑ رہی تھیں' مگر ایسی کوئی بات سننے میں نہیں آئی جس سے میں نے یہ رائے قائم کی کہ ناگ راج کے حکم پر اس واقعہ کو چھپایا گیا تھا۔ اس میں یقیناً اس کی توہین تھی کہ وہ مجھ سے ڈر کر بھاگ گیا تھا۔

' میں ریسٹورنٹ سے نکل کر حسب معمول مختلف علاقوں کے چکر کاٹتا ہوا رادھا والے کاٹیج پر پہنچ گیا۔ باہر کا گیٹ ادھ کھلا دیکھ کر مجھے کچھ حیرت ہوئی۔ اندر داخل ہوا تو برآمدے والا دروازہ بھی چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ میں رادھا کو آواز دیتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

تمام کمروں کی بتیاں جل رہی تھیں اور رادھا غائب تھی۔ میں وسطی کمرے میں بے حس و حرکت کھڑا رہ گیا۔ میرے پورے جسم میں سنسنی کی لہریں سی دوڑنے لگیں اور دل کی دھڑکن خطرناک حد تک تیز ہو گئی۔

سنسناہٹ تھی کہ پورے جسم میں پھیلتی جا رہی تھی۔ دماغ میں دھماکے سے ہونے لگے۔ میں اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ''کاٹیج کی ساری بتیاں جل رہی تھیں۔ اس کمرے کی دو کرسیاں الٹی ہوئی تھیں اور صوفہ بھی اپنی جگہ سے ہٹا ہوا تھا۔ کاٹیج کا پچھلا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔''

میں نے اس دروازے سے باہر نکل کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر دوبارہ اندر آ گیا' جس کمرے میں ہم سویا کرتے تھے وہاں بھی کچھ ابتری دکھائی دے رہی تھی' چارپائی پر بچھا ہوا بستر بھی بے ترتیب تھا اور نیچے رکھے ہوئے ٹرنک کی ساری چیزیں بھی فرش پر بکھری ہوئی تھیں۔

مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ جو کچھ بھی ہوا تھا رات ہی کے کسی وقت ہوا تھا۔ اگر دن میں ہوا ہوتا تو تمام کمروں کی بتیاں نہ جل رہی ہوتیں۔

میرا دماغ پھرکی کی طرح گھوم رہا تھا۔ کیا وہ ناگ راج کے آدمی تھے؟ انہیں کس طرح پتا چل گیا کہ ہم یہاں چھپے ہوئے ہیں اور انہوں نے رات کو یہاں پر ریڈ کر دیا تھا اور وہ رادھا کو اٹھا کر لے گئے تھے۔ سامان کی بے ترتیبی اور ابتری بتا رہی تھی کہ رادھا نے زبردست قسم کی مزاحمت کی ہو گی۔

وہ اسے ساتھ لے گئے تھے۔ اس پر تشدد کر کے میرے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کریں گے اور رادھا انہیں میرے بارے میں کیا بتا سکے گی۔؟

یہ اتفاق تھا کہ میں نے اس دوران دو ٹھکانے بنا لئے تھے جن کے بارے میں رادھا کو بھی علم نہیں تھا۔ شکتی لال کا انسانوں والا اصطبل جہاں کسی ہنگامی صورت حال میں مجھے پناہ مل سکتی تھی اور رتنا کا کاٹیج۔ رتنا کے کاٹیج کا بندوبست تو گزشتہ رات ہی ہوا تھا۔ رادھا کو میں نے اس سے پہلے بھی رتنا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ نہ ہی وہ شکتی لال کے بارے میں کسی کو کچھ بتا سکتی تھی البتہ لکشمی کے پاس مجھے رادھا ہی نے بھیجا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو لکشمی کے بارے میں بتا دے۔

میرے لئے زیادہ دیر یہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ یہاں جو کچھ بھی ہوا تھا رات ہی کو ہوا تھا اور وہ لوگ جاتے ہوئے تمام دروازے بھی کھلے چھوڑ گئے تھے اور ممکن ہے دور کسی جگہ پر چھپ کر کاٹیج کی نگرانی کر رہے ہوں۔ میں ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ چارپائی کے ساتھ میز پر کاراکوف رائفل اور رادھا والا پستول رکھا رہتا تھا۔ اب وہ دونوں چیزیں غائب تھیں۔ وہ لوگ یہاں سے بھی کچھ نہ کچھ لے گئے ہوں گے۔

مجھے جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ یہ سوچتے ہوئے میں نے آخری بار ادھر ادھر نگاہ دوڑائی' باتھ روم کا دروازہ چند انچ کے قریب کھلا ہوا تھا۔ میرے قدم غیر ارادی طور پر اس طرف بڑھ گئے۔

میں نے دروازہ کھولنے کیلئے ہاتھ سے دباؤ ڈالا' دروازہ تین چار انچ کے قریب مزید کھل گیا مگر پھر اس طرح اٹک گیا جیسے پیچھے کوئی چیز آ گئی ہو۔ میں نے ایک دو مرتبہ ہلکے ہلکے جھٹکے دیئے مگر دروازہ پیچھے کسی چیز سے اٹک رہا تھا۔

اب میں جھٹکے دینے کے بجائے آہستہ آہستہ دروازے کو پیچھے دھکیلنے لگا۔ اس میں اتنا خلا پیدا ہو گیا کہ میں اندر جھانک کر دیکھ سکتا تھا اور پھر جیسے ہی میں نے اس خلا میں سر ڈال کر اندر دیکھا میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

اب تک میں یہی سمجھ رہا تھا کہ اندر کھونٹی پر ٹنگا ہوا کوئی کپڑا وغیرہ فرش پر گر گیا ہو گا جس سے دروازے میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی مگر وہ کوئی کپڑا نہیں تھا۔ رادھا تھی جو فرش پر پڑی ہوئی تھی اور دروازہ اس کے پیر سے اٹک رہا تھا۔

میں نیچے بیٹھ گیا اور ہاتھ اندر کر کے رادھا کا پیر پیچھے ہٹانے لگا اور پھر دروازے میں اتنی جگہ پیدا ہو گئی کہ میں آڑھا ترچھا ہو کر اندر داخل ہو سکتا تھا۔

میں ایک بار پھر کانپ کر رہ گیا۔ رادھا فرش پر آڑی ترچھی پڑی تھی۔ اس کے جسم پر لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اس کے ہاتھ اور پیر پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اور اس پر بھی پٹی بندھی ہوئی تھی تاکہ کپڑا باہر نہ نکل سکے۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''رادھا....رادھا''

میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر رادھا کو ہلانے لگا مگر وہ بے ہوش تھی۔ سب سے پہلے میں نے پٹی کھول کر منہ میں ٹھنسا ہوا کپڑا نکالا پھر ہاتھوں اور پیروں کی بندشیں کھول دیں۔

رادھا کو بیڈ پر سیدھا لٹا کر میں نے اپنا کان اس کے سینے سے لگا دیا۔ وہ زندہ تھی۔ مگر دل کی دھڑکن بہت مدھم تھی۔ میں سیدھا ہو کر اس کا جائزہ لینے لگا۔ اس کے جسم پر کئی جگہ خون کے دھبے نظر آ رہے تھے۔ رانوں پر، سینے اور پیٹ اور بازوؤں پر۔ لگتا تھا جیسے کسی درندے نے دانتوں سے بھنبھوڑا ہو۔

میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ چہرے پر بار بار پانی کے چھینٹے دینے کے ساتھ میں اسے آواز دیتا اور جھنجوڑتا بھی رہا۔

رادھا تقریباً بیس منٹ بعد ہوش میں آ سکی تھی۔ آنکھیں کھولنے کے بعد بھی دیر تک اس کے حواس بحال نہیں ہو سکے تھے۔ وہ ویران اور اجنبی نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی۔ میں نے اس کا سر اٹھا کر پانی کا گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ ایک دو گھونٹ پینے کے بعد اس نے گلاس ہٹا دیا۔

''رادھا۔ ہوش میں آؤ رادھا۔ یہ میں ہوں۔ ناجی۔'' میں اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ دوسرا ہاتھ میں نے اس کے سر پر نیچے رکھا ہوا تھا۔

''ہوش میں آؤ رادھا۔ یہ سب کیا ہوا۔ کون تھے وہ لوگ؟''

وہ کئی منٹ تک اجنبی اور ویران سی نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی۔ پھر اس کے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ہونٹ پھڑ پھڑا کر رہ گئے۔

میں نے اس کا سر تکیے پر رکھ دیا۔ چادر اوڑھا دی اور کمرے سے باہر آ گیا۔ سب سے پہلے میں نے باہر والے دروازے بند کئے اور پھر باورچی خانے میں گھس گیا۔

چائے بنانے میں دس منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ میں دونوں کپ لے کر رادھا والے کمرے میں آ گیا۔ وہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے دیوار کو گھور رہی تھی۔ میں نے دونوں کپ میز پر رکھ دیئے اور بیڈ پر اس کے قریب بیٹھ گیا۔

''وہ کون تھے رادھا۔'' میں نے پوچھا۔

وہ چند لمحے میری طرف دیکھتی رہی اور پھر ایک دم مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کے ہونٹوں سے سسکیاں خارج ہو رہی تھیں۔ میں اس کا کندھا تھپتھپانے لگا اور پھر آہستگی سے اسے پیچھے ہٹا دیا۔

''وہ جو کوئی بھی تھے رادھا' بچ نہیں سکیں گے' میں انہیں پاتال سے بھی ڈھونڈ لوں گا۔ چائے پی لو۔'' میں نے کہتے ہوئے کپ اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

رادھا کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ وہ کپ کو ٹھیک طرح سے نہیں پکڑ پا رہی تھی۔ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے چائے پلائی۔ اس کا خالی کپ میز پر رکھ کر اپنا اٹھا لیا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہلکی ہلکی چسکیاں لینے لگا۔

رادھا کی حالت دیکھ کر میں اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ کس خوفناک صورتحال سے گزری ہوگی۔ وہ اب بھی ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔ پتا نہیں کب سے باتھ روم میں بندھی ہوئی تھی۔ میں نے کپ میز پر رکھ

دیا۔ رادھا ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس مرتبہ میں نے بھی اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا اور اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے تسلی دینے لگا۔ اس وقت دلاسے اور ہمدردی کی ضرورت تھی۔ وہ پہلے سسکیاں بھرتی رہی پھر ہونٹوں سے کراہیں خارج ہونے لگیں۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ اپنے آپ پر قابو پا سکی تھی۔ اس نے چادر اتار دی اور اپنے بدن پر زخموں کو دیکھنے لگی۔

صاف لگ رہا تھا کہ اسے دانتوں بھنبھوڑا گیا تھا۔ کہیں اس زور سے دانت گاڑے گئے تھے کہ خون نکل آیا تھا اور کہیں دانتوں کے نشان کے ساتھ آس پاس کی جلد نیلی پڑ گئی تھی۔ جس نے بھی یہ حرکت کی تھی وہ کوئی جنونی ہی ہو سکتا تھا۔

''باتھ روم میں ڈیٹول کی بوتل رکھی ہوئی تھی۔'' رادھا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میں ڈیٹول کی بوتل اٹھا لایا اور کپڑے کا ایک کنارہ بھگو کر زخم صاف کرنے لگا۔ رادھا کے ہونٹوں سے سسکاریاں سی نکل رہی تھیں۔ پھر اس نے سختی سے دانت بھینچ لئے۔

رادھا اس کے بعد بھی دیر تک سسکیاں بھرتی رہی' میں نے اسے چادر اوڑھا دی۔ اب وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

''کون تھے وہ لوگ رادھا؟'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے پوچھا۔ ''تم اطمینان رکھو۔ ناجی اتنا کمزور نہیں ہے کہ تمہاری توہین کا بدلہ نہ لے سکے۔ تم جانتی ہو میں طوفان سے ٹکرا جانے کی بھی ہمت رکھتا ہوں میں ان لوگوں کو پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالوں گا۔''

رادھا چند لمحے میری طرف دیکھتی رہی پھر اس کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ ''بیلا۔ وہ بیلا تھی۔'' ''اس کے ساتھ دو مسٹنڈے بھی تھے۔ بیلا تو ایک طرف کھڑی تماشا دیکھتی رہی تھی اور وہ دونوں مجھے بھیڑیوں کی طرح نوچتے رہے۔''

''لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بیلا کو یہاں اس ٹھکانے کا پتہ کیسے چلا؟'' میں نے کہا۔

''تم کئی روز تک بیلا کے قریب بلکہ بہت قریب رہ چکے ہو مگر اسے جان نہیں سکے۔'' رادھا نے جواب دیا۔ ''پرسوں شام پریم نورس ریسٹورنٹ میں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے دو باتیں کہی تھیں۔ ایک تو یہ کہ تمہیں اس شہر سے نکل جانے کیلئے دو دن کی مہلت دی تھی اور مجھے دھمکی دی تھی کہ مجھ پر کتے چھوڑ دے گی اور آج دو کتے ساتھ لے کر آئی تھی۔''

''میرا سوال اب بھی اپنی جگہ برقرار ہے یعنی اسے ہمارے ٹھکانے کا پتہ کیسے چلا؟'' میں نے اپنا سوال دہرایا۔

''میں وہی تو بتانے جا رہی تھی۔'' رادھا نے جواب دیا۔ ''بیلا کے ساتھ رہنے کے باوجود تم اسے نہیں جان سکے۔ وہ بہت چالاک ہے' پرسوں شام بھی اس نے اس طرح ہماری نگرانی شروع کروا دی تھی کہ ہر قسم کی احتیاط کرنے کے باوجود مجھے شبہ نہیں ہو سکا۔''

''پرسوں رات ہی سے ہمارے کاٹیج کی مسلسل نگرانی کی جا رہی تھی۔ انہیں شاید تمہارے باہر جانے کا انتظار تھا۔ کل رات ایک بجے کے قریب بیل بجی تو میں سمجھی کہ تم واپس آئے ہو۔ میں نے بے دھڑک ہو کر دروازہ کھول دیا۔ بیلا کی شکل دیکھتے ہی میں بدحواس ہو گئی اور اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھ سکتی بیلا اور

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

اس کے دونوں مسٹنڈے مجھے دھکے دیتے ہوئے اندر آ گئے۔"

"بیلا کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ اس بات سے واقف تھی کہ تم کاٹیج میں موجود نہیں ہو۔ وہ تمہارے بارے میں پوچھتی رہی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ پچھلی رات تم کاٹیج پر حملے سے بھی ناگ راج کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ اس کے کہنے کے مطابق وہ اگر چاہتی تو کل دن میں کسی بھی وقت ہمارے کاٹیج پر حملہ کر کے ہم دونوں کو ختم کر سکتی تھی لیکن وہ تمہیں آج شام تک مہلت دے چکی ہے۔ آج اس نے میرے ساتھ جو کچھ بھی کیا وہ تمہیں یہ یاد کرانے کیلئے کیا گیا کہ وہ جو کچھ کہتی ہے اس پر عمل بھی کر سکتی ہے۔ اس نے جانے سے پہلے تمہارے نام پیغام دیا تھا کہ وہ آج شام کے بعد تمہیں اس شہر میں نہیں دیکھنا چاہتی۔ اگر تم کہیں نظر آئے تو تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

"میں نے اس کے پیغام کا مفہوم سمجھ لیا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن بیلا نے تمہارے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہے اس کی سزا اسے بھگتنا پڑے گی۔ اس کا بھی تمہاری آنکھوں سامنے یہی حشر ہوگا۔"

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بیلا اس قدر گری ہوئی حرکت کرے گی۔ ایک عورت دوسری عورت کی اس طرح تذلیل کرے گی؟ لیکن بیلا شاید عورت نہیں کوئی بدروح تھی۔ اس کے لائے ہوئے غنڈے بھیڑیوں کی طرح رادھا کی بوٹیاں نوچتے رہے اور وہ قریب کھڑی تماشا دیکھتی رہی تھی۔

بیلا کے یہاں تک پہنچ جانے کی باتیں سننے کے بعد میرے لئے سوچ کے اور بھی بہت سے دروازے کھل گئے تھے۔ اس میں شبہ نہیں تھا کہ واقعی بیلا بہت چالاک تھی۔ اس نے پرسوں رات ہی ہمارے ٹھکانے کا پتہ چلا لیا تھا۔ اسے یہ بھی یقین ہو گیا کہ اس رات جھیل کے کنارے والے کاٹیج پر حملہ میں نے ہی کیا تھا۔ اس حملے میں وجے مارا گیا تھا۔ گرو وجے شاید ان کیلئے زیادہ اہم نہیں تھا لیکن چونکہ ناگ راج کو ہزیمت اٹھانا پڑی تھی۔ میری وجہ سے اسے وہ ٹھکانہ چھوڑنا پڑا تھا اور اس کے ری ایکشن کے طور پر رادھا کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا گیا تھا۔ اس طرح بیلا مجھے یہ پیغام دینا چاہتی تھی کہ وہ میرے خلاف جب چاہے خطرناک قدم اٹھا سکتی ہے۔

بیلا نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے ہمارے اس ٹھکانے کا پتہ چلا لیا تھا۔ لیکن کیا وہ شکتی اور رتنا کے بارے میں بھی واقف ہو چکی تھی؟ اگر ایسا ہوا تو بہت برا ہوگا۔ میرے پاس ایسا کوئی اور ٹھکانہ بھی نہیں تھا جہاں فوری طور پر پناہ لی جا سکے۔

بیلا شاید پہلی مرتبہ اپنی بات پر قائم رہی تھی۔ میرا ٹھکانہ معلوم کر لینے کے باوجود اس نے میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی تھی بلکہ میرے کاٹیج سے جانے کا انتظار کیا تھا اور اس کے جد ہی رادھا پر تشدد کیا گیا تھا لیکن بیلا کی دی ہوئی مہلت آج شام تک تھی اور میں نے یقین کر لیا تھا کہ شام تک وہ کوئی قدم نہیں اٹھائے گی۔ مگر اس کے بعد.... اس کے بعد جہنم کی تمام بلائیں ہمارے پیچھے لگ جائیں گی۔ یہ کاٹیج تو اب محفوظ نہیں رہا تھا۔ ہمیں کسی ایسی جگہ کی ضرورت تھی جو محفوظ ہو اور ہم شام سے پہلے پہلے وہاں منتقل ہو سکیں۔ شکتی یا رتنا کے ٹھکانوں پر میں جانا نہیں چاہتا تھا کم از کم اس وقت تک ان سے دور رہنا چاہتا تھا جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ وہ ٹھکانے بیلا کی نظروں میں نہیں آئے۔

"رادھا۔" میں نے اس کی طرف دیکھا۔ "یہ جگہ اب ہمارے لئے محفوظ نہیں ہے۔ ہمیں شام سے

پہلے کسی دوسری جگہ منتقل ہو جانا چاہئے مگر کوئی جگہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"ایک اور محفوظ جگہ ہے میرے ذہن میں۔" رادھا نے کہا۔

"کونسی جگہ؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ڈاکٹر شانتا۔" رادھا نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر شانتا۔" میں چونک گیا۔ "لیکن میرا خیال ہے کہ وہ جگہ محفوظ نہیں ہے۔ کیمپ میں دھماکوں کے بعد چھمیا نے انہیں پنڈت بھیرو کے مندر کے بارے میں بتا دیا تھا۔ ڈاکٹر شانتا کے بارے میں بھی بتا دیا گیا ہوگا۔ چھمیا میرے ساتھ وہاں جا چکی ہے۔"

"چھمیا نے نہیں بتایا۔" رادھا نے کہا۔ "اگر بتایا ہوتا تو وہ لوگ مندر کی طرح ڈاکٹر شانتا کے مکان کو بھی جلا کر راکھ کر ڈالے۔"

"لیکن کیا شانتا پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ وہ الکا کی دوست تھی اور الکا ہمارے ہاتھوں ماری گئی ہے۔" میں نے کہا۔

"ڈاکٹر شانتا الکا کی نہیں میری دوست تھی۔" رادھا کے ہونٹوں پر پہلی بار خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔ "شانتا سے پہلے میری ہی دوستی ہوئی تھی۔ پھر الکا آگئی ہوتری سے بے تکلفی بڑھتی گئی۔ شانتا اب بھی میری دوست اور مجھے یقین ہے کہ اس موقع پر وہ ہماری مدد ضرور کرے گی اور یوں بھی وہ تم سے بہت متاثر ہے۔"

"تو ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "اب تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ ہمیں جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

"اس وقت دن کی روشنی میں؟" رادھا نے الجھی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"ہاں۔ ہم شام ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے۔" میں نے جواب دیا۔

"رادھا اٹھ کر باتھ روم میں گھس گئی۔ منہ ہاتھ دھو کر اپنا حلیہ درست کیا اور فرش پر پھیلے ہوئے کپڑے اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگی اور آخر کار چیٹی کوٹ بلاؤز پہن کر اورنج رنگ کی ساڑھی لپیٹنے لگی۔ پھر ضروری چیزیں سمیٹ کر ایک بیگ میں ڈال لیں۔"

میرا خیال تھا کہ اس وقت بھی کہیں دور سے کاٹیج کی نگرانی ہو رہی ہوگی۔ ہم نے دروازے بند کر دیئے لیکن اندر کی بتیاں جلتی رہنے دی تھیں۔

اس وقت پانچ بجنے والے تھے۔ سورج غروب ہونے میں ابھی بہت دیر تھی۔ نرم دھوپ بڑی بھلی لگ رہی تھی۔ کاٹیج سے نکل کر سڑک پر آ کر دو چار قدم اٹھاتے ہی میں ٹھٹک کر رک گیا۔ میرے چہرے پر چمک سی پڑی تھی اور آنکھیں ایک لمحہ کو چندھیا سی گئی تھیں۔ میں اس جگہ رک کر محتاط انداز میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور پھر میرے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔

دائیں طرف سڑک کے ساتھ پہاڑی پر ذرا اوپر قد آدم جھاڑیوں میں شاید کوئی موٹر سائیکل کھڑی تھی۔ موٹر سائیکل تو دکھائی نہیں دے رہی تھی البتہ اس کے ہینڈل پر لگا ہوا آئینہ جھاڑیوں کی شاخوں سے قدرے اوپر کو نکلا ہوا تھا جس پر دھوپ پڑ رہی تھی اور اس آئینے کی چمک ہی میرے چہرے پر پڑی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

نگرانی کے بارے میں میرا خیال درست نکلا تھا۔ موٹر سائیکل تھی تو اس کے ساتھ یقیناً کوئی آدمی بھی جھاڑیوں میں چھپا ہوا ہوگا جو نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے سڑک پر رک کر اس طرح اِدھر اُدھر دیکھا تھا کہ نگرانی کرنے والے کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو سکے۔

میں رادھا کے ساتھ سڑک پر چلنے لگا۔ اس کی چال میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ تھی اور کسی وقت وہ کراہ بھی اٹھتی تھی۔ میں نے رادھا کو اپنے چہرے پر پڑنے والی شیشے کی چمک اور پہاڑی پر جھاڑیوں میں چھپی ہوئی موٹر سائیکل کے بارے میں بتا دیا۔

''اگر وہ ہمارے پیچھے لگا رہا تو؟'' رادھا نے کہا۔

''شانت رہو۔ میں اس کی کوشش کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہم تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر تھے اور جیسے جیسے چلتے جا رہے تھے فاصلہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اس دوران ہم نے ایک مرتبہ بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔''

تقریباً سو گز آگے ایک موڑ تھا۔ وہ موڑ گھومنے کے تھوڑی ہی دیر بعد مجھے موٹر سائیکل کی آواز سنائی دی۔

''آرام سے چلتی رہو اور پیچھے مڑ کر مت دیکھنا۔'' میں نے رادھا سے کہا۔

تین چار منٹ بعد موٹر سائیکل کی آواز کچھ اور واضح ہوگئی۔ مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ اب وہ موٹر بائیک بھی اس سڑک پر مڑ گئی تھی جس پر ہم جا رہے تھے۔ یہ سڑک دور دور تک ویران تھی۔ موٹر بائیک کی آواز قریب محسوس کر کے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

موٹر سائیکل سوار اس طرح اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا جیسے محض آؤٹنگ کیلئے نکلا ہو۔ بائیک کی رفتار بھی بہت ہلکی تھی۔ میں نے رادھا کی طرف دیکھا اور سڑک کے بیچ میں آ کر موٹر سائیکل کو رکنے کا اشارہ کرنے لگا موٹر سائیکل ہمارے قریب آ کر رک گئی۔ رادھا اسی دوران سڑک کے کنارے بیٹھ چکی تھی اس نے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام رکھا تھا۔

''ایک دیا کر دیو ہم پر بھایا۔'' میں نے موٹر سائیکل سوار کی طرف دیکھتے ہوئے مسکین سے لہجے میں کہا۔ وہ درمیانے قد کا قدرے بھاری بھرکم آدمی تھا۔

''کیا بات ہے۔'' اس نے چبھتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا اور پھر گردن گھما کر رادھا کی طرف دیکھنے لگا۔

''ہمیں ادیناتھ مندر جانا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''یہاں تو کوئی سواری نجر نہ آوے۔ میری جرو بیمار ہے' تم مہربانی کرو ہمیں اپنی پھٹ پھٹیا پر بٹھا کر آگے کسی جگہ چھوڑ دو جہاں سے ہمیں کوئی سواری مل جائے۔''

اس نے ایک بار پھر چبھتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا اور سیٹ سے کھسک کر آگے پیٹرول والی ٹینکی پر پہنچ گیا۔

''اپنی جورو کو میرے پیچھے بٹھا دو اور خود اس کے پیچھے بیٹھ جائیو۔'' اس نے کہا۔

میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ اکیلا آدمی آخر تک ہماری نگرانی نہیں

کرے گا' اگر میں اسے نہ بھی روکتا تو آگے کسی جگہ یہ کسی اور کو اشارہ کر دیتا اور وہاں سے دوسرا آدمی ہمارا تعاقب شروع کر دیتا لیکن میں اسے وہاں تک پہنچنے نہیں دینا چاہتا تھا۔

''اے بھاگوان۔ جلد آ جا۔ شریمان ہمیں اپنی پھٹ پھٹیا پر آگے چوک پر چھوڑ دیں گے۔'' میں نے رادھا کی طرف دیکھتے ہوئے آواز لگائی۔

رادھا اٹھ کر موٹر سائیکل کے قریب آ گئی اور اس شخص کے پیچھے اس طرح بیٹھ گئی کہ اس کی ایک ٹانگ ایک طرف اور دوسری' دوسری طرف تھی۔ میں رادھا کے پیچھے بیٹھنے کے بجائے موٹر سائیکل کے سامنے آ گیا اور اچانک ہی جیب سے پستول نکال لیا۔

''اب تم موٹر سائیکل سے اتر جاؤ بھایا۔'' میں نے غراتے ہوئے کہا۔ ''اب ہمیں تمہاری ضرورت نہیں رہی۔''

اس شخص کا چہرہ دھواں ہوگیا' لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ میں نے بڑی تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر الٹے ہاتھ کا گھونسہ جڑ دیا۔ وہ کراہتا ہوا پیچھے رادھا سے ٹکرایا۔

''اگر تم نے نیچے اترنے میں لمحہ کی دیر کی تو گولی مار دوں گا۔'' میں نے پستول اس کے سینے کی طرف اٹھا دیا۔

''یہ مت سمجھنا کہ تم بچ کر نکل جاؤ گے۔'' وہ موٹر سائیکل سے اترتے ہوئے بولا۔ ''ہمارے آدمی چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ پاتال تک تمہارا پیچھا کریں گے۔''

''فی الحال تم تو ہمارا پیچھا چھوڑ دو' تمہارے آدمیوں سے بعد میں نمٹ لوں گا۔'' میں نے کہا۔

وہ نیچے اترا تو موٹر سائیکل رادھا نے سنبھال لی۔

''اب تم اس پہاڑی کی طرف دوڑ لگا دو۔'' میں نے اس شخص کو پستول سے اشارہ کیا۔

وہ میرے حکم کی تعمیل کرنے پر مجبور تھا۔ وہ سڑک سے ہٹ کر جیسے ہی چند گز آگے بڑھا میں نے پستول کا ٹرائیگر دبا دیا۔ گولی اس کی کھوپڑی میں لگی اور وہ چیختا ہوا ڈھیر ہو گیا۔

فائر کی آواز دور تک پھیل گئی تھی۔ میں نے پستول جیب میں ڈالا اور رادھا کو پیچھے ہٹا کر موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا۔ رادھا نے بھی اب دونوں ٹانگیں ایک طرف کر لی تھیں۔ میں نے ایک ہی کک میں موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور اسے واپس موڑ کر تھوڑا ہی فاصلہ طے کرنے کے بعد پہاڑیوں میں ایک تنگ سی پگڈنڈی پر ڈال دیا۔

مجھے یقین تھا کہ ہر سڑک پر ان کا کوئی نہ کوئی آدمی موجود ہوگا۔ اس لئے میں بیچ کا راستہ اختیار کرنا چاہتا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک پہاڑیوں میں گھومنے کے بعد ہم ایک سڑک پر نکل آئے۔ اس وقت سورج غروب ہونے میں تھوڑی ہی دیر باقی تھی۔ یہ کوئی شاپنگ ایریا تھا اور یہاں اچھی خاصی چہل پہل تھی۔

''ہوشیار ناجی۔'' رادھا آگے جھکتے ہوئے میرے کان کے قریب چیخی۔

''موٹر سائیکل پر دو آدمی ہمارے پیچھے لگ گئے ہیں۔ انہوں نے یہ موٹر سائیکل پہچان لی ہے اور

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

مجھے بھی پہچان لیا ہے۔ ان میں ایک سنگرام ہے۔ میں بھی اسے اچھی طرح جانتی ہوں۔"

میں نے موٹر سائیکل کے ہینڈل پر لگے آئینے کا زاویہ درست کر کے دیکھا۔ وہ موٹر سائیکل تقریباً پچاس گز دور تھی۔ میں نے جیب سے پستول نکال کر رادھا کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"وہ قریب پہنچیں تو گولی چلا دینا۔" میں نے کہا اور موٹر سائیکل کی رفتار بڑھا دی۔

دوسری موٹر سائیکل بھی قریب آ رہی تھی۔ سڑک پر ٹریفک تھا اور میں بڑی ہوشیاری سے اپنی موٹر سائیکل کو اس ٹریفک سے نکال رہا تھا اور پھر دفعتاً فضا فائر کی آواز سے گونج اٹھی۔ ہمارا تعاقب کرنے والوں نے ٹریفک اور لوگوں کی پروا کیے بغیر گولی چلا دی تھی۔ گولی ہمارے سروں کے اوپر سے گزر گئی تھی۔

"گولی چلا دو رادھا۔" میں چیخا۔

رادھا نے فوراً ہی میری ہدایت پر عمل کر ڈالا اور پیچھے کی طرف گھوم کر پستول کا ٹرائیگر دبا دیا۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ رادھا کی چلائی ہوئی گولی موٹر سائیکل چلانے والے کے سینے پر لگی تھی۔ وہ چیخا اور موٹر سائیکل لہراتی ہوئی ایک کار سے ٹکرا گئی۔ دونوں نیچے گرے' دوسرے آدمی کی ٹانگیں کار کے نیچے آ گئی تھی۔ اس کی چیخ مرنے والے کی چیخ سے زیادہ خوفناک تھی۔

میرے سامنے ایک آٹو رکشا آ گیا۔ اس سے بچنے کیلئے میں نے موٹر سائیکل کو بریک لگایا تو رادھا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی۔ وہ اچھل کر سڑک پر گر گئی' اس کی چیخ سن کر میں نے پوری قوت سے بریک دبا دیا۔ موٹر سائیکل کے ٹائر چیخ اٹھے اور بائیک لہراتی ہوئی تقریباً دس گز آگے جا کر الٹ گئی۔ میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا تھا۔

گولیاں چلنے سے افراتفری مچ گئی تھی۔ لوگ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے' میں موٹر سائیکل سڑک پر گری ہوئی چھوڑ کر رادھا کی طرف دوڑا' اور اسے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھانے لگا۔ گرنے سے رادھا کے بازو اور کولہے پر اچھی خاصی چوٹ لگی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں پستول اب بھی موجود تھا۔ میں اسے دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچنے لگا۔ وہ اٹھ کر لنگڑاتی ہوئی میرے ساتھ چل رہی تھی۔ میں اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا لے جا رہا تھا۔

لوگوں نے فائرنگ کی آواز سنی تھی۔ ایک موٹر سائیکل کو کار سے ٹکراتے اور دوسری سے ایک عورت کو گرتے دیکھا تھا لیکن اصل بات شاید کسی کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ اگر ہمیں ویسے کوئی حادثہ پیش آیا ہوتا تو اب تک سینکڑوں لوگ ہمدرد بن کر ہمیں گھیرے میں لے چکے ہوتے لیکن فائرنگ نے خوف و ہراس پھیلا دیا اور لوگ اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔

"بیٹھو جلدی کرو۔" میں رادھا کی طرف دیکھ کر چیخا۔

رادھا ساڑھی سنبھالتی ہوئی میرے پیچھے مردوں کی طرح بیٹھ گئی۔ اس نے میرے ساتھ چپک کر بایاں بازو میرے سینے پر لپیٹ دیا تھا۔ پستول والا ہاتھ اس نے میرے کندھے پر رکھ لیا تھا۔

رادھا واقعی حوصلہ مند عورت تھی۔ وہ پہلے ہی زخموں سے چور تھی موٹر سائیکل سے گرنے سے بھی اسے اچھی خاصی چوٹیں آئی تھیں مگر اب بھی وہ ہر قسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنے کو تیار تھی۔

ٹریفک جام ہونے لگا تھا۔ میں بڑی تیزی سے موٹر سائیکل کو نکالتا ہوا لے گیا اور جلد ہی اس علاقے سے نکل گیا۔ یہ سب کچھ دو تین منٹ کے اندر اندر ہو گیا تھا اور ہم اس نازک ترین صورتحال سے

زندہ سلامت نکل آئے تھے۔

"مجھے یاد نہیں رہا کہ ڈاکٹر شانتا کا مکان کس طرف ہے' مجھے راستہ بتاتی رہنا اور اب یہ پستول چھپا لو۔ کسی نے دیکھ لیا تو گڑبڑ ہو جائے گی۔"

میں نے گردن کو ذرا سا گھماتے ہوئے کہا۔

رادھا نے قدرے پیچھے ہٹ کر پستول کو ساڑھی کی نالی میں اڑس لیا اور پھر میرے ساتھ چپک گئی۔ اس مرتبہ اس نے دونوں بانہیں میرے سینے پر لپیٹ لی تھیں۔ اس طرح جھکے ہوئے وہ اپنا چہرہ میرے قریب کر کے مجھے راستہ بھی بتاتی رہی۔

شام ہو چکی تھی۔ شہر کی بتیاں جگمگا رہی تھیں۔ ڈاکٹر شانتا کے کلینک تک پہنچنے میں مزید پندرہ بیس منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ کلینک بند تھا میں نے موٹر سائیکل پچھلی گلی میں موڑ لی۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ اندر سامنے شانتا کی کار کھڑی تھی جس کا انجن سٹارٹ تھا شانتا اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ میں موٹر سائیکل کو گیٹ کے اندر لیتا چلا گیا اور اسے بائیں طرف دیوار کے قریب روک کر انجن بند کر دیا۔

شانتا موٹر سائیکل کو اس طرح اندر آتے دیکھ کر گھبرا سی گئی اور کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی۔ اس نے کار کا انجن بند کر دیا تھا۔

"کون ہو تم لوگ اور اس طرح اندر گھسے آنے کا کیا مطلب ہے؟"

وہ ہماری طرف بڑھتے ہوئے غصے سے بولی۔ لان میں اندھیرا تھا اور وہ ہماری شکلیں نہیں دیکھ سکی تھی۔ اگر وہ میری صورت دیکھ بھی لیتی تو مجھے نہیں پہچان سکتی تھی البتہ رادھا کو وہ ضرور پہچان لیتی۔

"ڈاکٹر شانتا میں ہوں رادھا۔" رادھا نے سرگوشی کی۔ "گیٹ بند کر دو پھر بات کریں گے۔"

شانتا ٹھٹک کر رک گئی اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے گیٹ بند کر کے اندر سے لاک لگا دیا اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی ہماری طرف آ گئی۔

"رادھا تم... یہ کون ہے؟" اس نے سرگوشی میں بات کرتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

"یہ ناجی ہے۔" رادھا نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔ "تم کہیں جا رہی تھیں کیا؟"

"نہیں میں باہر سے آئی ہوں' گاڑی بند کر رہی تھی آؤ تم لوگ اندر آؤ۔" ڈاکٹر شانتا نے کہا۔

پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ شانتا نے کار میں سے اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا۔ چابیوں کا گچھا نکالا اور دروازے کا تالا کھولنے لگی۔ ہمارے اندر داخل ہونے کے بعد اس نے دروازہ بند کر دیا لیکن بتی نہیں جلائی۔

"میرا ہاتھ پکڑو اور احتیاط سے میرے پیچھے چلتی رہو۔" شانتا نے ایک بار پھر سرگوشی کی۔

رادھا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے رادھا کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ ہم اندھیرے میں چلتے ہوئے اگلے کمرے میں داخل ہو گئے۔ شانتا نے اس کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بعد ہی بتی جلائی تھی۔ روشنی ہوتے ہی اس کا چہرہ دیکھ کر چونک گیا۔ اس کا رنگ فق ہو رہا تھا۔ خوف سے آنکھوں میں دہشت سی ابھر آئی تھی۔ وہ ہمیں اس کمرے میں لے آئی جہاں میں پہلے بھی چند روز گزار چکا تھا۔

"تت... تم لوگ یہاں کیسے آئے' کسی نے دیکھا تو نہیں؟" شانتا کے لہجے میں ہلکی سی کپکپاہٹ

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

تھی۔

''ڈرو نہیں' ہمیں کسی نے اس طرف آتے ہوئے نہیں دیکھا۔'' میں نے اسے تسلی دیتے ہو
کہا۔''لیکن پہلے تم اپنی دوست کو دیکھ لو۔ اس کی حالت کچھ اچھی نہیں ہے۔''

''کیا ہوا رادھا؟'' وہ رادھا کی طرف مڑ گئی جو اس دوران بیڈ کے کنارے پر بیٹھ چکی تھی۔

رادھا نے جواب دینے کے بجائے ساڑھی کا پلو پوری طرح ہٹا دیا اور بلاؤز کے سامنے کے ہ
کھول دیئے۔ بلاؤز کی تراش کچھ ایسی تھی کہ تمام بٹن کھلتے ہی بلاؤز سامنے سے اوپن شرٹ کی طرح کھل گ
اس نے بلاؤز اتار کر ایک طرف پھینک دیا۔

ڈاکٹر شانتا اس کے سینے' بانہوں اور پیٹ پر زخم دیکھ کر اچھل پڑی۔ ''یہ... یہ کیا ہوا؟'' وہ ہکلا
رہ گئی۔

''یہ ان لوگوں کی درندگی کے نشان ہیں جو اپنے آپ کو بھگوان کا اوتار کہتے ہیں۔'' رادھا نے رن
ہوئی آواز میں کہا اور ٹانگوں پر سے ساڑھی اٹھا دی۔ ''یہ... یہ دیکھو۔ ہوس کے ان پجاریوں نے مجھے چھ
کر دیا ہے۔ مجھے خونخوار بھیڑیوں کی طرح دانتوں سے اس طرح نوچا گیا کہ میں ہر بار مرتی رہی مگر
موت نہیں آئی۔''

میں اس کمرے سے باہر نکل گیا' رادھا نے جس انداز سے بات شروع کی تھی اس سے میں مط
ہو گیا تھا۔ ہمارے آ جانے سے ڈاکٹر شانتا کے دل میں اگر کوئی ناگوار تاثر قائم ہوا بھی ہوگا تو رادھا کی باتو
سے وہ تاثر زائل ہو جائے گا۔

تقریباً دس منٹ بعد ڈاکٹر شانتا اس کمرے سے باہر نکلی اور مرکزی کمرے سے ہوتی ہوئی ا
دروازے میں داخل ہو گئی جو کلینک کی طرف کھلتا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ واپس آ گئی۔ اس کے ہاتھ
مرہم کی دو ٹیوبیں' سپرٹ کی بوتل اور کاٹن کا رول تھا۔ وہ میری طرف دیکھے بغیر رادھا والے کمرے میں
گئی' میں مرکزی کمرے میں ایک صوفے پر بیٹھا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد ڈاکٹر شانتا نے دروازے پر آ
اشارہ کیا تو میں بھی اٹھ کر کمرے میں آ گیا۔

رادھا بیڈ پر چادر اوڑھے پڑی تھی۔ اس کا بلاؤز' ساڑھی اور انڈر گارمنٹس ایک طرف کرسی پر پڑ
ہوئے تھے۔ میں اندر آیا تو ڈاکٹر شانتا نے وہ کپڑے سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیئے۔

''اچھا کیا جو تم نے زخموں کو ڈیٹول سے صاف کر دیا تھا۔'' شانتا میری طرف دیکھتے ہوئے بولی
میں نے مرہم لگا دیا ہے۔ ٹھیک ہو جائے گی لیکن دو تین روز تکلیف تو رہے گی۔''

''ڈیٹول کا مشورہ بھی اس نے دیا تھا۔'' میں نے کہا۔ ''اس کے علاوہ یہ راستے میں موٹر سائ
سے گری تھی۔ اس سے بھی چوٹ لگی ہوگی۔''

''میں نے سب دیکھ لیا ہے۔'' شانتا نے کہا' پھر اٹھتے ہوئے بولی۔ ''تم میرے ساتھ آؤ' پ
موٹر سائیکل کو اندر لے آؤ' سامنے یا پڑوس والے مکان کی چھت سے موٹر سائیکل نظر آ سکتی ہے۔ پہلے اس
بندوبست ہو جائے تو پھر بیٹھ کر باتیں کریں گے۔''

میں ڈاکٹر شانتا کے ساتھ باہر آ گیا۔ اس نے دروازہ کھولے رکھا اور میں موٹر بائیک کھینچا

ہوا تر چھا کر کے اندر لے آیا۔ شانتا نے دروازہ بند کر کے لاک کر دیا۔

موٹر سائیکل کے لئے سب سے پچھلے کمرے کا انتخاب کیا گیا تھا۔ جہاں زیادہ سامان نہیں تھا۔ ہم
دوبارہ رادھا والے کمرے میں آ گئے اور پھر باتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ شانتا مجھ سے کرید کرید کر سوال
کر رہی تھی اور میں بڑے محتاط انداز میں جواب دے رہا تھا۔

''میں جیو اور جینے دو کے اصول کی قائل ہوں۔'' شانتا نے کہا۔

''میں کوئی سیاست دان نہیں ہوں لیکن بہت سے لوگوں کی طرح مجھے بھی سرکار کی بعض پالیسیوں
سے اختلاف ہے۔ اعتدال پسند لوگ کبھی ان نیتاؤں کی حمایت نہیں کریں گے جو جنگی جنون میں مبتلا ہیں۔
عوام بھی کسی ملک سے جنگ نہیں چاہتے۔ وہ امن و سکون سے رہنا چاہتے ہیں۔ انہیں دو وقت کی روٹی
چاہئے۔ مگر اس دیش میں جس طرح عوام کو بیوقوف بنایا جاتا ہے اس کی مثال دنیا کے کسی ملک میں نہیں
ملتی۔ ہماری ہر سرکار نے پڑوسیوں کے خلاف ہمیشہ جارحانہ پالیسی اپنائی ہے۔ پڑوسی ممالک دوستی کا ہاتھ
بڑھاتے بھی ہیں تو اسے جھٹک دیا جاتا ہے۔ میں تو کہتی ہوں خود بھی آرام سے جیو اور دوسروں کو بھی جینے دو'
مگر پڑوسیوں کے حوالے سے ہماری سرکار کی پالیسی یہ ہے کہ نہ خود ترقی اور خوشحالی کی طرف بڑھیں گے نہ
بڑھنے دیں گے۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان پہاڑیوں میں دہشت گردی کی تربیت دینے کا کوئی کیمپ ہے۔ اس شہر
کے باسی تو یہی سمجھتے ہیں کہ وہاں کسی قسم کی فوجی تنصیبات ہیں اور کسی عام آدمی کو اس طرف جانے کی
اجازت بھی نہیں تھی۔ مجھے تو بہت بعد میں پتہ چلا تھا کہ وہاں کیا ہے۔ تم نے اپنے دیش اور اپنے لوگوں کی
محبت میں وہ کیمپ تباہ کر دیا لیکن تم نے دو کام ایسے بھی کر ڈالے جو نہیں کرنے چاہئیں تھے۔''

''مثلاً؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''تمہیں الکا اگنی ہوتری کی ہتیا نہیں کرنی چاہئے تھی۔'' شانتا نے کہا۔

''وہ تمہاری محسنہ تھی اس نے تمہیں پناہ دی تھی اور کئی بار تمہاری جان بچائی تھی۔''

''فساد کی اصل جڑ تو وہی کتیا تھی۔'' مجھ سے پہلے رادھا بول پڑی۔ بیڈ کی پشت گاہ سے ٹیک لگانے
کیلئے اس نے اپنے آپ کو اوپر کھینچا تو اس کے منہ سے کراہ سی نکل گئی۔ ''اس نے کسی ہمدردی کی بنا پر اسے
پناہ نہیں دی تھی۔'' وہ اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے بولی۔ ''وہ اس کے ذریعے نہ صرف ناگ راج کو قتل کروانا
چاہتی تھی بلکہ اس کے اور بھی بہت خطرناک منصوبے تھے۔ اس نے تاجی کو یہ لالچ دیا تھا کہ اگر وہ ناگ
راج اور اس کے بعض ساتھیوں کو قتل کر دے تو وہ کیمپ کو تباہ کرنے میں اس کی مدد کرے گی اور اسے
وہاں کے کچھ ایسے راز بھی فراہم کرے گی جنہیں یہ اپنی سرکار کو پیش کر کے سرخرو ہو سکے گا۔ اس کا اصل
منصوبہ یہ تھا کہ تاجی' ناگ راج کی ہتیا کر دے تو اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے مگر میں نے اسے
الکا کا منصوبہ بتا دیا۔ الکا اگنی ہوتری سے تمہاری دوستی میری وجہ سے ہوئی تھی۔ تم کئی سال سے اس کے ساتھ
تھیں لیکن کیا تمہیں معلوم ہے الکا اگنی ہوتری دراصل کون تھی؟''

''کون تھی؟'' شانتا نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''وہ را کی ڈپٹی ڈائریکٹر تھی اور ناگ راج بھی دراصل را کیلئے ہی کام کر رہا ہے۔''

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''کیا؟'' شانتا اچھل پڑی۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔'' رادھا نے کہا۔

''اوہ۔'' شانتا بولی۔ ''اسی لئے وہ اکثر میرے بعض مریضوں کے بارے میں کرید کرید کر پوچھ کرتی تھی۔ وہ مریض جن کا شمار یہاں کے دولت مندوں میں ہوتا ہے اور وہ ناگ راج سے بھی کوئی نہ کوئی تعلق رکھتے تھے لیکن تم نے اچال شوار مندر کو آگ کیوں لگائی تھی۔ اس میں سینکڑوں بے گناہ مارے گئے تھے۔''

''مندر کو آگ میں نے نہیں لگائی تھی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔ ''کیمپ کو تباہ کرنے سے پہلے میں اس مندر میں پنڈت بھیرو کے پاس پناہ لئے ہوئے تھا۔ چھیا بھی میرے ساتھ تھی۔ ہم دو اڑھائی مہینے اس مندر میں رہے تھے۔ جب میں نے کیمپ کو تباہ کیا تو چھیا بھی میرے ساتھ تھی وہ شدید زخمی ہوئی تھی۔ میں سمجھا کہ وہ مر چکی ہے اس لئے میں اسے چھوڑ کر وہاں سے بھاگ نکلا بعد میں پتہ چلا کہ چھیا بچ گئی تھی۔ اس نے ناگ راج کو بتایا کہ میں اچال شوار مندر میں پناہ لئے ہوئے ہوں۔ ناگ راج نے مندر کو آگ لگوا دی۔ یہ تو میری قسمت اچھی تھی کہ کیمپ تباہ کرنے کے بعد میں مندر کی طرف جانے کے بجائے انکا کے آشرم میں آ گیا تھا۔ انکا اس وقت آشرم میں نہیں تھی وہ صبح چھ بجے کے قریب وہاں پہنچی اس نے تہہ خانے میں ہم دونوں کو قتل کرنے کی کوشش کی مگر رادھا نے مجھے بچا لیا اور۔''

''اور میں نے اسے گولیوں سے بھون دیا۔'' رادھا نے میری بات پوری کر دی۔

''تم نے؟'' شانتا نے عجیب سی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''ہاں۔'' رادھا نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''اگر میں ایسا نہ کرتی تو وہ ہم دونوں کو ختم کر دیتی بہر حال'' اس نے ایک گہرا سانس لیا اور بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔ ''اس کے بعد سے ہم مسلسل بھاگ دوڑ رہے ہیں۔ ہم نے ایک محفوظ پناہ گاہ تلاش کر لی تھی مگر انہوں نے اس کا سراغ لگا لیا اور کل رات جب ناجی موجود نہیں تھا تو بیلا دو آدمیوں کو لے کر پہنچ گئی اور میرے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ تم دیکھ رہی ہو۔ آج ہم وہاں سے نکلے تو ہمیں راستے میں گھیرنے کی کوشش کی گئی اور اپنے آپ کو بچانے کی کوشش میں آج بھی دو آدمی ہمارے ہاتھوں مارے گئے۔ ہم بہت طویل چکر کاٹ کر اس طرف آئے ہیں۔ کسی کو پتہ نہیں چلے گا کہ ہم اس وقت کہاں ہیں اس لئے تمہیں زیادہ پریشان۔''

''مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔'' شانتا نے اس کی بات کاٹ دی۔

کیمپ میں دھماکوں کے بعد چھیا نے ناگ راج کو بتا دیا تھا کہ میں مندر میں چھپا ہوا ہوں۔ میں نے شانتا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں چھیا کے ساتھ چند روز یہاں بھی رہا تھا۔ تم سے کسی نے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی یا اپنے آس پاس کسی مشتبہ شخص کو نہیں دیکھا؟''

''نہیں۔'' شانتا نے جواب دیا۔ ''اگر چھیا نے میرے بارے بتایا ہوتا تو انہیں دنوں میرے اس گھر کو بھی راکھ کر دیا گیا ہوتا اور میں نے اپنے آس پاس کوئی ایسا آدمی بھی نہیں دیکھا جس پر کوئی شبہ ہو سکے۔''

''ٹھیک ہے ڈاکٹر۔'' میں نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''ہم زیادہ یہاں نہیں رہیں گے رادھا کو چند روز آرام اور علاج کی ضرورت ہے۔ یہ جیسے ہی ٹھیک ہوگی ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔''

میں کسی بات سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ شانتا نے جواب دیا۔ ''تم کو میرے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔''

''دھنے باد شریمتی جی۔'' میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

''تم نے آج کلینک نہیں کھولا!'' رادھا نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''میں دراصل آٹھ دس روز کیلئے مدراس جانے کا پروگرام بنا رہی تھی۔'' شانتا نے جواب دیا۔ ''کلینک تو کل سے بند پڑا ہے میں نے باہر لکھ کر لگا دیا ہے کہ ذاتی وجوہ کی بنا پر کلینک چند روز کیلئے بند رہے گا۔ آج دوپہر میں نے گھر کا کام کرنے والی عورت کو بھی دس دن کی چھٹی دے دی ہے۔ میرا پروگرام کل یہاں سے احمد آباد اور بمبئی جانے کا تھا وہاں سے ٹرین کے ذریعے مدراس چلی جاتی مگر ظاہر ہے اب میں ایسا نہیں کر سکتی۔''

''مجھے افسوس ہے کہ ہماری وجہ سے تمہارا پروگرام غارت ہو گیا۔'' میں نے کہا۔ ''لیکن میں اس بات کا خیال رکھوں گا کہ تمہاری چھٹیاں ضائع نہ ہوں۔ میری نظروں میں ایک اور جگہ ہے مگر وہ مشکوک ہے۔ ایک دو دن میں پتہ چل جائے گا اگر وہ جگہ محفوظ ہوئی تو ہم وہاں منتقل ہو جائیں گے اور تم مدراس چلی جانا۔''

''کونسی جگہ؟'' شانتا نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''ایک دو دن میں بتاؤں گا۔ اس کے بارے میں معلومات بھی تمہیں ہی حاصل کرنی ہوں گی۔'' میں نے جواب دیا۔

''آٹھ بج رہے ہیں۔'' شانتا گھڑی دیکھتے ہوئے بولی۔ ''میں تم لوگوں کیلئے کچھ کھانے کا بندوبست کروں۔''

شانتا کمرے سے باہر چلی گئی اور میں رادھا کی طرف دیکھنے لگا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد بھی ہم تینوں دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ ڈاکٹر شانتا کو جمائیاں آنے لگیں۔ وہ اٹھ کر میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''میں سونے جا رہی ہوں۔ تم اگر چاہو تو ساتھ والے کمرے میں چلے جاؤ۔ وہاں بھی بستر لگا ہوا ہے۔''

میں اس کا مطلب سمجھ گیا وہ چاہتی تھی کہ میں رات رادھا کے کمرے میں نہ رہوں۔ پچھلی مرتبہ جب چھیا میرے ساتھ آئی تھی تو اس وقت بھی اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ وہ چھیا کو اپنے کمرے میں سلائی رہی تھی اور اب رادھا کو مجھ سے الگ رکھنا چاہتی تھی۔ وہ بہت شریف النفس عورت تھی اور ہمیں بھی شرافت کے دائرے میں رکھنا چاہتی تھی۔ اسے کیا معلوم یہاں آنے سے پہلے ہم کیا کیا گل کھلاتے رہے ہیں۔

رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ رادھا کو بھی نیند آ رہی تھی میں اٹھ کر اس کے کمرے سے باہر آ گیا۔ شانتا نے مجھے جس کمرے میں سونے کیلئے کہا تھا وہ اس سے آگے تھا اور اس راہداری کے دوسری طرف

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

شانتا کا کمرہ تھا۔ میں نے راہداری میں جھانک کر دیکھا۔ شانتا والے کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا اور اندر روشنی ہو رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازے سے جھانک کر دیکھا۔ شانتا اپنے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی اس نے شاید مجھے دیکھ لیا تھا۔

''آؤ اندر آ جاؤ نا جی۔''

شانتا کی آواز سن کر میں اندر داخل ہو گیا اور غیر ارادی طور پر دروازہ بھی پوری طرح بھیڑ دیا۔ میں بیڈ کے سامنے کرسی پر بیٹھنے لگا تو وہ اپنی ٹانگیں سمیٹتے ہوئے بولی۔

''یہاں آ جاؤ۔ آرام سے بیٹھو۔'' اس نے مجھے بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ''وہاں تم لوگوں کے پاس بیٹھی تھی تو بڑے زور کی نیند آ رہی تھی لیکن یہاں تک آتے آتے نیند اڑ گئی۔ سوچا کچھ پڑھ ہی لوں۔''

اس نے کتاب تکیے کے قریب رکھ دی۔ وہ میڈیکل سائنس کے موضوع پر کوئی کتاب تھی۔ شانتا ڈاکٹر تھی اور ظاہر ہے اسے اس قسم کی کتابوں سے دلچسپی تھی۔

اس وقت میرے پیروں میں چپل تھی اور میں چپل اتار کر بیڈ پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا اور شانتا کی طرف دیکھنے لگا۔ شانتا سانولی رنگت کی مالک دبلی پتلی سی عورت تھی۔ اس کے چہرے میں بھی زیادہ کشش نہیں تھی لیکن اس وقت نجانے کیوں وہ مجھے بہت اچھی لگی۔ وہ شب خوابی کے لباس میں تھی اور کچھ جھلکیاں میرے لئے اس میں دلچسپی پیدا کر رہی تھیں۔

شانتا میری نظروں کو تاڑ رہی تھی۔ باتیں کرتے ہوئے وہ بار بار پہلو بدل رہی تھی۔ ایک موقع پر بات کرتے ہوئے میں نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ میری طرف جھکتی چلی گئی۔

میں نے شانتا کا ہاتھ بری نیت سے نہیں پکڑا تھا لیکن اسے اس طرح اپنی طرف جھکتے پا کر میرے دل میں بھی کچھ کچھ ہونے لگا۔ میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور پھر شانتا کی شرافت کا بھرم کھلتا چلا گیا۔

تین چار دن میں رادھا کے زخم ٹھیک ہو گئے۔ البتہ ایک دو زخم ایسے تھے جو ذرا گہرے تھے۔ انہیں ٹھیک ہونے میں ظاہر ہے کچھ وقت لگتا۔ موٹر سائیکل سے گرنے سے جو چوٹ لگی تھی وہ بھی بڑی حد تک ٹھیک ہو گئی تھی۔

ڈاکٹر شانتا نے اگرچہ مدراس کا پروگرام ذہن سے نکال دیا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ اس کا پروگرام خراب نہ ہو اور وہ چند روز کیلئے چلی جائے۔ میرے ذہن میں ایک اور بات بھی تھی اس نے کہہ رکھا تھا اور کلینک کے دروازے پر بھی لکھ کر لگا دیا تھا کہ وہ شہر سے باہر جا رہی ہے۔ اس لئے دس روز تک کلینک بند رہے گا لیکن اس کے یہاں رہتے ہوئے کلینک بند رہنے سے اس پر کسی قسم کا شبہ ہو سکتا تھا۔

ان چار دنوں کے دوران میں نے شانتا ہی کے ذریعے رتنا کے بارے میں معلومات حاصل کر لی تھیں۔ میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا تھا کہ اس رات بیلا نے میری نگرانی کروائی اور شکتی لال کے ٹھکانے بھی معلوم کر لئے ہوں گے۔ بیلا کے آدمیوں نے صرف رادھا کے کاٹیج تک توجہ مرکوز رکھی تھی۔ شاید انہوں نے سوچا ہو کہ میں کہیں باہر جاؤں گا تو واپس وہیں آؤں گا۔

اس رات نو بجے کے قریب ہم شانتا کے بنگلے سے نکلے میں اور رادھا کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ شانتا نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ موٹر سائیکل شانتا کے بنگلے میں ہی چھوڑ دی گئی تھی۔ میرا خیال تھا کہ

چند روز بعد جب یہاں کے حالات بالکل پرسکون ہو جائیں گے تو میں وہ موٹر سائیکل لے جا کر کہیں چھوڑ دوں گا۔

شانتا نے ہمیں رتنا کے مکان والی گلی کے موڑ پر اتار دیا اور گاڑی کو آگے نکال لے گئی میں اور رادھا گلی میں چلتے رہے۔ گلی میں اکا دکا لوگوں کی آمد و رفت تھی مگر کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی۔

رتنا والے مکان کے قریب پہنچ کر میں نے جیب سے وہ دونوں چابیاں نکال لیں جو اس روز رتنا نے مجھے دی تھیں۔ ایک چابی سے باہر والا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند بھی کر دیا اور پھر آگے بڑھ کر دوسری چابی سے میں نے برآمدے والا دروازہ کھول دیا۔

رادھا کو ابھی تک میں نے رتنا کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ شانتا کے ذریعے رتنا کے بارے میں معلومات حاصل کرائی تھیں تو رادھا کو اس کی ہوا نہیں لگنے دی تھی اور اب رادھا اس کاٹیج میں آ کر کچھ حیران ہو رہی تھی۔ رتنا والے کمرے میں بیڈ پر کپڑے بکھرے ہوئے تھے۔ ایک کرسی کی پشت پر عورتوں کے استعمال کے انڈر گارمنٹس رکھے ہوئے تھے۔ ڈریسنگ ٹیبل پر میک اپ کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں جنہیں دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ یہاں کسی عورت کی رہائش ہے۔

یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد رادھا الجھی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھنے لگی۔

''بعض عورتوں میں سلیقہ نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔'' میں نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''گھر سے باہر تو وہ بہت ٹپ ٹاپ میں رہتی ہیں ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتیں لیکن گھر کی حالت ایسی ہوتی ہے جو چیز جہاں چاہا پھینک دی کوئی چیز سنبھال کر نہیں رکھی جاتی۔''

میں نے بیڈ پر بکھرے ہوئے رتنا کے کپڑے سمیٹ کر اس کرسی پر ڈال دیئے جس کی پشت پر انڈر گارمنٹس پڑے ہوئے تھے۔

''اور میرا خیال ہے کہ وہ رات تم نے یہاں گزاری تھی۔'' رادھا نے چبھتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

''مجبوری تھی۔ میں ڈھٹائی سے مسکرا دیا۔'' تم یہ تھیلا یہاں ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دو اور چائے بنانا چاہو تو میں تمہیں کچن دکھا دوں۔ میرا خیال ہے وہاں ضرورت کی ہر چیز موجود ہو گی۔''

''معلوم ہوتا ہے تم اس کاٹیج کی ہر چیز دیکھ چکے ہو۔'' رادھا نے مجھے گھورا۔

''میں صرف ایک رات یہاں رہا تھا۔'' میں نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے جواب دیا۔ ''اور اس ایک رات میں جو کچھ نظر آیا دیکھ لیا۔''

رادھا چند لمحے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی پھر اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھیلا ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دیا۔ اس میں زخموں پر لگانے کیلئے مرہم اور کچھ دوسری دوائیں تھیں۔

''یہ کس کا کاٹیج ہے۔'' وہ میری طرف گھوم گئی۔ ''کون رہتی ہے یہاں۔''

''تم اسے چہرے سے پہچانتی ہو۔ آمنا سامنا بھی ہو چکا ہے لیکن نام سے واقف نہیں ہو اسی لئے نام بتانے کی ضرورت نہیں۔ ویسے وہ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے میں یہاں آ جائے گی۔ مل لینا اس سے آؤ میں تمہیں کچن دکھا دوں۔''

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

رادھا میرے ساتھ کمرے سے باہر آ گئی۔ کچن میں جانے سے پہلے اس نے پورے کاٹج کا جائزہ لیا۔ میں اس کی کیفیت کو سمجھ رہا تھا وہ یقیناً اندر ہی اندر کھول رہی تھی۔ اسے یہ بات بہت ناگوار گزری تھی کہ میں نے وہ رات کسی اور عورت کے ساتھ گزاری تھی۔

عورت بھی عجیب شے ہے۔ کوئی مرد اس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھ لے تو مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ انتقام لینے پر اتر آئے تو دنیا کو تہ و بالا کر دیتی ہے اور کسی کو اپنا مان لے تو اس کیلئے جان تک دے دیتی ہے۔ اس کے ساتھ کسی دوسری عورت کا نام بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ یوں تو رادھا نے میرے لئے بہت کچھ کیا تھا اپنی زندگی داؤ پر لگا رکھی تھی لیکن اب پہلی مرتبہ انکشاف ہوا کہ میرے بارے میں اس کی سوچ کیا تھی۔ اس کے جذبات کیا تھے۔ میرے حوالے سے کسی دوسری عورت کے بارے میں جان کر وہ سلگ اٹھی تھی۔ اگر اسے پتہ چل جاتا کہ میں نے ایک رات شانتا کے ساتھ بھی گزاری تھی تو وہ شاید شانتا کو بھی قتل کر دیتی اور اب یہاں رتنا کا معاملہ تھا۔ مجھے بہت محتاط رہنے کی ضرورت تھی اور میں کسی کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔

جہاں تک میرا تعلق تھا تو میں اس قسم کے جذبات سے بالکل عاری تھا۔ میری زندگی میں بہت سی عورتیں آئی تھیں۔ میں نے کسی کے بارے میں جذباتی ہو کر نہیں سوچا تھا ان عورتوں کی حیثیت میرے نزدیک ایسی تھی جیسے ضرورت کے وقت کوئی چیز خریدی اور استعمال کر کے پھینک دی۔ ایسی عورتوں میں شرافت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی وہ یا تو پیسے کے لئے قریب آتی ہیں یا مجھ جیسے خوبرو جوان مردوں سے اپنی ہوس کی آگ بجھانے کیلئے۔ شریف عورتیں کبھی غیر مردوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتیں اور میں نے بھی کبھی کسی شریف عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا اور اس قماش کی عورتوں کو میں معاف نہیں کرتا تھا۔

میری زندگی میں سب سے پہلے رضیہ آئی تھی۔ اسی نے مجھے زندگی کی اس رنگینی سے روشناس کرایا تھا۔ اس کے بعد کئی عورتیں آئیں اور چلی گئیں وہ سب یا تو مجھ سے پیسہ کھینچنا چاہتی تھیں یا اپنی ہوس مٹانا چاہتی تھیں لیکن بیلا ان سے مختلف ثابت ہوئی اس کا مقصد کچھ اور تھا اور اونچا کھیل کھیل رہی تھی اور پھر اکا انی ہوتری بھی اس کھیل میں شامل ہوگئی۔ رادھا' رتنا اور شانتا کو بھی میں ان سے مختلف نہیں سمجھتا تھا۔ ان میں سے کوئی اگر مجھے اپنے مندر کا دیوتا بنا بیٹھتی تھی تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی میں ان کے حسن و شباب سے کھیل تو سکتا تھا لیکن انہیں زندگی کا روگ نہیں بنا سکتا تھا۔ یہاں میں اپنی مرضی سے نہیں آیا تھا۔ مجھے گن پوائنٹ پر لایا گیا تھا لیکن یہاں آنے کے بعد صورت حال کا اندازہ ہوا تو میں نے ایک مقصد کا تعین کر لیا تھا۔ ایک راستہ منتخب کر لیا تھا اور اس مقصد کے حصول کے لئے میں نے اپنے آپ کو ان حسین ناگنوں کیلئے کھلونا بنا لیا تھا۔ مجھے ان کی ضرورت تھی اور اس وقت تک ان کی خواہشات پوری کرتا رہوں گا جب تک میرا مقصد پورا نہیں ہو جاتا لیکن اب مجھے کچھ محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔ رادھا کے جذبات کے اظہار نے مجھے چونکا دیا تھا۔

ہم کمرے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ باہر کا دروازہ ہولے سے کھٹکھٹایا گیا میں نے باہر نکل کر بیرونی دروازے سے جھانکا اور مطمئن ہو کر دروازہ کھول دیا وہ رتنا تھی۔

رادھا رتنا کو دیکھ کر چونک گئی۔ رتنا تو بڑی گرمجوشی سے ملی تھی لیکن میں نے محسوس کیا تھا کہ رادھا کے انداز قدرے سرد مہری تھی۔ اس کے سینے میں حسد اور رقابت کے جذبات سر ابھارنے لگے تھے۔

''مجھے اطلاع مل گئی تھی۔'' رتنا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اچھا ہوا تم آج یہاں آ گئے میرے پاس کچھ اہم خبریں ہیں لیکن باتیں بعد میں ہوں گی۔ پہلے کچھ کھا پی لیا جائے۔ میں تم لوگوں کے لئے فرائی فش لے کر آئی ہوں۔''

چند منٹ بعد وہ پلیٹوں میں فرائی فش نکال کر لے آئی۔ آج دن شانتا کے ذریعے میں نے اسے پیغام بھجوا دیا تھا کہ ہم رات نو بجے کے قریب یہاں پہنچ جائیں گے اور اس لئے وہ آتے ہوئے راستے میں کسی جگہ سے مچھلی بھی لے آئی تھی۔

''ہاں۔ وہ خبریں کہاں ہیں؟'' میں نے کانٹا نکال کر مچھلی کا ایک ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ مچھلی بہت اچھی فرائی کی ہوئی تھی اور مجھے کئی روز بعد ایسی چیز کھانے کا موقع ملا تھا۔

''تمہیں اور رادھا کو اب بھی پورے شہر میں تلاش کیا جا رہا ہے۔'' رتنا نے کہا۔

''اس خبر میں کوئی نیا پن نہیں۔'' میں نے کہا۔

''تو پھر تمہارے لئے نویں نکور خبر یہ ہے کہ ناگ راج ماؤنٹ آبو سے رخصت ہونے کی تیاری کر رہا ہے۔'' رتنا نے مسکرا کر کہا۔

''کیا؟'' میں واقعی اچھل پڑا۔ ''تمہیں کیسے پتہ چلا۔ کس نے بتایا؟''

''آج شام ریسٹورنٹ میں دو آدمی آئے تھے۔'' رتنا کہنے لگی۔ ''میری ڈیوٹی انہی کی میز پر تھی۔ چائے پیتے ہوئے وہ مدھم لہجے میں باتیں کر رہے تھے۔ میں ناگ راج کا نام سن کر چونکی تھی اور پھر میں اس میز کے ارد گرد ہی منڈلاتی رہی تاکہ ان کی باتیں سن سکوں۔''

''اور وہ باتیں کیا تھیں۔'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''میں تفصیل نہیں جان سکی لیکن ان میں سے ایک آدمی کہہ رہا تھا کہ ناگ راج کے چلے جانے کے بعد وہ لوگ مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ اب تک وہ ناگ راج کی وجہ سے بچے ہوئے تھے۔ کوئی بڑے سے بڑا پولیس آفیسر بھی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا مگر وہ اکیلے رہ جائیں گے تو ایک معمولی کانسٹیبل بھی انہیں سڑک پر ننگا کر دے گا۔''

''کون تھے وہ لوگ۔ ان میں سے کسی کو پہچانتی ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نے پہلی مرتبہ انہیں دیکھا تھا مگر ان میں سے ایک نے دوسرے کو بجو رام کے نام سے مخاطب کیا تھا۔'' رتنا نے بتایا۔

''بجو رام۔'' میں نے زیر لب یہ نام دہرایا۔ پھر رادھا کی طرف دیکھنے لگا۔ ''اس نام کے کسی شخص کو جانتی ہو؟''

''میں نے بھی یہ نام پہلی مرتبہ سنا ہے۔'' رادھا نے جواب دیا۔

''معلوم کرنا پڑے گا۔'' میں نے کہا اور رتنا سے کرید کرید کر پوچھنے لگا مگر وہ مزید کچھ نہیں بتا سکی۔ میرے لئے یہ معلوم کرنا بہت ضروری تھا کہ ناگ راج کب اور کہاں جا رہا ہے مگر کوئی بات سمجھ

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

میں نہیں آ رہی تھی اور پھر یقیناً میرے ذہن میں شکتی لال کا نام ابھرا۔ اس کے ذریعے کوشش کی جا سکتی ہے۔

''ان دونوں کا حلیہ کیا تھا؟'' میں نے رتنا سے پوچھا۔ ''میرا مطلب ہے کس قسم کے آدمی تھے لباس شکل وصورت ان کا شمار شرفا میں کیا جا سکتا ہے یا...''

''بس ایسے ہی تھے۔'' رتنا نے جواب دیا۔ ''کوئی شریف آدمی ناگ راج کے قریب نہیں پھٹکتا اور نہ ہی انہیں پولیس کا کوئی خوف ہوتا ہے۔ ان دونوں کو تم ذرا اونچے درجے کا بدمعاش کہہ سکتے ہو۔''

''سمجھ گیا۔'' میں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''ناگ راج کے بارے میں یہ معلوم ہونا بہت ضروری ہے کہ وہ کب اور کہاں جا رہا ہے اور یہ بات ہمیں بچو رام یا اس کا ساتھی ہی بتا سکے گا۔''

''لیکن بچو رام کا پتہ تم کیسے چلاؤ گے...'' رادھا نے کہا۔

''اس کا پتہ چلانا زیادہ مشکل نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''میں جا رہا ہوں واپسی میں دیر ہو جائے گی مگر تم لوگ پریشان مت ہونا۔''

میں نے باتھ روم میں جا کر ہاتھ دھوئے اور پھر تیار ہونے میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ میری داڑھی کافی بڑھ چکی تھی اور مونچھیں بھی پھیل گئی تھیں اس پر اورنج کپڑے کی بل دار پگڑی باندھ کر میں راجستھانی راجپوت ہی لگ رہا تھا جس کا تعلق نچلے طبقے سے ہو۔

گلی سے نکل کر میں بائیں طرف مڑ گیا۔ ریڈ لائٹ ایریا زیادہ دور نہیں تھا لیکن میں سامنے کی طرف سے جانے کے بجائے پچھلی طرف ایک گلی میں مڑ گیا اور پھر گلیوں ہی گلیوں میں ہوتے ہوئے شکتی لال کے ٹھکانے تک پہنچنے میں مجھے زیادہ دیر نہیں لگی اس وقت بھانوٹ بھی وہاں موجود تھا۔ مجھے دیکھتے ہی دونوں کے چہروں پر رونق آ گئی۔

''پائے لاگوں گرو۔'' شکتی نے ہاتھ میرے پیروں کی طرف جھکاتے ہوئے کہا اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

''لیٹے رہو۔'' میں کہتے ہوئے چارپائی کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کئی دن پہلے تمہارا نام سننے میں آیا تھا گرو جب تم ناگ راج کے دو آدمیوں کو ٹھکانے لگا کر موٹر بائیک پر بھاگ نکلے تھے اور تمہارے ساتھ وہ لونڈیا بھی تھی بڑا ہنگامہ مچا تھا شہر میں۔'' شکتی میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''انہوں نے ہمیں گھیرنے کی پوری طرح کوشش کی تھی مگر قسمت اچھی تھی جو بچ نکلے'' میں نے کہا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔ ''بچو رام کو جانتے ہو؟''

''اسے کون نہیں جانتا گرو۔'' شکتی بولا۔ ''پر کیا بات ہے اس سے مڈبھیڑ ہو گئی کیا؟''

''نہیں...'' میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ وہ کون ہے ناگ راج سے اس کا کیا تعلق ہے اور وہ کہاں ملے گا۔''

''بچو رام شنکر کا آدمی ہے۔'' شکتی نے کہا۔ ''شنکر نے دراصل پورے شہر میں اپنی دادا گیری کی دھاک بٹھا رکھی ہے۔ چھوٹے چھوٹے جتنے بھی بدمعاش ہیں سب اس کو مانتے ہیں اور اس کے آدمیوں کو بھتہ دیتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے علاقے ٹھیکے پر لے رکھے ہیں۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ ''بچو رام

نے ایک علاقے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اس علاقے میں چند بڑے ہوٹل گیسٹ ہاؤسز ریسٹورنٹس اور بڑے بڑے سپر سٹورز بھی ہیں جن سے بچو رام روزانہ بھتہ وصول کرتا ہے۔''

''بچو رام نے ایک رکھشا منڈل بنا رکھا ہے۔ اس کے آدمی روزانہ شام کو ڈبہ لے کر پورے علاقے میں گھومتے ہیں اور ہر ہوٹل اور دکان سے رکھشا منڈل کے نام پر بھتہ وصول کرتے ہیں۔ کاروبار کے مطابق بھتوں کے ریٹ بھی مقرر ہیں جو روزانہ خاموشی سے طے شدہ بھتہ دیتا ہے وہ ان کے شر سے محفوظ رہتا ہے اور جو انکار کرتا ہے اس کی دکان پر اس روز ڈاکہ پڑتا ہے یا توڑ پھوڑ ہو جاتی ہے۔ لوگ ایسے ناخوشگوار واقعات سے بچنے کیلئے خاموشی سے بھتہ دے دیتے ہیں۔ بچو رام ہر ہفتے شنکر کو وہ لاکھ روپے ادا کرتا ہے ویسے سنا ہے کہ وہ ہفتے میں چار پانچ لاکھ روپے کے قریب رقم جمع کر لیتا ہے۔''

''کیا ناگ راج سے بھی براہ راست اس کا کوئی تعلق ہو سکتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''مجھے معلوم نہیں وہ شنکر کا آدمی ہے ہو سکتا ہے ناگ راج سے بھی اس کا کوئی تعلق ہو مگر قصہ کیا ہے گرو؟'' اس نے پوچھا۔

''ناگ راج یا شنکر کا کچھ پتہ چلا کہ وہ کہاں ہیں۔'' میں نے سوال کیا۔

''ابھی نہیں۔'' شکتی نے جواب دیا۔ ''کوئی خاص سمسیا؟'' اس نے ایک بار پھر سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''ہاں۔'' میں نے کہا۔ ''کچھ دیر پہلے مجھے پتہ چلا ہے کہ ناگ راج یہ شہر چھوڑنے کا منصوبہ بنا رہا ہے اگر وہ یہاں سے نکل گیا تو پھر ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھ سارا حساب کتاب یہاں کا ہے اسے یہیں پر برابر کیا جائے لیکن ناگ راج' شنکر اور گوپال وغیرہ کہاں چھپے بیٹھے ہیں یہ ہم کچھ نہیں جانتے اور ناگ راج کا منصوبہ کیا ہے اس کے بارے میں بچو رام ہی بتا سکتا ہے اور بچو رام کو تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔ آج ہی رات۔''

''تو چنتا کیوں کرتے ہو۔ گرو'' شکتی لال نے کہا۔ ''ہم بچو رام کو آج رات ہی پکڑ لیں گے۔ اس کی زبان کھلوانے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی۔'' اس نے مڑ کر بھانوٹ کی طرف دیکھا۔ ''بھانوٹ۔ گرو کی ساری باتیں تم نے سن لی ہیں۔ بچو رام اس وقت کہاں ہوگا؟''

''اس وقت وہ بدری کے شراب خانے میں ہوگا۔ روزانہ رات دس بجے کے بعد وہ وہیں ملتا ہے۔ میں ایک گھنٹے کے اندر اندر اسے یہاں بلا کر گرو کے قدموں میں پھینک دوں گا۔''

''یہاں نہیں۔'' میں جلدی سے بولا۔

''تم مٹھو کو ساتھ لے جاؤ ہم جھیل کے ڈھابے سے آگے والے موڑ پر تمہارا انتظار کریں گے مگر ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں لگنا چاہئے۔''

''نہیں لگے گا۔'' بھانوٹ کہتے ہوئے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے چند منٹ بعد شکتی بھی چارپائی سے اتر گیا اور جوگرز پہننے لگا۔

''تمہاری ٹانگ کا زخم اب کیسا ہے چلنے میں تکلیف تو نہیں ہوگی۔'' میں نے کہا۔

''بالکل نہیں گرو۔'' شکتی نے جواب دیا۔ ''وہ وید تو کمال کا آدمی نکلا اس نے چھ سو روپے لئے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

تھے۔ سو روپے علاج اور پانچ سو روپے اپنی زبان بند رکھنے کے پتہ نہیں کونسا مرہم لگاتا تھا۔ دو تین پٹیاں لگانے سے ہی زخم بھر گیا اب تو بہت معمولی سی تکلیف ہے مگر اسے چلنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔"

ہم دونوں کمرے سے باہر آ گئے۔ شکتی نے دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا اور ہم اس اصطبل نما حویلی سے باہر آ گئے۔

"گلی میں بائیں طرف تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی دکان تھی جو اس وقت بھی کھلی ہوئی تھی۔ اندر لالٹین جل رہی تھی۔"

"چھیلی او چھیلی....." شکتی نے دروازے میں جھانکتے ہوئے آواز دی۔

"کیا ہے رہے۔ کون ہے کیا چاہئے۔" اندر سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"دو چائے بنا کر دے۔ ذرا جلدی..... ذرا اچھی بنانا" شکتی نے کہا۔ میں اس دکان سے ذرا آگے جا کر کھڑا ہو گیا۔ تقریباً بیس منٹ بعد شکتی چائے کے دو گلاس لے کر آ گیا ہم وہاں کھڑے چائے پیتے اور باتیں کرتے رہے۔ چائے ختم کر کے اس نے خالی گلاس واپس کئے اور دوبارہ میرے قریب آ کر اشارہ کیا۔

وہاں سے تقریباً سو گز آگے ایک موڑ تھا۔ اس موڑ کے ایک طرف تو تاریکی میں ڈوبے ہوئے پرانی طرز کے مکان تھے اور دوسری طرف آگے ویرانہ تھا۔ اس موڑ پر ایک گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنیاں دیکھ کر ہم دونوں نیلے کی آڑ میں چلے گئے۔

وہ ایک کھلی جیپ تھی جو موڑ پر آ کر رک گئی۔ ایک آدمی اتر کر آگے اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جیپ رکتے ہی ہیڈ لیمپس بجھا دیئے گئے لیکن اس آدمی کی آواز سنتے ہی ہم سامنے آ گئے۔ وہ بھانوٹ تھا۔

جیپ کی پچھلی والی سیٹس آمنے سامنے تھیں۔ ایک سیٹ پر تین آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ بیچ والے کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اور ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ دونوں آدمیوں میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں چاقو۔

میں اور شکتی سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گئے اور بھانوٹ نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور انجن سٹارٹ کر کے جیپ آگے بڑھا دی۔ اس نے ہیڈ لیمپس روشن نہیں کئے تھے۔

وہ اماوس کی رات تھی۔ گہری تاریکی تھی ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ اس تاریکی میں روشنی کے بغیر جیپ چلانا خطرے سے خالی نہیں تھا لیکن بھانوٹ بڑی مہارت کا مظاہرہ کر رہا تھا اور راستہ بھی غالباً اس کا دیکھا بھالا تھا اور وہ غالباً یہ بھی جانتا تھا کہ اسے کہاں جانا ہے۔

تقریباً بیس منٹ تک ٹیلوں میں چلنے کے بعد جیپ ایک اور تنگ سے راستے پر مڑ گئی۔ تقریباً دو سو گز آگے کسی عمارت کے کھنڈر تھے۔ بھانوٹ جیپ کو ان کھنڈروں میں لے گیا اور ایک دیوار کی آڑ میں رک کر ہیڈ لیمپس روشن کر دیئے۔

"پیچھے مٹھو کے ساتھ شکتی کا ایک اور آدمی تھا جو بچو رام کو جیپ سے اتار کر ہیڈ لیمپس کی روشنی میں لے آئے۔ شکتی نے اس کے منہ میں ٹھنسا ہوا کپڑا نکال دیا اور ہاتھ بھی کھول دیئے پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔"

"کرو۔ یہ جو جو پوچھتا ہے"

"تم لوگ بچو گے نہیں۔" بچو رام بول اٹھا۔ "جب میرے آدمیوں کو پتہ چلے گا کہ مجھے کڈنیپ کیا گیا ہے تو وہ تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"وہ تو تمہارا کھوج نہیں لگا پائیں گے ہمیں کیسے ڈھونڈیں گے۔" شکتی نے اسے زوردار ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

"اگر تم تشدد سے بچنا چاہتے ہو تو میری باتوں کا ٹھیک ٹھیک جواب دے دو۔" میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور جواب کا انتظار کئے بغیر بولا۔ "ناگ راج یہ شہر چھوڑ کر کہاں جانا چاہتا ہے۔ اس کا منصوبہ کیا ہے۔"

بچو رام چونک گیا۔ اس کا چہرہ ایک دم دھواں ہو گیا تھا وہ خوفزدہ سی نظروں سے چند لمحے میری طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔

"میں ناگ راج کے کسی منصوبے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تو پھر تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ یہاں سے جانے والا ہے۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جما دیں۔

"نہیں..... نہیں مجھے کچھ معلوم نہیں" وہ گھگھیایا۔

میں نے مزید کچھ پوچھے بغیر اس پر ٹھوکروں کی بارش کر دی۔ وہ زمین پر لوٹتا اور چیختا رہا۔ ایک موقع پر اس نے اٹھ کر بھاگنے کی کوشش بھی کی مگر بھانوٹ نے اسے پکڑ لیا اور گھونسے ٹھوکریں مارتے ہوئے میرے قدموں میں لا پھینکا۔

"ابے زبان کھولتا ہے یا تیری زبان کاٹ دوں" بھانوٹ نے اسے بالوں سے پکڑ کر سر کو پیچھے کی طرف جھٹکا دیا اور دوسرے ہاتھ میں پکڑا ہوا چاقو اس کے چہرے کے سامنے لہرانے لگا۔

"لیکن بچو رام نے زبان نہیں کھولی وہ واقعی بہت سخت جان تھا۔ اس مرتبہ مٹھو نے اسے ٹھوکروں پر رکھ لیا اور پھر اس کا بازو پکڑ کر اس کی کہنی پورے زور سے اپنے گھٹنے پر ماری بچو رام ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح بلبلا اٹھا۔ وہ زمین پر بری طرح مچلنے لگا۔"

"میں تمہارے شریر کا جوڑ جوڑ الگ کر دوں گا۔" مٹھو نے اس کا دوسرا بازو پکڑ لیا۔ اس مرتبہ بھی مٹھو نے وہی عمل دہرایا۔ اس مرتبہ بچو رام کی چیخیں پہلے سے زیادہ بلند تھیں۔ مٹھو نے اس کی ٹانگ پکڑی تو بچو رام چیخ اٹھا۔

"ٹھہرو..... بب..... بتا..... تا..... ہوں۔"

میں نے مٹھو رام کو اشارہ کیا وہ بچو رام کو چھوڑ کر ہٹ گیا۔ بچو رام دیر تک اوندھا پڑا کراہتا رہا اس کے دونوں بازو کہنیوں سے ٹوٹ کر بیکار ہو گئے تھے۔

"ابے بولتا ہے یا ٹانگ بھی توڑ دوں۔" مٹھو اسے زوردار ٹھوکر مارتے ہوئے غرایا۔ "جلدی بول ہمارے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے۔"

"بب..... بتاتا ہوں۔" بچو رام رو دیا۔

"میں نے چند منٹ اسے موقع دیا تاکہ اپنے آپ کو سنبھال لے پھر میں نے سوالات کا سلسلہ

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

شروع کر دیا۔ وہ فر فر بولنے لگا۔"

"کیمپ کی تباہی کے بعد..... بڑے بڑے افسر ناگ راج سے ناراض ہو چکے ہیں۔ ناگ راج نے سارا الزام اگرچہ ایک پاکستانی آتنک وادی پر لگا دیا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو بھی بری الذمہ ثابت نہیں کر سکتا۔ اعلیٰ حکام کو بھی یہ شبہ ہے کہ اچال شوار مندر کو آگ بھی اسی نے لگوائی تھی۔ کوئی ایک شخص اتنی بڑی بلڈنگ بلکہ ایک دوسرے سے ملی ہوئی کئی بلڈنگوں کو اس طرح آگ نہیں لگا سکتا کہ وہ بیک وقت بھڑک اٹھے۔ ناگ راج پر اگرچہ یہ الزام ثابت نہیں ہو سکا مگر اس کی تحقیقات کیلئے دلی سے ماہرین بلوائے گئے ہیں۔"

"ناگ راج کو را کی پشت پناہی حاصل تھی مگر وہ بھی اب اس سے ناراض ہیں کیونکہ یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ اس نے اپنی ذاتی دشمنی کی بنا پر را کے بھی کئی آدمیوں کو مروا دیا تھا۔"

"سرکار ناگ راج کو محض اس لئے چھوٹ دے رہی ہے کہ وہ ایک اور خطرناک منصوبے پر کام کر رہا ہے۔ وہ منصوبہ مکمل ہو جانے سے ہماری سرکار پاکستان میں دہشت گردی کا ایسا طوفان اٹھا دے گی جس پر وہاں کی سرکار قابو نہیں پا سکے گی۔"

"اور ناگ راج کا وہ منصوبہ خطرناک زہریلے انجکشنوں کی تیاری ہے جس کے لگانے سے انسان جھٹکے کھا کر مر جاتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔" بچو رام بولا۔ "دوسری طرف ناگ راج اس پاکستانی مہاشے سے خوفزدہ ہے جس کی وجہ سے اسے اتنے نقصان اٹھانے پڑ رہے ہیں۔ ناگ راج کے کئی اہم آدمی اس کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں اور ناگ راج کو ڈر ہے کہ اگر یہی صورتحال رہی تو وہ پاکستانی نوجوان کسی وقت اس تک بھی پہنچ جائے گا اس لئے اس نے یہاں سے چلے جانے کا منصوبہ بنایا ہے تاکہ کسی محفوظ مقام پر جا کر اپنے منصوبے پر کام کر سکے۔"

"کیا سرکار کو اس کے اس پروگرام کا پتہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" بچو رام نے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ چوری چھپے یہاں سے نکلنا چاہتا ہے اس کا خیال ہے کہ کچھ عرصہ غائب رہے گا اور جب اپنا زہریلا منصوبہ مکمل کر کے سرکار کو پیش کر دے گا تو سرکار اس کے سارے گناہ معاف کر دے گی۔"

"اس کے ساتھ کون کون جا رہا ہے؟" میں نے پوچھا۔ "وہ کب اور کہاں جائے گا۔"

"بیلا، شنکر، گوپال اور پنڈت امریش ہوں گے۔ ناگ راج زیادہ لوگوں کو اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہتا لیکن ہو سکتا ہے آخری وقت میں وہ کسی اور کو بھی ساتھ لے لے اس میں میرا نام بھی ہو سکتا ہے مگر مجھے اس کی توقع نہیں۔"

"ناگ راج کا یہ منصوبہ اتنا خفیہ ہے تو تمہیں کیسے پتہ چلا!" میں نے پوچھا۔

"مجھے شنکر نے بتایا تھا۔" بچو رام نے جواب دیا۔ "اس نے کہا تھا کہ اگر مجھے ساتھ نہ لے جایا جا سکا تو ہم اپنا بندوبست کر لیں۔"

"شنکر کہاں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"وہ راجندر مارگ کے ایک پرائیوٹ کلینک میں ہے۔" بچو رام نے جواب دیا۔ میں بچو رام سے مزید سوال کرتا رہا اور جب یہ معلوم ہوا کہ ناگ راج اس وقت کہاں چھپا ہوا ہے اور وہ کب اور کہاں کیلئے روانہ ہوگا تو میں نے شکتی کو اشارہ کر دیا۔ وہ آگے بڑھا تیزی سے جھکا اور اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا چاقو دستے تک بچو رام کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ بچو رام کے منہ سے نکلنے والی وہ آخری چیخ خوفناک تھی جو پہاڑیوں میں گونج پیدا کرتی چلی گئی۔

پہاڑیوں سے نکل کر سڑک پر آتے ہی بھانوٹ نے جیپ کے ہیڈ لیمپس روشن کر دیئے اور پھر جیپ کو آگے لے جا کر اس سڑک پر موڑ دیا جو راجندر مارگ کی طرف چلی گئی تھی۔

سڑکوں کی رونق اجڑ رہی تھی۔ ابھی ہم اگلے چوک سے کچھ دور ہی تھے کہ دائیں طرف سے آنے والی سفید رنگ کی ایک ماروتی کار تیزی سے چوک پار کرتی ہوئی ہماری جیپ کے آگے سے بائیں طرف مڑ گئی لیکن چند گز آگے جا کر بریکوں کی تیز چرچراہٹ سے رک گئی۔ اس دوران ہماری جیپ سیدھی چوک سے آگے نکل گئی تھی۔

سفید ماروتی کار تیزی سے مڑ کر ہمارے پیچھے لگ گئی اور نہایت تیز رفتاری سے ہمیں اوورٹیک کرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ شکتی پچھلی سیٹ پر میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ آگے کی طرف منہ کر کے چیخ اٹھا۔

"بھانوٹ ہوشیار۔ یہ بچو رام کے آدمی ہیں۔ انہوں نے شاید جیپ پہچان لی ہے۔"

"چنتا مت کرو، نمٹ لیں گے۔ ان سے۔" بھانوٹ نے بھی چیخ کر جواب دیا۔ کار میں صرف دو آدمی تھے۔ ایک ڈرائیو کر رہا تھا اور دوسرا پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ کار جیپ سے تقریباً بیس گز آگے نکل کر سڑک پر آڑھی ترچھی رک گئی اور پچھلی سیٹ والا آدمی بڑی پھرتی سے اتر کر سامنے کھڑا ہو گیا اس کے ہاتھ میں پستول تھا مگر اس کا رخ نیچے کی طرف تھا۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ فوری طور پر گولی چلانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

جب ہم پہاڑیوں کی طرف جا رہے تھے؟ بھانوٹ نے بتایا تھا کہ کس طرح انہوں نے بچو رام کو شراب خانے سے باہر نکال کر گرفت میں لیا تھا اور اس کی جیپ لے اڑے تھے اور میرا خیال تھا کہ اس کے کڈنیپ ہونے کا پتہ چل جانے پر اس کے آدمیوں نے اس کی تلاش شروع کر دی ہوگی اور اس ماروتی پر سوار آدمیوں نے جیپ کو دیکھ لیا تھا۔ وہ کوئی کارروائی کرنے سے پہلے تصدیق کر لینا چاہتے تھے کہ بچو رام جیپ میں ہے یا نہیں۔

"ہوشیار۔"

"بھانوٹ چیخا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پوری قوت سے ایکسیلیٹر دبا دیا۔ جیپ بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی طرح آگے بڑھی۔ سامنے کھڑے ہوئے شخص نے چھلانگ لگا کر ایک طرف ہٹنے کی کوشش کی مگر جیپ کی ٹکر سے نہ بچ سکا۔ جیپ کی ٹکر کھا کر وہ کار سے ٹکرایا اور پھر دوسرے ہی لمحے جیپ اس شخص اور کار کو دھکیلتی ہوئی دور تک لے گئی۔ وہ شخص جیپ اور کار کے درمیان پچک کر رہ گیا تھا۔"

"ٹکر لگتے ہی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص اچھل کر باہر گرا وہ جیپ کی زد میں آنے سے بچ گیا تھا۔ اس نے زمین پر گرتے ہی گولی چلا دی تھی۔ گولی جیپ کی بائیں طرف والی ٹیل لائٹ پر لگی تھی

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

مگر شکتی نے اسے دوسرا فائر کرنے کا موقع نہیں دیا۔اس نے جیپ سے چھلانگ لگا دی اور ہوا میں اڑتا ہوا اس شخص کے اوپر جا گرا۔

جیپ ایک زوردار جھٹکے سے رک گئی۔ میں نے بھی چھلانگ لگا دی۔ وہ کار بری طرح پچک گئی اور اس آدمی کا تو قیمہ سا بن کر رہ گیا تھا۔

شکتی اور دوسرا آدمی آپس میں گتھم گتھا تھے۔شکتی نے اس کا پستول والا ہاتھ گرفت میں لے رکھا تھا میں نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس شخص کے بازو پر پیر رکھ دیا اور پوری قوت سے اسے کچلنے لگا اس کے ہاتھ کی انگلیاں کھل گئی اور پستول شکتی کے قبضے میں آ گیا۔

شکتی اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پے درپے اس کے سینے پر تین گولیاں چلا دیں۔

بھانوٹ اس دوران جیپ کو ریورس میں لے کر کئی گز پیچھے لے جا چکا تھا میں اور شکتی جیپ کی طرف دوڑے اور ہمارے بیٹھتے ہی جیپ اچھل کر آگے بڑھ گئی۔ مٹھو اور اس کا ساتھی پہلے ہی جیپ پر سوار ہو چکے تھے۔

''بھانوٹ۔'' شکتی نے اس آدمی سے چھینا ہوا پستول جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔'' پہلے گرو کو اس کے ٹھکانے پر چھوڑ دو اور پھر جیپ کو کسی ویران سڑک پر چھوڑ دو۔ کس طرف جانا ہے گرو؟'' آخری الفاظ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہے تھے۔

میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر راستہ بتانے لگا اور پھر رتنا کے مکان والی گلی سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر جیپ رکوالی۔ میرے اترتے ہی جیپ فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی تھی۔

میں جب رتنا کے مکان کے سامنے پہنچا تو رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی۔ میں نے ہولے سے دستک دی اس کے ایک منٹ بعد اندر والا دروازہ کھلا۔ قدموں کی ہلکی سی آواز ابھری اور باہر والے دروازے کے قریب رتنا کی سرگوشیانہ آواز سنائی دی۔

''کون ہے؟''

''میں ہوں رتنا دروازہ کھولا۔'' میں نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔

دروازہ آہستگی سے کھل گیا اور میں اندر داخل ہو گیا۔

وہ دونوں جاگ رہی تھیں اور مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ دونوں میں دوستی ہو چکی تھی کیونکہ یہاں آنے کے بعد میں نے رادھا کے رویے میں کشیدگی اور تناؤ کے جو آثار محسوس کئے تھے وہ ختم ہو چکے تھے۔

''میں تو سمجھی تھی کہ تم آج رات بھی غائب رہو گے کسی اور کے پاس۔'' رادھا نے شرارت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ویسے ایک ٹھکانہ تو تھا جہاں رات گزار سکتا تھا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔'' اور اس کا پتہ بھی تم نے ہی بتایا تھا؟''

''کونسا ٹھکانہ؟'' رادھا کی بھویں تن گئیں۔'' میں نے تمہیں کونسا پتہ بتایا تھا؟''

''کاکشی کو بھول گئیں؟'' میں نے کہا۔'' کوئی ایمرجنسی ہوتی تو میں نے اس کے پاس چلا جانا تھا مگر ہم

نے صورتحال پر قابو پا لیا تھا اور یہاں تک آنے میں کوئی پریشانی بھی نہیں ہوئی۔''

''ہم لوگ سے تمہاری کیا مراد ہے؟'' رادھا نے مجھے گھورا۔

''دشمنوں کے اس شہر میں میرے اور بھی کچھ ہمدرد ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔'' اور وہ بھی میرے ایک اشارے پر جان دینے اور لینے کو تیار رہتے ہیں اور وہ لوگ آج رات کم از کم تین آدمیوں کو نرک میں پہنچا چکے ہیں۔''

''اوہ۔'' رادھا کے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔'' بہرحال تم جس کام کیلئے گئے تھے اس کا کیا ہوا۔''

''وہی بتانے جا رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔'' رتنا کی اطلاع درست ہے ناگ راج یہ شہر چھوڑنے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ میں نے بجورام سے سب کچھ اگلوا لیا ہے اور اس کی زبان بھی ہمیشہ کیلئے بند کر دی ہے۔'' میں چند لمحوں کیلئے خاموش ہوا پھر انہیں تفصیل سے سب کچھ بتانے لگا' آخر میں میں کہہ رہا تھا۔'' را والے بھی ناگ راج سے ناراض ہیں۔ کیمپ کی تباہی کے باوجود اسے محض اس لئے چھوٹ دی جا رہی ہے کہ وہ زہریلے انجکشن تیار کرنے کے منصوبے پر کام کر رہا ہے۔ ناگ راج کا خیال ہے کہ یہاں رہ کر میری وجہ سے وہ سکون سے کام نہیں کر سکے گا۔ اس کے علاوہ وہ را والے بھی اسے پریشان کریں گے۔ اس لئے وہ چوری چھپے اپنے چند خاص آدمیوں کے ساتھ نکل جانے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ وہ کسی ایسی جگہ جانا چاہتا ہے جہاں را والے بھی اس کا سراغ نہ لگا سکیں اور وہ سکون سے اپنے منصوبے پر کام کر سکے۔ اس کا خیال ہے کہ جب وہ اپنا منصوبہ مکمل کر کے پیش کرے گا تو سرکار اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دے گی۔'' میں چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔'' لیکن میں نہ تو اسے یہاں سے جانے کا موقع دوں گا اور نہ ہی وہ منصوبہ مکمل کرے گا۔ اس نے جس طرح میرے ملک کے بے گناہ شہریوں پر دہشت گردی کی صورت میں عذاب نازل کر رکھا ہے۔ اس کی میں اسے ایسی سزا دوں گا کہ آئندہ ایسا کوئی منصوبہ بناتے وقت یہاں کی سرکار کو سو مرتبہ سوچنا پڑے گا۔''

''یہاں ناگ راج جیسے لوگوں کی کمی نہیں ہے۔ تم ایک کو مارو گے تو دس ناگ راج پیدا ہو جائیں گے۔'' رادھا نے کہا۔

''پاکستان میں بھی مجھ جیسے سرپھروں کی کمی نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ایک مرے گا تو سو پیدا ہوں گے اور کسی دشمن کو اس کے گھناؤنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔''

''ناگ راج کو اتنی زیادہ چھوٹ ملنے کی ایک اور وجہ بھی ہے۔'' رادھا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔'' چند سال پہلے ایف بی آئی کا ایک آدمی ایک پولیس انسپکٹر کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ وہ دونوں ایک ہی کیس پر کام کر رہے تھے۔ پولیس انسپکٹر نے کامیابی کا سہرا اپنے سر سجانے کیلئے ایف بی آئی کے ایجنٹ کو مار دیا اور الزام اس جرائم پیشہ گروہ کے سرغنہ پر تھوپ دیا جس کے بارے میں وہ لوگ تحقیقات کر رہے تھے لیکن انسپکٹر کا راز فاش ہو گیا اور عدالت نے اسے موت کی سزا دے دی لیکن....'' رادھا ایک لمحہ کو رکی پھر کہنے لگی۔'' لیکن ناگ راج را کے کئی اہم آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے۔ سرکار اس کے بارے میں سب کچھ جانتی ہے لیکن اسے چھوٹ دی جاتی رہی اس کی وجہ صرف یہ نہیں کہ وہ بڑی کامیابی سے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

دہشت گردی کا کیمپ چلا رہا تھا۔"

"زہر کے انجکشن"

"اور بھی بہت کچھ۔" رادھا نے میری بات کاٹ دی۔

"وہ پاکستان میں تخریب کاری' دہشت گردی اور لوٹ کا کھیل رچانے کے علاوہ اور بھی کئی اہم منصوبوں پر کام کر چکا ہے اور بعض منصوبے تو ایسے ہیں کہ تمہارے ملک کے لوگ بڑی خوشی سے اس کا شکار ہو رہے ہیں۔"

"مثلاً!" میں نے الجھی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہیروئن۔" رادھا بولی۔ "تمہارے ملک میں ہیروئن استعمال کرنے والوں کی تعداد ایک کروڑ سے تجاوز کر رہی ہے۔ یہ وہ زہر ہے جو آہستہ آہستہ خون میں اثر کرتا ہے اور اسے استعمال کرنے والا مفلوج ہو کر موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے اور لوگ یہ زہر خوشی سے پیتے ہیں پیسے خرچ کر کے۔" وہ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پھر بولی۔ "تمہارے ہیتا ہیروئن کے پھیلاؤ کا الزام اب تک افغانستان پر تھوپتے رہے ہیں اس میں شبہ نہیں کہ افغانستان سے بھی بڑی مقدار میں ہیروئن تمہارے ملک میں پہنچتی ہے لیکن تمہارے ملک کے شمالی علاقوں میں بھی ہیروئن تیار کرنے کی لاتعداد فیکٹریاں کام کر رہی ہیں اور ہیروئن کی تیاری میں جو کیمیکل استعمال ہوتا ہے وہ بھارت سے جاتا ہے۔"

"کیا؟" میں اچھل پڑا۔ یہ میرے لئے ایک سنسنی خیز انکشاف تھا۔

"یہ سچ ہے۔" رادھا نے کہا۔ "یہ کیمیکل بہت مہنگا ہوتا ہے لیکن پاکستانی سمگلروں کو برائے نام قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے۔ جسے وہ اپنی قیمت پر اپنے دیش میں ہیروئن تیار کرنے والوں کو فروخت کر دیتے ہیں۔"

"لیکن اس کا ناگ راج سے کیا تعلق؟" میں نے پوچھا۔

"اس کیمیکل کا فارمولا بھی ناگ راج ہی کے شیطانی دماغ کی پیداوار ہے۔" رادھا نے جواب دیا۔ "ناگ راج بنیادی طور پر ایک سنیاسی ہے۔ اسے جڑی بوٹیوں اور سانپوں پر اتھارٹی سمجھا جاتا ہے۔ انہی چیزوں کی وجہ سے وہ سرکاری نظروں میں آ گیا اور سرکار نے اس کی ان صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔"

"ناگ راج نے اپنے آپ کو بہت بڑا دہشت گرد بھی ثابت کیا ہے۔ اس نے تشدد کے ایسے ایسے طریقے ایجاد کئے ہیں کہ پتھر بھی بولنے پر مجبور ہو جائیں۔ ہماری پولیس بڑے بڑے مجرموں کی زبان کھلوانے کیلئے وہی طریقے استعمال کرتی ہے۔"

"سرکار نے ناگ راج کو بہت سے پراجیکٹ سونپ دیئے جنہیں وہ بڑی کامیابی سے چلا رہا ہے۔ دہشت گردی کی تربیت کا کیمپ تم نے تباہ کر دیا۔ زہر کے انجکشنوں کی تیاری والا منصوبہ آخری مرحلے میں ہے مگر ہیروئن کی تیاری میں استعمال ہونے والے کیمیکل کا منصوبہ بڑی کامیابی سے جاری ہے۔ یہ کیمیکل بڑی مقدار میں کامیابی سے پاکستان سمگل کیا جا رہا ہے۔"

"یہ کیمیکل کہاں تیار ہوتا ہے۔ ماؤنٹ آبو میں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" رادھا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ "اس کی فیکٹری پوکھران میں ہے۔ وہیں سے یہ کیمیکل سرحد پار تھر اور چولستان کی طرف سمگل کر دیا جاتا ہے۔"

اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ میری اور رادھا کی باتوں کے دوران ہی رتنا چائے بنا کر لے آئی تھی اور میں چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے رادھا کی باتوں پر غور کر رہا تھا۔ ایسی باتیں کسی عام آدمی کے علم میں نہیں ہوتیں۔ صرف وہی شخص جان سکتا ہے جس کا تعلق اندر سے ہو۔ رادھا نے مجھے اپنے بارے میں کچھ اور بتایا تھا لیکن اب اس کی باتوں سے میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ کیا رادھا بھی الکا اگنی ہوتری کی طرح رایا کسی اور تنظیم سے تعلق رکھتی ہے اور کسی خاص مقصد کیلئے میری مدد کر کے اپنے آدمی مروا رہی ہے۔"

"کیا سوچ رہے" رادھا نے مجھے خاموش پا کر پوچھا۔ "کہیں تم بھی....." میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

رادھا نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"مجھے شبہ تھا تم یہ بات کہو گے لیکن میرے بارے میں سچ وہی ہے جو تمہیں بتا چکی ہوں۔" لیکن تم شاید بھول گئے ہو کہ میں کئی سال سے الکا اگنی ہوتری کے ساتھ تھی اور میں اس کے بہت سے راز جانتی تھی۔ اگر ہمیں اس رات آشرم کے تہہ خانے میں رکنے کا موقع ملتا تو تم اطمینان سے تمام فائلیں پڑھ لیتے اس کے پاس ناگ راج کے بارے میں مکمل ریکارڈ موجود ہے۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ "میرے بارے میں تمہیں اطمینان رکھنا چاہئے میں تمہارے ساتھ دھوکا نہیں کروں گی۔ تم مجھے آزما چکے ہو اور میں مزید ہر آزمائش کیلئے تیار ہوں۔"

"مجھے تم پر بھروسہ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اب ہمیں یوں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا نہیں چاہئے میں ناگ راج کو اس شہر سے نکلنے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔"

"تو پھر کیا پروگرام ہے؟" رادھا نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"ناگ راج کے ٹھکانے کا پتہ چل گیا ہے۔ گوپال اور ایک دو اور آدمی اس کے ساتھ ہیں لیکن میں فی الحال اسے نہیں چھیڑنا چاہتا البتہ میرا خیال ہے کل شنکر پر ہاتھ ڈال دیا جائے وہ راجندر مارگ کے ایک پرائیویٹ کلینک میں آرام کر رہا ہے۔"

"کونسا کلینک!" رادھا نے پوچھا۔

میں نے اسے وہ نام بتا دیا جو بچو رام سے معلوم ہوا تھا پھر بولا۔

"شنکر کو بچو رام اور دو دوسرے آدمیوں کے مرنے کی اطلاع پہنچ چکی ہوگی۔ بچو رام کے بارے میں شاید وہ اس شبے میں مبتلا رہے کہ اسے کہیں غائب کر دیا گیا ہے لیکن میں اسے کچھ سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا ہوں کہ کل رات ہی اس سے نمٹ لیا جائے۔"

"شاردا کلینک تو یہاں سے زیادہ دور نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ایک میل کا فاصلہ ہے۔" رتنا نے ہماری گفتگو کے دوران پہلی مرتبہ زبان کھولی اور میں اس کلینک کی مالکہ ڈاکٹر شاردا کو بھی اچھی طرح جانتی ہوں۔ یہ کئی مرتبہ ہمارے ریسٹورنٹ میں اپنے دوستوں کے ساتھ آ چکی ہے اور جب اس کے ہاں کوئی

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

تقریب ہوتی ہے تو کیٹرنگ کی سروس ہمارے ریسٹورنٹ کو ہی دی جاتی ہے۔ وہ بہت مہنگا کلینک ہے بڑے بڑے لوگ ہی وہاں جاتے ہیں۔

"گڈ۔" میری آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ "اس کا مطلب ہے تم ایک دو دن کیلئے وہاں داخلہ لے سکتی ہو۔"

"کیوں بھئی مجھے کیا تکلیف ہے؟" رتنا نے مجھے گھورا۔

"ابھی میں تمہارے پیٹ میں ایک زور دار گھونسہ ماروں تو تمہیں بہت سی تکلیفیں لاحق ہو سکتی ہیں۔" میں نے کہا۔ "ان جیسے پرائیویٹ کلینکوں میں داخل ہونے کیلئے کسی خاص وجہ یا بیماری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نخرہ بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔ دولت مند لوگوں کو تو چھینک بھی آتی ہے تو وہ علاج کیلئے ولایت اور امریکہ بھاگ جاتے ہیں۔"

"لیکن میں اتنی دولت مند تو نہیں کہ ....."

"او.... کم آن۔" میں نے اسے ٹوک دیا۔ "میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔"

سمجھ گئی۔" رتنا نے فوراً ہی اثبات میں سر ہلا دیا۔

اور پھر ہم دیر تک منصوبہ بناتے رہے۔ ہم تینوں نے ہر پہلو سے اس منصوبے کا جائزہ لیا۔ اندیشہ صرف اس بات کا تھا کہ عین آخری لمحوں میں شنکر کو کوئی شبہ نہ ہو جائے یا وہ اپنا پروگرام تبدیل نہ کر دے لیکن بہر حال مجھے ننانوے فیصد یقین اس بات کا تھا کہ ہمارا منصوبہ کامیاب ہوگا۔

شام کا جھٹ پٹا تھا۔ راجندر مارگ کے شاپنگ ایریا میں بڑی رونق تھی۔ تمام ریسٹورنٹس پوری طرح آباد تھے۔ فٹ پاتھوں پر کھانے پینے کی چیزوں کے ٹھیلوں پر بھی گاہک ناؤنوش میں مشغول تھے۔ دکانوں کی بتیاں جگمگا اٹھی تھیں۔

میں اور لکشمی ہاتھ میں ہاتھ ڈالے دکانوں کے سامنے فٹ پاتھ پر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اس طرح چل رہے تھے جیسے پہلی مرتبہ اس شہر میں آئے ہوں۔ لکشمی نے جو راجستھانی لباس پہن رکھا تھا اس کی تراش ایسی تھی کہ اس کے بدن کی جھلکیاں واضح طور پر دکھائی دے رہی تھیں۔ میں بھی راجستھانی لباس میں تھا لیکن میرے اور لکشمی کے حلیوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ وہ اپسرا لگ رہی تھی اور مجھے دیکھ کر ہر کوئی اندازہ لگا سکتا تھا کہ سیدھا جنگل سے آ رہا ہوں۔ اکثر لوگ مڑ کر ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔

ہم چوک کے قریب ایک ریسٹورینٹ میں داخل ہو کر ایک ایسی جگہ پر بیٹھ گئے جہاں سے باہر کا نظارہ بھی کیا جا سکتا تھا۔ اس ریسٹورنٹ میں عین سامنے سڑک کے دوسری طرف ایک بہت بڑا شراب خانہ تھا۔

"یہ وہی چوک تھا جہاں دو سال پہلے لکشمی اور شنکر میں لڑائی ہوئی تھی اور شنکر نے اسے بے لباس کر کے بالوں سے پکڑ کر سڑک پر گھسیٹا تھا۔ اس علاقے میں کچھ لوگ لکشمی کو جانتے بھی تھے۔ جب ہم ریسٹورنٹ میں داخل ہوئے تو کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے مٹکے جیسی توند والے سیٹھ نے عجیب سی نظروں سے ہم دونوں کی طرف دیکھا تھا۔"

رات کو میں نے جو منصوبہ بنایا تھا اس میں رتنا کو سب سے زیادہ اہم کردار ادا کرنا تھا وہ آج

چلی گئی تھی اور اس کے واپس نہ آنے کا مطلب تھا کہ اس نے شاردا کلینک میں داخلہ لے لیا تھا۔ میرے حوالے سے اسے کوئی نہیں جانتا تھا۔ شنکر بھی اس کلینک میں تھا اور رتنا کو اسے اپنے حسن و شباب کے جال میں پھنسا کر کلینک باہر نکالنا تھا اور اسی چوک پر لے کر آنا تھا۔ مجھے امید تھی کہ رتنا کو اپنے مقصد میں ناکامی نہیں ہوگی۔ شنکر جیسے عیاش مرد رتنا جیسی حسین عورتوں کے جال میں بڑی آسانی سے پھنس جاتے ہیں۔

اس وقت سات بجنے والے تھے میں اور لکشمی چائے پی چکے تھے۔ میں نے ویٹر کو بل بھی ادا کر دیا تھا۔ میں بار بار سامنے والے شراب خانے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سوا سات بجے کے قریب بغیر چھت کی ایک جیپ شراب خانے کے سامنے آ کر رکی۔ جیپ میں چار افراد تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر شنکر تھا وہ لمبے تڑنگے قد اور کسرتی بدن کا مالک تھا۔ سر گنجا تھا۔ شیو بنا ہوا تھا اور مونچھیں اتنی بڑی تھیں کہ دو تین سال کی عمر کا بچہ انہیں پکڑ کر جھولا جھول سکتا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر رتنا بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ساڑھی پہن رکھی تھی پچھلی سیٹ پر دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ شکل اور اپنے حلیے ہی سے چھٹے ہوئے بدمعاش لگ رہے تھے۔ ان میں ایک کے ہاتھ میں چوڑے بلیڈ والی تلوار تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں پستول یا ریوالور۔

جیپ رکنے کے چند سیکنڈ بعد ہی شراب خانے کے باہر کھڑے ہوئے لوگ ادھر ادھر کھسکنے لگے۔ بھیل پوری، چائے اور ناریل پیچنے والے دو ٹھیلے بھی کھڑے تھے۔ ٹھیلے والے بھی اپنے ٹھیلے دھکیلتے ہوئے وہاں سے دور ہٹنے لگے۔ شاید وہ لوگ جانتے تھے کہ کسی جگہ شنکر جیسے آدمیوں کی موجودگی کا سبب ہنگاموں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

میں لکشمی کو اشارہ کرتا ہوا اٹھ کر ریسٹورنٹ سے باہر آ گیا۔ وہ بھی میرے ساتھ ہی باہر نکلی تھی ہم ایک طرف کھڑے ہو کر سامنے دیکھنے لگے۔

شنکر نے پیچھے مڑ کر اپنے آدمیوں سے کچھ کہا۔ وہ دونوں جیپ سے اتر کر شراب خانے میں گھس گئے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی شراب خانے میں افراتفری سی مچ گئی۔ چند منٹ بعد وہ ایک آدمی کو مارتے پیٹتے ہوئے باہر لے آئے۔ وہ آدمی چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ دونوں اسے بری طرح پیٹتے ہوئے جیپ کے قریب لے آئے۔ شنکر نے اس سے کچھ پوچھا پھر اس کے سینے پر ایسی زوردار لات ماری کہ وہ بلبلاتا ہوا پشت کے بل گر پڑا۔

میں نے لکشمی کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود فٹ پاتھ سے اٹھ کر آگے بڑھ گیا۔

"شنکر!" میں نے چیخ کر کہا۔ "تمہیں جس کی تلاش ہے وہ یہاں ہے۔"

میری آواز سن کر شنکر ایک دم پیچھے مڑا وہ کھا جانے والی نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا ہم پہلی مرتبہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے تھے اور ظاہر ہے وہ مجھے نہیں پہچانتا تھا اور ویسے بھی میرا حلیہ اس وقت وحشیوں جیسا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو شنکر۔" میں دوبارہ چیخا۔ "میں ناجی ہوں اس وقت بالکل اکیلا ہوں آؤ مجھے پکڑ لو۔ میری گرفتاری پر ناگ راج بہت خوش ہوگا تمہیں بہت بڑا انعام ملے گا۔"

شنکر چھلانگ لگا کر جیپ سے اتر آیا اس نے پتلون کے بیلٹ میں خنجر اڑس رکھا تھا جسے اس نے نکال لیا اور نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا میری طرف بڑھنے لگا۔"

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''آج تمہاری موت ہی آئی ہے جو تم نے مجھے للکارا ہے۔'' وہ خونخوار بھیڑیے کی طرح غرا رہا تھا۔''آج تک تم بچتے رہے ہو مگر شنکر سے سامنا پہلی مرتبہ ہوا ہے آج یہاں تمہاری لاش ہی گرے گی۔''

''میں بھی چاہتا ہوں کہ آج کچھ ہو جائے۔'' میں نے جواب دیا۔''آج تک تو تم لوگ ہمیشہ بھاگتے رہے ہو لیکن اب میں تمہیں بھاگنے کا موقع نہیں دوں گا۔''

شنکر کے دونوں گرگے بھی میری طرف بڑھے لیکن اچانک ہی کسی طرف سے دو آدمی برآمد ہوئے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں پستول تھے ان میں ایک شکتی لال تھا اور دوسرا بھانوٹ۔ انہوں نے بڑی پھرتی سے شنکر کے دونوں گرگوں کو اپنے پستولوں کی زد پر لے لیا۔

''اے'' شکتی لال چیخا۔''تم دونوں الگ رہو اور یہ پستول اور تلوار پھینک دو۔''

ان دونوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے جنہیں ایک اور آدمی نے دوڑ کر اپنے قبضے میں لے لیا وہ مٹھو تھا ان کا چوتھا ساتھی بھی وہیں کہیں موجود تھا۔

چوک ویران ہو رہا تھا۔ لوگ کونوں کھدروں میں دبک رہے تھے۔ اپنے آدمیوں کو میرے آدمیوں کی گرفت میں دیکھ کر شنکر کے چہرے پر ایک لمحہ کو تغیر سا نمودار ہوا تھا مگر اس نے فوراً ہی اپنی کیفیت پر قابو پا لیا۔

میں خالی ہاتھ تھا اس سے شاید شنکر کا حوصلہ بڑھا تھا۔ وہ للکارتا ہوا اور خنجر لہراتا ہوا میری طرف لپکا اس کا خیال تھا کہ میں بت کی طرح اپنی جگہ پر کھڑا رہوں گا اور وہ خنجر میرے سینے میں پیوست کر دے گا۔ وہ جیسے ہی قریب پہنچا میں ادھر ادھر ہٹنے کے بجائے بڑی تیزی سے نیچے بیٹھ گیا۔ شنکر اپنی جھونک میں مجھ سے ٹکرایا اور قلابازی کھاتا ہوا سڑک پر گرا۔ خنجر اس کے ہاتھ ہی میں تھا۔ میں بڑی پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور شنکر کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر اس پر ٹھوکروں کی بارش کر دی میں جانتا تھا کہ اگر اسے سنبھلنے کا موقع مل گیا تو میں آسانی سے اس پر قابو نہیں پا سکوں گا مجھے اس بات کا بھی اندیشہ تھا کہ کچھ اور غنڈے یہاں نہ پہنچ جائیں اور ظاہر ہے وہ شنکر ہی کا ساتھ دیں گے۔

میں ایک تسلسل سے اس پر ٹھوکریں برساتا رہا اور بالآخر ایک بار شنکر کو موقع مل گیا اس نے خنجر سے حملہ کیا تو خنجر کی نوک میری قمیص کی آستین کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ ہلکا سا چرکا میرے بازو پر بھی لگا تھا۔

شنکر نے دوسرا وار کیا۔ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش میں میں لڑکھڑا گیا اور پشت کے بل گرا۔ شکتی اور بھانوٹ وغیرہ چیخ چیخ کر میری حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ شنکر نے چھلانگ لگا دی۔ میں بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا۔

شنکر لڑکھڑاتے ہوئے سنبھل گیا لیکن میں اس سے پہلے ہی سنبھل چکا تھا۔ شنکر نے حملہ کیا میں اس مرتبہ نہ صرف اپنے آپ کو بچا گیا بلکہ اس کی ٹانگوں کے بیچ میں زوردار ٹھوکر بھی مار دی وہ بلبلاتا ہوا دوہرا ہو گیا۔ خنجر اس کے ہاتھ سے نکل کر گر گیا۔ ٹھوکر جسم کے نازک ترین حصے پر لگی تھی۔ ایسی جگہ پر چوٹ تو بڑے سے بڑے سورما کو بھی سجدے میں گرا دیتی ہے۔

وہ نیچے کو جھکا ہوا تھا۔ میں نے اس کے منہ پر ٹھوکر لگائی۔ وہ چیختا ہوا سیدھا ہو گیا۔ میری تیسری ٹھوکر بھی اس کی ٹانگوں کے بیچ میں لگی تھی وہ اس مرتبہ سجدے میں گر گیا اس نے دونوں ہاتھ ٹانگوں کے بیچ

میں دبا رکھے تھے۔

میں نے ایک لمحہ کو ادھر دیکھا۔ دور دور لوگ کھڑے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے اور پھر اس لمحہ میں نے لکشمی کو اپنی جگہ سے حرکت کرتے ہوئے دیکھا وہ چیختی ہوئی ہماری طرف آ رہی تھی۔

لکشمی نے خنجر اٹھا لیا اس کی آواز سن کر شنکر نے جھکا ہوا سر اٹھایا اور پھر اس کے چہرے پر پہلی مرتبہ خوف کے تاثرات ابھر آئے۔

''شنکر..... یاد ہے یہ جگہ'' لکشمی چیخی۔''اس جگہ تم نے مجھے ننگا کر کے بالوں سے گھسیٹا تھا۔ اس وقت لوگوں نے میری بے بسی پر قہقہے لگائے تھے۔ آج وہ لوگ تمہاری بے بسی پر ہنسیں گے۔ آج تمہارے ساتھ جو کچھ بھی ہوگا اس کے بعد اس شہر میں کوئی شنکر پیدا نہیں ہوگا۔''

لکشمی نے اچانک ہی حملہ کر دیا۔ شنکر اپنے بچاؤ کیلئے ایک طرف جھکا مگر خنجر کی نوک نے اس کی پشت پر تقریباً چار انچ لمبا گھاؤ لگا دیا۔ لکشمی نے دوسرا وار کیا اس مرتبہ شنکر اپنے آپ کو بچا نہ سکا اور چاقو دستے تک اس کے پہلو میں پیوست ہو گیا لکشمی نے ایک جھٹکے سے چاقو باہر کھینچ کر دوبارہ وار کیا۔

شنکر کی چیخیں ہر طرف گونج رہی تھیں۔ لوگ دور دور کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے مگر کسی نے آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کی۔ لکشمی پر جنون سا طاری ہو گیا تھا۔ وہ شنکر پر خنجر سے پے در پے حملے کرتی رہی۔ شنکر اب اپنا بچاؤ کرنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ اس کے جسم پر سینکڑوں گھاؤ لگ چکے تھے جن سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔

اور پھر لکشمی نے ایک اور حرکت کی اس نے خنجر سے شنکر کی پینٹ کاٹ ڈالی شنکر برہنہ ہو گیا۔ لکشمی نے خنجر زمین پر پھینک دیا اور دونوں ہاتھوں سے اس کی بڑی بڑی مونچھیں پکڑ کر اسے گھسیٹنے لگی۔

''شنکر!'' وہ چیخ رہی تھی۔''یاد ہے تم نے مجھے اس طرح ننگا کر کے اس جگہ بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا تھا۔ اسی طرح لوگوں کے سامنے مجھے ذلیل کیا تھا۔ دیکھ لو لوگ آج تمہارا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ آج میرے کلیجے میں ٹھنڈ پڑ گئی آج میں شانت ہو گئی ہوں۔''

شنکر اب اس قابل بھی نہیں رہا تھا کہ چیخ سکے۔ لکشمی نے اس کی مونچھیں چھوڑ دیں اور اس کے سر پر ٹھوکریں مارنے لگی۔

''لکشمی!'' میں اس کا ہاتھ پکڑ کر چیخا۔''اب بھاگو یہاں سے'' میں بڑی مشکل سے لکشمی کو پکڑ کر وہاں سے ہٹا سکا تھا اور پھر اس لمحہ مجھے دوسری طرف سے شور کی آواز سنائی دی میں نے مڑ کر اس طرف دیکھا شکتی لال اور بھانوٹ وغیرہ کچھ آدمیوں سے الجھ گئے تھے۔ شنکر کے دو آدمی تو پہلے ہی سے بھانوٹ اور شکتی کے قبضے میں تھے۔ شنکر کے دو آدمی اور اس طرف نکل آئے تھے اور انہوں نے بھانوٹ وغیرہ پر حملہ کر دیا تھا۔

مٹھو کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اس نے اپنے ایک حریف کی کھوپڑی دو حصوں میں تقسیم کر دی اور دوسرے پر حملہ آور ہوا۔

رتنا جیپ پر نہیں تھی۔ منصوبے کے مطابق لڑائی شروع ہوتے ہی وہ غائب ہو گئی تھی اور مجھے یقین تھا کہ اب تک اپنے گھر پہنچ چکی ہوگی یا پہنچنے والی ہوگی۔ مجھے اب وہاں رکنے کی ضرورت نہیں تھی۔ شنکر کے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

آدمیوں سے نمٹنے کیلئے شکتی اور اس کے دوست کافی تھے۔ میں نے لکشمی کا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔

وہ رات بڑی ہنگامہ خیز ثابت ہوئی تھی شنکر ختم ہوگیا تھا۔ اس کے وہ دونوں آدمی مارے گئے تھے جو جیپ پر اس کے ساتھ آئے تھے۔ شکتی کا ایک آدمی بھی اس میں کام آیا تھا اور سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ تھی کہ رات کو وہاں آس پاس موجود چند غنڈوں نے بھی شنکر کے آدمیوں پر حملہ کر دیا تھا۔ وہ لوگ پہلے دور کھڑے تماشا دیکھتے رہے اور شنکر کی ہلاکت کے بعد وہ بھی میدان میں اتر آئے تھے اور اس کے آدمیوں کی پٹائی کرنے لگے تھے۔

شنکر اس شہر کے غنڈوں اور بدمعاشوں کیلئے بھی دہشت کی علامت بن گیا تھا۔ وہ لوگ اس کا نام سن کر ہی تھر تھر کانپنے لگتے تھے مگر شنکر کی ہلاکت کے ساتھ ہی وہ بھی اس کے سحر سے آزاد ہوگئے تھے اور انہوں نے اس کے گرگوں کے خلاف ہتھیار اٹھا لئے تھے۔

رات بھر شہر میں ہنگامے ہوتے رہے۔ غنڈے اور بدمعاش پوری طرح آزاد ہوگئے تھے۔ شنکر اور ناگ راج کے درجنوں آدمی اس جنگ میں کودے تھے مگر انہیں دم دبا کر بھاگنا پڑا۔ شنکر کی زخموں سے چور لاش بھی رات چوک پر پڑی رہی تھی۔

پولیس نے اس لڑائی میں مداخلت نہیں کی تھی اور بالآخر صبح کے وقت لڑائی خود بخود ختم ہوگئی تو پولیس لاشیں اٹھا کر لے گئی۔

لکشمی کو میں اپنے ساتھ رتنا کے مکان پر لے آیا تھا۔ اس کا ریڈ لائٹ ایریا میں اپنے مکان پر جانا خطرناک ہوسکتا تھا جبکہ رتنا کا یہ مکان ہر لحاظ سے محفوظ تھا۔ رتنا ہم سے پہلے ہی یہاں پہنچ چکی تھی۔ میں سمجھتا تھا کہ ہمارے اس منصوبے کی کامیابی کا سہرا رتنا کے سر سجنا چاہئے۔ اس نے بڑی ذہانت اور ہوشیاری کا ثبوت دیتے ہوئے پہلے شاردا کلینک میں شنکر کو اپنے حسن کے جال میں پھانسا اور پھر اسے یہ باور کرا دیا کہ اس کا مطلوبہ آدمی اس کا سب سے بڑا دشمن ''ناجی'' شہر کے ایک شراب خانے کی بالائی منزل پر پناہ لئے ہوئے ہے۔

رتنا نے اسے یہ بھی باور کرا دیا تھا کہ ناجی بالکل اکیلا ہے وہ زیادہ سے زیادہ دو آدمیوں کو اپنے ساتھ لے لے زیادہ آدمی ہوں گے تو شور سن کر ناجی کو بھاگنے کا موقع مل جائے گا۔

مرد کے گاؤدی ہونے میں کوئی شبہ نہیں حسین عورت کے سامنے تو وہ بالکل ہی چغد بن جاتا ہے اور جب رتنا جیسی عورت ہو تو اس کے سوچنے سمجھنے کی ساری قوتیں سلب ہو کر رہ جاتی ہیں۔ میں بھی ایسے احمقانہ تجربات سے گزر چکا تھا اور شنکر بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تھا۔ وہ بڑی آسانی سے رتنا کے جال میں پھنس گیا تھا۔ رتنا اس کے ساتھ شاردا کلینک سے نہیں نکلی تھی بلکہ وہ چند منٹ پہلے باہر آ کر موڑ پر کھڑی ہوگئی تھی اور جب شنکر اپنے دو آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تھا تو وہ جیپ پر سوار ہوگئی تھی۔ اس طرح وہی دو آدمی تھے جو رتنا کو پہچان سکتے تھے اور وہ دونوں ختم ہوگئے تھے۔ اس لئے اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ رتنا کو پہچان لیا جائے گا اور کوئی اس کے گھر بھی پہنچ جائے گا۔

اس معرکے سے واپس آنے کے بعد رادھا نے سب سے پہلے ہمیں چائے پلائی اور پھر کریدکرید

کر پوچھنے لگی میں رادھا کو سارے ہنگامے کی تفصیل بتا رہا تھا اور لکشمی خاموش بیٹھی میری طرف دیکھ رہی تھی اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ آنکھوں میں اب بھی وحشت سی بھری ہوئی تھی۔

''خاموش کیوں ہو لکشمی؟'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے تم سے وعدہ کیا تھا نا کہ شنکر کو اسی جگہ تمہارے قدموں پر ڈال دوں گا جہاں اس نے تمہارے توہین کی تھی۔''

''ہاں۔'' لکشمی کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی سی آواز نکلی۔ ''تم نے اپنا وچن پورا کر دیا آج میری آتما کو شانتی مل گئی ہے۔'' وہ چند لمحے میری طرف دیکھتی رہی اور پھر اٹھ کر اپاہج ہی مجھ سے لپٹ گئی اور چٹ پٹ میرے منہ پر بوسے دینے لگی۔''

میں بدحواس سا ہوگیا اور ''ارے ارے'' چیختا ہوا اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگا لیکن لکشمی کی گرفت خاصی مضبوط تھی اور جب اس کی گرفت ڈھیلی ہوئی تو میں اچھل کر دور ہٹ گیا اور گہرے گہرے سانس لینے لگا۔''

رادھا اور رتنا قہقہے لگا رہی تھیں اور پھر رتنا نے مجھے پکڑ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کر دیا۔ میرے پورے چہرے پر لپ اسٹک کے دھبے تھے میں میز کا دراز اٹھا کر دھبے پونچھنے لگا۔

''یہ لکشمی کے پیار کے پکے نشان ہیں آسانی سے نہیں مٹیں گے۔'' رادھا نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ رات اسی طرح گزری تھی۔

اب رتنا ہی وہ واحد ہستی تھی جو گھر سے باہر نکل سکتی تھی۔ ہم تینوں کا فی الحال باہر جانا مناسب نہیں تھا۔

دوپہر بارہ بجے کے قریب رتنا تیار ہو کر باہر چلی گئی اس کی واپسی چار بجے کے قریب ہوئی تھی۔ اس کی رپورٹ بڑی حوصلہ افزا تھی۔ نہ صرف تمام غنڈے شہر سے غائب ہوگئے تھے بلکہ ناگ راج اور شنکر وغیرہ کے آدمی بھی کہیں دکھائی نہیں دیتے تھے۔ شہر میں پولیس گشت کر رہی تھی اور لوگ پہلی مرتبہ کھل کر ناگ راج کے خلاف باتیں کرنے لگے تھے۔

رتنا کی باتیں سن کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی جب میں اس شہر میں آیا تھا تو ناگ راج کے خلاف زبان کو حرکت دینا تو کیا سوچنا بھی بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا۔ لوگ سہمے ہوئے تھے۔ یہاں ناگ راج کا راج تھا۔ ہوٹلوں، تفریح گاہوں اور مندروں میں بھی اس کے گرگے دندناتے پھرتے تھے وہ جسے چاہتے ننگا کر دیتے۔ ناگ راج کے خلاف ایک لفظ بھی منہ سے نکالنے والے کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔ پولیس والے خاموش کھڑے تماشا دیکھتے رہتے۔ کئی پولیس آفیسر بھی ناگ راج کے عتاب کا شکار بن کر اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ ناگ راج نے اپنے مخالفین کو چن چن کر ہلاک کر دیا تھا مگر کوئی اس کی طرف انگلی اٹھانے کی ہمت بھی نہیں کر سکا تھا اور آج پہلی بار لوگ کھل کر اس کے خلاف باتیں کرنے لگے تھے۔

رتنا سے شہر کی صورتحال جاننے کے بعد میں نے اندازہ لگا لیا کہ اب میرے لئے بھی شہر میں زیادہ خطرہ نہیں تھا اس لئے میں نے شام کے قریب باہر جانے کا فیصلہ کر لیا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

داڑھی مونچھیں بے تحاشہ بڑھی ہوئی تھیں۔ انہیں میں نے یونہی چھوڑ دیا۔ دھوتی کرتا پہننے کے بعد سر پر سفید لمبوتری ٹوپی رکھ لی اور ماتھے پر سرخ ٹیکہ لگا لیا۔

سب سے پہلے میں ریڈ لائٹ ایریا میں پہنچا اگرچہ شام گہری ہوگئی تھی مگر آج اس علاقے میں زیادہ رونق نہیں تھی۔ میں تقریباً ایک گھنٹے تک اِدھر اُدھر گھومتا رہا اور بالآخر مٹھو نظر آ گیا۔ اس نے بھی فوراً ہی مجھے پہچان لیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا ایک اندھیری گلی میں لے گیا۔

''گرو۔ تم کیوں آ گئے؟'' وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے سرگوشی میں بولا۔ ''پولیس پورے شہر میں تمہیں تلاش کر رہی ہے تمہیں تو کئی روز تک گھر سے باہر ہی نہیں نکلنا چاہئے۔''

''اطمینان رکھو۔'' میں نے کہا۔ ''مجھے پولیس تو کیا ناگ راج کے آدمی بھی نہیں پہچانتے اور تم لوگ کیسے ہو کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی؟ سب ٹھیک ہے نا؟''

''سب ٹھیک ہے گرو۔'' مٹھو نے جواب دیا۔ ''یہاں ایک ایسا آدمی بھی گھوم رہا ہے جس پر مجھے شبہ ہے۔ میں تو اس کی نظروں میں آ چکا ہوں کہیں ایسا نہ ہو تم بھی اس کی نظروں میں آ جاؤ اس لئے تم اس علاقے سے نکل جاؤ۔''

''کیا وہ ناگ راج کا آدمی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہوسکتا ہے۔'' مٹھو نے جواب دیا۔ ''وہ بار بار اس گلی کے چکر لگا رہا ہے جہاں لکشمی کا کوٹھا ہے۔''

''اوہ۔'' میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ ''ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں تم ہوشیار رہنا اگر کوئی گڑبڑ ہو تو۔''

''تم چنتا مت کرو گرو۔'' مٹھو نے میری بات کاٹ دی۔ ''کوئی گڑبڑ ہوئی تو ہم نمٹ لیں گے۔''

میں ریڈ لائٹ ایریا سے نکل کر راجندر مارگ کی طرف آ گیا۔ مٹھو سے ملنے والی اطلاع کے بعد مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ شنکر یا ناگ راج کے آدمیوں کو لکشمی کی تلاش تھی۔ دو سال کی خاموشی کے بعد لکشمی کھل کر سامنے آئی تھی۔ اس نے سینکڑوں لوگوں کے سامنے خنجر کے پے در پے وار کر کے شنکر کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اسے ننگا کر کے مونچھوں سے پکڑ کر گھسیٹا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ میں اس کے ساتھ تھا۔

مجھے لکشمی کے ساتھ دیکھ کر شنکر کے آدمی یا ناگ راج سمجھ گیا ہوگا کہ شنکر کو لکشمی نے نہیں دراصل میں نے قتل کیا تھا۔ اب انہیں لکشمی کی تلاش تھی تاکہ اس کے ذریعے مجھ تک پہنچ سکیں اور میں ان کے سامنے دندناتا پھر رہا تھا۔

راجندر مارگ کے علاقے میں اِدھر اُدھر گھومنے کے بعد میں رتنا کے ریسٹورنٹ میں آ گیا یہاں کوئی بات خلاف معمول نظر نہیں آتی تھی میں ایسی میز پر بیٹھا تھا جہاں رتنا سرو کیا کرتی تھی اور ظاہر ہے آج وہاں رتنا کی جگہ کوئی اور لڑکی تھی میں نے کافی کا آرڈر دے دیا اور غور سے اس ویٹریس کی طرف دیکھنے لگا یہ کوئی نئی لڑکی نہیں تھی پہلے ہی سے یہاں کام کرتی تھی۔

وہ درمیانے قد کی سانولی سی رنگت کی مالک تھی۔ چہرے کے نقوش بڑے تیکھے تھے جب وہ کافی

رکھ کر واپس جانے لگی تو میں نے اسے روک لیا۔

''ایک بات تو بتائیو بلاسندری۔'' میں نے دس روپے کا نوٹ اس کی طرف سرکاتے ہوئے کہا۔ ''وہ پہلے والی چھوکریا کہاں گئی وہ لمبی سی؟''

''کیوں کیا بات ہے؟'' اس نے کہتے ہوئے میز پر ہاتھ رکھ کر نوٹ اپنے قبضے میں لے لیا۔

''وہ چھوکریا ہم کا دل لے گیو ہے۔'' میں نے کہا۔ ''آج تو وہ نجر نہ آوے ہے۔ بھاگ تو نئی گیو ہے کسی کے سنگ۔''

''نہیں وہ کسی کے ساتھ بھاگی نہیں۔'' ویٹریس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''اس کی شاید طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ کل بھی نہیں آئی تھی ہوسکتا ہے دو چار دن اور نہ آئے۔''

''او اچھا اچھا سمجھ گیو۔'' میں نے سر ہلایا۔ ''یہ عورتن لوگ بھی عجیب ہیں ہر مہینے ان کی طبیعت خراب ہو جاوے ہے۔''

''ویٹریس مسکراتی ہوئی وہاں سے چلی گئی شاید وہ میری بات کا مطلب سمجھ گئی تھی۔''

میں اطمینان سے کافی پیتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ ریسٹورنٹ میں زیادہ رش نہیں تھا۔ دروازے کے قریب والی میز پر ایک عورت اور ایک مرد بیٹھا ہوا تھا۔ عورت کی عمر پچاس کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ اس کا جسم ڈھلکا ہوا تھا لیکن اس نے میک اپ کا سہارا لے کر اپنے آپ کو جوان اور پرکشش بنانے کی بھرپور کوشش کی تھی اور اس کوشش میں وہ بری طرح ناکام رہی تھی۔ اس کے ساتھی کی عمر چالیس کے لگ بھگ تھی وہ درمیانے قد کا قدرے بھاری بھرکم آدمی تھا۔ بڑی بڑی بل کھائی ہوئی مونچھیں سرخ آنکھیں ایک کان میں چاندی کی بالی اور دائیں ہاتھ میں دو انگلیوں میں انگوٹھیاں تھیں۔ اس نے نیلی شرٹ اور گہرے کلر کی جینز پہن رکھی تھی۔ اس شخص کا کسی بھی طرح شریفوں کے زمرے میں شمار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان دونوں کی جوڑی بھی بڑی غیر فطری سی تھی۔ عورت کے بارے میں تو بلاشک وشبہ کہا جا سکتا تھا کہ وہ بیکاری تھی لیکن اس وقت یہ کہنا مشکل تھا کہ ان دونوں میں سے کس نے کس کو شکار کیا تھا۔

وہی ویٹریس ان کی میز پر بھی سرو کر رہی تھی۔ میری ٹیبل سے ہٹنے کے تھوڑی دیر بعد ویٹریس اس ٹیبل پر نظر آئی۔ اس نے ایک پلیٹ جس میں غالباً بل رکھا ہوا تھا اس آدمی کے سامنے رکھ دی اور جھک کر مسکراتے ہوئے کچھ کہا بھی تھا۔ میں نے اس شخص کے چہرے پر ایسے تاثرات نمودار ہوتے دیکھے تھے جیسے چونک گیا ہو۔ اس نے مڑ کر میری طرف دیکھا بھی تھا لیکن پھر فوراً ہی اس نے رخ بدل لیا تھا۔

میں دل ہی دل میں مسکرا دیا تھا۔ مجھے صورت حال کا تجزیہ کرنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی۔ رتنا کل رات شنکر کے ساتھ تھی۔ شنکر کے وہ دونوں آدمی اگرچہ مارے گئے تھے مگر ہوسکتا ہے کسی اور نے رتنا کو اس کے ساتھ دیکھ لیا ہو اور شبہ ہوا ہو کہ رتنا کے ذریعے شنکر کو جال میں پھنسایا گیا تھا مگر نہیں اگر رتنا پر کوئی شبہ ہوتا تو اس کے گھر تک آسانی سے پہنچا جا سکتا تھا۔ ریسٹورنٹ کے مالک اور یہاں کام کرنے والی دوسری لڑکیوں کو اس کے گھر کا پتہ ہوگا اور پھر رتنا تقریباً پورے گھنٹے شہر میں گھومتی رہی تھی اور واپس آ کر اس نے بتایا تھا وہ اپنے ریسٹورنٹ بھی گئی تھی۔ مالک کو یہ بتانے کیلئے کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ دو

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

چار دن کام پر نہیں آئے گی۔ اگر رتنا پر کوئی شبہ ہوتا تو اسے اتنی مہلت نہ دی جاتی کل والے واقعے کو چوبیس گھنٹے ہو چکے تھے وہ لوگ اب تک بہت کچھ کر چکے ہوتے۔ ہو سکتا ہے کہ اس ویٹریس کو کسی اور وجہ سے مجھ پر شبہ ہوا ہو اور اس نے اس شخص کو میرے بارے میں بتایا ہو۔ اس شخص نے جس طرح چونک کر میری طرف دیکھا تھا اس سے میں سمجھ گیا تھا کہ اس کا تعلق شنکر ناتھ راج سے ہے۔ بہرحال میں محتاط ہو گیا تھا۔

کافی پینے کے بعد میں زیادہ دیر وہاں نہیں بیٹھا۔ میں نے ویٹریس کو بلا کر بل ادا کر دیا۔ پانچ روپے مزید بطور ٹپ کے بھی دیئے۔

"دھنے باد شریمتی جی" میں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ "تم نے میری ایک بہت بڑی سمسیا حل کر دی۔"

"کیسی سمسیا؟" اس نے الجھی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"پھر آ کر بتا دیں گے۔ اب تو ہم چلتے ہیں۔" میں دروازے کی طرف بڑھ گیا جب میں دروازے سے باہر نکلا تو وہ آدمی میری طرف دیکھ رہا تھا اور پھر فٹ پاتھ پر چند قدم چلنے کے بعد ہی میں نے محسوس کیا کہ وہ آدمی بھی ریسٹورنٹ سے نکل کر میرے پیچھے آ رہا تھا اور پھر میں اپنے کندھے پر ہاتھ کا بوجھ محسوس کر کے رک گیا۔ میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی میں نے مڑ کر دیکھا وہی آدمی تھا۔

"مہاشے!" وہ میرے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولا۔ "میرے ساتھ آؤ ذرا"

"کون ہو جی تم۔" میں نے اپنی اندرونی کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "کیا بات ہے ہم کو کہاں لے جاوت ہو؟"

"پولیس اسٹیشن۔" اس نے کہا۔

"کیوں۔ ہم کیا چور یا ڈاکو لاگت ہیں کسی کی بہو بیٹیا کو اٹھایا ہوں کیا؟" میں نے بالادست ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تم ہتھیارے ہو۔" اس کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی سی آواز نکلی۔ "بہت دنوں سے قتل و غارت مچا رکھی ہے تم نے۔ بڑے بڑے سورماؤں کو پچھاڑا ہے تم نے مگر اب تمہارا کھیل پورا ہو چکا ہے۔ چوپڑا کے ہاتھوں سے بچ کر نہیں جا سکو گے تم۔" اس نے جیب سے پستول نکال لیا۔

میں پہچان لیا گیا تھا۔ یہ غنیمت تھا کہ وہ اکیلا ہی تھا اس سے نمٹنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔ میں خوفزدہ ہونے کا تاثر دیتے ہوئے بے بسی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"میں ہار گیا بھایا۔" میں نے شکست خوردہ سے لہجے میں کہا۔ "پر ایک بات تو بتا تمہیں ہوٹل کی اس لونڈیا نے میرے بارے میں بتایا تھا؟ اس نے مجھے کیسے پہچانا؟"

"ایک روز پہلے تم رادھا کے ساتھ یہاں آئے تھے اور بیلا بھی تمہارے پیچھے پہنچ گئی تھی۔ بیلا نے تمہیں گردن پر سیاہ نشان کی وجہ سے پہچانا تھا اور اس نے یہ بات تم سے کہی تھی جسے اس ویٹریس نے سن لیا تھا اور آج اس نے تمہیں گردن کے اسی سیاہ نشان کی وجہ سے پہچانا ہے۔ یہ لونڈیا کبھی کبھی ہمارے لئے کام کرتی ہے اتفاق سے اس وقت میں یہاں موجود تھا اس نے مجھے بتا دیا۔ اب تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ

شرافت سے میرے ساتھ چلو۔ اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔"

"بھاگیں میرے دشمن میں تمہارے ساتھ چلوں گا مگر ذرا رک جاؤ۔ رادھا کو بھی آ لینے دو۔ ہم دونوں نے ایک ساتھ مرن جیون کی قسم کھائی ہے۔" میں نے کہا اور پھر اس کے پیچھے دیکھتے ہوئے بولا۔ "لو وہ آ گئی رادھا۔"

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور میں اس وقت حرکت میں آ گیا اس کا پستول والا ہاتھ پکڑ کر اس زور کا جھٹکا دیا کہ نہ صرف پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فٹ پاتھ کے کنارے نالی میں جا گرا بلکہ وہ خود بھی گرتا گرتا ہوا دوہرا ہو گیا میں نے اس کے پیٹ پر زوردار ٹھوکر مار دی اور اسے گرا کر ایک طرف کو بھاگ نکلا لیکن اس نے بھی سنبھل کر میرے پیچھے دوڑ لگا دی۔

اس نے دور ہی سے چھلانگ لگائی تھی۔ میں اس کی زد میں آ گیا اور لڑکھڑا کر منہ کے بل گرا لیکن اس سے پہلے وہ مجھ پر قابو پا سکتا۔ میں سنبھل گیا اور اسے ٹانگوں پر اٹھا کر پوری قوت سے اچھال دیا۔

وہ سڑک پر گرا اس کے ساتھ ہی بریکوں کی تیز چرچراہٹ کی آواز سنائی دی اور اس شخص کی چیخ سنائی دی۔ میں نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس طرف دیکھا۔ تیز رفتاری سے آنے والی ایک کار اس کے اوپر چڑھ گئی۔ کار کے اگلے دونوں پہیے اسے کچلتے ہوئے آگے نکل گئے تھے اور وہ پچھلے پہیے کے نیچے دب گیا تھا۔

لوگ کار کی طرف دوڑے اور میں نے اٹھ کر ایک طرف دوڑ لگا دی لیکن چند ہی گز آگے نکلا تھا ایک ہاتھ نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا اور اس کے ساتھ ہی ایک نسوانی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

"اس طرف..... جلدی..... تیز بھاگو۔"

وہ ایک لڑکی تھی جو میرا ہاتھ پکڑ کر دوڑتی ہوئی ایک تنگ اور تاریک سی گلی میں داخل ہو گئی۔ اندھیرے میں اس کا چہرہ دکھائی نہیں دیا۔ میں نے یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کی کہ وہ کون ہے۔ میرے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ میری ہمدرد تھی اور مجھے اس مصیبت سے نکالنا چاہتی تھی۔

لوگوں نے مجھے اور چوپڑا کو لڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں نے چوپڑا کو دھکا دے کر سڑک پر گرایا تھا اور کار نے کچل دیا تھا اور میرا خیال تھا کہ کچھ لوگ مجھے پکڑنے کیلئے میرے پیچھے بھی دوڑیں گے لیکن میرا خیال غلط نکلا آس پاس موجود سب ہی لوگ کار کی طرف دوڑ پڑے تھے۔

وہ لڑکی مجھے کھینچتی ہوئی ایک اور اندھیری گلی میں مڑ گئی۔ اس نے اب بھی میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ تقریباً پچاس گز کا فاصلہ طے کر کے گلی سے نکل کر جب ہم روشنی میں پہنچے تو وہ لڑکی رک گئی آگے بازار تھا اور بازار میں اس طرح دوڑنا ہمیں مشکوک بنا سکتا تھا۔

روشنی میں پہنچ کر میں نے گردن گھما کر اس لڑکی کی طرف دیکھا تو اچھل پڑا۔ وہ شمرا تھی۔ اچل شوار مندر کے پروہت پنڈت بھیرو سنگھ کی رکھیل جس نے دو ڈھائی مہینے میری خدمت کی تھی۔

"شمرا مسکرا دی۔ مسلسل دوڑتے رہنے سے اس کا سانس پھول گیا تھا اس نے اب بھی میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔"

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''سمترا تم..... تم زندہ ہو۔''

''یہاں بات کرنے کا موقع نہیں ہے۔'' سمترا نے میرا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ ''میری گاڑی اس موڑ کے دوسری طرف کھڑی ہے ہم اس علاقے سے نکل جائیں تو بات کریں گے۔''

ہم تیز تیز چلتے رہے۔ موڑ گھوم کر تقریباً پچاس گز آگے شاپنگ سنٹر کے سامنے وہ نیلے رنگ کی ایک فیاٹ کار کے قریب رک گئی۔ کندھے پر لٹکتے ہوئے بیگ سے کی رنگ نکالا ڈرائیور سائیڈ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی اور پسنجر سیٹ کی طرف جھکتے ہوئے اس نے دروازے کی لاک ناب ہٹا دی۔ میں دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ سمترا نے انجن سٹارٹ کر کے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دی اور یوٹرن لیتے ہوئے اسے مین روڈ پر لے آئی۔ اس کا رخ اس مقام کے مخالف سمت میں تھا جہاں ہنگامہ ہوا تھا اور ہم جلد ہی اس علاقے سے دور نکل گئے۔

میں سمترا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے نیلی جینز اور سفید اوپن شرٹ پہن رکھی تھی۔ وہ مجھے پہلے سے کہیں زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ سمترا کو دیکھ کر مجھے واقعی بڑی حیرت ہوئی تھی میں تو اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ بھی مندر کی آگ میں جل کر راکھ ہو چکی ہوگی۔

''مجھے حیرت ہو رہی ہے۔'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں تو سمجھا تھا کہ شاید تم لوگ بھی۔''

''ہم سب بچ گئے تھے۔'' سمترا نے میری بات کاٹ دی۔ ''میرا مطلب ہے میں' للیتا اور پنڈت جی اگر ہم چند منٹ مندر میں رہ جاتے ہیں تو دوسروں کے ساتھ ہم بھی جل کر بھسم ہو چکے ہوتے۔''

''تم نے مجھے پہچانا کیسے؟'' میں نے پوچھا۔

''تم دو اڑھائی مہینے مندر میں ہمارے ساتھ رہ چکے ہو۔'' سمترا نے جواب دیا۔

''آخری مرتبہ جب تم مندر والے بنگلے سے نکلے تھے تو تم نے سر' داڑھی' مونچھیں اور بھویں تک صاف کر دی تھیں اور یہ شبھ کام میری ہی ہاتھوں انجام پایا تھا لیکن۔'' وہ مسکرائی اور میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''لیکن اس سے پہلے تم اس حلیے میں تھے اسی لئے اس وقت تمہیں دیکھ کر مجھے پہچاننے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی تھی۔''

''میں بتاتی ہوں۔'' اس نے میری بات کاٹ دی۔ ''میں نے تمہیں اس ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ میں سامنے کی طرف سے آ رہی تھی۔ میں بھی تمہارے پیچھے ہی ریسٹورنٹ میں داخل ہونا چاہتی تھی لیکن دروازے کے ساتھ والی میز پر چوپڑا کو ایک چڑیل کے ساتھ بیٹھے دیکھ کر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ چوپڑا وہی حرامی جس سے ابھی تمہارا دنگا ہوا تھا۔''

''اس نے تجھے اپنا نام بتایا تھا۔'' میں نے کہا۔ ''لیکن کیا تم اسے پہلے جانتی تھیں۔''

''وہ شنکر کے پالے ہوئے چند حرامیوں میں سے ایک ہے۔'' سمترا نے کہا۔

''تھا۔'' میں نے تصحیح کی۔ ''تم بھی دیکھ چکی ہو کہ وہ کار کے نیچے آ کر کچلا گیا تھا اور اب تک ٹرک میں پہنچ چکا ہوگا۔''

''بھگوان کرے ایسا ہی ہو۔'' وہ بولی۔ ''بہرحال' میں باہر ہی کچھ دور موڑ پر رک کر تمہارے باہر آنے کا انتظار کرتی رہی اور جب تم باہر نکلے تو چوپڑا بھی تمہارے پیچھے ہی تھا۔ میرا ماتھا ٹھنکا اور میں بھی تم دونوں کے پیچھے چلنے لگی اور پھر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''یہ بھی اچھا ہوا کہ وہ اکیلا تھا اگر اس کے ساتھ کوئی اور ہوتا تو شاید پھر مجھے بھی مداخلت کرنی پڑتی۔''

''کیا مطلب!'' میں نے الجھی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''میں نے کندھے پر لٹکے ہوئے بیگ میں پستول پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔'' سمترا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''لیکن اس کی ضرورت پیش نہیں آئی تم اکیلے ہی اس کیلئے کافی ثابت ہوئے۔''

''اب تک تو ان پر بھاری پڑ رہا ہوں۔ بہرحال اب تم بتاؤ تم لوگ مندر سے کیسے نکلے۔'' میں نے پوچھا۔

''کیمپ کی تباہی کی خبر ہمیں صبح گیارہ بجے کے قریب مل گئی تھی۔'' سمترا بتا رہی تھی۔ ''گرو کو نجانے کس بات کا اندیشہ تھا کہ اس نے وہاں سے بھاگنے کی تیاری کر لی۔ سونا' روپیہ اور ضروری چیزیں سمیٹ کر ہم بنگلے میں آ گئے اور سرنگ کا راستہ اندر سے بند کر دیا اور پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ شام کو تھوڑی ہی دیر بعد ناگ راج کے آدمی مندر پہنچ گئے۔ انہوں نے دروازے بند کر کے مندر کے اندر ہر طرف پٹرول چھڑک دیا۔ اس وقت مندر میں سینکڑوں یاتری موجود تھے۔ بچے بھی' بوڑھے بھی اور عورتیں بھی۔ ایک عورت نے دروازے کی طرف بھاگنے کی کوشش کی تو ناگ راج کے کسی آدمی نے گولی چلا دی۔ مندر کے اندر بھگدڑ مچ گئی کئی لوگ کچلے گئے۔ ناگ راج کے آدمی پٹرول چھڑکتے اور گولیاں چلاتے رہے اور پھر انہوں نے باہر نکلتے ہوئے آگ لگا دی اور دروازے باہر سے بند کر دیئے باہر بھی پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی گئی۔''

''جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا میں کچھ چیزیں لینے کیلئے گرو کے اوپر والے کمرے میں گئی ہوئی تھی۔ میں نے آ کر گرو کو بتایا تو ہم ایک لمحہ ضائع کئے بغیر وہاں سے بھاگ نکلے اس گاڑی کا انتظام دن ہی میں کر لیا گیا تھا۔ ہم بروقت وہاں سے نکل آئے تھے کیونکہ تھوڑی ہی دیر بعد دیکھتے ہی دیکھتے مندر کی تمام عمارتوں میں آگ بھڑک اٹھی تھی۔''

''وہ بنگلہ جہاں میں تمہیں لے جا رہی ہوں۔ گرو بھیرو کی ملکیت ہے جو اس نے دو سال پہلے بنوایا تھا۔ اس بنگلے کی تعمیر کیلئے مختلف شہروں سے مزدور اور کاریگر منگوائے گئے تھے۔ بنگلے کی تعمیر کے بعد وہ سب مزدور اور کاریگر یکے بعد دیگرے پراسرار طور پر ہلاک ہو گئے کیونکہ گرو نہیں چاہتا تھا کہ اس بنگلے کے تہہ خانوں کا کوئی راز دار زندہ رہے۔ کسی کو کبھی یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ بنگلہ پنڈت بھیرو سنگھ کی ملکیت ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج ہم بڑے سکون سے وہاں زندگی گزار رہے ہیں جبکہ ناگ راج یہی سمجھ رہا ہے کہ پنڈت بھیرو بھی مندر کی آگ میں بھسم ہو گیا تھا۔''

''پنڈت بھیرو نے یہ نہیں سوچا کہ ناگ راج نے مندر کو آگ کیوں لگائی تھی؟'' میں نے پوچھا۔

''ناگ راج کو پتہ چل گیا تھا کہ تم دو اڑھائی مہینے تک اس مندر میں چھپے رہے ہو۔ ایک روز پہلے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

تک وہیں تھے۔'' سمترا نے جواب دیا۔

''اور ناگ راج کو یہ بات کس نے بتائی تھی۔ پنڈت بھیرو کو کس پر شبہ تھا؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''اس کا پہلا شبہ تم پر تھا۔'' سمترا نے کہا۔ ''اس کا خیال تھا کہ کیمپ میں دھماکوں کے بعد تم پکڑے گئے ہو اور ناگ راج نے تشدد کر کے تم سے سب کچھ معلوم کرلیا ہے اسے بڑا دکھ ہوا تھا لیکن کئی روز بعد یہ انکشاف ہوا کہ ناگ راج کو یہ راز چھیا نے بتایا تھا جو زخمی حالت میں ان کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ اب گرو کو یہ افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے تمہارے بارے میں ایسا کیوں سوچا تھا۔'' تمہارے بارے میں سنتے رہتے تھے گرو تم سے رابطہ کرنا چاہتا تھا مگر تم تو چھلاوہ تھے۔ ابھی یہاں ابھی وہاں۔'' میں اور للیتا تمہاری کھوج میں پھرتی رہتی تھیں یہ بھی اچھی بات ہے کہ ہمارے بارے میں کوئی بھی نہیں جانتا کہ ہم پنڈت بھیرو سنگھ کی داسیاں ہیں۔ اس لئے ہم آزادی سے گھومتی رہتی ہیں۔ 'للیتا تو تمہاری کھوج میں بیلا کے ذریعے شنکر تک پہنچ گئی اور حرامی شنکر نے گلا گھونٹ کر اسے لاک کردیا۔'' سمترا کی آواز بھرا گئی وہ خاموش ہو کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

''اوہ.... یہ کب کی بات ہے؟'' میں چونک گیا۔

''تقریباً ایک مہینہ پہلے کی بات کی۔'' سمترا نے جواب دیا۔ ''بعد میں پتہ چلا تھا کہ للیتا نے شنکر کو حرامی کہہ کر اس کے منہ پر تھوک دیا تھا اس نے طیش میں آ کر للیتا کا گلا گھونٹ دیا اور اب میں گرو کے ساتھ اکیلی ہوں۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ ''گرو تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوگا۔''

''ایک منٹ۔'' میں نے کہا۔ ''اگر میں اپنی ایک دو ساتھیوں کو ہمراہ لے لوں تو پنڈت کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔ دراصل میری وجہ سے ان لوگوں کی زندگیاں بھی خطرے میں ہیں۔''

میرے ذہن میں اچانک ہی خیال آیا تھا کہ ریسٹورنٹ کی ویٹریس نے مجھے پہچان کر چوپڑا کو بتا دیا تھا۔ اس سے پہلے میں ویٹریس سے رتنا کے بارے میں دریافت کیا تھا اگر اسے شبہ ہوگیا تو وہ رتنا سے میرا کوئی نہ کوئی تعلق جوڑنے کی کوشش ضرور کرے گی ایسی صورت میں رتنا کا مکان محفوظ نہیں تھا۔

''گرو کو کیا اعتراض ہوگا۔'' سمترا نے کہا۔ ''وہ تو تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوگا۔''

''تو پھر گاڑی اگلے چوک میں بائیں طرف موڑ لو۔'' میں نے کہا تقریباً پندرہ منٹ فیاٹ رتنا کے مکان کے سامنے رکی رہی تھی۔ دروازہ کھلنے پر سمترا بھی میرے ساتھ ہی اندر آ گئی۔ اسے دیکھ کر رتنا وغیرہ کی آنکھوں میں الجھن سی تیر گئی۔

میں نے انہیں صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

''ہوسکتا ہے دو تین گھنٹوں تک وہ لوگ کوئی نتیجہ اخذ نہ کرسکیں لیکن اس کے بعد یہ جگہ ہمارے لئے محفوظ نہیں رہے گی۔ اس لئے تم لوگ ہمارے ساتھ چلو۔''

''رتنا تو فوراً اپنی ضروری چیزیں سمیٹنے لگی۔'' رادھا بھی تیار ہوگئی لیکن لکشمی ہمارے ساتھ جانے کیلئے تیار نہیں تھی۔

''میں نے جیون میں صرف ایک آدمی سے پریم کیا تھا اور وہ تھا شنکر۔'' لکشمی نے کہا' اس کے لہجے میں بڑا سوز تھا۔ ''وہ بھی مجھے بہت چاہتا تھا مگر دو سال پہلے ایک معمولی سی بات پر ہمارا جھگڑا ہوا اور اس نے مجھے بھرے بازار میں رسوا کردیا۔''

''میں اگر اس کی طرف لوٹ جاتی تو وہ سب کچھ بھول جاتا اور میرے چرنوں پر گر کر معافی مانگتا مگر میرے سینے میں تو انتقام کی آگ سلگ رہی تھی اور میں دو سال تک اسی آگ میں جلتی رہی اور بالآخر میں نے اسے اپنے ان ہاتھوں سے ختم کردیا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ میں تو اب بھی اسے اتنا چاہتی ہوں جتنا پہلے دن چاہتی تھی۔ نہیں نا جی۔'' وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''تم لوگ جاؤ بھگوان تم سب کی رکھشا کرے۔ تمہیں کوئی کشٹ نہ اٹھانا پڑے۔ میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاسکتی۔ میں واپس جارہی ہوں۔ شنکر کے آدمی یقیناً میری تلاش میں ہوں گے۔ میں اپنا جیون دے کر ہی اپنے اس اپرادھ کا پراچت کرسکتی ہوں۔''

ہم سب عجیب سی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ہم سب نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن اس نے ہماری ایک نہیں سنی اور ہم سے پہلے ہی مکان سے نکل گئی۔

پانچ منٹ بعد ہم لوگ باہر نکلے میں نے گلی میں ادھر ادھر دیکھا لکشمی رات کی تاریکی میں کہیں غائب ہوچکی تھی۔

پنڈت بھیرو مجھے دیکھ کر واقعی بہت خوش ہوا تھا اور میں اسے دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گیا۔ وہ کسی طرف سے بھی مندر کا پجاری نہیں لگتا تھا۔

بہترین تراش کا کریم کلر کا پینٹ سوٹ' کلین شیو مجرب چہرہ چمکتی ہوئی آنکھیں اور سر پر تقریباً ایک انچ لمبے بال تھے جو بڑے سلیقے سے سیٹ تھے۔ پیروں میں چمکتے ہوئے قیمتی سلیپر تھے اور ہاتھ میں خوبصورت واکنگ اسٹک وہ کسی طرح بھی پجاری نہیں لگتا تھا البتہ اس حلیے میں اسے بڑی آسانی سے کوئی بہت بڑا بزنس مین یا کسی اسٹیٹ کا راجہ سمجھا جاسکتا تھا۔

میرے ساتھ رادھا اور رتنا کی موجودگی پر اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ وہ خوش ہوا تھا کہ میں انہیں بھی اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

ایک سرسبز پہاڑی پر واقع یہ دو منزلہ بنگلہ بہت بڑا تھا۔ اس کے چاروں طرف تقریباً دس ایکڑ زمین تھی جو اونچی چار دیواری سے گھری ہوئی تھی۔ میں رات کے وقت باہر کا حصہ تو نہیں دیکھ سکا لیکن پنڈت بھیرو مجھے بنگلے کے اندر گھماتا رہا۔ گراؤنڈ فلور پر نصف درجن وسیع و عریض بیڈ روم تھے جو ہر قسم کے سازو سامان سے آراستہ تھے۔ پنڈت بھیرو کا کمرا تو عشرت کدہ ہی لگتا تھا۔ اس نے اپنی عیاشی کا ہر سامان یہاں اکٹھا کر رکھا تھا۔ مرکزی ہال کمرا بہت وسیع و عریض تھا اس کے ایک طرف جدید ترین بار کا سنٹر بنا ہوا تھا جس کے پیچھے دیوار کے ساتھ شیلف میں بڑھیا ترین انگلش شراب کی بوتلیں سجی ہوئی تھیں۔

اوپر کی منزل پر بھی تقریباً اتنے ہی کمرے تھے۔ وہاں بھی ہال کمرے کے ایک حصہ میں چھوٹا سا شراب خانہ بنا ہوا تھا لیکن بھیرو نے اس وقت ہمیں وہ تہہ خانہ نہیں دکھایا البتہ مجھے ایک ایسے کمرے میں

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

لے گیا جسے دیکھ کر میں مزید حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

پنڈت بھیرو نے اپنی حفاظت کا پورا انتظام کر رکھا تھا۔ اس کمرے میں کئی مانیٹرنگ سیٹ رکھے ہوئے تھے۔ ہر سیٹ کی سکرین پر بنگلے کے بیرونی حصوں کے مختلف مناظر دکھائی دے رہے تھے۔ گیٹ پر بھی کیمرے لگے ہوئے تھے۔ کوئی شخص نظروں میں آئے بغیر داخل نہیں ہوسکتا تھا اگر کوئی کسی طرح فصیل سے کودنے میں کامیاب ہو بھی جائے تو اس کمرے میں ایک الارم بج اٹھتا تھا۔ اس الارم کا ایک کنکشن بھیرو کے بیڈروم میں بھی تھا۔ رات کو اس کا سوئچ آن کر دیا جاتا تھا۔

پنڈت بھیرو مجھے یہ سارا سسٹم سمجھا رہا تھا اور ادھر سمترا' رادھا اور رتنا کو بنگلے کے بارے میں بتا رہی تھی بالآخر ہم سب ہال کمرے میں جمع ہو گئے اور سمترا بھوجن تیار کرنے کیلئے کچن میں گھس گئی۔

میری حیرت کسی طرح ختم نہیں ہو رہی تھی۔ پنڈت بھیرو جسے مندر میں دیکھ کر گھن اور کراہت آتی تھی۔ ایسا ماڈرن ثابت ہوگا میں سوچ نہیں سکتا تھا۔ کھانے کی میز پر استعمال ہونے والی کراکری بھی چین اور جاپان کی تھی۔ اس عالیشان بنگلے میں کوئی بھی چیز ہندوستانی نظر نہیں آ رہی تھی۔

رادھا اور رتنا کو اگرچہ الگ الگ کمرے دیئے گئے تھے مگر وہ ایک ہی کمرے میں سوئی تھیں۔

میں اور پنڈت بھیرو رات کو دیر تک ہال میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ وہ شراب کی چسکیاں بھی لیتا جا رہا تھا اور ظاہر ہے مجھے اس چیز سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ پنڈت بھیرو کو سب سے زیادہ فکر ناگ راج کی تھی۔

''میں ساری زندگی اس طرح خوف کے سائے میں نہیں گزار سکتا۔'' وہ کہہ رہا تھا۔ ''جب تک ناگ راج زندہ ہے میرے سر پر بھی تلوار لٹکی رہے گی۔ میرے تمام وفادار ساتھی اس رات آگ میں بھسم ہو گئے۔ ان میں کوئی بھی زندہ نہیں بچا مجھے تمہاری تلاش تھی۔ تمہاری کھوج میں للیتا بھی جیون کھو بیٹھی۔ میں نے یہ سب کچھ بڑی محنت سے بنایا ہے اور اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔'' اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا لیکن جب تک ناگ راج زندہ ہے میں اس دولت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ عالیشان بنگلہ میرے لئے ایک خوبصورت قید خانہ ہے۔ آزاد ہوتے ہوئے بھی میں اس بنگلے سے باہر نہیں نکل سکتا۔'' وہ ایک بار پھر خاموش ہو گیا اور چند لمحوں بعد کہنے لگا۔ ''میں نے تم پر وشواس کیا ہے۔ ایک ایسے وقت میں تمہاری مدد کی جب موت کے دیوتا تمہارا تعاقب کر رہے تھے۔ بیشک تم نے بھی میری بہت مدد کی ہے۔ میرے دشمنوں کیخلاف صف آرا ہو گئے۔ میرے لئے اپنی جان خطرے میں ڈالی تم نے میری کھاتر بہت کچھ کیا ناگ راج کے آدمیوں کو چن چن کر ہلاک کر دیا۔ ہمارا بھی بہت نقصان ہوا مگر آج بھی ہم اس جگہ کھڑے ہیں جہاں پہلے دن تھے میں تمہاری طرف سے فکرمند تھا لیکن اب تم آ گئے ہو تو ہمیں مل کر سوچنا ہوگا۔ ناگ راج یہاں سے بھاگنے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ اگر وہ نکل گیا تو پھر ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا ہماری ساری محنت رائیگاں جائے گی۔ جب تک اس کا انت سنسکار نہیں ہو جاتا اس وقت تک میں اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتا رہوں گا اور تمہاری جس مقصد کیلئے یہ جنگ ہے وہ بھی پورا نہیں ہوگا۔ ہمیں اس ناگ کا سر کچلنا ہوگا۔''

''میں نے ناگ راج کا ٹھکانہ معلوم کر لیا ہے۔ میں نے اس کے خاموش ہونے پر کہا۔ صرف ایک دو دن کی بات ہے اس کے بعد تمہیں بھی آزادی مل جائے گی اور میرا مقصد بھی پورا ہو جائے گا لیکن مجھے حیرت ہے کہ تم اب تک یہاں کیوں ٹکے ہوئے ہو۔ تمہارے پاس اتنی دولت ہے کہ تم کہیں بھی جا کر عیش کی زندگی گزار سکتے ہو۔''

''نہ تو میں یہ سب کچھ یہاں چھوڑ سکتا ہوں اور نہ ہی ساتھ لے جا سکتا ہوں۔ میرے ساتھ آؤ۔'' وہ کہتے ہوئے اٹھ گیا۔

ہم اس کے باتھ روم میں آ گئے۔ باتھ روم میں گھس کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ بڑی شاندار فٹنگز لگی ہوئی تھیں۔ ایک طرف سنگ مرمر کا بہت بڑا باتھ ٹب تھا۔ اس نے دیوار پر لگی ہوئی ایک ٹاپ دبا دی۔ باتھ ٹب اوپر اٹھتا چلا گیا اس کے نیچے سیڑھیاں تھیں۔

وہ تہہ خانہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ بہت وسیع و عریض اور بہت شاندار تہہ خانہ تھا وہ مجھے ایک وسیع کمرے میں لے گیا اور اس کمرے کا منظر دیکھ کر میں پلکیں جھپکنا بھول گیا۔

دیواروں میں شیشے کے دروازے والی بڑی بڑی الماریاں بنی ہوئی تھیں اور ان الماریوں میں سونے کی لاتعداد اور چھوٹی بڑی مورتیاں' سونے چاندی کے زیورات اور ہیرے جواہرات بھرے ہوئے تھے۔ دو بڑی بڑی الماریاں ایسی تھیں جن میں نوٹوں کے بنڈل بھرے ہوئے تھے۔ بلاشبہ تہہ خانے کا صرف ایک کمرہ اربوں روپے مالیت کا تھا اور یہ وہ سب چیزیں تھیں جو مندر میں بھینٹ کی جاتی تھیں۔

''کیا میں یہ سب کچھ چھوڑ کر جا سکتا ہوں۔'' پنڈت بھیرو نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اس بنگلے میں تیاری پر بھی مندر کی کم از کم دو سال کی آمدنی خرچ ہوئی ہے۔ آؤ میں تمہیں ایک اور چیز دکھاؤں۔'' وہ مجھے ایک اور کمرے میں لے گیا اس نے دیوار پر لگے ہوئے سوئچ بورڈ کا کور کھول دیا اس کے اندر بھی ایک بٹن لگا ہوا تھا جس کے دباتے ہی دائیں طرف والی دیوار شق ہو گئی۔ دوسری طرف ایک سرنگ تھی جس میں روشنی ہو رہی تھی۔

''یہ سرنگ یہاں سے نصف میل دور پہاڑی کے دامن میں ایک کاٹیج پر ختم ہوتی ہے۔'' پنڈت بھیرو کہہ رہا تھا۔ ''اس سرنگ پر میرے کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہیں۔ کسی ایمرجنسی کی صورت میں یہاں سے نکلنے کا یہ محفوظ ترین راستہ ہے اور اس راستے سے صرف میں اور سمترا واقف ہیں۔ تیسرے آدمی تم ہو جسے میں یہاں لے کر آیا ہوں اس سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ تم پر کتنا وشواش کرتا ہوں۔''

''میں تمہارے وشواش کو دھوکا نہیں دوں گا'' میں نے کہا۔

''مجھے پورا وشواش ہے۔'' بھیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''آؤ اب اوپر چلیں۔''

ہم اوپر آ گئے اس وقت رات کے تین بج چکے تھے اس کے بعد بھی ہم دیر تک باتیں کرتے رہے اور پھر میں سونے کے لئے اس کمرے میں آ گیا جو میرے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ میں بستر پر لیٹا دیر تک پنڈت بھیرو کے بارے میں سوچتا رہا۔ دھرم کو خراب کرنے والے یہی پنڈت اور پجاری لوگ تھے اور اس لئے دھرم پر سے لوگوں کا وشواش ختم ہوتا جا رہا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

میں پنڈت بھیرو کو بڑی مشکل سے قائل کر سکا تھا کہ اسے باہر نکلنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اسے کسی قسم کے میک اپ کی ضرورت نہیں اس حلیے میں اسے کوئی بھی نہیں پہچان سکے گا۔

دو دن تک ہم سمترا کے ذریعے ناگ راج کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے اور پھر تیسرے روز شام کو ہم اپنے مشن پر روانہ ہو گئے۔ میں.... پنڈت بھیرو، ہمارے ساتھ تھا رادھا اور سمترا بھی تھیں۔

ہوٹل ہلٹن تک پہنچنے میں ہمیں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ ناگ راج، گوپال پنڈت امریش اور بیلا کے ساتھ اس ہوٹل کی تیسری منزل کے ایک سویٹ میں پناہ لئے ہوئے تھا اور آج ہم نے اس پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا۔

ہال میں بڑی رونق تھی۔ جے پور سے آئی ہوئی رقاصہ فن کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ بھیرو اور رادھا ایک میز پر بیٹھے تھے۔ میں سمترا کے ساتھ دوسری میز پر بیٹھا تھا۔ کافی پینے کے بعد میں نے بھیرو کو اشارہ کیا وہ رادھا کے ساتھ اٹھ کر اوپر جانے والے زینے کی طرف چلا گیا۔ اس کے پانچ منٹ بعد میں اور سمترا بھی اٹھ کر لابی میں آ گئے اور لفٹ میں سوار ہو کر چوتھی منزل پر پہنچ گئے وہاں سے سیڑھیوں کے ذریعے تیسری منزل پر آ گئے اور پھر ٹھیک اس وقت دوسری لفٹ کا دروازہ کھلا دو آدمی باہر نکلے دونوں کے ہاتھوں میں کاراکوف رائفلیں تھیں۔ لفٹ سے نکلتے ہی انہوں نے ہمیں رائفلوں کی زد پر لے لیا اور ہمیں دھکیلتے ہوئے دوبارہ لفٹ میں گھس گئے۔

چھٹی منزل پر ہم لفٹ سے باہر نکلے اس دوران ان میں سے ایک آدمی میری تلاشی لے کر میرا پستول اپنے قبضے میں کر چکا تھا۔

راہداری سنسان پڑی تھی وہ ہمیں لے کر آخری دروازے کے سامنے رک گئے۔ ہلکی سی دستک دیتے ہی دروازہ کھل گیا اور پھر اندر داخل ہوتے ہی میرے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔ رادھا اور پنڈت ایک طرف کھڑے تھے انہیں بھی ایک آدمی نے کاراکوف کی زد پر لے رکھا تھا۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گڑبڑ کہاں ہوئی تھی۔ انہوں نے ہمیں کیسے پہچان لیا تھا۔ یہاں جو کچھ بھی ہو رہا تھا اس سے تو لگتا تھا جیسے یہ لوگ پہلے ہی سے ہمارے استقبال کیلئے تیار کھڑے تھے۔

ہمیں بھی پنڈت بھیرو اور رادھا کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا۔ پنڈت بھیرو کی حالت ایسی تھی جیسے مرنے سے پہلے ہی جان نکل رہی ہو۔ خوف کی شدت سے اس کا چہرہ بالکل سفید ہو رہا تھا۔ رادھا اور سمترا کی حالت بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی۔ میرا دل بھی کانپ رہا تھا لیکن میں ایسا خوفزدہ نہیں تھا کہ مرنے سے پہلے ہی مر جاؤں۔ تقریباً دو منٹ بعد ایک وزنی دروازہ کھلا اور ناگ راج برآمد ہوا۔ اس کے ساتھ بیلا بھی تھی۔ دونوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ ناگ راج کے گلے میں سیاہ رنگ کا ایک ناگ لہرا رہا تھا۔

''تم بہت ہمت والے ہو۔'' ناگ راج میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''لیکن کہیں نہ کہیں پہنچ کر تو ہمت جواب دے ہی جاتی ہے۔ تم نے میرے سارے آدمیوں کو ایک ایک کر کے ختم کر دیا مگر آ نا میرے قبضے میں آ گئے ہو اور میرے لئے یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ ''تم

مجھے تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مجھے اپنی ساکھ بحال کرنے میں برسوں لگ جائیں گے لیکن مجھے افسوس ہوگا کہ وہ سب کچھ دیکھنے کیلئے تم زندہ نہیں رہو گے۔ میں تمہارے ہی آدمیوں کے ذریعے تمہاری قوم پر ایسا عذاب نازل کروں گا کہ تاریخ بھی اسے نہیں بھول سکے گی۔ بہرحال، میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ سب سے پہلے میں تمہارے سامنے تمہارے ان ساتھیوں کو وہ انجکشن دوں گا جو انہیں تڑپا تڑپا کر ختم کریں گے۔ یہ میرا آخری تجربہ ہوگا اور اس کے بعد ان کی پروڈکشن شروع ہو جائے گی۔''

''گوپال'' پنڈت امریش کے ساتھ اس دروازے سے برآمد ہوا ناگ راج کے اشارے پر پنڈت امریش نے رادھا کو گرفت میں لے لیا۔ خوف کی شدت سے رادھا نیم جان ہو رہی تھی وہ چیختے ہوئے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی مگر پنڈت امریش کی گرفت میں وہ چڑیا کی طرح پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔''

گوپال انجکشن لے کر آگے بڑھا۔ اس نے نیڈل رادھا کے پیٹ میں پیوست کر کے پسٹن دبا دیا۔ رادھا چیخ اٹھی۔ گوپال نے نیڈل ایک جھٹکے سے باہر کھینچ لی۔ ایک لمحہ کو یوں لگا جیسے رادھا پرسکون ہو گئی ہو مگر اس کی آنکھوں میں وحشت بھری ہوئی تھی۔ پنڈت امریش نے رادھا کو چھوڑ دیا۔

رادھا ایک لمحہ کو بے حس و حرکت کھڑی رہی پھر یوں لگا جیسے اس کے جسم میں تناؤ پیدا ہو رہا ہو چہرے سے کرب و اذیت کے تاثرات ابھرنے لگے اور پھر اس کے منہ سے خوفناک چیخ نکلی وہ دہری ہوتی چلی گئی اور دوسرے ہی لمحہ وہ تقریباً ایک فٹ اوپر اچھلی جیسے بجلی کا زوردار جھٹکا لگا ہو رادھا ایک بار پھر اچھلی۔

میں پھٹی پھٹی سی نظروں سے رادھا کو دیکھ رہا تھا۔ میرا دل اس وقت جیسے کنپٹیوں میں دھڑک رہا تھا میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

☆.....☆.....☆

Scanned By:
Azam & Ali
aazzamm@yahoo.com
aleeraza@hotmail.com
www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ گردن پر کن کھجورے سے رینگتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ میں اپنی جگہ پر بے حس و حرکت کھڑا پھٹی پھٹی سی نظروں سے رادھا کی طرف دیکھ رہا تھا جو اس طرح جھٹکے کھا رہی تھی جیسے اس کے بدن میں رہ رہ کر ہزار وولٹ کا کرنٹ دوڑ رہا ہو اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے بڑی خوفناک چیخیں نکل رہی تھیں۔

میں نے پنڈت بھیرو اور سمترا کی طرف دیکھا۔ پنڈت بھیرو کی حالت تو ایسی تھی جیسے وہ کھڑے کھڑے گر جائے گا۔ اس نے یہ خوفناک منظر پہلی مرتبہ دیکھا تھا اس نے کئی سال پہلے مندر پر قابض ہونے کے لیے لوگوں پر بہت ظلم کیے تھے۔ اپنے مخالفین کو اذیتیں دے دے کر ہلاک کیا تھا۔ اس نے بھی دوسروں کی بے بسی پر قہقہے لگائے تھے ان کے تڑپنے کا تماشہ دیکھا تھا۔ ان کے شریر کو گھائل کر کے خوش ہوتا رہا تھا لیکن اذیت رسانی کا یہ طریقہ آج اس نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا خوف نے اس کے پورے وجود کو لپیٹ میں لے لیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کچھ دیر بعد اس کے ساتھ بھی یہ سب کچھ ہونے والا ہے اور خوف شاید اس کے روم روم میں بھر گیا تھا اور پھر اس کی پتلون اوپر سے نیچے تک گیلی ہوتی چلی گئی۔ پیشاب اس کی پتلون اور جوتے کو تر کرتا ہوا فرش پر بچھے ہوئے قالین کا بھی پیڑہ غرق کرنے لگا انتہائی نازک اور سنگین ترین صورت حال ہونے کے باوجود میں دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ یہ زندگی بھی عجیب چیز ہے زن، زر اور زمین یہی تینوں چیزیں زندگی کا محور ہیں۔ دنیا کی ابتدا سے اب تک جو کچھ بھی ہوتا آیا ہے۔ اس کی بنیاد یہی تینوں چیزیں رہی ہیں۔ دوسروں کو تشدد کا نشانہ بنا کر اور اذیتیں دے کر ہلاک کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھا جاتا بعض اوقات تو خوشی کے شادیانے بجائے جاتے ہیں۔ کسی اور کی زندگی کا چراغ گل کرتے ہوئے کوئی افسوس یا دکھ نہیں ہوتا لیکن جب بات اپنی زندگی کی ہو خطرات اپنی طرف بڑھتے نظر آئیں تو خوف کے مارے پیشاب خطا ہو جاتا ہے اور یہی کیفیت اس وقت پنڈت بھیرو کی تھی۔

میری نظریں سمترا کی طرف اٹھ گئیں اس کی حالت اپنے گرو سے زیادہ ابتر تھی اس حسین اور نوعمر گوپی نے زندگی میں صرف عیش ہی دیکھے تھے اس قسم کی صورت حال سے کبھی سامنا نہیں ہوا ہوگا کہ دوسروں کو تڑپتے ہوئے دیکھا جائے اور ذہن میں یہ خیال بھی ہو کہ وہ خود بھی اس خوفناک انجام سے دوچار ہونے والی ہے۔

اس کا چہرہ بالکل سفید ہو رہا تھا جیسے سارا خون کسی انجانی اور ان دیکھی قوت نے نچوڑ لیا ہو۔ اس کی ٹانگیں ہولے ہولے کانپ رہی تھیں اور لگتا تھا کہ اب گری کہ تب گری میرا خیال درست نکلا اس کی ٹانگوں

میں کھڑے رہنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ نیچے جھکتی چلی گئی۔

میں ایک بار پھر رادھا کی طرف دیکھنے لگا، وہ قالین پر پڑی بار بار جھٹکے کھا کر گیند کی طرف اچھل رہی تھی۔ اس کا جسم بھی چاقو کی طرح دہرا ہو جاتا اور کبھی وہ بالکل سیدھی ہو جاتی اور تشنج کی طرح پورے جسم میں اس قدر شدید تناؤ ہوتا لگتا جیسے اس کی کھال پھٹ جائے گی۔

اس وقت وہ اوندھی پڑی تھی ایک زوردار جھٹکے سے تقریباً ایک فٹ اوپر اچھلی اور نیچے گر کر سیدھی ہوگئی۔ اب اس کے منہ سے چیخیں نہیں نکل رہی تھیں مگر ایک اور چیز دیکھ کر میں کانپ اٹھا۔ کئی روز پہلے میں نے ناگ راج کے چیلے روی پنڈت کو بھی اسی انگلشن سے اس طرح جھٹکے کھا کر اور تڑپتے ہوئے مرتے دیکھا تھا وہ موت بھی بڑی اذیت ناک اور دوسروں کے لیے عبرت ناک تھی مگر رادھا اس وقت جس کیفیت سے دوچار تھی اس نے مجھے تڑپا کر رکھ دیا۔

رادھا کے منہ، ناک اور کانوں سے خون بہنے لگا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید تناؤ پیدا ہو رہا تھا آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں تڑپنے اور جھٹکے کھانے کے دوران رادھا نے اپنی قمیص بھی پھاڑ دی تھی اس کے سینے کا بیشتر حصہ اور پیٹ برہنہ تھا۔ پورے جسم کی کھال کھنچ رہی تھی اور پھر اس کی کھال چٹخنے لگی اس میں اس طرح دراڑیں پڑنے لگیں جیسے برسوں سے قحط سالی کا شکار بنجر اور خشک زمین چٹخ رہی ہو۔

میری مٹھیاں بھنچ گئیں دانت کچکچانے لگے۔

''ناگ راج..... میں گن مینوں کی پروا کیے بغیر چیخا ہوا اس کی طرف لپکا ''میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

''اے.....'' ایک گن مین نے بڑی تیزی سے آگے بڑھ کر کارا کوف رائفل کا دستہ میرے سینے پر مارا ''گرو سے دور رہو ورنہ گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔''

ضرب خاصی زوردار تھی یوں لگا جیسے میری کوئی پسلی ٹوٹ گئی ہو میں کراہتا ہوا لڑکھڑا کر رادھا کے اوپر گرا میں دوبارہ اٹھ کر ناگ راج کی طرف لپکنا چاہتا تھا کہ اس شخص نے رائفل کی نال میرے سینے پر رکھ دی اور دباؤ ڈالتے ہوئے غرایا۔

''اس طرف..... اس طرف کھڑے ہو جاؤ ورنہ.....''

اس کی انگلی ٹریگر پر تھی معمولی سا دباؤ میری زندگی کا خاتمہ کر سکتا تھا۔ زندگی ختم ہوگئی تو سب کچھ ختم ہو جائے گا اور کچھ نہیں کر سکوں گا اور ناگ راج کو کوئی نہیں روک سکے گا۔ زندگی رہنے کی صورت میں کچھ امید ہو سکتی تھی کوشش تو کی جا سکتی تھی۔

میرے دماغ میں جھکڑ سے چل رہے تھے۔ رادھا کی اذیت ناک موت نے میرے ہوش و حواس بالکل ہی گرا دی تھی لیکن گن مین کی جان سے مار دینے کی دھمکی نے جیسے یہ سوچنے کا موقع فراہم کر دیا تھا کہ کسی طرح زندہ رہنا ضروری تھا اس طرح کم از کم آخری لمحوں تک میں کوئی جدوجہد تو کر سکتا تھا۔

وہ امید کا بہت نازک سا تار تھا جسے میں نے تھام لیا گن مین ایک بار پھر غرایا اور میں اٹھ کر اس کے قریب کھڑا ہو گیا جو ابھی تک فرش پر بیٹھی ہوئی تھی اس کے جسم پر لرزہ سا طاری تھا اور مجھے حیرت تھی کہ وہ ابھی تک بے ہوش کیوں نہیں ہوئی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

میری مٹھیاں اب بھی بھنچی ہوئی تھیں۔ دانت کچکچا رہے تھے۔ میں نے ایک بار پھر رادھا کی طرف دیکھا چہرے پر کھینچاؤ کی وجہ سے نقش کسی حد تک بگڑ گئے تھے۔ آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی سی لگ رہی تھیں۔ اس کے بدن پر پڑنے والی دراڑوں سے خون رسنے لگا تھا۔

میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میری مٹھیاں اس سختی سے بھنچی ہوئی تھیں کہ انگلیوں کے جوڑ بالکل سفید پڑ گئے۔ میں جس طرح غصہ برداشت کر رہا تھا وہ کچھ میں ہی جانتا تھا۔

"ناگ راج ..." میں اس کی طرف دیکھ کر چیخا۔ "تم ذہن میں رکھ لو تمہاری زندگی کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ میں نے جس طرح رادھا کو تڑپتے ہوئے دیکھا ہے تمہیں اس سے زیادہ تڑپا کر ماروں گا۔ تم موت مانگو گے مگر تمہاری موت اتنی آسان نہیں ہونے دوں گا۔"

"اپنی زبان پر قابو رکھ بالک کہیں ایسا نہ کہ ہمارا مستک گھوم جائے اور ہم تمہیں وقت سے پہلے نرک میں پہنچا دیں۔" ناگ راج نے کہا اس کی آنکھوں سے قہر برس رہا تھا۔ وہ ایک ہاتھ سے گلے میں لٹکتے ہوئے سیاہ ناگ کو مسلسل سہلا رہا تھا۔ "ہمارے ایک اشارے پر تمہارے جیون کا انت ہو سکتا ہے مگر ہم تم کو ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ تمہاری موت اس سے بھی زیادہ خوفناک ہوگی۔" اس نے رادھا کی لاش کی طرف اشارہ کیا "ویسے آج ہم بہت خوش ہوں۔ اس روز تم نے اس انجکشن سے روی پنڈت کو بھی مرتے ہوئے دیکھا تھا اور آج اس رنڈی کو بھی مرتے ہوئے دیکھ لیے ہو۔ کتنا فرق ہے دونوں کی موت میں روی پنڈت تو بیچارا بڑے آرام سے مر گیا تھا مگر اس کی موت سے مزہ آ گیا ہم بہت خوش ہوا ہوں ہمارا آخری تجربہ کامیاب ہوا اب دنیا کی کوئی طاقت ہم کو آگے بڑھنے سے نہیں روک سکتی۔ تمہارے شہروں میں سڑکوں پر ایسے مناظر جگہ جگہ نظر آئیں گے۔ لوگ اس طرح تڑپتے اور اپنا خون بہاتے رہیں گے اور دنیا کا کوئی ڈاکٹر ان کی مدد نہیں کر سکے گا۔ ابھی تو ہم بھی اس کا علاج دریافت نہیں کر سکا ہوں اور ہم اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتا ہوں۔"

"مگر میں تمہارے دماغ کا علاج ضرور سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "تم انسانیت کے دشمن ہو۔ تم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ کل کو یہی سب کچھ تمہاری قوم کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ تم بے گناہوں کی زندگی سے کھیل رہے ہو اگر تمہیں اپنے آپ پر اتنا ہی بھروسہ ہے تو اپنے ان چیلوں سے کہو کہ رائفلیں ہٹا لیں میں ایک منٹ میں تمہارا مستک درست کر دوں گا۔"

"اب ہم تمہاری بات کا برا نہیں مانتا ہوں۔" ناگ راج نے کہا۔ "مرنے والا ہر شخص ایسی ہی باتیں کرتا ہے۔ تم بھی مرنے والے ہو لیکن پہلے میں تمہیں ان دونوں کا تماشہ دکھاؤں گا اس کے بعد تمہاری باری آئے گی۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر پنڈت بھیرو کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"تو نے تو خوب روپ بدلا بھیرو ...... پہلے تو ہم واقعی نہیں پہچان سکا تھا مگر تمہارے الٹے ہاتھ کی چھوٹی انگلی نے تمہارا بھرم کھول دیا۔"

ناگ راج کی اس بات پر میں چونک گیا۔ پہلی مرتبہ پنڈت بھیرو سے میری ملاقات ہوئی تھی تو اس وقت میں نے اس کے بائیں ہاتھ میں چھٹی انگلی دیکھی تھی جو بہت چھوٹی تھی اور پانچویں انگلی کے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔ اس کے بعد میں نے اس پر کبھی توجہ نہیں دی تھی۔ ناگ راج نے اس کی یہ چھٹی انگلی پتہ نہیں

کب دیکھی ہوگی لیکن اس چھوٹی سی انگلی سے اسے پہچان لیا تھا۔

"ہم تو سمجھا تھا کہ تم بھی مندر کی آگ میں جل کر بھسم ہو گئے تھے۔ مگر تم تو زندہ سلامت ہمارے سامنے کھڑا ہے اور وہ بھی فرنگی بن کر تم جانتے ہو ہم اپنے دشمن کو معاف نہیں کرتا ہوں تم بچ گئے اس کا مطلب ہے تم وہاں سے ساری دولت بھی نکال لے گئے تھے۔ اب تم مرے گا مگر پہلے وہ ساری دولت ہمارے کو دے گا۔ ہم جانتا ہوں اس مندر میں بہت دولت تھی۔ سونے کی کئی مورتیاں تھیں جو ہم تم سے لوں گا۔"

پنڈت بھیرو اس سے پہلے تھر تھر کانپ رہا تھا لیکن میری بے باکی اور بے خوفی دیکھ کر اس نے بھی حوصلہ پکڑا اور اپنے آپ پر قابو پا کر ناگ راج کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"ناگ راج تمہارا وقت اب ختم ہو چکا ہے۔ لوگ تمہارے خلاف ہو چکے ہیں۔ سرکار بھی تمہارے خلاف ہو چکی ہے۔ میری موت پر نہ تو لوگ خاموش ہوں گے اور نہ سرکار، تم بچ نہیں سکو گے تمہیں اپنے کرموں کی سزا ضرور ملے گی۔"

"تمہاری لاش دیکھ کر بھی کوئی وشواش نہیں کرے گا کہ تم پنڈت بھیرو ہو ...... مجھے اچنبھا ہے۔ تم نے برہمنوں کی گدی کیسے سنبھال لی۔"

"برہمن تو تم بھی نہیں ہو تم بھی نیچ جاتی کے ہو ...... موچی کے بیٹے جو لوگوں کے جوتے گانٹھتے گانٹھتے پنڈت ناگ راج بن گئے تم جیسے بہروپیوں نے ہی دھرم کو نشٹ کر رکھا ہے۔" بھیرو نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ یہاں ایک نئی بحث شروع ہوگئی تھی اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستان میں ذات پات کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ نچلی ذات کے ہندوؤں کو اونچی ذاتوں والے قریب نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ برہمنوں کو ہندوؤں میں اعلیٰ ترین ذات سمجھا جاتا تھا۔ دھرم کی ٹھیکیداری بھی انہی کے پاس تھی۔ مندروں پر انہی کے قبضے تھے لیکن بھیرو اور ناگ راج جیسے تیلی، موچی، چمار اور دوسری نچلی ذاتوں کے لوگ بھی اس گنگا میں ڈبکیاں لگا رہے تھے۔

"ابھی ہم تیرے کو بتاؤں گا کہ دھرم نشٹ کون کر رہا ہے۔" ناگ راج نے کہا۔ "پہلے اس چھوکریا کو انجکشن لگاؤں گا اور پھر تم سے ہم یہ پوچھوں گا کہ وہ دولت کہاں چھپائی ہے۔ اسکے ......"

ناگ راج کا جملہ مکمل نہیں ہو سکا۔ چھناکے کی ایک زوردار آواز ابھری جس نے ہم سب کو چونکا دیا اس کمرے کی کھڑکیاں سڑک کی طرف تھیں۔ چھناکے کی آواز سے پہلے ایسی آواز بھی سنائی دی تھی جیسے پستول یا ریوالور سے گولی چلائی گئی ہو۔ بیلا اور پنڈت امریش تیزی سے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ کھڑکی کا وہ شیشہ گولی کی آواز سے ہی ٹوٹا تھا۔ وہ گولی کس نے چلائی تھی کہاں سے آئی تھی؟ آسمان سے گری تھی یا کوئی فرشتہ فائرنگ کرتا ہوا ہوٹل کی اس چھٹی منزل کے سامنے سے گزر گیا تھا۔ بہرحال قسمت نے مجھے ایک موقع فراہم کر دیا تھا۔

چھناکے کی آواز سے سب ہی اس طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ شیشے کا ایک ٹکڑا اس گن مین کے ہاتھ پر لگا تھا؟ جو کھڑکی کے قریب کھڑا تھا۔ وہ چیخ کر اپنی جگہ سے اچھلا اور عین اسی وقت میں نے چیختے ہوئے گن مین پر چھلانگ لگا دی جو مجھے اور سمیرا کو کارا کوف کی زد میں لیے کھڑا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

میں نے ایک ہی جھٹکے میں اس کے ہاتھ سے کاراکوف چھین لی اور اس گن مین کو نشانے پر لے کر ٹرائیگر دبا دیا جس نے بھیرو کو زد پر لے رکھا تھا رائفل سے نکلنے والی اتعداد گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہوگئیں اور وہ خون کے فوارے چھوڑتا ہوا نیچے گرا۔

میں نے رائفل کا رخ تیسرے گن مین کی طرف کر دیا جس کے ہاتھ پر شیشے کا ٹکڑا لگا تھا۔ وہ بھی آن کی آن میں ڈھیر ہوگیا۔ رائفل اس کے ہاتھ سے نکل کر کھڑکی سے باہر جا گری۔ ناگ راج واقعی بہت چالاک آدمی تھا اس نے غالباً ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں صورت حال کا اندازہ لگا کر اس دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی جہاں سے پہلے وہ برآمد ہوا تھا اس نے اندر گھستے ہی دروازہ بند کر لیا تھا۔

دوسرے گن مین کی رائفل ایک طرف گری ہوئی تھی۔ گوپال نے بھی پہلے ناگ راج کے پیچھے چھلانگ لگانے کی کوشش کی تھی مگر ناگ راج دروازہ بند کر چکا تھا۔ سرنج ابھی تک گوپال کے ہاتھ میں تھی جسے اس نے ایک طرف پھینک دیا اور قالین پر پڑی ہوئی گن کی طرف چھلانگ لگا دی مگر اسی لمحہ پنڈت بھیرو بھی جیسے ہوش میں آ گیا۔ اس نے بڑی تیزی سے آگے بڑھ کر گوپال کی کھوپڑی پر ٹھوکر رسید کر دی۔ گوپال چیختا ہوا پیچھے الٹ گیا۔ پنڈت بھیرو نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا اور اس پر ٹھوکریں برسانے لگا۔ وہ گن مین جس سے میں نے رائفل چھینی تھی سمترا کی طرف جھپٹا۔ شاید وہ اسے گرفت میں لے کر اپنی ڈھال بنانا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے سمترا تک پہنچنے کا موقع نہیں دیا۔ میری رائفل سے نکلنے والی گولیوں کی بوچھاڑ نے اسے راستے ہی میں ڈھیر کر دیا تھا۔

میں نے سمترا کی طرف دیکھا وہ اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھ سر پر رکھے ہوئے تھے اور بری طرح چیخ رہی تھی۔

''سمترا..... سنبھالو اپنے آپ کو۔''

میں چیختا ہوا اندر والے دروازے کی طرف لپکا۔ دروازہ شاید اندر سے لاک کر دیا گیا تھا۔ میں نے لاک پر رائفل کی نال رکھ کر ٹرائیگر دبا دیا اور زور دار ٹھوکر ماری۔ دروازہ کھل گیا میں نے ایک نظر پنڈت بھیرو کی طرف دیکھا جو اب بھی گوپال پر ٹھوکریں برسا رہا تھا۔

میں رائفل تان کر دوسرے کمرے میں داخل ہوگیا۔ یہ بیڈ روم تھا جو خالی تھا البتہ دائیں طرف ایک اور دروازہ تھا اسے بھی رائفل کی گولی سے کھولنا پڑا دوسری طرف سٹنگ روم تھا اور سامنے ہی راہداری کی طرف کھلنے والا دروازہ تھا یہ دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔

میں نے اس کمرے سے نکل کر راہداری میں ادھر ادھر دیکھا۔ دائیں طرف سامنے والی رو کے ایک کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور ایک عورت باہر جھانک رہی تھی مجھے دیکھ کر اس نے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی مگر میں پہلے ہی اس کے قریب پہنچ گیا اور دروازے میں پیر پھنسا دیا۔

''اس دروازے سے ایک آدمی نکلا تھا وہ کدھر گیا؟'' میں نے چیخ کر پوچھا۔

''او..... اس طرف.....'' عورت نے ہکلا کر ایک طرف اشارہ کیا۔ میرا پیر ہٹتے ہی اس نے دروازہ دھڑ سے بند کر دیا۔

اس طرف راہداری کے اختتام پر مختصر سی لابی اور لفٹس تھیں ان سے ذرا ہٹ کر نیچے جانے کے

لیے زینہ تھا۔ میں لفٹوں کی طرف دوڑ پڑا لیکن نصف راستے میں رک گیا۔

راہداری میں ایک سیاہ ناگ رینگتا ہوا بڑی تیزی سے ایک کمرے کے دروازے کی طرف جا رہا تھا۔ یہ وہی ناگ تھا جو کچھ دیر پہلے تک ناگ راج کے گلے کا ہار بنا ہوا تھا۔ دوڑتے ہوئے شاید یہ سانپ گر گیا تھا۔ ناگ راج نے اپنے آدمیوں کی پروا نہیں کی تھی۔ انہیں چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا۔ سانپ کی اسے کیا پروا ہو سکتی تھی۔

میں نے رائفل کا رخ نیچے کی طرف کر کے ٹرائیگر دبا دیا۔ سانپ کے پرخچے اڑ گئے۔ میں دوڑتا ہوا لفٹ کے قریب پہنچ گیا اوپر روشن نمبر بتا رہے تھے کہ ایک لفٹ نیچے جا رہی تھی اور دوسری اوپر آ رہی تھی اور اتفاق سے اس وقت دونوں دروازوں پر دو بٹن روشن تھے۔

میں نے زینے پر آ کر دیکھا زینہ بھی سنسان تھا۔ مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ ناگ راج لفٹ کے ذریعے نیچے جا چکا تھا اسے روکنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ البتہ نیچے پہنچ کر وہ ہمارے لیے مسئلہ پیدا کر سکتا تھا میں نے کمرے کی طرف دوڑ لگا دی۔

جب میں کمرے میں پہنچا تو ایک سنسنی خیز منظر میرے سامنے تھا۔ پنڈت بھیرو نے گوپالی کو دونوں ہاتھوں پر سر سے اوپر اٹھا رکھا تھا گوپال بری طرح چیخ رہا تھا۔ پنڈت بھیرو نے چکر کاٹتے ہوئے اسے سر کے اوپر گھمایا اور پھر کھڑکی کی طرف اچھال دیا۔

ایک زوردار چھناکا ہوا اور گوپال کھڑکی توڑتا ہوا باہر کی تاریکی میں غائب ہوگیا۔ فضا میں گونجنے والی اس کی آخری چیخ بڑی خوفناک تھی۔

پنڈت بھیرو نے قالین پر پڑی ہوئی رائفل اٹھائی اور پھر ہم دونو نے سمترا کو بانہوں سے پکڑ کر اٹھایا وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔

''اپنے حواس کو قابو میں رکھو سمترا۔'' میں نے اسے جھنجوڑ دیا۔ ''ناگ راج بھاگ گیا ہے۔ ہمیں بھی فوراً یہاں سے نکلنا ہے۔''

پنڈت بھیرو نے سمترا کو سنبھال لیا تھا۔ میں نے سمترا کا ہاتھ چھوڑ دیا اور رادھا کی لاش پر جھک گیا۔ رادھا نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ وہ اپنا جیون دے دے گی۔ مگر میرے وشواش کو دھوکا نہیں دے گی۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا۔ میں نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

کمرے سے باہر نکلتے ہوئے بھی میں نے مڑ کر رادھا کی لاش کی طرف دیکھا اور پھر ہم تینوں لفٹ کی طرف دوڑنے لگے۔

اوپر آنیوالی لفٹ کی پلیٹ پر پانچ کا ہندسہ روشن تھا اور پھر اس وقت چھ کا ہندسہ روشن ہوگیا لفٹ کا دروازہ کسی بھی وقت کھل سکتا تھا۔ میں رائفل تان کر دروازے کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ لفٹ سے جو کوئی بھی برآمد ہوگا اسے رائفل کی زد پر لے کر لفٹ میں گھس جائیں گے اور نیچے پہنچ کر بھی رائفل کے زور پر اپنا راستہ بناتے ہوئے نکل جائیں گے۔ بھیرو نے ایک ہاتھ سے سمترا کو بازو سے پکڑ رکھا تھا اور دوسری ہاتھ میں رائفل سنبھال رکھی تھی۔

لفٹ کا دروازہ کھلا اور اندر سے برآمد ہونے والے دو آدمیوں کو دیکھ کر میں اچھل پڑا وہ شکتی اور

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

اور مٹھورام تھے۔ ''گولی مت چلانا گرو'' شکتی مجھے دیکھتے ہی چیخ اٹھا۔ ''لفٹ میں آجاؤ جلدی کرو۔''

مٹھورام اور شکتی کو دیکھ کر مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ میرے دماغ میں دھماکے سے ہونے لگے مگر یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا کہ وہ لوگ یہاں کیسے پہنچے تھے۔ میں نے پہلے بھیرو اور سمترا کو اندر داخل ہونے کا موقع دیا پھر خود بھی اندر گھس گیا۔ شکتی نے اب بھی آٹومیٹک دروازے کو ہاتھ سے روک رکھا تھا پھر اس نے باہر گردن نکال کر ادھر ادھر جھانکا۔

''وہ کہاں ہے گرو...... وہ تمہاری......؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ میں اس کا مطلب سمجھ گیا وہ رادھا کو پوچھ رہا تھا۔

''وہ اب ہم میں نہیں رہی شکتی۔'' میں نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔

شکتی نے دروازہ چھوڑ دیا مٹھو پہلے ہی گراؤنڈ فلور کا بٹن دبا چکا تھا۔ آٹومیٹک دروازہ بند ہو گیا اور لفٹ نے تیزی سے نیچے کا سفر شروع کر دیا۔

''ناگ راج دوسری لفٹ سے نیچے بھاگ گیا۔'' میں نے شکتی کو بتایا۔

''وہ کہیں نہیں جا سکے گا۔'' شکتی نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ گراؤنڈ فلور پر ہم لفٹ سے باہر نکلے تو لابی میں سناٹا تھا۔ شاندار استقبالیہ کاؤنٹر بھی خالی پڑا تھا۔ البتہ باہر والے دروازے کے قریب اور لفٹ کے سامنے ایک ایک آدمی کھڑا تھا۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں ایسی ہی رائفلیں تھیں جو ہمارے پاس تھیں وہ شکتی لال کے آدمی تھے۔ ''ناگ راج کہاں گیا؟ تم لوگوں نے اسے روکا کیوں نہیں'' شکتی نے لفٹ کے سامنے کھڑے ہوئے آدمی سے پوچھا۔

''ناگ راج تو ادھر نہیں آیا۔'' اس شخص نے جواب دیا۔

اور پھر انکشاف ہوا کہ اس وقت لفٹ جب نیچے پہنچی تو خالی تھی۔ میرا دماغ گھوم گیا۔ ناگ راج کہاں غائب ہو گیا۔

شکتی نے چیخ کر اپنے آدمیوں کو کچھ ہدایات دیں اور ہمیں لے کر باہر کی طرف دوڑا۔ شیشے کے بڑے مرکزی دروازے سے نکل کر ہم اپنی فیاٹ کی طرف دوڑے۔

''دیکھو...... تم لوگ نکل جاؤ...... ہم یہاں سنبھال لیں گے۔'' شکتی نے چیخ کر کہا پارکنگ میں سناٹا تھا۔ ہوٹل کے سامنے البتہ سڑک پر ٹریفک جاری تھا ہوٹل بلڈنگ ایسا نہیں تھا کہ اس کی دن رات کے اس حصے میں سنسان اور ویران نظر آئے۔ وہ تو بعد میں انکشاف ہوا کہ شکتی کا ایک آدمی ہوٹل کے داخلی گیٹ پر بھی کھڑا تھا جس نے اندر آنے والی گاڑیوں کو باہر ہی روک رکھا تھا باہر والوں کو یہ پتہ نہیں چل سکا تھا کہ اندر کیا ہو رہا ہے یا کیا ہو چکا ہے۔

میں سمترا کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور پنڈت بھیرو نے فیاٹ کا اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ ہوٹل کا خارجی گیٹ خالی تھا۔ فیاٹ تیزی سے اس گیٹ سے نکلی اور بائیں طرف مڑ کر تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑنے لگی۔

پنڈت بھیرو نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ ہمارا تعاقب تو نہیں ہو رہا وہ بار بار عقبی منظر پیش کرنے والے آئینے میں دیکھ رہا تھا کئی سڑکوں پر گھمانے کے بعد اس نے مطمئن ہو کر فیاٹ ایک اور سڑک

پر موڑ دی۔

سمترا میرے ساتھ چپکی بیٹھی تھی۔ وہ گہرے، گہرے سانس لے رہی تھی اور اس کا بدن اب بھی ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ جھرجھری سی لے کر میری آغوش میں اوندھی ہو گئی۔ میں اس کی پیٹھ تھپکنے لگا۔

فیاٹ پہاڑی والی سڑک پر چڑھ کر بنگلے کے گیٹ کے سامنے رک گئی۔ پنڈت بھیرو کار انجن چلتا چھوڑ کر نیچے اتر گیا اور گیٹ کے پلر پر کال بیل کے بٹن کے ساتھ لگے ہوئے ٹیلی ویژن کے ریموٹ کنٹرول جیسے ڈیوائس پر چند بٹن دبانے لگا۔

گیٹ کھل گیا وہ دوبارہ کار میں اندر آ گیا اور کار کو گیٹ کے اندر لے جا کر روک دیا اور پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے بولا۔

''سمترا اتر کر گیٹ بند کرو۔''

سمترا سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس نے پہلے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ اور پلر کے اندر کی طرف لگے ہوئے اسی طرح کے ڈیوائس پر ایک بٹن دبا دیا۔ یہ دروازہ عام دروازوں کی طرح اندر یا باہر کی طرف نہیں کھلتا تھا۔ بلکہ اس کے بڑے بڑے دروازے سلائیڈنگ تھے فرش پر لوہے کی ایک پٹی لگی ہوئی تھی۔ دروازوں کے نیچے چھوٹے چھوٹے پہیے لگے ہوئے تھے۔

بھیرو نے اپنی حفاظت کا بہت شاندار انتظام کر رکھا تھا۔ یہ آٹومیٹک گیٹ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے بھی کھولا جا سکتا تھا لیکن اس وقت اس کے پاس ریموٹ نہیں تھا جس وجہ سے اسے کار سے اتر کر پلر پر لگے ہوئے مخصوص بٹن دبانے پڑے تھے۔

سمترا گیٹ بند کر کے دوبارہ کار میں آ گئی اس مرتبہ وہ سیدھی بیٹھی تھی اس کے چہرے کے تاثرات بھی بدل گئے تھے۔ اسے اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ خیریت سے گھر پہنچ گئی ہے۔

بنگلے کی اصل عمارت گیٹ سے کافی فاصلے پر تھی اور وہاں تک پختہ سڑک بنی ہوئی تھی جس کے دونوں طرف پھولوں کی کیاریاں تھیں انہی کیاریوں میں یا لان میں کسی اور جگہ رات کی رانی کے پودے بھی لگے ہوئے تھے۔ تیز خوشبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔

پورچ میں کار روک کر بھیرو نے انجن بند کر دیا اور دروازہ اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ میں نے اپنی طرف کا دروازہ کھول دیا اور کھول کر نیچے اتر آیا۔

''سمترا۔'' بھیرو نے سمترا کی طرف دیکھ کر کہا جو اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اتر چکی تھی'' کار کو لے کر جا کر پیچھے والے گیراج میں بند کر دو اور ساری چیزیں اس میں سے نکال لینا۔''

سمترا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرنے لگی۔ میں بھیرو کے ساتھ برآمدے میں آ گیا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس وقت برآمدے والا دروازہ کھلا اور رتنا برآمد ہوئی۔ چہرہ ستا ہوا اور آنکھوں میں ہلکی سی سرخی تھی صاف لگ رہا تھا کہ وہ سوتے میں سے اٹھ کر آئی تھی۔

''سو رہی تھیں؟'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ صوفے پر بیٹھے بیٹھے اونگھ آ گئی تھی۔'' رتنا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''رادھا کہاں

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

ہے؟'' اس نے سمترا کو تو دیکھ لیا تھا مگر ظاہر ہے رادھا اسے دکھائی نہیں دی تھی۔

''رادھا ناگ راج کی درندگی کا شکار ہوگئی۔'' میں نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔ ''آؤ اندر بیٹھ کر آرام سے بات کریں گے۔''

رتنا کا چہرہ دھواں ہوگیا وہ عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی ان دونوں کا تعلق اگرچہ چند روز سے زیادہ پرانا نہیں تھا۔ پہلے روز رتنا کو دیکھ کر رادھا کی تیوری پر بل پڑ گئے تھے لیکن چند گھنٹوں بعد ہی ان میں دوستی ہوگئی تھی اور پچھلے چند روز کے دوران تو ان میں گاڑھی چھننے لگی تھی اور اب رادھا کی موت کی خبر سن کر رتنا پر گویا بجلی سی گری تھی وہ بے حس و حرکت کھڑی پلک جھپکے بغیر میری طرف دیکھ رہی تھی۔

''آؤ اندر چلیں۔'' میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

پنڈت بھیرو ہم سے پہلے اندر جا چکا تھا۔ ہم بڑے ہال میں داخل ہوئے تو میری نظریں ہال کے آخری سرے پر بار کاؤنٹر کی طرف اٹھ گئیں۔ بھیرو وہسکی کی ایک چپٹی سے بوتل منہ سے لگا کر غٹا غٹ پی رہا تھا۔ اس وقت اسے واقعی اس چیز کی ضرورت تھی میں بھی بڑی شدت سے کافی یا چائے کی طلب محسوس کر رہا تھا۔

''کافی یا چائے بنا سکتی ہو۔'' میں نے رتنا کی طرف دیکھا۔

''ہاں..... تم بیٹھو۔ میں ابھی بنا کر لاتی ہوں۔ رتنا کہتے ہوئے کچن کی طرف چلی گئی۔

میں ایک صوفے پر ڈھیر ہوگیا۔ کاراکوف سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھ دی تھی۔ میرا دماغ ابھی تک گھوم رہا تھا اور کنپٹیاں سلگ رہی تھیں۔ رادھا کی موت کا خوفناک منظر بار بار میری آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا میں نے کئی لوگوں کو مرتے ہوئے دیکھا تھا کئی لوگوں کو اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتارا تھا مگر ایسی خوفناک موت میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی وہ منظر یاد کر کے میرا دل اب بھی کپکپانے لگتا تھا اور یہ سوچ کر ہی میرا دماغ گھوم رہا تھا کہ ناگ راج کے تیار کیے ہوئے یہ ایجکشن میرے ملک بھیجے جائیں گے اور وہاں موت کا یہ خوفناک کھیل کھیلا جائے گا۔ بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلی جائے گی۔ ''نہیں نہیں..... میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔'' میں زور زور سے سر جھٹکنے لگا۔

سمترا برآمدے والے دروازے سے اندر داخل ہو رہی تھی اس کے ایک ہاتھ میں کاراکوف رائفل اور دوسرے ہاتھ میں کچھ اور چیزیں تھیں جو فیاٹ سے نکال کر لائی تھی اس نے وہ تمام چیزیں صوفے پر پھینک دیں اور پنڈت بھیرو کی طرف جانے لگی۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر خوف و دہشت کے تاثرات اب بھی موجود تھے اس نے بھیرو کے ہاتھ شراب کے کی بوتل جھپٹ کر اپنے ہونٹوں سے لگالی۔

رتنا شاید کچن میں سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ چند منٹ بعد وہ کچن سے نکلی تو ٹرے میں صرف دو کپ تھے وہ بھیرو اور رتنا کو شراب پیتے دیکھ کر سمجھ گئی تھی کہ وہ لوگ چائے یا کافی نہیں پئیں گے۔

رتنا کافی بنا کر لائی تھی۔ اسٹرانگ بلیک کافی میری خواہش کے عین مطابق تھی مجھے اس وقت ایسی ہی چیز کی ضرورت تھی۔ میں اور رتنا آمنے سامنے بیٹھے کافی کی چسکیاں لیتے رہے۔

''کیا ہوا؟'' رتنا نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''رادھا کیسے.....؟''

''مجھے افسوس ہے کہ میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکا۔'' میں نے افسردہ سے لہجے میں کہا اور پھر اسے تفصیل بتانے لگا اس دوران سمترا اور پنڈت بھیرو بھی ہمارے قریب آ کر بیٹھ گئے تھے۔ بھیرو کے ہاتھ میں اب بھی شراب کی بوتل تھی جس سے وہ وقفے وقفے سے چسکیاں لے رہا تھا۔ ''لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔'' میں کہہ رہا تھا۔ ''انہوں نے جس طرح ہمیں گھیرا تھا اس سے لگتا تھا کہ انہیں ہمارے وہاں پہنچنے کی خبر مل گئی تھی اور انہوں نے کوئی کارروائی کرنے سے پہلے ہی ہمیں بے بس کر دیا تھا۔

''انہیں خبر کون دے گا۔'' پنڈت بھیرو نے کہا۔ ''ناگ راج بہت چالاک آدمی ہے ہوسکتا ہے اس نے آدمیوں میں سے کسی کو ہم پر شبہ ہوگیا ہو رادھا تم سمترا یا میں بھی شبے کی زد میں آ سکتا تھا۔ ہوسکتا ہے انہیں یا رادھا کو پہچان کر فوری طور پر ناگ راج کو اطلاع دے دی گئی ہو۔''

''ہوسکتا ہے۔'' میں نے سر ہلایا۔ ''لیکن شکتی وغیرہ وہاں کیسے پہنچے؟''

''وہ کون لوگ تھے میں تو انہیں لفٹ سے نکلتے دیکھ کر ڈر گیا تھا۔''

''وہ بھی تمہاری طرح میرے ہمدرد ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''ناگ راج کے ظلم کے خلاف۔ وہ بھی سینہ سپر ہیں اب تک بہت کام کر چکے ہیں لیکن مجھے حیرت ہے کہ وہ لوگ وہاں کیسے پہنچ گئے۔''

''یہ تو وہ بتا سکیں کہ وہاں کیسے پہنچ گئے تھے لیکن ان کی مداخلت کی وجہ سے ہماری جان بچ گئی۔'' پنڈت بھیرو نے کہا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔ ''اب مجھے یقین ہے کہ کھڑکی پر باہر سے گولی انہوں نے ہی چلائی ہوگی۔ انہیں کسی طرح پتہ چل گیا ہوگا کہ ہم کہاں ہیں۔ اس گولی نے ہی ہمیں بچا لیا۔ میرے سامنے آئیں گے تو میں ان کا شکریہ ضرور ادا کروں گا۔''

''بیلا اور پنڈت امریش بھی غائب ہوگئے تھے۔'' میں نے کہا۔ ''ناگ راج کا فرار بھی میری سمجھ میں نہیں آ سکا لفٹ نیچے پہنچی تو وہ خالی تھی۔ وہ راستے میں کہاں غائب ہوگیا۔

''وہ اس لفٹ میں سوار ہی نہیں ہوا ہوگا۔'' بھیرو نے جواب دیا۔

''آٹو میٹک لفٹ اوپر کی کسی منزل پر خالی ہو تو خود بخود گراؤنڈ فلور پر آ جاتی ہے اور ناگ راج..... وہاں پر ہی کسی کمرے میں غائب ہوگیا ہوگا اور بیلا وغیرہ بھی کسی کمرے میں چھپ گئے ہوں گے۔''

''ہاں ہوسکتا ہے ایسا ہی ہوا ہو۔'' میں نے سر ہلا دیا اور سمترا کی طرف دیکھنے لگا وہ اپنے آپ کو ابھی تک پوری طرح نہیں سنبھال پائی تھی۔

''بہتر ہے تم جا کر سو جاؤ۔ تھوڑی نیند لے لوگی تو تمہاری طبیعت سنبھل جائے گی۔'' میں نے سمترا سے کہا۔

''ہاں ٹھیک ہے۔ تم جا کر سو جاؤ۔'' بھیرو نے بھی میری تائید کی۔

سمترا اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''ناگ راج کو اب تلاش کرنا مشکل ہو جائے گا۔'' پنڈت بھیرو نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اسے تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔ وہ جب تک زندہ ہے میں چین سے نہیں بیٹھ سکوں گا۔ اتنا کچھ ہوتے ہوئے بھی میں قیدیوں کی طرح اس جنگلے میں محصور رہوں گا۔ اب تو بیلا اور پنڈت امریش نے بھی تمہیں دیکھ لیا ہے وہ لوگ مجھے دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔''

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

میں نے اندازہ لگالیا کہ وہ خوفزدہ تھا اور اس خوف سے وہ اس بنگلے میں چھپا بیٹھا تھا آج میں اسے یہ باور کرا کے باہر لے گیا تھا کہ اسے کوئی نہیں پہچان سکے گا لیکن ناگ راج نے اسے چھٹی انگلی سے پہچان لیا تھا اسے اس بات کا بھی افسوس تھا کہ اس کے پاس بے پناہ دولت تھی لیکن اسے خرچ کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا اور وہ اس بنگلے میں محصور ہو کر رہ گیا تھا۔

''ڈرتے کیوں ہو پنڈت۔'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ''اگر تم اس طرح ڈرتے رہے تو تمہارا پورا جیون انہی دیواروں کے اندر گزر جائے گا۔ ہمت کرو گے تو اپنے دشمن کو زیر بھی کر سکو گے آج تم نے جو کچھ کیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم کچھ بلکہ بہت کچھ کر سکو گے۔ ناگ راج کو بھی یہ پتہ چل گیا ہے کہ تم اکیلے نہیں ہو پہلے تو میں بھی اس سے چھپتا پھرتا تھا لیکن اپنے کئی آدمی میرے ہاتھوں مروانے کے بعد اب وہ مجھ سے چھپتا پھر رہا ہے۔ اب وہ ہم پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا ہم اس پر حملہ کریں گے ایک دو دن میں یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے اور اس کے بعد میں اسے بھاگنے کا موقع نہیں دوں گا۔''

''تمہاری وجہ سے ہی تو مجھے شکتی ملی ہے کہ میں نے پہلی مرتبہ اس راکھشش کا سامنا کیا تھا۔'' پنڈت بھیرو نے کہا۔ ''اور تم ساتھ رہو گے تو میرے اندر یہ شکتی قائم رہے گی بلکہ تم میرے ساتھ ہی رہو گے یہاں تمہیں کوئی کشٹ نہیں ہوگا۔ میرے پاس دولت کی کمی نہیں تم دیکھ چکے ہو جو چاہو، جتنا چاہو یہاں سے لے سکتے ہو بس اس راکھشش کو زندہ نہیں رہنا چاہیے اس کا انت ہی میرا جیون ہے۔''

اور پھر ہم دیر تک باتیں کرتے رہے۔ رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ پنڈت بھیرو اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا اور میں اور رتنا اس کے بعد بھی دیر تک بیٹھے رادھا کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔

میں صوفے پر بیٹھے بیٹھے اونگھنے لگا تو رتنا اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔

''کمرے میں جا کر آرام سے بستر پر سو جاؤ یہاں بے چین ہو رہے ہو۔''

''تم چلو میں آتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ اس وقت مجھے نیند آ رہی تھی لیکن رتنا کے جگا دینے کے بعد میری آنکھیں بند نہیں ہو سکیں اور میرے ذہن میں سوچوں کا دھارا ایک بار پھر بہہ نکلا۔

میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا تھا۔ میں اپنے دیس میں ہوتا تو شاید میرے اندر وطن پرستی کا جذباتی ہلچل نہ مچاتا کسی کا وعظ میرے ضمیر کو نہ جھنجوڑتا اور میں وہی مجرم کا مجرم ہی رہتا۔

مجرم تو میں اب بھی تھا۔ یہاں جو جرائم مجھ سے سرزد ہو رہے تھے ان کا مقصد کچھ اور تھا بے دریے کئی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد بھی میرے پر کوئی بوجھ نہیں تھا دل میں کوئی خلش نہیں تھی یہاں میں جو کچھ بھی کر رہا تھا اپنے وطن کی بھلائی اور اپنے ہم وطنوں کی بھلائی کے لیے کر رہا تھا اور یہ محض اتفاق تھا کہ یہاں آ کر میں اپنے وطن کے خلاف بہت بڑی سازش سے آگاہ ہو گیا تھا اور مجھے اپنے وطن سے دور رہتے ہوئے وطن کی کچھ خدمت کا موقع مل رہا تھا۔ میرے دل میں کبھی ایک لمحہ کو بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ مجھے ان خدمات کا صلہ ملے گا۔ کوئی تمغہ میرے سینے پر سجایا جائے گا۔ میں تو وطن کی محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر اس آگ میں کود پڑا تھا۔ میں نے نتائج کی بھی پروا نہیں کی تھی اور مجھے یہ تجربہ بھی ہوا تھا کہ آدمی وطن سے دور ہو تو مٹی کی محبت زیادہ شدت سے ابھرتی ہے اور یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے

یہاں کچھ ایسے لوگ مل گئے تھے جو اس سلسلے میں میری مدد کر رہے تھے کہ ہر ایک اپنے گھناؤنے مقاصد کے لیے مجھے استعمال کر رہا تھا میرے ذریعے ایک دوسرے کو انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا تھا مگر مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی میرا کام ہو رہا تھا۔

رادھا ان لوگوں میں واحد ہستی تھی جس نے بے لوث ہو کر میری مدد کی تھی اور اپنی جان بھی دے دی تھی اس کی وجہ شاید نہیں بلکہ یقیناً یہ تھی کہ اس کا خمیر بھی اس مٹی سے اٹھا تھا جس کے خلاف یہ گھناؤنی سازشیں ہو رہی تھیں اس نے جنم تو پاکستان کی سرزمین پر لیا تھا اور چھ سات سال کی تھی جب اپنے ماں باپ کے ساتھ راجستھان آ گئی تھی۔ پاکستان میں بھی ان کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں ہوا تھا ان کی زمین چھن گئی۔ بھائی اور بھاوج کو قتل کر دیا گیا ایسی صورت حال میں تو اس کے دماغ میں پاکستان کے خلاف نفرت بھری ہونی چاہیے تھی لیکن وہ اپنے سینے میں اس مٹی کی محبت کو پروان چڑھاتی رہی وہ خود ہندوستان میں پروان چڑھی تھی مگر اس کی جڑیں پاکستان کی مٹی میں تھیں۔

آخری دنوں میں، میں نے یہ اندازہ بھی لگا لیا تھا کہ رادھا مجھ سے پریم بھی کرنے لگی ہے۔ اس نے اگرچہ زبان سے کبھی اظہار نہیں کیا تھا مگر اس کی ہر حرکت چیخ چیخ کر پکار اٹھتی تھی کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے اور اس روز جب میں اسے رتنا کے مکان میں لے کر گیا تھا تو اس وقت بھی اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا تھا مگر آنکھوں، چہرے کے تاثرات اور ہر ہر حرکت سے پتہ چل گیا تھا کہ وہ میرے ساتھ کسی دوسری عورت کا نام برداشت نہیں کر سکتی۔

یہ کئی روز پہلے کی بات ہے ایک مرتبہ رادھا نے ڈھکے چھپے الفاظ میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ بھی میرے ساتھ پاکستان جانا چاہتی ہے مگر اس کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی البتہ اس نے پاکستان کی سلامتی کے لیے جان دے دی۔ جی ہاں۔ میں یہی کہوں گا وہ پاکستانی تھی اس نے اپنی جان دے کر مٹی کا قرض اتار دیا تھا۔

یہ سب لوگ مجھے نہ ملتے تو مجھے اس حد تک بھی کامیابیاں کہاں ملتیں پہلی مرتبہ بھاگنے کے بعد زیادہ سے زیادہ دو چار روز میں پکڑا جاتا اور بے دردی سے مار دیا جاتا مگر ان لوگوں کی مدد سے میں اتنا آگے بڑھ گیا تھا کہ ناگ راج جیسا دہشت گرد مجھ سے چھپتا پھر رہا تھا۔

ناگ راج..... جس کے نام کی دہشت تھی۔ جس کے حکم کے بغیر پرندہ بھی اس شہر میں پر نہیں مار سکتا تھا۔ صوبے کا چیف منسٹر، بڑے بڑے سیاستدان، وزیر اور اعلیٰ ترین پولیس آفیسر اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے تھے جو اس شہر کا بے تاج بادشاہ سمجھا جاتا تھا اب وہی ناگ راج اپنی ہی سلطنت میں جائے پناہ ڈھونڈ رہا تھا۔

میں مختلف لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہوا پنڈت بھیرو تک پہنچا تھا۔ وہ بھی ناگ راج کے عتاب کا شکار ہوا تھا۔ ناگ راج نے اسے زندہ جلانے کی کوشش کی تھی مگر بھیرو کی قسمت اچھی تھی کہ نہ صرف خود بچ نکلا تھا بلکہ مندر کی ساری دولت بھی نکال لایا تھا اور وہ دولت میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور بھیرو نے ناگ راج کو نرک میں پہنچانے کے لیے مجھے وہ دولت خرچ کرنے کا اختیار دے دیا تھا لیکن..... میں کتنی دولت خرچ کر سکتا تھا؟ بہر حال میں نے بھیرو کی اس پیشکش سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

شکتی لال اور اس کے ساتھی میرے ذہن میں تھے۔ ہوٹل ہلٹن سے نکلتے وقت میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اس نے اپنے قبیل کے کچھ اور لڑکے بھی پارٹی میں شامل کر لیے تھے اور میں ان سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہتا تھا لیکن میں یہ معمہ اب تک حل نہیں کر سکا تھا کہ شکتی اور اس کے ساتھی عین وقت پر ہلٹن کیسے پہنچ گئے تھے یہ معمہ تو اس وقت حل ہو سکتا تھا جب شکتی سے ملاقات ہوتی۔ میں یہی سب کچھ سوچتے ہوئے صوفے پر ہی نیم دراز ہو کر سو گیا۔

صبح سب لوگ مجھ سے پہلے ہی بیدار ہو چکے تھے لیکن مجھے کسی نے نہیں جگایا تھا۔ میری آنکھ کھلی تو گیارہ بج رہے تھے۔ بارہ بجے کے قریب میں نے ناشتہ کیا اور جب میں برآمدے والے دروازے سے باہر نکلا تو پورچ میں سرخ رنگ کی ایک ٹویوٹا کار دیکھ کر چونکے بغیر نہیں رہ سکا۔ پنڈت بھیرو وسیع برآمدے میں بانس سے بنی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

"یہ کار کہاں سے آ گئی؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے بھیرو کی طرف دیکھا۔

"پیچھے گیراج میں کھڑی تھی۔" بھیرو نے جواب دیا۔ "ایک کار اور بھی ہے فیاٹ شاید رات کو دیکھ لی گئی تھی اس لیے فی الحال میں نے اسے گیراج بند کرا دیا ہے۔"

"بہت اچھا کیا۔" میں نے کہا۔

اس وقت سمترا ہمارے لیے کافی لے کر آ گئی۔ اب وہ مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں تھی۔ میری طرف دیکھ کر وہ مسکرائی۔

"اس وقت تو بہت خوش نظر آ رہی ہو کل رات میں سمجھا تھا شاید تمہارا کریا کرم کرنا پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"بھی لوگ تمہاری طرح آہنی اعصاب کے مالک تو نہیں ہوتے سمترا کے بجائے بھیرو نے جواب دیا۔ رات تو میری حالت بھی ایسی تھی کہ میرے بھی اوسان خطا ہو گئے تھے۔ میری حالت تم نے دیکھ ہی لی تھی۔" اس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر بولا۔ "تمہاری ہمت دیکھ کر میں نے حوصلہ پکڑا تھا اگر اکیلا ہوتا تو میرا انتم سنسکار ہو چکا ہوتا۔"

"حوصلہ اور جرأت یہی دو چیزیں ہیں جو انسان کو زندہ رکھتی ہیں۔" میں نے بھیرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ دونوں چیزیں نہ ہوں تو جیون کس کام کا۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔" بھیرو کے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔ ہم دونوں کافی کی چسکیاں لیتے رہے۔ رتنا بھی باہر آ گئی تھی اور پھر رتنا اور سمترا اٹھ کر لان کی طرف چلی گئیں۔

بھیرو کے اس بنگلے میں آئے ہوئے تین چار دن ہو چکے تھے مگر میرا زیادہ وقت اندر ہی گزرا تھا۔ اس وقت میں بھی اٹھ کر بھیرو کے ساتھ برآمدے سے اتر آیا۔

بنگلے کی عمارت کے اردگرد بہت وسیع و عریض کپاؤنڈ تھا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ دس ایکڑ رقبہ جس میں طرح طرح کے درخت لگے ہوئے تھے ان میں کئی پھل دار درخت تھے۔

جھاڑیاں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ ظاہر ہے دیکھ بھال نہ ہونے کا نتیجہ یہی نکلنا تھا۔ بنگلے کی عمارت کے بائیں پہلو میں کنٹری شپ کا ایک بہت بڑا سوئمنگ پول بھی تھا مگر اس میں پانی نہیں تھا۔

اردگرد لان کی دبیز گھاس بے تحاشا بڑھی ہوئی تھی۔ اس لان کے اطراف میں درختوں نے حصار بنا رکھا تھا۔ چوڑے اور گنجان پتوں والے ان درختوں کا پھیلاؤ زیادہ نہیں تھا بالکل سیدھے اوپر تک چلے گئے تھے۔ دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہونے کی وجہ سے ایک مضبوط دیوار سی بن گئی تھی اور اس طرح سوئمنگ پول کے گرد ایک پردہ بن گیا تھا۔

اس بنگلے تک پانی پہنچانے کے لیے خاص طور پر پائپ لائن بچھائی گئی تھی۔ یہ بنگلہ چونکہ بلندی پر تھا اس لیے پانی اوپر تک پہنچانے کے لیے اس پائپ لائن میں طاقتور سکشن پمپ لگا ہوا تھا۔ ٹیلی فون اور بجلی کی لائنیں بھی تھیں ہی۔

"یہ زمین میں نے تقریباً دس سال پہلے خریدی تھی۔" پنڈت بھیرو میرے ساتھ چلتے ہوئے بتا رہا تھا۔ "اس زمین کی خریداری اور اس پر ہونے والی تعمیر کو میں راز میں رکھنا چاہتا تھا۔ میں پنڈت بھیرو سنگھ کی حیثیت سے یہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اس وقت بھی مجھے اس طرح بھیس بدل کر سامنے آنا پڑا تھا۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ پہاڑی کسی بہار کے ایک ٹھاکر نے خریدی ہے۔ تقریباً چھ سال تک یہ پہاڑی ایسے ہی پڑی رہی اور پھر میں نے تعمیر کا کام شروع کرایا۔ ٹھیکیدار کلکتہ سے بلوایا تھا۔ تمام مزدور اور کاریگر بھی باہر سے بلوائے گئے تھے اگر میں اس احتیاط سے کام نہ لیتا تو آج ہم آزادی سے یہاں نہیں رہ سکتے تھے۔"

بھیرو نے بنگلے کی تعمیر کے سلسلے میں رازداری کی جو احتیاط برتی تھی وہ مجھے سمترا بتا چکی تھی۔

ہم تقریباً ایک گھنٹے تک گھومتے رہے۔ بھیرو مجھے بتا رہا تھا کہ اس نے اگرچہ بنگلے کی حفاظت کے بہت معقول انتظامات کر رکھے تھے۔ رات کے وقت چار دیواری کے اوپر لگی ہوئی خاردار تاروں میں کرنٹ چھوڑ دیا جاتا تھا مگر وہ ان انتظامات سے مطمئن نہیں تھا۔ ناگ راج کا خوف اس کے دل و دماغ پر مسلط تھا لیکن اب اسے امید پیدا ہو چلی تھی کہ اسے جلد ہی اس راکھشش سے نجات مل جائے گی۔

شام کا اندھیرا پھیلتے ہی میں اور رتنا باہر جانے کے لیے تیار ہو گئے یوں تو میں سمترا کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا لیکن وہ گزشتہ رات ناگ راج، بیلا اور پنڈت امریش کی نظروں میں آ چکی تھی۔ اس کا چہرہ ابھی ان کے ذہنوں میں تازہ ہو گا۔ فوری طور پر پہچان لی جائے گی حالانکہ یہ بات بھی طے تھی کہ وہ تینوں ہماری تلاش میں سڑکوں پر نہیں پھر رہے ہوں گے کہ ہم ان کی نظروں میں آ جاتے جبکہ رتنا کے بارے میں یہ کہا جا سکتا تھا کہ اب تک میرا اور اس کا کوئی تعلق سامنے نہیں آ سکا تھا۔

میں نے پنڈت بھیرو سے ایک خطیر رقم لے لی تھی اور اس نے مجھے ٹویوٹا کی چابی بھی دے دی۔ رتنا نے کپڑے کے تھیلے میں لپیٹ کر کار کے ڈیش بورڈ والے خانے میں رکھ دی اور ایک کارا کوف پنجر سیٹ کے آگے فٹ سیٹ کے نیچے ڈال دی اور اس پر رتنا نے پیر رکھ لیے۔ یہ رائفل رتنا کے لیے تھی۔ میرے پاس پستول موجود تھی روانہ ہونے سے پہلے پنڈت بھیرو نے ہمیں آشیرواد دیا۔

کار کی ٹنکی فل تھی اس لیے مجھے پیٹرول کی فکر نہیں تھی۔ شہر رنگ برنگی روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ میں مختلف سڑکوں پر گھماتا رہا اور پھر ایک شاپنگ ایریا کے سامنے روک لیا جہاں پانی پوری کا ایک ٹھیلا بھی تھا۔ میں نے ٹھیلے والے کو اشارہ کر کے پانی پوری لانے کو کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

کھانے پینے کی چیزوں میں کھٹائی کو عورت کی سب سے بڑی کمزوری سمجھا جاتا ہے۔ رتنا نے بڑے شوق سے درجن بھر گول گپے کھائے اور پیالے میں بھرا ہوا املی کا پانی غٹاغٹ پی گئی۔

یہاں کھڑے ہونے کا میرا مقصد محض گول گپے کھانا ہی نہیں تھا میں اس طرح شہر کے مختلف مقامات پر رک کر صورت حال کا جائزہ لینا چاہتا تھا اس طرح مختلف جگہوں پر رکتے ہوئے ہم ہوٹل بلٹن کی طرف بھی گئے۔ ہوٹل کے گیٹ پر دو مسلح پولیس والے نظر آ رہے تھے۔ میں رکے بغیر کار کو آگے بڑھا لے گیا۔

تقریباً نو بجے کے قریب میں نے کار ریڈ لائٹ ایریا کے قریب ایک نیم تاریک گلی کے موڑ پر روک لی۔

''تم کار میں بیٹھی رہو۔ میں چند منٹ میں آتا ہوں۔'' میں نے اپنی طرف کا دروازہ بند کر دیا۔ رتنا نے اس طرف جھک کر لاک تاب دبا دی تھی میں ادھر ادھر دیکھتا ہوا ریڈ لائٹ ایریا کی طرف چلنے لگا مختلف گلیاں اوپر سے گھوم کر اس اندھیری گلی میں داخل ہو گیا جہاں لکشمی کا کوٹھا تھا میں مختلف دروازوں کے سامنے اس طرح رکتا ہوا چل رہا تھا جیسے یہاں میری آمد کا مقصد عیاشی کے سوا کچھ نہ ہو۔

میں نے اس گلی کے دو چکر لگا لیے لیکن لکشمی والا دروازہ مجھے بند ہی نظر آیا اندر اندھیرا بھی تھا تیسری مرتبہ اس طرف سے گزرتے ہوئے دروازے کے سامنے رکا تو سامنے والے دروازے میں کھڑی ہوئی طوائف نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرایا۔

''اے..... ادھر کیا دیکھت ہو۔ ہمار دوار آ جاؤ نا ... پانچ روپلی میں کھس کر دیویں گی۔''

میں اس دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ دراز قامت طوائف بھی خاصی حسین تھی میں نے جیب سے دس کا نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس وقت ایک آدمی میری طرف دیکھتا ہوا قریب سے گزر گیا تھا۔

''آؤ..... بھیتر آؤ نا.....'' طوائف نے دس کا نوٹ گریبان میں ٹھونستے ہوئے کہا وہ مجھے راستہ دینے کے لیے ایک طرف ہٹ گئی تھی۔

''میں بھیتر نہیں آؤں گا۔ صرف یہ بتا دو کہ تمہارے سامنے والا دروازہ آج کیوں بند ہے۔'' میں نے وہیں کھڑے کھڑے پوچھا۔

''یہ دروجا تو اس روز بند ہو گیا تھا جب لکشمی بائی کی ہتیا کر دی گئی تھی۔'' طوائف نے جواب دیا۔

''ارے! یہ کب کی بات ہے؟'' میں اچھل پڑا۔

''جس روز اس نے چوک پر شنکر کی ہتیا کی تھی اس رات تو وہ غائب رہی تھی۔ اگلے روز رات واپس آئی تو اس کے تھوڑی ہی دیر بعد شنکر کے آدمیوں نے اس کی ہتیا کر دی وہ لاش یہاں پھینک کر گئے تھے۔'' اس نے گلی کے فرش کی طرف اشارہ کیا۔ ''لکشمی بائی کی ایک لونڈیا بھی ماری گئی تھی دوسری کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ دو دن تو یہ باجار بھی بند رہا تھا۔'' وہ چند لمحے خاموش رہی اور ایک بار اندر آنے کی دعوت دی۔

میں دھنے باد کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ میرا رخ گلی کے مخالف سمت تھا میں

تھا اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سن کر چونک گیا میں نے مڑ کر دیکھنا چاہا مگر اس لمحہ کوئی سخت چیز میرے پہلو کو چھونے لگی اس کے ساتھ یہ ایک غراتی ہوئی آواز میرے کان سے ٹکرائی۔

''خاموشی سے چلتے رہو۔ اگر شور مچایا یا کوئی حرکت کی تو گولی چلا دوں گا۔''

میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ میرے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی یہ وہی آدمی تھا جو اس وقت میرے قریب سے گزرا تھا جب میں اس طوائف کو دس روپے کا نوٹ دے رہا تھا۔ میں خاموشی سے چلتا رہا۔ ہم اس گلی سے نکل کر دوسری گلی میں آ گئے۔ جو سنسان بھی تھی اور زیادہ تاریک بھی تھی۔

''یہاں رک جاؤ۔'' اس شخص نے غرا کر حکم دیا۔ ''اور جیب میں جو کچھ ہے نکال کر میرے حوالے کر دو۔''

''میری جیب میں ایک عدد پستول بھی ہے جس میں چھ کی چھ گولیاں موجود ہیں۔'' میں نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ ''میرے پاس رقم بھی تمہاری توقع سے بہت زیادہ ہے میں سب کچھ تمہارے حوالے کر دوں گا لیکن پہلے مجھے شکتی لال کے پاس لے چلو...... کہاں ہے وہ۔''

''شکتی ...... کون ہو تم......'' وہ شخص گڑبڑا سا گیا۔ پھر ایک دم سے آ کر میرے پیر چھوئے اور دونوں ہاتھ جوڑتا ہوا بولا شما کر دو گرو میں پہچانا نہیں تھا۔ میں تو موٹی اسامی سمجھ کر تمہارے پیچھے لگا تھا۔

میں نے غور سے اس شخص کو دیکھا یہ شکتی کا وہ چوتھا ساتھی تھا جو شنکر پر حملے والے دن ان کے ساتھ تھا۔ اس نے مجھے آواز سے پہچان لیا تھا۔

''شکتی کہاں ہے؟'' میں نے پھر پوچھا۔ ''اپنی کھولی میں؟''

''نہیں گرو ... وہ بس اسٹینڈ کے علاقے میں ہے۔ میرے ساتھ آؤ سامنے والی سڑک سے ہمیں آٹو رکشا مل جائے گا۔''

''آٹو رکشا کی ضرورت نہیں میرے پاس کار ہے میرے ساتھ آؤ۔'' میں نے جواب دیا۔

ہم مختلف گلیوں سے ہوتے ہوئے اس گلی میں آ گئے جہاں کار کھڑی تھی لیکن کار کے قریب پہنچتے ہی میں اچھل پڑا۔ رتنا کار میں نہیں تھی میں نے جلد سے آگے بڑھ کر پسنجر سائیڈ والے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اپنی طرف کھینچا دروازہ کھل گیا۔ میری نظر سب سے پہلے فٹ سیٹ پر پڑی تھی فٹ سیٹ کی حالت بتا رہی تھی کہ کارا کوف رائفل وہاں موجود نہیں تھی میں دروازہ بند کر کے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

ایک لمحہ کے اندر اندر میرے ذہن میں سینکڑوں خیالات آئے تھے اور پھر گلی کے اندر کی طرف تاریکی میں ایک ہیولے کو متحرک دیکھ کر میں نے جیب سے پستول نکالا لیکن وہ ہیولا جیسے ہی آگے آیا میرے منہ سے گہرا سانس نکل گیا وہ رتنا تھی۔

''ایک آدمی مشکوک انداز میں دو تین مرتبہ کار کے سامنے سے گزرا تھا اس لیے میں کار سے اتر کر اس مکان کی تاریک ڈیوڑھی میں چھپ گئی تھی۔'' رتنا نے گلی کی طرف اشارہ کیا۔

''کس کی ہمت ہے جو ہمارے علاقے میں ہمارے آدمیوں کو پریشان کرے۔'' شکتی کے چیلے نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ''مجھے بتاؤ دیدی وہ کون تھے۔''

''چلو بیٹھو...... ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔'' میں کہتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

پچھلے دروازے کی لاک ناب ہٹا دی۔

رتنا اپنی سیٹ پر بیٹھ چکی تھی اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کار اکوف دوبارہ فٹ سیٹ کے نیچے رکھ دی تھی۔ میں نے انجن سٹارٹ کیا اور کار آگے بڑھا دی۔

بس سٹینڈ کے علاقے میں پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ شکتی کا چیلا گوبند راستے بھر بولتا رہا تھا۔ اس کے کہنے پر میں نے کار ایک جگہ روک لی اور ہمیں وہیں رکنے کا کہہ کر وہ خود کار سے اتر گیا۔

میں کچھ دیر تک اسے ایک طرف جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ یہ بارونق شاپنگ ایریا تھا۔ میں نے کار آگے بڑھا دی اور ایک شاپنگ سینٹر کے سامنے پارکنگ ایریا میں ایسی جگہ روک لی جہاں سے میں چاروں طرف نگاہ رکھ سکتا تھا۔ دس منٹ گزر گئے نہ ہی گوبند واپس آیا اور نہ ہی شکتی لال کی صورت کہیں دکھائی دی۔

''گوبند بھی غائب ہو گیا۔'' رتنا ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بڑبڑائی۔

''ان لوگوں کا کوئی ایک ٹھکانہ تو نہیں۔ وہ شکتی کو تلاش کر رہا ہوگا۔'' میں نے کہا اور پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اسے لکشمی کے بارے میں بتانے لگا۔

''بیچاری۔'' رتنا افسوس کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔ ''اس نے اپنی موت کو خود ہی دعوت دی تھی۔ ہمارے ساتھ رہتی تو محفوظ رہتی وہ لوگ اس کی تاک میں ہوں گے اور لکشمی جیسے ہی وہاں پہنچی اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔''

''شنکر کی موت کے بعد وہ خود بھی شاید زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی۔'' میں نے کہا۔

''ارے یہ یہاں کہاں؟'' رتنا کہتے ہوئے سامنے دیکھنے لگی۔

''کون؟'' میں نے بھی اس طرف دیکھا۔

''وہ رجنی ہے۔ میرے ساتھ پریم نواس ریسٹورنٹ میں کام کرتی ہے۔'' رتنا نے سامنے اشارہ کیا۔

ساڑھی میں ملبوس دراز قامت ایک خوبصورت لڑکی ایک ادھیڑ عمر آدمی کے ساتھ اس طرف آ رہی تھی وہ سامنے والے شاپنگ سینٹر سے نکلے تھے اور دونوں کے ہاتھوں میں شاپنگ بیگ تھے۔ وہ پارکنگ ایریا میں داخل ہو کر ہماری طرف ہی آ رہے تھے اور پھر دائیں طرف والی کار کے قریب رک گئے مرد کار کا دروازہ کھولنے لگا۔

''ارے رجنی۔'' رتنا کار سے اتر کر اس کی طرف بڑھی۔ رجنی بڑی گرمجوشی سے اس سے ملی وہ دو تین منٹ تک باتیں کرتی رہی رجنی کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا کہ ریسٹورنٹ والوں کو رتنا پر کسی قسم کا شبہ نہیں تھا البتہ سیٹھ پریشان ضرور تھا کہ وہ بغیر اطلاع کے اتنے روز کام پر کیوں نہیں آئی ایک ملازم کو اس کے گھر بھی بھیجا گیا تھا مگر وہاں تالا لگا ہوا تھا۔

رجنی کا ساتھی کار میں بیٹھ چکا تھا پھر رجنی بھی رتنا سے ہاتھ ملا کر کار میں بیٹھ گئی۔ رتنا اپنی کار میں آ گئی اور رجنی سے ہونیوالی گفتگو کے بارے میں آگاہ کرنے لگی۔

''یہ اطمینان تو ہوا کہ ریسٹورنٹ میں میرے بارے میں کسی کو شبہ نہیں ہوا۔'' رتنا نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ضرورت پڑنے پر ہم تمہارا مکان استعمال کر سکتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''بالکل اب ہمیں وہاں جانے میں بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔'' رتنا نے جواب دیا۔

دس منٹ اور گزر گئے اور پھر شکتی اور گوبند دکھائی دیئے وہ اس جگہ کھڑے تھے جہاں میں نے گوبند کو کار سے اتارا تھا۔ وہ دونوں ادھر ادھر دیکھ رہے تھے میں نے کار کا ہارن بجا دیا۔ شکتی نے اس طرف دیکھا تو میں نے کھڑکی سے ہاتھ نکال کر ہلا دیا۔

شکتی تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا پارکنگ ایریا کی طرف آ گیا۔ اس دوران میں نے کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا تھا۔

''پائے لاگوں گرو۔'' وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے کھڑکی کے سامنے جھک گیا۔

''اگر تمہیں یہاں کوئی ضروری کام نہ ہو تو پہلے بیٹھ جاؤ۔'' میں نے کہا۔

''یہاں کوئی کام نہیں گرو۔'' شکتی نے کہا۔ گوبند کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا میں نے انجن اسٹارٹ کر کے کار کو پارکنگ ایریا سے نکالا اور سڑک پر ایک طرف موڑ دیا۔

دس منٹ بعد میں نے کار ایک مندر کی طرف جانے والے راستے پر موڑ کر روک لی۔ اس وقت نو بجنے والے تھے اور اس سڑک پر اکا دکا لوگوں کی آمد و رفت تھی میں نے انجن بند کر دیا اور سیٹ پر پیچھے مڑ کر بیٹھ گیا۔

''سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ کل رات تم ہوٹل بلٹن کیسے پہنچ گئے۔'' میں نے شکتی کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ''اور تمہیں یہ کیسے پتہ چلا کہ ہم اس ہوٹل کے اندر اور چھٹی منزل پر کس کمرے میں ہیں۔''

شکتی لال مسکرا دیا وہ چند لمحے رتنا کی طرف دیکھتا رہا پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔

''بات یہ ہے کہ گرو کہ کل رات جب آپ لوگ بلٹن میں داخل ہوئے تھے تو مٹھو رام نے تمہیں اور رادھا کو دیکھ لیا تھا۔'' اس نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''مٹھو رام نے فوراً ہی مجھے فون کر دیا اسے معلوم تھا کہ میں اس وقت وہیں بیٹھا ہوں گا۔ ریسٹورنٹ میں نہ بھی ہوتا تو چند منٹ کے اندر اندر مجھے پیغام مل جاتا بہرحال مٹھو کا پیغام ملتے ہی میں وہاں سے بھاگ نکلا اس وقت تین چار لڑکے میرے ساتھ تھے۔

''مجھے معلوم تھا کہ ناگ راج بلٹن کی چھٹی منزل کے کس سویٹ میں ٹھہرا ہوا ہے۔ میں نے جیسے ہی سنا کہ تم لوگ بھی وہاں پہنچ گئے ہو تو مجھے صورت حال کا اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی۔''

''میں جب ہوٹل پہنچا مٹھو رام نے بتایا کہ تم لوگ ان کے قبضے میں آ چکے ہو اور وہ لوگ تمہیں ناگ راج والے کمرے میں لے گئے ہیں دراصل جب تم لوگوں کو لفٹ سے نکلتے ہی دو آدمیوں نے رائفل کی زد پر لیا تھا مٹھو اس وقت زینے پر تھا وہ فوراً ہی واپس آ گیا وہ اس وقت اکیلا تھا اور کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ وہ باہر آ کر ہمارا انتظار کرنے لگا۔

''صورت حال کا علم ہوتے ہی میں بھی پریشان ہو گیا۔ اگر ہم چھٹی منزل پر ہلہ بول دیتے تو کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ تمہیں اور ہمیں نقصان اٹھانا پڑتا میں نے ایک اور طرف سے رسک لینے کا فیصلہ کر لیا اس وقت

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

میرے ساتھ پانچ آدمی تھے جنہیں میں نے مختلف پوزیشنوں پر کھڑا کر دیا اور بھانوٹ کو باہر سے چھٹی منزل کے آخری کمرے کی کھڑکی پر فائر کرنے کا اشارہ کیا اس وقت کھڑکی کے قریب کچھ سائے سے حرکت کرتے نظر آ رہے تھے۔

''بھانوٹ کی چلائی ہوئی پہلی گولی پتہ نہیں کس طرف چلی گئی تھی البتہ دوسری گولی کھڑکی کے شیشے پر لگی۔ مجھے توقع تھی کہ شیشہ ٹوٹنے سے کمرے میں کچھ کھلبلی ضرور مچے گی اور تم لوگ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو گے۔'' وہ خاموش ہو کر چند لمحے مسکراتا رہا پھر بولا۔ ''میرا خیال درست نکلا کھڑکی کے قریب کچھ افراتفری نظر آئی اندر کی طرف کیا ہو رہا تھا اس کا بھی میں کچھ اندازہ لگا سکتا تھا۔ ہم لوگ بھی فوراً حرکت میں آ گئے ایک آدمی باہر والے گیٹ پر کھڑا ہو گیا۔ لابی میں بھی ایک دو فائر کرنے سے ہمارا مقصد حاصل ہو گیا تھا لوگ کمروں میں اور کونوں کھدروں میں گھس گئے۔

''تھوڑی ہی دیر بعد اوپر سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ چھٹی منزل کے اس کمرے میں معرکہ شروع ہو چکا ہے۔ میں مٹھو کو لے کر لفٹ کی طرف دوڑا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر تم لوگوں میں سے کسی کو نقصان پہنچا تو ناگ راج کے آدمیوں میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

''لفٹ سے نکلتے ہی تم لوگوں سے سامنا ہو گیا اور جب یہ پتہ چلا کہ ناگ راج دوسری لفٹ سے نیچے گیا ہے تو ہمارے لیے وہاں رکنے کا موقع نہیں تھا لیکن ناگ راج اس وقت ہمیں دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔'' وہ چند لمحے خاموش ہوا پھر بولا۔ ''رادھا کی موت کا مجھے بہت دکھ پہنچا ہے۔ لیکن اس کی موت رائیگاں نہیں جائے گی۔ ہم اس کا بدلہ ضرور لیں گے مگر گرو تمہارے ساتھ وہ لمبا سا آدمی اور وہ چھوکریا کون تھی!''

''پنڈت بھیرو۔'' شکتی واقعی اچھل پڑا۔ ''مگر اسے تو ناگ راج نے مندر ہی میں جلا کر بھسم کر دیا تھا۔''

''مندر بھسم ہو گیا تھا بھیرو بچ نکلا تھا۔'' میں نے کہا۔ ''مندر کو آگ لگائے جانے سے پہلے میں تقریباً ڈھائی مہینے اس کے پاس رہا تھا اور اب پھر اس کے پاس ہوں۔ تین چار روز پہلے اتفاق سے اس سے ملاقات ہو گئی تھی۔ یہ گاڑی بھی اسی کی ہے۔ بہرحال تمہارے پاس کتنے آدمی ہیں۔ گزشتہ رات میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ تمہارے پریوار میں کچھ بڑھوتری ہوئی ہے۔''

''ہاں گرو۔'' شکتی مسکرا دیا۔ ''شنکر اور اس کے تین چار بڑے گرگوں کی موت کے بعد کچھ اور لوگ یہاں قدم جمانے کی کوشش کر رہے ہیں ان میں ایک میں بھی ہوں میرے پریوار میں اب دس آدمی ہیں جن میں دو چھوکریاں بھی ہیں۔ میں نے پورے شہر میں یہ بات گھما دی ہے کہ کوئی دوکاندار کسی بدمعاش کو ہفتہ نہ دے ہم بغیر بھتے کے ان کی رکھشا کریں گے۔ تمہاری کرپا سے یہاں ہمارے قدم جم رہے ہیں گرو۔''

''لیکن تم کسی کو بلاوجہ تنگ نہیں کرو گے اور کسی پر ظلم نہیں کرو گے۔'' میں نے کہا۔

''جو خود ظلم کا شکار رہا ہو وہ کسی بے گناہ پر ظلم نہیں کر سکتا البتہ کسی ظالم کو چھوڑوں گا نہیں۔'' شکتی نے جواب دیا۔

''ناگ راج کا کیا ہوا اسے تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔'' میں نے اصل موضوع پر آتے ہوئے کہا۔

''کل رات ناگ راج ہمیں دھوکا دے گیا تھا۔'' شکتی بولا۔ ''تم سمجھے تھے کہ وہ لفٹ کے ذریعے فرار ہو گیا ہے لیکن وہ حرامی سامنے والے کمرے میں گھس گیا تھا۔''

''سامنے والے کمرے میں۔'' میں چونک گیا مجھے یاد آ گیا کہ جب میں ناگ راج کے کمرے سے باہر نکلا تھا تو سامنے والے کمرے کے سامنے ایک عورت کھڑی تھی جس نے مجھے دیکھ کر دروازہ بند کرنے کی کوشش کی تھی اور میرے پوچھنے پر اس نے بتایا تھا کہ ناگ راج لفٹ کی طرف بھاگا ہے۔

بات اب میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ ناگ راج نے مجھے گمراہ کرنے کے لیے اپنے گلے کا سیاہ ناگ راہداری میں ذرا آگے پھینک دیا اور خود اس کمرے میں گھس گیا تھا یقیناً سامنے والے کمرے بھی اسی کے استعمال میں رہے ہوں گے۔

''بیلا اور پنڈت امریش بھی اس کمرے میں تھے۔'' شکتی کہہ رہا تھا۔

''میں اور بھانوٹ رات بھر ہلٹن کے آس پاس موجود رہے تھے تم لوگوں کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد پولیس بڑی تعداد میں وہاں پہنچ گئی تھی اور کچھ بے گناہوں کو پکڑا بھی گیا تھا۔ رات کو شہر کے مختلف علاقوں سے کچھ بدمعاشوں کو بھی پکڑا گیا تھا مگر میرے آدمی محفوظ ہی رہے تھے۔

''ناگ راج کا سراغ لگاؤ شکتی۔'' میں نے کہا۔ ''اگر وہ اس شہر سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا تو اسے شکتی حاصل کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اور تم جانتے ہو زخمی ناگ زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔''

''چنتا مت کرو گرو۔'' شکتی نے جواب دیا۔ ''زیادہ سے زیادہ ایک دو دن میں پتہ چلا لوں گا لیکن تم سے رابطہ کرنے کا مسئلہ ہے کوئی ایمرجنسی ہو تو کیسے اطلاع دوں گا۔''

میں نے اسے پنڈت بھیرو کا فون نمبر بتا دیا تین ہندسوں کا یہ نمبر یاد رکھنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔ پھر میں نے ڈیش بورڈ کے خانے سے کپڑے کا لپٹا ہوا تھیلا نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ ایک لاکھ روپے ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''اپنے آدمیوں کو کچھ کھلاؤ پلاؤ ان کے حلیے بدلو تاکہ ضرورت کے وقت بڑے ہوٹلوں اور کلبوں میں آنے جانے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔''

''تم تو مجھے اپنے احسانوں کے بوجھ تلے دبائے جا رہے ہو گرو۔'' شکتی نے کہا۔

''میں تم پر کوئی احسان نہیں کر رہا۔'' میں نے کہا۔ ''میرے پاس پیسے ہیں تو تمہیں بھی دے رہا ہوں نہ ہوتے تو شاید میں تم سے کچھ مانگ لیتا۔''

تمہارے لیے تو میری جان بھی حاضر ہے گرو۔'' شکتی بولا۔ ''اچھا ٹھیک ہے اب میں تمہیں کہاں ڈراپ کروں۔'' میں نے سیدھا ہو کر انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے.....'' وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا۔ ''گاندھی اسٹریٹ کے کارنر پر اتار دینا۔ وہاں سے آگے میں خود ہی چلا جاؤں گا۔''

میں نے کار آگے بڑھا دی۔ کئی مرتبہ گاندھی اسٹریٹ سے گزرنے کا اتفاق ہوا تھا۔ شہر کے تمام راستے مجھے ازبر ہو چکے تھے۔ اس لیے گاندھی اسٹریٹ تک پہنچنے میں مجھے زیادہ دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

یہ بھی شہر کا ایک بارونق علاقہ تھا۔ یہاں چند بڑے ہوٹل اور نائٹ کلب بھی تھے۔ سالار بازار کی طرح یہاں بھی زیادہ تر سیاحوں کا رش رہتا تھا ایک بڑی کشادہ سڑک تھی اور اس کے دائیں بائیں لاتعداد چھوٹی سڑکیں تھیں جہاں دکانیں وغیرہ تھیں۔

میں نے کار گاندھی کارنر پر روک لی۔ شکتی لال نے ہم دونوں کو پرنام کیا اور تھیلا سنبھال کر کار سے اتر گیا میں نے کار آگے بڑھا دی۔

''تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی۔'' میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''بہتر ہے کہیں رک کر کچھ کھا پی لیا جائے۔ تمہارا ریسٹورنٹ کیسا رہے گا۔''

''وہیں چلو۔'' رتنا نے کہا۔ ''صورت حال کا صحیح اندازہ بھی ہو جائے گا۔''

میں نے کار ایک اور سڑک پر موڑ دی۔

''یا صورت حال کا اندازہ ہو جائے گا یا دھر لیے جائیں گے۔'' میں نے کہا اور کار کی رفتار بڑھا دی۔

دس منٹ بعد میں نے کار پریم نواس ریسٹورنٹ سے چند گز آگے فٹ پاتھ کے ساتھ لگا کر روک دی اور انجن بند کر دیا۔

ریسٹورنٹ میں صرف ایک دو میزیں ہی خالی تھیں۔ رتنا نے مجھے ایک خالی میز پر بیٹھنے کو کہا اور خود کاؤنٹر کی طرف چلی گئی۔ ہمارے اندر داخل ہوتے ہی سیٹھ نے رتنا کو دیکھ لیا تھا۔ میں خالی میز پر بیٹھ گیا۔ رتنا تقریباً پانچ منٹ بعد آئی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات بدلے ہوئے تھے۔

''کیا ہوا ..... خیریت؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''سالا ..... حرامی ..... اپنے آپ کو پتہ نہیں کیا سمجھتا ہے۔'' رتنا کا لہجہ بھی بگڑا ہوا تھا۔ ''کہتا ہے اگر کل میں کام پر نہیں آئی تو میری نوکری ختم کر دے گا۔''

''اور کچھ نہیں سب خیریت ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ اس دفعہ ویٹریس بھی آ گئی اس نے میری طرف دیکھا پھر رتنا کی طرف دیکھ کر مسکرا دی۔

''کہاں غائب ہو دیدی! وہ حرامی تمہاری چھٹی کر دینے کا سوچ رہا ہے۔''

''کر دے چھٹی مجھے اب اس کی نوکری کی پروا نہیں۔'' رتنا نے جواب دیا۔

''کہیں اور کام مل گیا ہے کیا؟'' ویٹریس نے کہتے ہوئے معنی خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''ہاں ..... یہی سمجھ لو ..... اور کام بھی پکا۔'' رتنا مسکرائی۔ ''اچھا تم یہ بتاؤ اتنے دنوں میں کوئی مجھے پوچھنے تو نہیں آیا تھا؟''

''نہیں۔'' ویٹریس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''البتہ تم اتنے روز نہیں آئیں تو سیٹھ نے ہریش کو تمہارے گھر بھیجا تھا وہاں تالا لگا ہوا تھا کہاں رہ رہی ہو آج کل؟''

''عیش ہو رہے ہیں۔'' رتنا مسکرائی۔ ''تم ہمارے لیے کافی اور چکن سینڈوچز لے آؤ۔''

چند منٹ بعد ویٹریس نے مطلوبہ چیزیں ہماری میز پر سرو کر دیں۔ سینڈوچز کھاتے اور کافی پیتے ہوئے بھی میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا مجھے وہ ویٹریس نظر نہیں آئی جس نے اس روز میری مخبری کی تھی۔

میں نے ویٹریس کو بل لانے کو کہا اس نے فوراً ہی پلیٹ ہمارے سامنے رکھ دی جس میں بل رکھا ہوا تھا۔ رتنا نے مجھے بل ادا کرنے سے روک دیا اپنے پرس میں سے دس روپے کا نوٹ نکال کر ویٹریس کو ٹپ دے دی اور پلیٹ میں سے بل اٹھا لیا۔

''یہ بل میں کاؤنٹر پر ادا کروں گی۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

بل چونتیس روپے کا تھا۔ رتنا نے پرس میں سے دس دس کے چار نوٹ نکال کر بل کے ساتھ سیٹھ کے سامنے کاؤنٹر پر رکھ دیئے۔

چھ روپے تمہاری بخشش۔ جیب میں رکھ لینا۔'' رتنا کہتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئی۔

سیٹھ خونخوار نظروں سے اسے گھور کر رہ گیا۔ میں بھی سیٹھ کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہوا ریسٹورنٹ سے باہر آ گیا۔

ہم ریسٹورنٹ کے دوسرے دروازے سے نکلے تھے ہمیں اوپر سے گھوم کر کار کی طرف آنا پڑا۔ میں نے جیب سے چابی نکال کر دروازہ کھولا اور اپنی سیٹ پر بیٹھ کر دوسری طرف کے دروازے کی لاک ٹاپ ہٹا دی۔ رتنا بھی دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ میں نے انجن اسٹارٹ کر دیا اور کار کو گھماتے ہوئے جیسے ہی مین روڈ پر آیا پیچھے سے ایک غراہٹ سن کر اچھل پڑا۔

''اگلے چوک پر کار کو نہرو مارگ کی طرف موڑ لینا مسٹر ناجی۔'' میرے ہاتھ غیر ارادی طور پر اسٹیئرنگ سے اٹھ گئے اور کار سڑک پر لہرانے لگی۔

''کار سنبھالو۔'' پیچھے بیٹھا ہوا شخص غرایا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کی نال میری گردن سے لگ گئی۔

کار بڑی تیزی سے فٹ پاتھ کی طرف جا رہی تھی اگر میں بروقت اسے نہ سنبھال لیتا تو وہ فٹ پاتھ سے ٹکرا کر الٹ جاتی یا اسی نوعیت کا سنگین حادثہ پیش آ سکتا تھا۔

میرے منہ سے گہرا سانس نکل گیا میں نے سامنے لگے ہوئے آئینے میں دیکھا آئینے میں نظر آنے والے شخص کے چہرے کا عکس بہت ہی خوفناک تھا۔ گہری رنگت، بڑی بڑی مونچھیں جو رخساروں کے قریب سے اوپر کو مڑی ہوئی تھیں انہیں گل مونچھیں کہنا ہی زیادہ مناسب ہوگا۔ راجستھانی مرد عام طور پر ایسی خوفناک قسم کی مونچھیں رکھنا پسند کرتے ہیں۔ شیو غالباً ایک روز پہلے بنایا گیا تھا سر کے بال بھی بہت قریب سے تراشے ہوئے تھے۔ گہری رنگت پر اس کے ماتھے پر سفید کٹکا عجیب سا لگ رہا تھا۔ سیاہ مونچھوں کے نیچے اس کے چمکتے ہوئے سفید دانت بھی بڑا پراسرار تاثر دے رہے تھے۔

''کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟'' میں نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ جماتے ہوئے کہا اس وقت میرے دل کی دھڑکن خاصی تیز ہو رہی تھی۔

''میں نے تمہیں تمہارا نام لے کر مخاطب کیا تھا۔'' اس شخص کا لہجہ کسی سانپ کی پھنکار سے ملتا جلتا تھا۔ ''اس لیے تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ میں کون ہو سکتا ہوں۔ ویسے تمہاری ہمت کی داد دینی پڑتی ہے۔ صرف چوبیس گھنٹے پہلے ناگ راج کی موجودگی میں چار بندے تمہارے ہاتھوں مارے گئے ہیں اور تم اس قدر آزادی سے گھوم رہے ہو۔''

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''اوہ۔'' میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔ ''تو تم ناگ راج کے چیلے ہو۔''

''ہاں لیکن اس وقت میں تمہیں ناگ راج کے پاس نہیں لے جاؤں گا۔''

''تو پھر کہاں لے جاؤ گے۔'' میں نے کہا۔ ''اپنے گھر لے جانے کا ارادہ ہے کیا۔؟''

''نہیں میں تمہیں ہنومان کے مندر لے جاؤں گا۔ وہاں میرے کچھ اور ساتھی بھی موجود ہیں۔''

''حیرت ہے۔'' میں نے کہا۔ ''تم پہلے شخص ہو جو مجھے ناگ راج کے پاس لے جانے کے بجائے کہیں اور لے جانا چاہتے ہو کیا تم ناگ راج سے پانچ لاکھ کا انعام نہیں لینا چاہتے۔''

''لعنت بھیجو ناگ راج اور اس کے پانچ لاکھ پر۔'' اس شخص نے کہا۔ ''پنڈت بھیرو کی دولت کے سامنے اب اس کے پانچ لاکھ کی کوئی حیثیت نہیں رہی اور یہ بھی ممکن ہے کہ ناگ راج مجھے پانچ لاکھ کا انعام دینے کی بجائے آشیرواد پر ہی ٹال دے۔''

''پنڈت بھیرو کی دولت! میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔'' میں نے کہا اور رتنا کی طرف سے دیکھنے لگا۔

رتنا کا چہرہ خوف سے دھواں ہو رہا تھا اس کا ایک پیر فٹ سیٹ پر آہستہ آہستہ مسلسل حرکت کر رہا تھا میں سمجھ گیا وہ فٹ سیٹ بنا کر اس کے نیچے چھپی ہوئی کارا کوف رائفل کو سامنے لانا چاہتی تھی تاکہ بوقت ضرورت اسے آسانی سے گرفت میں لے سکے۔

''انجان بننے کی کوشش مت کرو۔'' وہ شخص غرایا ''اس رات میں بلٹن میں نہیں تھا لیکن مجھے پتہ چل گیا تھا کہ پنڈت بھیرو بھی تمہارے ساتھ تھا وہ مندر میں آگ سے بچ گیا تھا۔ وہ بہت چالاک آدمی ہے اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ مندر کی ساری دولت اپنے ساتھ لے گیا ہوگا اور اب وہ دولت ہمارے کام آئے گی۔ ناگ راج کو تو ہم اس کی ہوا بھی نہیں لگنے دیں گے۔ البتہ اسے اتنا ضرور فائدہ ہوگا کہ اسے اپنے دو بدترین دشمنوں یعنی تم سے اور بھیرو سے نجات مل جائے گی۔''

میرا دماغ اس وقت بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ یہ لوگ دولت کی خاطر ناگ راج سے غداری کر رہے تھے۔

''اگر میں تمہیں بھیرو کے بارے میں کچھ نہ بتاؤں تو؟'' میں نے کہا۔

''ٹھاکرے تم سے سب کچھ معلوم کر لے گا وہ کسی کی زبان کھلوانے کے معاملے میں ناگ راج سے زیادہ خطرناک ہے۔'' اس شخص نے کہا۔

''ٹھاکرے تمہارا مطلب ہے بال ٹھاکرے۔'' میں نے کہا۔

''بال ٹھاکرے نہیں۔ امرت ٹھاکرے۔'' وہ شخص بولا۔ ''وہ چند روز پہلے ہی اتال گڑھ سے آیا ہے۔ کل رات جب اسے پتہ چلا کہ بھیرو زندہ ہے تو یہ منصوبہ اس نے بنایا تھا اور اتفاق سے آج تم میرے ہاتھ لگ گئے۔ ٹھاکرے بہت خوش ہوگا اسے دولت سے بڑی محبت ہے۔ اس کے لیے تو اس نے اپنے دولت مند جیجا کو بھی قتل کر دیا تھا مگر اس کے ہاتھ کچھ نہیں لگا اس کی بہن نے اسے دھوکا دکھا دیا اور وہ پولیس سے پٹتا دھکے کھاتا ہوا یہاں آ گیا۔''

''یعنی اس نے دولت کے لیے اپنی بہن کا سہاگ اجاڑ دیا۔'' میں نے کہا۔ ''ویسے ہمارے ملک

میں ایسے لاتعداد ٹھاکرے پائے جاتے ہیں جو دولت کے لیے اپنی قوم کی ماؤں بہنوں کے سہاگ اجاڑ رہے ہیں سڑکوں پر خون بہا رہے ہیں اور خود عیش کر رہے ہیں۔ ویسے بال ٹھاکرے بھی عجیب ڈرامہ آدمی ہے وہ.....''

''بند کرواپنی بکواس اور خاموشی سے کار چلاتے رہو۔'' وہ دہاڑا۔

دراصل میں اسے باتوں میں لگا کر قابو میں کرنے کا کوئی موقع تلاش کر رہا تھا لیکن وہ بہت محتاط ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ پستول کی نال ایک لمحہ کو بھی میری گردن سے نہیں ہٹی تھی۔

کار اس وقت نہرو مارگ علاقے میں داخل ہو چکی تھی یہ علاقہ بھی میرا دیکھا ہوا تھا اس سے آگے آبادی چھدری تھی اور وہیں سے ایک سڑک ہنومان مندر کی طرف جاتی تھی جو آبادی سے بہت ہٹ کر واقع تھا۔ اس مندر میں شام تک لوگوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ شام کا اندھیرا پھیلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد وہ سڑک ویران ہو جاتی تھی..... اور مجھے سمجھے میں دیر نہیں لگی کہ ان لوگوں نے اس مندر میں ڈیرے جمائے ہوئے ہیں۔

ہم نہرو مارگ کی آبادی سے باہر نکل آئے تھے میں نے رتنا کی طرف دیکھا اس نے آنکھ سے اشارہ کر دیا میری نظریں غیر ارادی طور پر اس کے پیروں کی طرف اٹھ گئیں۔ کارا کوف رائفل کا دستہ سیٹ کے نیچے سے جھانک رہا تھا۔

وہ شخص اب پہلے سے زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔

''دیکھو بھایا.....'' رتنا نے پیچھے مڑ کر کچھ کہنا چاہا مگر اس شخص نے غراتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

''مجھے بھایا مت کہو رنڈی۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے الٹے ہاتھ کا تھپڑ مار دیا۔

تھپڑ رتنا کی گردن پر کان کے قریب لگا۔ وہ چیختی ہوئی نیچے جھک گئی۔

''عورت پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیے۔ میں نے کہتے ہوئے پیچھے گردن گھمانے کی کوشش کی مگر اس نے میری گردن پر پستول کا دباؤ بڑھا دیا۔

''تم اپنی چونچ بند رکھو۔'' وہ غرایا۔

میں نے کن انکھیوں سے رتنا کی طرف دیکھا اسے تھپڑ کھا کر جھکنے کا موقع مل گیا تھا اس نے دونوں پیر اوپر اٹھا کر بڑی پھرتی سے رائفل کھینچ لی اور ٹھیک اس وقت میں نے اسٹیئرنگ کے دائیں طرف جھکتے ہوئے پوری قوت سے بریک پیڈل دبا دیا۔ رفتار زیادہ تیز نہیں تھی مگر کار ایک زوردار جھٹکے سے رکی تھی۔

گن مین اپنی جگہ سے اچھل کر اگلی سیٹ کی پشت سے ٹکرایا۔ اس نے ٹرائیگر بھی دبا دیا تھا بدحواسی میں چلائی ہوئی گولی سامنے ونڈ اسکرین میں سوراخ کرتی ہوئی نکل گئی۔

رتنا رائفل سنبھالتی ہوئی تیزی سے سیدھی ہو گئی اسے پوزیشن لینے کا موقع نہیں مل سکا۔ اتنی جگہ ہی نہیں تھی کہ وہ کسی طرح کی پوزیشن لے سکتی تاہم اس نے بڑی تیزی سے پلٹتے ہوئے رائفل کی نال سے وار کر دیا ضرب اس شخص کے رخسار پر لگی وہ چیختا ہوا پیچھے سیٹ پر الٹا۔ پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر سیٹوں کے بیچ والی جگہ پر گر گیا تھا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

سیدھا ہونے کی کوشش میں میری ٹانگ مڑ گئی تھی اور اس دوران اس شخص نے دروازہ کھول باہر چھلانگ لگا دی تھی۔

رتنا بھی میری طرح اپنی سیٹ پر الجھ کر رہ گئی۔ میں نے سنبھلتے ہوئے رائفل اس کے ہاتھ سے لے لی اور دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا دی۔

وہ شخص سڑک سے اتر کر نشیب کی جھاڑیوں میں الجھتا ہوا دوڑا جا رہا تھا۔ اگر وہ نکل گیا تو ہماری سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی۔ بعد میں وہ کار کے ذریعے ہمارے ٹھکانے تک پہنچ سکتے تھے۔ میں اسے زندہ نکل جانے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

میں نے رائفل سیدھی کر کے ٹرائیگر دبا دیا۔ فائرنگ کی آواز کے ساتھ بھیانک چیخیں بھی فضا میں گونجیں اور وہ شخص لڑکھڑا کر گرا اور ڈھلان پر لڑھکتا چلا گیا میں نے بھی ڈھلان پر دوڑ لگا دی۔

وہ جھاڑیوں میں الجھا تڑپ رہا تھا اسے پشت پر صرف ایک گولی لگی تھی میں نے رائفل اس کی طرف کر کے ایک برسٹ مارا اور اس کی موت کا اطمینان کر لینے کے بعد سڑک کی طرف دوڑا۔

رتنا بھی سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ میں نے اسے بازو سے پکڑ کر کار کی طرف دوڑ لگا دی۔

کار کا انجن بند ہو چکا تھا۔ میں نے انجن اسٹارٹ کیا اور یوٹرن لیتے ہوئے کار کی رفتار بڑھاتا چلا گیا رائفل میں نے رتنا کو دے دی تھی جسے اس نے دوبارہ فٹ سیٹ کے نیچے ڈال دیا تھا۔ سامنے بہت دور کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنیاں دیکھ کر میں چونک گیا سناٹے میں فائرنگ کی آواز بہت دور تک گونجی ہوگی۔ ہوسکتا ہے وہ پولیس کی گاڑی ہو جو صورتحال معلوم کرنے کیلئے اس طرف آ رہی ہو۔

''پولیس۔'' رتنا بولی۔ ''سامنے سے پولیس کی گاڑی آ رہی ہے۔''

اب میں نے بھی ہیڈ لیمپس کی روشنیوں کے اوپر سرخ روشنی اسپارک کرتے ہوئے دیکھ لی تھی۔ میں نے کار تیزی سے بائیں طرف ایک ذیلی سڑک پر موڑ دی اور تقریباً دو سو گز آگے ایک اور موڑ پر کار گھماتے ہوئے میں نے گردن گھما کر دیکھا پولیس کی کار بھی اس طرف مڑی تھی میں نے کار کی رفتار بڑھا دی اور اسے مختلف سڑکوں پر دوڑاتا ہوا دوبارہ نہرو مارگ کے علاقے میں آ گیا اور وہاں سے پیرولی کی طرف نکلنے میں مجھے زیادہ دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

پنڈت بھیرو کی کوٹھی کی طرف آتے ہوئے بھی میں نے پوری احتیاط سے کام لیا تھا اور آخر کار میں نے گاڑی اس راستے کی طرف موڑ دی اور پھر کار کو اس سڑک پر موڑ دیا جو پہاڑی پر بھیرو کی کوٹھی کی طرف چلی گئی تھی۔ اس سڑک کے موڑ پر پرائیویٹ کا بورڈ لگا ہوا تھا۔

وہ پہاڑی سڑک سے تقریباً تین سو فٹ بلند تھی اور گیٹ کا سڑک کے موڑ سے دو ڈھائی سو گز کا فاصلہ تھا اس طرف گاڑی موڑتے ہوئے میں نے رتنا کی طرف دیکھا اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ عجیب سے تاثرات تھے۔

''کیا ہوا؟'' میں نے پوچھا۔ ''تمہارے چہرے سے لگتا ہے جیسے اب بھی سنسنی کی کیفیت میں مبتلا ہو۔''

''ٹھیک کہتے ہو۔ میں ابھی تک اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکی۔'' رتنا نے جواب دیا۔ ''ویسے ایک

بات طے شدہ ہے کہ کچھ عرصہ تمہارے ساتھ رہی تو اور کچھ ہو نہ ہو میں بلیک کوئن ضرور بن جاؤں گی۔''

''یہ بلیک کوئن کون ہے؟'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''ایک انڈین فلم کی ہیروئن۔'' رتنا بھی مسکرا دی۔ ایک ٹھاکر کے ہاتھوں اپنی عزت لٹا کر ڈاکوؤں کے گروہ میں شامل ہو جاتی ہے اور اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لیے نہ صرف اس ٹھاکر کو بلکہ اس جیسے تمام ٹھاکروں کو چن چن کر ختم کر دیتی ہے۔ وہ ہمیشہ کالے کپڑے پہنتی ہے اس لیے وہ بلیک کوئن کے نام سے مشہور ہو گئی ظالم قسم کے ٹھاکر اور زمیندار اس کا نام سن کر ہی تھر تھر کانپنے لگتے ہیں۔''

''تو گویا تم بلیک کوئن بننا چاہتی ہو۔'' میں نے کہا۔

رتنا مسکرا کر رہ گئی۔ میں نے گاڑی گیٹ کے سامنے روک دی اور دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا گیٹ کے قریب پہنچ کر یکایک مجھے خیال آیا کہ اس روز بھیرو نے پلر پر لگے ہوئے ڈیوائس پر چند مخصوص نمبروں کے بٹن دبائے تھے جس سے گیٹ کھل گیا تھا لیکن مجھے وہ نمبر معلوم نہیں تھے۔

میں پلر پر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ریموٹ کنٹرول جیسے اس ڈیوائس کے نیچے اطلاعی گھنٹی کا بٹن لگا ہوا تھا اور اس کے ساتھ انٹرکوم والا ڈیوائس بھی تھا بٹن دبا کر اندر مکینوں سے بات کی جا سکتی تھی۔ میں نے بٹن دبا دیا اور جواب کا انتظار کرنے لگا۔ چند سیکنڈ بعد ڈیوائس کے اسپیکر پر سمترا کی آواز سنائی دی۔

''کون ہے؟''

''میں ہوں سمترا جی گیٹ کیسے کھلے گا۔'' میں نے ڈیوائس کے قریب منہ لے جا کر کہا۔

''تمہاری گاڑی ہم نے دیکھ لی تھی تمہاری کال کا انتظار تھا۔ گیٹ کھل رہا ہے آ جاؤ۔'' سمترا نے جواب دیا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی پلر کے اندر یک طرف سے کلک کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور گیٹ کا فولادی پٹ اپنی جگہ سے سرکتا ہوا دیوار میں غائب ہونے لگا مجھے سمجھنے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ گیٹ کو کوٹھی کے اندر سے بھی کھولا اور بند کیا جا سکتا تھا۔

میں گیٹ کے قریب سے ہٹ کر کار میں بیٹھ گیا اور اسے آگے بڑھا لے گیا چند گز آگے جا کر پیچھے مڑ کر دیکھا تو گیٹ بند ہو رہا تھا۔

پورچ میں کار روکی تو اس وقت سمترا بھی برآمدے والے دروازے سے نکل کر باہر آ گئی۔ وہ رتنا کی صورت دیکھ کر سمجھ گئی کہ ہم کسی خاص صورتحال سے گزر کر آ رہے ہیں۔

''کوئی گڑ بڑ؟'' اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں۔'' میں نے آگے بڑھتے ہوئے جواب دیا۔ ''گڑ بڑ کو ہم اس فصیل کے باہر بہت دور چھوڑ آئے ہیں۔ تم ہمیں چائے پلا دو تو بڑا احسان ہوگا۔''

''بھوجن نہیں کرو گے ہم تو تم لوگوں کا انتظار کر رہے تھے۔'' سمترا نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''بھوجن ہم نے کر لیا تھا اچھا یوں کرو کہ تم لوگ اپنا بھوجن نکال لو اور اس کے ساتھ ہی ہمارے لیے چائے بنوا لو۔ کھانے کی میز پر بیٹھ جائیں گیا اور گپ شپ بھی ہوتی رہے گی۔'' میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں گرو کو بتا دیتی ہوں۔'' سمترا کہتی ہوئی بھیرو کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

رتنا تو ہال کمرے میں صوفے پر ڈھیر ہوگئی تھی اور میں اپنے کمرے میں آ کر باتھ روم میں گھس گیا۔ منہ ہاتھ دھوکر کپڑے بدلے اور ہال کمرے میں آ گیا اگرچہ شاندار ڈائننگ ٹیبل بھی موجود تھی مگر رتنا قالین پر دسترخوان بچھا رہی تھی۔ اس نے بالکل روایتی انداز میں پیتل کی تھالی اور برتنوں میں دو آدمیوں کا کھانا پروس دیا اور دو کپ چائے کے بھی دسترخوان پر رکھ دیئے بھیرو اس وقت صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے اشارہ کرتا ہوا وہ صوفے سے اٹھ گیا۔

''ناگ راج کے بارے میں کوئی سن گن؟'' بھیرو نے کھانے کے دوران پوچھا۔

''ایک دو روز میں پتہ چل جائے گا۔ میں نے آدمی پیچھے لگا دیئے ہیں۔ میں نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔'' اور ہاں میں نے شکتی لال کو یہاں کا فون نمبر دیا ہے اس کی کال آئے تو تم لوگ پریشان مت ہو جانا۔''

''کیا وہ قابل اعتماد ہے؟'' بھیرو نے میری طرف دیکھا۔

''قابل اعتماد!'' میں نے اسے گھورا۔ ''کل رات اگر شکتی اور اس کے ساتھی ہماری مدد نہ کرتے تو ہمارا انجام بھی رادھا ہی کی طرح ہوتا۔ مجھے حیرت ہے بھیرو تم پوچھ رہے ہو کہ شکتی قابل اعتماد ہے یا نہیں۔''

''میری بات کا برا مت ماننا۔'' بھیرو نے کہا۔ ''بہت کچھ کرنے کے باوجود بعض لوگوں کا وشواش نہیں کیا جا سکتا۔ جس ماحول سے شکتی کا تعلق ہے اس ٹائپ کے لوگ وفاداریاں بدلتے رہتے ہیں۔ کوئی بڑا لالچ ان کی نیت اور ارادہ بدل سکتا ہے۔''

''بھیرو سنگھ۔'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جما دیں۔ ایک طرف ناگ راج ہے جس کے پاس دولت اور طاقت ہے دوسری طرف میں ہوں جس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ سر چھپانے کا ٹھکانہ بھی نہیں اپنی جان بچانے کے لیے بھاگتا پھر رہا ہوں لیکن شکتی لال نے میرا ساتھ دیا جبکہ وہ تمام حقائق سے واقف ہے۔ ناگ راج نے میرے لیے پانچ لاکھ کا انعام بھی لگا رکھا ہے۔ اسے جس پر میری مدد کرنے کا شبہ ہوتا ہے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ تمہاری اپنی مثال سامنے ہے۔ مندر کو آگ لگا کر تمہیں بھی جلا کر راکھ کر دینے کی کوشش کی گئی۔ کیونکہ ناگ راج کو شبہ ہو گیا تھا کہ تم نے مجھے اپنے مندر میں پناہ دی تھی۔ یہ سب کچھ جاتے ہوئے شکتی نے میرا ساتھ دیا اپنے ہاتھ ناگ راج کے آدمیوں کے خون سے رنگے کل رات اس نے ہمارے لیے کیا کچھ نہیں کیا اس کے باوجود تم کہہ رہے ہو کہ وہ اعتماد کے قابل نہیں ہو سکتا۔''

''میں نے یہ نہیں کہا کہ اس پر وشواش نہیں کیا جا سکتا۔'' بھیرو نے جواب دیا۔ ''میں نے تو تم سے یہ پوچھا تھا کہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟''

''تمہارے نظریے کے مطابق کسی ایسے شخص پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے جس کی وفاداریاں مشکوک ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''اس طرح میں تو کسی طرح بھی بھیرو سے کے لائق نہیں ٹھہرتا۔ میرا دھرم مختلف، میرا دیش مختلف، میرے مقاصد مختلف مجھے اس وقت تمہارے دیش کا دشمن نمبر ون سمجھا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود میں تمہارے لیے قابل بھروسہ ہوں تمہیں مجھ پر اس قدر وشواش ہے کہ اپنا ایک ایک راز مجھے بتا دیا جس دولت کے لیے تم نے اپنی زندگی سادھو بن کر مندروں میں گزار دی۔ ساری جوانی تیاگ دی جس کے لیے تم نے ناگ راج جیسے دنیا کے خطرناک تر آدمی سے دشمنی مول لی اس دولت کا راز مجھے کیوں بتا دیا۔ مجھ

پر نہیں کوئی خوف نہیں آتا کیا اس کی وجہ یہ نہیں کہ تم مجھ پر پورا وشواش کرتے ہو تمہیں یقین ہے کہ میں تمہارے ساتھ کبھی دھوکا نہیں کروں گا۔''

بھیرو چند لمحے خاموشی سے میری طرف دیکھتا رہا پھر مدھم لہجے میں بولا۔

''بات ہے کریکٹر کی..... کردار کی..... تم..... تم نے پہلی ہی ملاقات میں مجھے بتا دیا تھا کہ تم کون ہو حالانکہ اس وقت بھی تم جان بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے اور اس وقت تمہیں زیادہ خطرہ تھا میں تمہیں دھوکے سے مروا بھی سکتا تھا مگر مجھے تمہاری سچائی نے متاثر کیا اور پھر ایک کاز کے لیے کام کر رہے ہو۔ ہمارے دیش کے دشمن سہی مگر اپنے مقصد سے تو مخلص ہو نا میں پہلی ہی ملاقات میں جان گیا تھا کہ تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے اس لیے میں نے تم پر پورا بھروسہ کیا اور اپنا ہر راز تمہیں بتا دیا۔''

عجیب منطق تھی اس کی لیکن میں سمجھ گیا کہ وہ یہ بے تکی باتیں اپنی خجالت مٹانے کے لیے کہہ رہا تھا۔

''شکتی بھی ایسا ہی ہے کہ اس پر مکمل بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔'' میں نے کہا۔

''اگر تمہیں اس پر بھروسہ ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔'' بھیرو نے جواب دیا۔ ''اگر تم اسے یہاں بھی لے آؤ تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''اب تم ایک دم پگھل گئے۔'' میں نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ ''لیکن اسے یہاں لانے کی ضرورت نہیں یہاں..... یہ ٹھاکرے کون ہے؟ بال ٹھاکرے نہیں۔ امرت ٹھاکرے۔''

''امرت ٹھاکرے!'' بھیرو چونک گیا ''کہیں آمنا سامنا ہوا ہے یا یہ نام کہیں سنا ہے۔''

''نام سنا ہے آمنا سامنا ہونے میں تھوڑی کسر رہ گئی تھی۔'' میں نے کہا اور پھر اسے اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بتانے لگا آخر میں کہا۔ ''وہ شخص مجھے ٹھاکرے کے پاس لے جانا چاہتا تھا لیکن خود اوپر چلا گیا بہرحال ایک یہ نئی بات سامنے آئی ہے کہ ناگ راج کے بعض چیلوں کو پتہ چل گیا ہے کہ تم زندہ ہو ان کی نظریں تمہاری دولت پر ہیں اب انہیں ناگ راج کی نہیں تمہاری دولت کی فکر ہے۔''

''ابھی کچھ دیر پہلے میں نے کیا کہا تھا۔'' بھیرو کو ایک بار پھر بات کرنے کا موقع مل گیا۔ ''تم نے اس شخص کو ٹھکانے لگایا ہے اور اس کا جو حلیہ بتایا ہے اس سے میں سمجھ گیا ہوں وہ کون تھا۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا ''وشمبر سنگھ ناگ راج کا بہت پرانا سیوک ہے ناگ راج پہلی بار اس شہر میں آیا تھا وشمبر بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس وقت یہ بہت مریل سا اور دبلا پتلا ہوا کرتا تھا جیسے فاقوں کا مارا ہو۔ ناگ راج کے شعبدوں کو بڑھاوا دینے میں اس نے بہت کام کیا شنکر، گوپال، روی پنڈت، امریش جیسے لوگوں کو یہی وشمبر سنگھ ناگ راج کے قریب لایا تھا اور بیلا جیسی چھوکری کو بھی یہی ناگ راج کے پاس لے کر گیا تھا ناگ راج بھی اس کا بہت خیال رکھتا تھا لیکن میں نے کہا تھا نا کہ ایسے لوگوں کی وفاداریاں تبدیل ہوتے دیر نہیں لگتی۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔

''ناگ راج کے پاس رہتے ہوئے وشمبر سنگھ کو کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ اس نے اپنے شہر چتوڑگڑھ میں ایک شاندار حویلی بھی بنوالی ہے لیکن ناگ راج کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا ہے۔ وشمبر سنگھ اس کے غم میں تو برابر کا شریک تھا۔ مگر اس کی دولت میں حصے دار نہیں۔ اس معاملے میں وہ ناگ راج کا محتاج

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

تھا۔

''اور جب اسے پتہ چلا کہ میں زندہ ہوں اور اچال شوار سندر کی ساری دولت بھی اپنے ساتھ لے گیا ہوں گا تو ناگ راج سے اس کی وفاداری نے دم توڑ دیا اور اس نے ناگ راج کو دھوکے میں رکھ کر میری دولت پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنالیا اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ امرت ٹھاکرے کو اس نے رات ہی رات میں اکال گڑھ سے بلوالیا ہوگا یا ہوسکتا ہے کہ وہ کئی روز پہلے ہی یہاں آ گیا ہو اور کل رات میرے بارے میں سن کر اس نے امرت ٹھاکرے سے مل کر میری دولت پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا ہو اور اتفاق سے آج تم اس کے ہاتھ لگ گئے مجھے تلاش کر لیتا تو شاید اس کے بس میں نہ ہوتا تم پر تشدد کر کے میرا کھوج لگانا چاہتا ہوگا۔''

''اپنی جان سب کو پیاری ہوتی ہے۔'' میں نے اس کے خاموش ہونے پر کہا۔ ''میں تشدد سے بچ اور جان کے خوف سے اسے تمہارا پتہ بتا سکتا تھا۔''

''لیکن مجھے تم پر پورا وشواش ہے۔'' بھیرو نے کہا۔

''بالکل اس طرح مجھے بھی شکتی پر پورا وشواش ہے۔'' میں نے کہا۔

''میں نے تمہاری بات کا یقین کر لیا۔'' بھیرو بولا۔ ''اور یہ بھی کہہ دیا کہ اسے یہاں بھی لے آؤں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''بہرحال میں نے تم سے امرت ٹھاکرے کے بارے میں پوچھا تھا۔'' میں نے اسے اصل موضوع پر لاتے ہوئے کہا۔

''امرت ٹھاکرے۔'' بھیرو کے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔ وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دور میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

بھیرو اور سمترا ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے مجھے اس بنگلے میں رہتے ہوئے پانچ چھ روز تو ہو چکے تھے اور فون کی گھنٹی میں نے پہلی مرتبہ سنی تھی میں نے آج یہ تقریباً دو گھنٹے پہلے شکتی کو یہاں کا نمبر دیا تھا اس لیے مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ یہ کال شکتی ہی کی ہوگی۔ ہوسکتا ہے اسے ناگ راج کے بارے میں کوئی اہم بات معلوم ہوگئی ہو اور وہ مجھے اطلاع دینا چاہتا ہوں۔

بھیرو کے کہنے پر سمترا نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا اور صرف ہیلو کہا چند سیکنڈ وہ خاموشی سے دوسری طرف کی آواز سنتی رہی پھر مجھے اشارہ کیا وہ شکتی لال ہی کی کال تھی۔ میری آواز سنتے ہی وہ بولا۔

''تم خیریت سے گھر پہنچ گئے گرو۔''

''ہاں کیا بات ہے؟ کوئی گڑبڑ؟'' میں نے پوچھا۔

''دراصل پریم نواس ریسٹورنٹ کے قریب گوبند نے وشمبر کو تمہاری کار کی پچھلی سیٹ پر چھپ کر بیٹھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ بدھو خود کچھ کرنے کے بجائے مجھے اطلاع دینے کے لیے بھاگا چلا آیا اور جب میں وہاں پہنچا تو تمہاری کار وہاں سے جا چکی تھی ہم تمہیں اور تمہاری کار کو پورے شہر میں تلاش کرتے رہے تقریباً ایک گھنٹے بعد پتہ چلا کہ پولیس کو نہرو مارگ سے ذرا آگے سڑک کنارے جھاڑیوں میں وشمبر کی لاش پڑی ہوئی ملی تھی جسے گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا تھا۔ پولیس اس علاقے میں کسی کار کا پیچھا بھی کرتی رہی تھی

اس موقع پر گوبند ہی نے تمہاری کار کو بڑی تیزی سے ایک طرف جاتے ہوئے دیکھا تھا اور تھوڑی دیر بعد پولیس کی گاڑی بھی تیز رفتاری سے اسی طرف گئی تھی میں پریشان ہو رہا تھا میں نے سوچا معلوم کر لوں تم خیریت سے تو گھر پہنچ گئے ہو نا؟''

''ہاں..... ہم خیریت سے پہنچ گئے تھے۔ تم چنتا مت کرو۔'' میں نے کہا۔

''وشمبر سنگھ.....''

''اس کی کہانی ختم ہوگئی۔'' میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''تم کل دن میں بارہ بجے کے قریب مجھے فون کرنا اور میں نے جو کام بتایا ہے اس پر دھیان رکھو..... اس میں زیادہ دیر نہیں ہونی چاہیے۔''

''تم چنتا مت کرو گرو۔ ہم اسے پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے۔'' شکتی نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے میں کل تمہارے فون کا انتظار کروں گا۔'' میں نے کہتے ہوئے فون فون بند کر دیا اور بھیرو کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ ''شکتی کے کسی آدمی نے وشمبر کو ہماری کار میں چھپتے دیکھ لیا تھا۔ انہیں اگرچہ وشمبر کی لاش کی اطلاع بھی مل چکی ہے مگر وہ میرے لیے پریشان تھا۔''

''وہ تمہیں گرو مانتا ہے۔ اسے تمہاری چنتا کرنی ہی چاہیے۔'' بھیرو نے جواب دیا اس کے ہونٹوں پر پہلی مرتبہ مسکراہٹ تھی۔ ''ہاں..... تو تم امرت ٹھاکرے کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے۔'' میں نے اس کے چہرے کو تکتے ہوئے کہا۔

''امرت ٹھاکرے!'' بھیرو کے منہ سے ایک بار پھر گہرا سانس نکل گیا۔ ''امرت ٹھاکرے کی ماں بھل وار شہر سے کئی میل دور بسماں نامی ایک گاؤں کی رہنے والی تھی اس کا باپ نیچ جاتی کا تھا۔ ماچھی..... گاؤں کے گھروں میں پانی بھرا کرتا تھا۔ بسماں نام کا یہ گاؤں مدھیہ پردیش کی سرحد کے بالکل قریب واقع ہے اس سے آگے مدھیہ پردیش کا چمبل وادی کا علاقہ ڈاکوؤں اور باغیوں کی جنت کہلاتا ہے۔ خطرناک گھاٹیوں، گھاٹیوں اور گنجان جنگلوں پر مشتمل چمبل وادی کا وہ علاقہ واقعی ڈاکوؤں کی جنت ہے۔ ڈاکو گروہ در گروہ آزادی سے اس علاقے میں گھومتے رہتے ہیں یہی جنگل، کھائیاں اور گھاٹیاں ان کا جیون ہیں۔ پولیس فوج یا سرکار کا کوئی آدمی ان خطرناک گھاٹیوں اور جنگلوں میں داخل ہونے کی ہمت نہیں کر سکتا البتہ جن سے بھاگے ہوئے خطرناک مجرم، چور ڈاکو اور قاتل اس طرف کا رخ کرتے ہیں یہ اپنے آپ کو باغی کہتے ہیں اور انہیں ڈاکوؤں کے کسی نہ کسی گروہ میں پناہ مل جاتی ہے اس چمبل وادی نے ہندوستان کی تاریخ کے بڑے بڑے نامی گرامی ڈاکو پیدا کیے ہیں۔ یہ جنگل پھولن دیوی کا بھی مسکن رہا۔ اس کے گروہ نے آس پاس کے علاقے میں تباہی مچا رکھی تھی اور بھوپت ڈاکو کا نام تو ہندوستان کی تاریخ کبھی نہیں بھلا سکے گی۔

''بھوپت کا نام اس وقت سامنے آیا تھا جب ہندوستان کے بٹوارے کی باتیں ہو رہی تھیں اس کے گروہ میں صرف چند ہی آدمی تھے مگر اس نے ہندسرکار کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ حکمران اور نیتا اس کے نام سے کانپتے تھے وہ ان دولت مندوں پر بجلی بن کر گرتا جنہوں نے غریبوں کا خون چوس چوس کر اپنی تجوریاں بھر رکھی تھیں۔ بھوپت یہ دولت لوٹ کر غریبوں میں بانٹ دیتا۔ غریب اس سے بہت خوش تھے۔ وہ اسے بھگوان سمان سمجھتے تھے اس کی پوجا کرتے تھے۔

''بھوپت نے کئی برسوں تک ہندوستان میں دہشت پھیلائے رکھی اور جب ملک کا بٹوارہ ہوا تو

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

بھویت اپنے ساتھیوں سمیت پاکستان چلا گیا جہاں کچھ ہی عرصے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور شرافت کی زندگی گزارتے ہوئے گمنامی کی موت مر گیا۔"

"تم امرت ٹھاکرے کی بات کر رہے تھے۔" میں نے اسے یاد دلایا۔

"ہاں۔" وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "بسماں نامی اس گاؤں میں یوں تو بہت سی حسین لڑکیاں تھیں مگر پدمنی رانی کے حسن و شباب کے چرچے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ میں نے اسے نہیں دیکھا مگر سنا ہے بہت حسین تھی اگر ماشکی کی بیٹی نہ ہوتی کسی امیر گھرانے کی ہوتی تو واقعی رانی ہوتی۔ گاؤں کا ٹھاکر تو واقعی اسے اپنی رانی بنانا چاہتا تھا وہ عمر میں اگرچہ پدمنی سے تیس چالیس سال بڑا تھا مگر پدمنی جیسی نوخیز لڑکی اپنی حویلی کی زینت بنانا چاہتا تھا ایک مرتبہ اس نے پنگھٹ پر دوسری عورتوں کی موجودگی میں پدمنی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پدمنی نے ٹھاکر کے منہ پر تھپڑ مار دیا اور یہیں سے اس گھر کی بربادی کا آغاز ہو گیا۔

"ٹھاکر کے کارندوں نے پدمنی کے ایک بھائی کو مار ڈالا اس کے بوڑھے باپ کو گاؤں کی گلیوں میں گھسیٹا اس کے گھر کو آگ لگا دی۔ پدمنی چھپتی پھر رہی تھی کبھی ایک گھر میں کبھی دوسرے گھر میں..... چند روز تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر گاؤں کے چند سیانوں کے سمجھانے پر ٹھاکر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

"مگر یہ بھی اس کی چال تھی اس نے پدمنی کو معاف کر دیا مگر اس کے سینے میں انتقام کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی۔ چند روز بعد حکم سنگھ ڈاکو کے گروہوں نے گاؤں پر حملہ کر دیا کئی گھر جلا دیئے گئے۔ کئی لڑکیوں اور عورتوں کو گلیوں میں ننگا کر کے رسوا کیا گیا۔ پدمنی کے گھر کو بھی آگ لگا دی گئی اس کے باپ کو مار ڈالا گیا اور حکم سنگھ ڈاکو پدمنی کو اٹھا کر لے گیا۔

"سننے میں آیا تھا کہ حکم سنگھ نے ٹھاکر کے کہنے پر گاؤں پر حملہ کیا تھا۔ حکم سنگھ کا نام اس گاؤں والوں کے لیے نیا نہیں تھا وہ اکثر اس طرف آتا رہتا اور ٹھاکر کی حویلی میں کئی کئی روز تک مہمان بن کر رہتا اور ٹھاکر نے اپنی بے عزتی کا انتقام لینے کے لیے پدمنی کو ڈاکوؤں سے اٹھوا دیا۔

"حکم سنگھ پدمنی کو لے کر چمبل ویلی چلا گیا اور پدمنی کو رکھیل بنا کر اپنے پاس رکھا اس دوران گاؤں کا ٹھاکر بھی چمبل ویلی کے چکر لگاتا رہا تھا۔ دو سال بعد سننے میں آیا کہ پدمنی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے اس کا نام حکم سنگھ نے امرت ٹھاکرے رکھا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ امرت ٹھاکرے کس کا بیٹا ہے۔ گاؤں کے ٹھاکر کا جو اکثر چمبل ویلی جاتا رہتا تھا حکم سنگھ کا یا اسکے گروہ میں شامل کسی اور ڈاکو کا بہرحال امرت ٹھاکرے چمبل ویلی میں ہی پل کر جوان ہوا اس سے تین سال چھوٹی ایک بہن بھی تھی۔

امرت ٹھاکرے گندے خون کی پیداوار ہے ڈاکوؤں میں پل بڑھ کر وہ ڈاکو ہی بنا اسے رشتوں کے تقدس کا بھی کوئی احساس نہیں تھا وہ مکمل طور پر ایک وحشی تھا اسے پتہ ہی نہیں تھا کہ ماں بہن کے رشتے کیا ہوتے ہیں عورت اس کے لیے عورت ہی تھی۔

"امرت ٹھاکرے نے پہلی مرتبہ جنگل میں دوسرے گروہ کی ایک عورت کے ساتھ رات گزاری تو اسے پتہ چلا کہ زندگی کیا ہوتی ہے دراصل اس عورت ہی نے اسے اپنی طرف مائل کیا تھا۔ امرت ٹھاکرے کئی روز تک اس عورت کے ساتھ جوانی کا یہ کھیل کھیلتا رہا اور پھر اس عورت کا گروہ وہاں سے کسی اور طرف

کوچ کر گیا۔

"امرت ٹھاکرے اس وقت اکیس بائیس سال کا تھا اس کے سینے میں ہوس کی جو آگ بھڑکا دی گئی تھی وہ الاؤ کی طرح پھیلتی جا رہی تھی اور پھر ایک روز اس آگ کو بجھانے کے لیے اس نے اپنی جوان بہن کو دبوچ لیا اگر اسے رشتے کی پوتر تا کا پتہ ہوتا تو وہ ایسی حرکت کبھی نہ کرتا وہ تو عورت کو عورت ہی سمجھتا تھا جی بہلانے کا ایک کھلونا لیکن اس مرتبہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا لڑکی کی چیخیں سن کر اس کی ماں بھاگی آئی اور بیٹی کو اس کے چنگل سے نجات دلائی۔

"حکم سنگھ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے امرت ٹھاکرے کو دھن کر رکھ دیا۔ امرت ٹھاکرے وہاں سے بھاگ نکلا اور چھپتا چھپاتا راجستھان میں آ گیا یہاں وہ طویل عرصہ تک ادھر ادھر مارا مارا پھرتا رہا کبھی کسی ٹھاکر کی چاکری کر لیا کرتا اور کہیں چوری چکاری سے کام چلاتا۔

کئی مرتبہ اسے اچھی جگہوں پر کام ملا وہ ایسی کسی جگہ پر ٹکا رہتا تو آرام سے جیون گزر جاتا مگر عورت اس کی سب سے بڑی کمزوری بن چکی تھی اسے جہاں بھی موقع ملتا بھوکے بھیڑیئے کی طرح عورت پر ٹوٹ پڑتا۔

"دو سال پہلے اس نے مادھوپور کے ایک ٹھاکر کی بیٹی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا اس کی قسمت اچھی تھی کہ وہاں سے بچ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ٹھاکرے کے آدمی ایک سال تک اس کا پیچھا کرتے رہے مگر وہ بچتا رہا۔

"ایک سال پہلے وہ اکال گڑھ پہنچ گیا جب وہ ٹھاکر کی حویلی سے بھاگا تو بہت سی دولت بھی اڑا لایا تھا جو وہ بہت سنبھال کر خرچ کر رہا تھا۔ اکال گڑھ میں آ کر اس نے اس جگہ ٹکنے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے اردگرد چار آدمی بھی جمع کر لیے دولت اور عورت اس کی سب سے بڑی کمزوری ہے وہ اس کے لیے سبھی کچھ کرنے کو تیار رہتا ہے اور اب وہ یہاں آ گیا ہے اس کی نظریں بھی میری دولت پر ہیں اور وہ....."

"فکر مت کرو۔" میں نے بھیرو کی بات کاٹ دی۔ "اس کے ہاتھ ہماری دولت تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"مجھے تم سے یہی امید ہے۔" بھیرو نے کہا۔

وہاں صرف میں اور بھیرو بیٹھے ہوئے تھے سمترا اور رتنا بہت دیر پہلے اٹھ کر چلی گئی تھیں۔ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا رات کے دو بجنے والے تھے۔ بھیرو کے سامنے وہسکی کی بوتل رکھی ہوئی تھی۔ وہ گلاس میں تھوڑی تھوڑی انڈیل کر پی رہا تھا اور لگتا تھا کہ وہ پوری بوتل ختم کر کے ہی اٹھے گا۔ مجھے بھی نیند نہیں آ رہی تھی اس لیے میں بھی بیٹھا رہا۔

بھیرو بہت خوشگوار موڈ میں تھا۔ وہ پہلے تو اپنی زندگی کے بعض یادگار واقعات بتاتا رہا ہر کہانی میں کوئی نہ کوئی عورت موجود تھی اور میرے لیے یہ انکشاف بھی بڑا دلچسپ ثابت ہوا کہ اسے مندر کی طرف لانے والی بھی ایک عورت ہی تھی۔

"کل رات ہلٹن میں ناگ راج سے تمہارے کچھ ڈائیلاگ ہوئے تھے۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ درست ہے کہ تم برہمن نہیں ہو۔"

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''ہاں یہ درست ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ میں ذات کا تیلی ہوں۔'' بھیرو نے جواب دیا۔ ''دھرم کا ٹھیکہ تو برہمنوں نے لے رکھا ہے وہ دنیا بھر کے پاپ کریں انہیں پوتر ہی سمجھا جاتا ہے اور ہم نچلی جاتی کے ہندوؤں کو تو مندروں میں گھسنے بھی نہیں دیا جاتا۔ ذات پات کی یہ جنگ صدیوں سے جاری ہے لیکن آج بھی صورت حال وہی ہے جو ہزار سال پہلے تھی۔''

''مگر تم اتنے بڑے مندر کے پروہت کیسے بن گئے؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ بھی ایک دلچسپ کہانی ہے۔'' بھیرو نے گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے کہا۔ ''میں گنگا نگر کا رہنے والا ہوں میرا باپ ایک برہمن زمیندار کے کھیتوں پر کام کرتا تھا ہم چلچلاتی دھوپ اور کڑکڑاتی سردی میں زمین کا سینہ چیر کر اناج پیدا کرتے اور برہمن کے کارندے ایک ایک دانہ اٹھا کر لے جاتے۔''

''ایک روز مجھے زمیندار کی حویلی میں جانے کا موقع ملا اس وقت میری عمر چوبیس پچیس سال تھی۔ بڑا گھبرو جوان تھا میں یوں تو پہلے بھی حویلی میں جاتا رہتا تھا لیکن زمیندار کی بیٹی کو اس روز میں نے پہلی مرتبہ دیکھا۔

''نیلما کماری بچپن ہی سے شہر میں اپنے ماما کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کر رہی تھی اور ان دنوں گاؤں میں آئی ہوئی تھی۔ میں نے اسے دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا ایسی جوان اور حسین لڑکی میں نے پہلی مرتبہ دیکھی تھی میں نے نظریں جھکا لیں ہم دونوں میں بہت فاصلہ تھا ذات پات کا دولت اور غربت کا میں یہ فاصلہ طے نہیں کر سکتا تھا لیکن یہ بعد میں پتہ چلا کہ نیلما کے سینے میں بھی پریم کی چنگاری سلگ رہی تھی۔

''انہی دنوں نیلما کا بھائی وجے بھی آیا ہوا تھا اور اسے اتفاق کہہ لو کہ اس نے میری چھوٹی بہن کو پسند کر لیا میری بہن ریکھا بھی لاکھوں میں ایک تھی اور وہ دونوں پہلے چوری چھپے ملتے رہے پھر انہوں نے شادی کر لی مگر وجے کے ماں باپ نے میری بہن کو بہو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اس کے ساتھ نوکروں سے بھی بدتر برتاؤ کیا جاتا وجے نے محبت کے جوش میں ریکھا سے شادی کر لی تھی لیکن وہ اپنے گھر میں اسے اس کا مقام نہ دلا سکا۔

''میں اپنی بہن کی حالت دیکھ کر کڑھتا رہتا اور پھر میں نے طے کر لیا کہ وجے کے ماں باپ کو اپنے قدموں پر جھکا کر ہی رہوں گا پہلے میں ڈر کے مارے نیلما کے ماں باپ کو پتہ چلا کہ نیلما کے پیٹ میں میرا گناہ پل رہا ہے تو وہ آگ بگولا ہو گئے۔ میرا خیال تھا کہ صورت حال کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے وہ نیلما کو میری جھولی میں ڈال دیں گے لیکن بازی پلٹ گئی انہوں نے نیلما کو علاج کے لیے شہر بھیج دیا اور مجھے مار مار کر ادھ موا کر دیا میری پٹائی کرنے والوں میں میرا جیجا وجے بھی شامل تھا یہ برہمنوں کی فطرت ہے اپنے مطلب کے لیے وہ گدھے کو بھی باپ بنا لیتے ہیں وجے میری بہن سے شادی کرنا چاہتا تھا تو اس نے میرے چرنوں میں سر رکھ دیا تھا اس وقت نہیں سوچا تھا کہ ہم نیچ جاتی کے ہیں اور جب ان کی اپنی بیٹی اس ڈگر پر چلی تو وہ لوگ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔

''وہ مجھے مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے مگر میں بچ گیا ساتھ والے مندر کا پجاری اتفاق سے کھیتوں میں سے گزر رہا تھا وہ مجھے اٹھا کر اپنے مندر میں لے گیا وہ ہریجنوں کا مندر تھا پجاری کو جب پتہ چلا کہ میں کون ہوں اور میرے ساتھ کیا ہوا ہے تو اس نے مجھے مندر کے تہہ خانے میں چھپا دیا اور وید سے میرا علاج کراتا رہا۔

''چند روز بعد پتہ چلا کہ انہوں نے میری بہن ریکھا کو جلا کر مار ڈالا تھا گاؤں کے کسی آدمی نے شہر کی پولیس کو اطلاع کر دی۔ پولیس آئی اور دعوتیں اڑا کر چلی گئی۔ پولیس نے بھی اس بات کو مان لیا تھا کہ رسوئی میں کام کرتے ہوئے ریکھا کی ساڑھی میں آگ لگ گئی تھی۔ اسے بچانے کی کوشش کی گئی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

''میرے سینے میں انتقام کا لاوا کھولتا رہا ماں باپ بیٹی کا دکھ دیکھ کر پہلے ہی مر چکے تھے۔ بہن بھی مجھ سے چھن گئی۔'' میں کئی روز تک ہریجنوں کے اس مندر میں چھپا رہا تقریباً دو مہینوں بعد تندرست ہو کر باہر نکلا تو میرا حلیہ بھی بدل چکا تھا۔ بڑے بڑے بال بے ترتیب، داڑھی مونچھیں اور رخسار پر یہ زخم کا نشان ... مندر کے پجاری نے بتایا کہ اب مجھے بھیرو سنگھ کی حیثیت سے کوئی نہیں پہچان سکے گا۔

''دراصل اس ہریجن مندر کا پجاری بھی برہمنوں سے چوٹ کھائے بیٹھا تھا وہ میرے علاج کے دوران مجھے انتقام کے لیے اکساتا رہا تھا۔ تہہ خانے سے نکلنے کے بعد بھی میں کئی روز تک اس مندر میں رہا۔ اس دوران اپنے گاؤں کے کچھ لوگوں کو بھی وہاں دیکھا تھا وہ لوگ بھی مجھے نہیں پہچان سکے اور پھر میں بہروپ بدل کر اپنے گاؤں میں آ گیا۔

''میں نے اپنے گاؤں کے مندر میں ڈیرہ جما لیا کسی کو مجھ پر شبہ نہیں ہوا کوئی مجھے پہچان نہیں سکا میں نے مندر کے پجاری کی سیوا کر کے چند ہی روز میں اسے اپنی مٹھی میں لے لیا۔

''چھ مہینے گزر گئے۔ میں نے مندر میں پورے طور قدم جما لیے اس دوران زمیندار بھی کئی مرتبہ مندر آیا تھا اور ہر مرتبہ اس نے جھک کر میرے چرن چھوئے تھے اور پھر ایک روز نیلما بھی شہر سے واپس آ گئی۔

''وہ ہر دوسرے تیسرے دن مندر آتی تھی ایک روز موقع پا کر میں نے اسے بتا دیا کہ میں کون ہوں وہ بہت خوش ہوئی اس کے دل میں میرے لیے اب بھی محبت تھی اور میرے سینے میں تو نفرت اور انتقام کا لاوا کھول رہا تھا اسے پتہ چل چکا تھا کہ اس کے گھر والوں نے میرے ساتھ اور ریکھا کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ انہی دنوں گاؤں میں میلہ لگنے والا تھا اور پھر میلے کے دوسرے ہی دن میں نیلما کو لے کر گاؤں سے بھاگ نکلا ہم پہلے جے پور اور پھر وہاں سے جودھ پور آ گئے جہاں میری ملاقات ناگ راج سے ہوئی۔

''ناگ راج انوپ گڑھ کا رہنے والا تھا میں پہلے بھی اسے جانتا تھا وہ گاؤں کے موچی کا بیٹا تھا۔ وہ کم عمری میں ہی غلط راستوں پر چل نکلا تھا ایک مرتبہ اس نے گاؤں کے ایک کسان کی بیٹی کے ساتھ بلاد کار کرنے کی کوشش کی مگر پکڑا گیا پنچایت نے اسے گاؤں سے نکال دیا اور حکم دیا کہ آئندہ وہ اس طرف کا رخ نہ کرے۔

''اتنا عرصہ وہ کہاں رہا؟ مجھے اس کا کچھ علم نہیں تھا لیکن جودھ پور میں اسے ایک مندر کے پجاری کے بہروپ میں دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی مجھے اس سے غرض نہیں تھی کہ وہ کیا کر رہا تھا اس نے ہمیں پناہ دے دی میرے لیے یہی کافی تھا وہ مندر زیادہ بڑا نہیں تھا اس کے پچھلی طرف دو کمروں کے مکان میں اسی کی رہائش تھی ایک کمرہ اس نے ہمیں دے دیا۔

''دوسرے ہی روز یہ انکشاف ہوا کہ ناگ راج نے اس مندر کو نہ صرف کمائی بلکہ عیاشی کا بھی اڈا

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

بنا رکھا تھا وہ مندر میں آنے والی خوبصورت عورتوں کو بہلا پھسلا کر پچھلے دروازے مکان میں لے آتا اور یہاں ان کے ساتھ بلا وکار کرتا اور انہیں دھمکی دیتا کہ زبان کھولی تو جان سے مار ڈالے گا۔

''میں نے یہ بھی محسوس کرلیا تھا کہ ناگ راج نیلما کو بڑی سلگتی ہوئی نظروں سے دیکھا کرتا تھا اور پھر ایک ہفتے بعد ہی وہ نیلما پر پل پڑا۔''

''میں اس وقت مندر میں تھا۔ ناگ راج کو مندر سے غائب ہوتے دیکھ کر مجھے اس پر شبہ ہوگیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں بھی مندر کے پچھلے دروازے سے مکان والے حصے میں آ گیا میری توقع کے عین مطابق وہ نیلما کو قابو میں کرنے کی کوشش کررہا تھا اور نیلما اپنے آپ کو چھڑانے کے لیے مچل رہی تھی۔

''میں نے کوئی مداخلت نہیں کی۔ دروازے کی آڑ میں کھڑا نیلما کی بے بسی کا تماشا دیکھتا رہا وہ میری پتنی نہیں تھی نہ ہی مجھے اس سے کوئی لگاؤ تھا میں تو اس سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس لیے خاموشی سے تماشہ دیکھتا رہا۔

''میں کمرے میں اس وقت داخل ہوا جب ناگ راج باہر نکل رہا تھا۔ نیلما بستر پر برہنہ پڑی سسکیاں بھر رہی تھی وہ مجھ سے لپٹ کر اونچی آواز میں رونے لگی میں نے اسے دلاسہ دیا کہ ناگ راج کو اس زیادتی کی سزا دوں گا وہ مجھے وہاں سے چلنے کو کہہ رہی تھی میں اسے سمجھانے کی کوشش کرتا رہا کہ ان حالات میں ہم کہاں جا سکتے ہیں البتہ جیسے ہی کوئی مناسب بندوبست ہوا وہاں سے چلے جائیں گے۔

''تین مہینے گزر گئے۔ میں تو اس کے ساتھ جو کرتا وہ کرنا ہی تھا ناگ راج بھی موقع پا کر عیش کرتا رہا۔ نیلما ایک بار پھر ماں بننے والی تھی اور یہ کہنا دشوار تھا کہ اس کے پیٹ میں پلنے والا گناہ کس کا تھا میرا یا ناگ راج کا؟

''میں نے نیلما سے وعدہ کیا تھا کہ گھر سے بھاگنے کے فوراً ہی بعد ہم شادی کرلیں گے۔ تین مہینے گزر گئے تھے اور اب اپنی حالت دیکھ کر وہ مجھے بار بار شادی کے لیے کہنے لگی میں اسے ٹالتا رہا اور جب اس نے زیادہ دباؤ ڈالا تو میں نے صاف انکار کردیا کہ اس سے شادی نہیں کرسکتا اسکے پیٹ میں پلنے والا بچہ میرا نہیں ناگ راج کا ہے۔

''اس کے دوسرے ہی روز نیلما کماری نے گلے میں پھندہ ڈال کر خودکشی کرلی۔ مجھے اس کی موت کا کوئی افسوس نہیں ہوا۔ ناگ راج نے اپنے دوسرے پجاریوں کی مدد سے نیلما کی لاش کو ٹھکانے لگادیا۔ چند روز بعد میں بھی وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ ناگ راج کے مندر کی کمائی سے میرے پاس اچھی خاصی رقم جمع ہوگئی تھی۔ پہلے میں نے سوچا کہ کسی اور شہر جا کر اپنا حلیہ درست کرلوں اور اس رقم سے کوئی چھوٹا موٹا دھندا شروع کردوں لیکن یہ خیال ذہن سے نکال دیا۔ مندر کی زندگی کا مزہ ہی کچھ اور تھا۔ بڑے بڑے لوگ آ کر چرن چھوتے تھے۔ دولت حسین، جوان عورتیں۔ یہ سب کچھ اور کہاں مل سکتا تھا۔ عیش ہی عیش تھے اس زندگی میں تو۔''

''میں شہر شہر قریہ قریہ پھرتا مندروں کی یاترا کرتا رہا۔ اس دوران میں نے اس زندگی کے نشیب و فراز کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا اور پھر تقریباً دس سال پہلے میں ماؤنٹ آبو آ گیا۔ یہاں اچال شوار مندر میں مجھے جگہ مل گئی اور بہت جلد پروہت کا معتمد بن گیا۔ پروہت بیمار ہوا تو میں نے اس کی بڑی سیوا کی اس

کا پھل مجھے اس طرح ملا کہ اس نے مرنے سے پہلے مجھے اپنا جانشین مقرر کردیا۔

''میں مندروں میں ہونے والی سازشوں سے واقف تھا۔ یہاں میرے خلاف بھی کچھ سازشیں ہونے لگیں میں نے چند خاص پجاریوں کو اپنا معتقد بنالیا تھا ان کے ذریعے میں نے اپنے مخالفین کو ختم کروا دیا اور پھر مندر کے اندر کسی کو میرے خلاف سازش کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔''

''تقریباً ایک سال بعد ناگ راج بھی ماؤنٹ آبو پہنچ گیا اس نے ادیناتھ مندر کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔ اپنے قدم جمائے اور پروہت کو قتل کرکے خود ادیناتھ مندر کا پروہت بن گیا اس کے ساتھ ہی اس نے شعبدے بازیاں شروع کردیں۔''

''ناگ راج پھیلتا چلا گیا وہ بڑی طاقت حاصل کرچکا تھا۔ اس کے نام کی دہشت پھیل گئی۔ اس نے طاقت ہی کے بل بوتے پر میرے مندر پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس دوران میں بھی کچھ بڑے بڑے بااثر لوگوں سے تعلقات بنا چکا تھا۔ ان کی مداخلت سے معاملہ ٹل گیا مگر ناگ راج بڑا کینہ پرور آدمی ہے وہ اندر ہی اندر میرے خلاف سازشیں کرتا رہا ان سازشوں کے چکر میں دونوں طرف کے کئی آدمی مارے گئے۔ اس طرح ہماری دشمنی بڑھتی گئی۔

''پچھلے چند مہینوں سے جو کچھ ہورہا ہے۔ وہ تم دیکھ رہے ہو۔ ناگ راج ہر قیمت پر اچال شوار مندر پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ اپنے اس مقصد میں تو وہ کامیاب نہیں ہوسکا البتہ اس نے مندر ہی کو آگ لگادی۔

''تم نہ ہوتے تو صورت حال کچھ اور ہوتی۔ تمہاری وجہ سے اس کے سارے کے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ مجھے معلوم تھا کہ ایسا وقت ضرور آئے گا جب مجھے وہ مندر چھوڑنا پڑے گا۔ اسی لیے اس بنگلے کی تعمیر کے فوراً ہی بعد میں نے مندر کی سونے چاندی کی مورتیاں، زیورات اور دوسری چیزیں یہاں منتقل کرنا شروع کردی تھیں۔ یہ میری زندگی بھر کی کمائی ہے لیکن لگتا ہے میں اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکوں گا۔ پوری زندگی اس بنگلے میں قیدی بن کر ہی گزر جائے گی۔''

''مایوس کیوں ہو۔'' میں نے اس کے خاموش ہونے پر کہا۔ ''اس بنگلے میں تم عیش تو کررہے ہو۔ ناگ راج کا کانٹا ختم ہوجائے تو باہر بھی آزادی سے عیش کرو گے۔''

''مجھے تو اب امرت ٹھاکرے کی بھی فکر ہوگئی ہے۔ یہ بھی حرامی آدمی ہے اور ناگ راج سے زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔'' بھیرو نے کہا۔

''ٹھاکرے کی تو فکر ہی مت کرو۔'' میں نے کہا۔ ''اس کا بندوبست تو ایک دو روز میں ہی ہو جائے گا۔''

''بھگوان کرے ایسا ہی ہو۔'' بھیرو نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

''ایسا ہی ہوگا۔'' میں نے کہتے ہوئے ایک بار پھر گڑی کی طرف دیکھا چار بجنے والے تھے۔ ''میرا خیال ہے تم یہ بوتل ختم کرکے ہی اٹھو گے۔ میں جارہا ہوں مجھے نیند آ رہی ہے۔''

بھیرو نے سر ہلا دیا۔ میں اپنے کمرے میں داخل ہوا تو دروازے ہی میں ٹھٹک کر رک گیا کمرے کی بتی جل رہی تھی اور بیڈ پر سمترا اور رتنا سو رہی تھیں میں دوسرے کمرے میں آ گیا اور بستر پر گرتے ہی نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

دوپہر بارہ بجے سمترا نے مجھے جھنجوڑ کر جگایا۔

''وہ تمہارے چیلے کا فون آیا ہے۔ کیا نام ہے اس کا شکتی۔''

میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ گیا۔ رات کو میں نے ہی شکتی سے کہا تھا کہ وہ آج دوپہر بارہ بجے کے قریب مجھے فون کرے میں کمرے سے نکل کر ہال کمرے میں آ گیا جہاں ٹیلی فون رکھا ہوا تھا۔

''ہیلو۔'' میں نے ریسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

''ہیلو گرو۔'' شکتی کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''ہاں..... تم ایسا کرو مجھے تین بجے کے قریب بس اسٹینڈ پر بمبئی کا لیا ریسٹورنٹ میں ملو۔ ہم اطمینان سے بات کریں گے۔'' میں نے کہا۔ میں اس وقت واقعی نیند میں تھا اور کوئی بات ٹھیک طرح سے سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی۔

''ٹھیک ہے گرو..... ویسے ہم نے اس جگہ کا پتہ چلا لایا ہے جہاں گزشتہ رات وشمبر سنگھ تمہیں لے جانا چاہتا تھا۔''

''کیا.....؟'' میں چونک گیا۔ ''تمہیں کیا معلوم کہ وہ مجھے کہاں لے جانا چاہتا تھا۔''

''ہم بھی اسی گندے تالاب میں ہاتھ پیر مار رہے ہیں گرو۔'' شکتی کی آواز سنائی دی۔ ''میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ تمہیں گن پوائنٹ پر اس طرف لے گیا ہوگا لیکن راستے میں تمہیں اس پر حاوی ہونے کا موقع مل گیا اور وہ فرار کی کوشش میں تمہارے ہاتھوں مارا گیا۔''

''یہاں تک تو تمہارا تجزیہ بالکل درست ہے لیکن آگے بتاؤ۔'' میں نے کہا۔

''وہ تمہیں ہنومان مندر لے جانا چاہتا تھا۔'' شکتی نے جواب دیا۔

''جہاں امرت ٹھاکرے میرا انتظار کر رہا تھا۔'' میں اس کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی بول پڑا۔

''گرو!'' شکتی میری بات سن کر غالباً اچھل پڑا تھا۔

''زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ بقول تمہارے میں بھی اسی تالاب میں ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''اچھا ٹھیک ہے۔ تین بجے بمبئی کا لیا ریسٹورنٹ میں ملاقات ہوگی۔''

میں نے ریسیور رکھ دیا اور وہیں ایک صوفے پر بیٹھ گیا کچھ ہی دیر بعد سمترا میرے لیے چائے لے آئی۔

''تمہارا گرو ابھی تک سو رہا ہے کیا؟'' میں نے کپ لیتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ وہ تو صبح دن چڑھنے کے بعد سویا ہے اور شام سے پہلے اس کے اٹھنے کی توقع نہیں اور رتنا بھی ابھی تک سو رہی ہے۔'' سمترا کہتے ہوئے میرے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ اس طرح میری طرف جھکی تھی کہ میرے ہاتھ میں پرچ میں رکھا ہوا کپ ہلنے لگا۔ میں نے کپ جلدی سے میز پر رکھ دیا اور سمترا کو کندھوں سے پکڑ کر پیچھے ہٹا دیا۔

میں مندر والے بنگلے میں تقریباً ڈھائی مہینے رہا تھا۔ ان دنوں رادھا بھی میرے ساتھ تھی۔ سمترا کو ہماری سیوا کے لیے اس بنگلے میں چھوڑ دیا گیا تھا اس کی عمر انیس بیس سال سے زیادہ نہیں تھی..... بے حد حسین اور بھرپور شباب تھا مگر رادھا کی وجہ سے میں اس کے حسن سے سیراب نہیں ہو سکا تھا اور اب جو وہ

میرے اوپر جھکی تو مجھے اپنے بدن پر چیونٹیاں سی رینگتی ہوئی محسوس ہونے لگیں لیکن یہ کوئی موقع تھا نہ جگہ..... رتنا کسی بھی وقت آ جاتی۔ اسی لیے میں نے سمترا کو کندھوں سے پکڑ کر سیدھا بٹھا دیا تھا۔ وہ شاید میرا مطلب سمجھ گئی تھی اٹھ کر سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

چائے پی کر میں کچھ دیر وہاں بیٹھا پھر اپنے کمرے میں آ گیا۔ رتنا بیڈ پر آڑھی ترچھی پڑی سو رہی تھی۔ میں اس کی طرف دیکھتا ہوا باتھ روم میں گھس گیا اور تقریباً آدھے گھنٹے بعد تیار ہو کر باہر آ گیا۔ میری داڑھی اور مونچھیں بے تحاشہ بڑھ گئی تھیں لیکن میں نے انہیں صاف نہیں کیا مجھے اس حلیے میں پہچاننے والے ایک دو ہی رہ گئے تھے۔ میں چاہتا تھا وہ بھی سامنے آ جائیں تو ان سے بھی نمٹ لیا جائے۔

دو بجے کے قریب میں نے سمترا کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ بھیرو بھی اس وقت تک سو رہا تھا اور رتنا بھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے سمترا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''فیاٹ نکال دو آج میں اس پر جاؤں گا۔''

سمترا چند لمحے الجھی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی پھر باہر نکل کر عقبی گیراج کی طرف چلی گئی۔ میں بھی پورچ میں آ گیا۔ دس منٹ بعد سمترا فیاٹ ڈرائیو کرتی ہوئی پورچ میں آ گئی اور نیچے اتر کر مجھے رکھنے کا اشارہ کر کے اندر چلی گئی اس کی واپسی میں پانچ منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ اس کے ہاتھ میں چمڑی قسم کا کوئی کپڑا تھا۔

''یہ کیا ہے؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

اس نے وہ کپڑا پنکھے کی طرح میری کمرے کے گرد لپیٹ کر ایک گرہ لگا دی اور مسکراتے ہوئے بولی۔

''اب تم لگتے ہو راجپوت۔''

میری داڑھی مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ راجستھانی لباس پہن رکھا تھا۔ سر پر بل دار سیندوری رنگ کی پگڑی بھی تھی۔ صرف ایک پنکھے کی کسر رہ گئی تھی جو سمترا نے پوری کر دی۔

میں نے فیاٹ پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کر دیا اور کار جیسے ہی حرکت میں آئی سمترا اندر پہنچ گئی اور جب میری کار گیٹ کے قریب پہنچی گیٹ خود بخود کھل گیا۔ مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ سمترا نے اندر جا کر انٹر کوم کے قریب لگا ہوا سوئچ آن کر دیا تھا جس سے گیٹ کھولا اور بند کیا جا سکتا تھا۔ یہ انٹرکوم برآمدے والے دروازے کے اندر کی طرف لگا ہوا تھا اور کھڑکی سے گیٹ کی طرف دیکھا بھی جا سکتا تھا میں نے ہاتھ باہر نکال کر ہلا دیا اور گیٹ سے نکلتے ہوئے کار کی رفتار بڑھا دی۔

یہ فیاٹ کار دیکھنے میں اگرچہ پرانی سی لگتی تھی لیکن اس کا انجن بہترین حالت میں تھا۔ ڈیش بورڈ کا جائزہ لیتے ہوئے میری نظر فیول بتانے والے ڈائل کی طرف اٹھ گئی۔ ٹینکی میں پٹرول کم تھا۔ کچھ آگے نکل کر میں نے کار ایک پٹرول پمپ پر روک لی اور ٹینکی فل کروالی۔

اس رات ہم ہلٹن میں اس کار پر آئے تھے۔ ہوٹل کے پارکنگ گیٹ میں داخل ہوتے ہوئے تو شاید کسی نے نوٹس نہیں لیا ہوگا لیکن چھٹی منزل پر ہنگامے کے بعد جب ہم لوگ واپس بھاگے تھے تو شکتی لال کے ایک آدمی نے گیٹ پر قبضہ کر رکھا تھا اور ہوٹل میں آنے والوں کو باہر ہی روکا ہوا تھا۔ ہم اس فیاٹ پر

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

بڑی تیزی سے ہوٹل سے نکلے تھے۔ ممکن ہے باہر کھڑے ہوئے لوگوں نے اس کار کو دیکھا ہو مگر میں دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ اس کا نمبر کسی نے نوٹ نہیں کیا ہوگا۔ ویسے شہر میں اس رنگ کی کئی کاریں تھیں اور ضروری نہیں تھا کہ اس کار کو پہچان لیا جائے اور اسی لیے آج میں نے اس کار پر آنے کا فیصلہ کیا تھا گزشتہ رات ہمارے پاس سفید ٹویوٹا تھی پولیس نے اس کار کا پیچھا بھی کیا تھا تعاقب کرنے والی پولیس کی گاڑی بہت دور تھی ظاہر ہے اتنی دور سے وہ کار کا نمبر نوٹ نہیں کر سکے ہوں گے۔ مگر ان کے ذہن میں سفید کار ضرور ہوگی ہو سکتا ہے سفید کاروں کو چیکنگ کے لیے روکا جا رہا ہو اس لیے میں نے آج اس سفید ٹویوٹا کے بجائے اس فیاٹ کو ترجیح دی تھی۔

جب میں بس اسٹینڈ کے علاقے میں پہنچا تو پونے تین بجے تھے میں کار کو مختلف چھوٹی سڑکوں پر گھماتا رہا اور پھر ٹھیک تین بجے اسے بمبئی کالیا ریسٹورنٹ کے سامنے والے پارکنگ پلاٹ پر روک لیا۔ نیچے اتر کر میں نے اپنے آپ کا تنقیدی جائزہ لیا اور راجپوتی شان سے ریسٹورنٹ کی طرف چلنے لگا۔

بمبئی کالیا ایک معیاری ریسٹورنٹ تھا۔ شیشے والے دو دروازے پر ہندی اور انگریزی حروف میں ''داخلہ حقوق محفوظ'' لکھا ہوا تھا جس کا مطلب تھا کہ یہ ریسٹورنٹ شرفا کے لیے مخصوص تھا اور ہوٹل کی انتظامیہ کسی بھی شخص کو ناپسندیدہ قرار دیتے ہوئے کان سے پکڑ کر باہر نکال سکتی تھی میں ایک دو مرتبہ پہلے بھی یہاں آ چکا تھا اور شرافت کی آڑ میں یہاں جو کچھ ہوتا تھا اس سے بھی واقف تھا۔

ہوٹل کی طرف بڑھتے ہوئے اچانک ہی میرے ذہن میں خیال آیا کہ شکتی کو یہاں بلا کر غلطی تو نہیں کی ممکن اس کے حلیے کی وجہ سے اسے اندر ہی نہ داخل ہونے دیا جائے لیکن پھر اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا شکتی جیسے لوگ اپنا راستہ بنانا جانتے ہیں۔

میں جیسے ہی قریب پہنچا دربان نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے راجپوتانہ شان سے سر ہلایا اور اندر داخل ہو گیا۔ بہت وسیع و عریض ہال تھا۔ میزیں ایک دوسرے سے قدرے فاصلہ پر بڑے سلیقے سے لگی ہوئی تھیں آخر میں جھونپڑے کی طرز کے بنے ہوئے کئی پرائیویٹ کیبن تھے۔ بائیں طرف اوپر جانے کا زینہ تھا زینے کے ساتھ دیوار پر فیملی روم کی پلیٹ لگی ہوئی تھیں اوپر بھی اسی طرح کے کیبن تھے۔ اس لیے زینے پر صرف ان ہی لوگوں کو جانے کی اجازت تھی جن کے ساتھ خواتین ہوں اور میں جانتا تھا کہ اوپر ان فیملی کیبن میں کیا ہوتا ہے۔

میں دروازے سے دو قدم آگے بڑھ کر رک گیا اور متجسس نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ہال میں بہت مدھم روشنی تھی۔ بہت ہلکی موسیقی عجیب سا تاثر دے رہی تھی۔

دائیں طرف پانچویں میز پر ایک عورت اور مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سرسری سے انداز میں ان کی طرف دیکھا تھا لیکن اس شخص کے ہاتھ ہلاتے دیکھ کر میں نے دوبارہ اس طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

وہ شکتی تھا۔ پہلی نظر میں واقعی اسے نہیں پہچان سکا تھا سلیقے سے تراشے ہوئے بال درمیان سے مانگ نکلی ہوئی تھی ہندو ہونے کی خاص نشانی ماتھے پر سرخ ٹیکا کلین شیو، سفید شرٹ اور گہرے نیلے رنگ کی جینز، پیروں میں نئے جوگرز۔ اسے دیکھ کر کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ کوئی بدقماش اور بدمعاش آدمی

ہے۔ بڑا شریفانہ چہرہ تھا اور اس کے ساتھ لڑکی بھی بڑی پوپٹ قسم کی تھی۔ اس کی عمر چوبیس پچیس کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ دراز قامت، سڈول جسم، بڑے تیکھے نقش، گردن تک کٹے ہوئے کھلتی رنگ کے لہریے دار بال، گلابی رنگت اور غزال جیسی موٹی آنکھیں جن میں ستاروں جیسی چمک تھی۔

مجھے یاد آیا کہ شکتی نے پہلے بتایا تھا کہ اس کی پارٹی میں چند افراد کا اضافہ ہو چکا ہے جن میں دو چھوکریاں بھی شامل ہیں اور مجھے حیرت تھی کہ اس جیسی حسین چھوکری شکتی کے ہاتھ کیسے لگ گئی تھی جبکہ ایک روز پہلے تک شکتی کا حلقہ بھی ایسا تھا کہ کوئی شریف آدمی اس کے قریب پھٹکنا بھی پسند نہیں کرتا تھا لیکن پھر یہ خیال آیا کہ یہ لڑکی اگر شریف ہوتی تو شکتی جیسے آدمی کے قریب نہ آتی۔

ان دونوں نے اٹھ کر میرا استقبال کیا۔ شکتی نے تو حسب معمول جھک کر میرے چرن چھوئے تھے۔

''یہ مدھو ہے گرو۔'' شکتی نے اس کا تعارف کرایا۔ ''سالی کو کوئی اور نہیں ملا تھا مجھ پر ہی مر مٹی۔''

شکتی کے اس جملے پر میں مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ مدھو بھی مسکرا دی اور پھر چند منٹ کی گفتگو کے بعد ہی میں نے اندازہ لگا لیا کہ مدھو بڑی بے تکلف اور بیباک قسم کی لڑکی تھی ہم جتنی دیر وہاں بیٹھے رہے وہ میری طرف ہی متوجہ رہی اس نے ساڑھی پہن رکھی تھی بلاوز ایک تو ویسے ہی مختصر تھا اور اس پر ستم یہ کہ وہ بار بار اس طرح پہلو بدلتی کہ میں اس کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو جاتا۔

بمبئی کالیا ریسٹورنٹ میں بھی لڑکیاں ہی سرو کرتی تھیں شکتی نے ویٹرس کو بلا کر کافی منگوائی اور وہ کافی کی چسکی لیتے ہوئے بولا۔

''تم نے فون پر ٹھاکرے کے بارے میں کچھ کہا تھا گرو اس کے بارے میں کیا کچھ جانتے ہو۔''

''اس کی ولدیت مشکوک ہے۔'' میں نے کہا اور پھر امرت ٹھاکرے کے بارے میں وہ سب کچھ بتا دیا جو بھیرو سنگھ سے معلوم ہوا تھا۔

''تم تو اس کا پورا شجرہ جانتے ہو گرو۔'' شکتی حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''اگر کسی دشمن کے خلاف کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہونا چاہیے۔'' میں نے کہا۔ ''بہرحال کل رات وشمبر سنگھ مجھے امرت ٹھاکرے کے پاس ہی لے جانا چاہتا تھا تاکہ مجھ پر تشدد کر کے پنڈت بھیرو کے بارے میں معلوم کر سکیں۔ وہ بھیرو کی دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں وشمبر تو ختم ہو گیا ٹھاکرے ہمارے لیے مسئلہ بن سکتا ہے اس لیے اس کا بندوبست ابھی ہو جانا چاہیے۔''

''میں نے ٹھاکرے کے بارے میں معلوم کر لیا ہے۔ گرو۔'' شکتی نے جواب دیا۔ ''وہ اپنے دو چیلوں کے ساتھ ہنومان مندر میں ٹھہرا ہوا ہے۔ مندر کا پجاری رام پرکاش اس کے آنے سے خوش نہیں ہے لیکن وہ اس کے اشاروں پر چلنے پر مجبور ہے۔''

''اور دوسرے کام کا کیا ہوا؟'' میں نے پوچھا میرا اشارہ ناگ راج کی طرف تھا۔

''اس کا بھی آج پتہ چل جائے گا۔'' شکتی نے جواب دیا۔ ''آج صبح اس کا ایک آدمی بھانوٹ کی نظروں میں آ گیا تھا۔ وہ اس کے پیچھے لگا ہوا ہے اور مجھے امید ہے کہ آج رات تک اس کے ٹھکانے کا پتہ چل جائے گا۔''

''تو پھر کیوں نہ اس دوران امرت ٹھاکرے کو چیک کر لیا جائے۔'' میں نے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''جیسا تم کہو۔ شکتی بولا۔ ''لیکن میرے خیال میں ٹھاکرے کے لیے زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں وہ لاتعداد جرائم میں پولیس کو مطلوب ہے اگر اسے پتہ چل جائے کہ پولیس ہنومان مندر کی طرف آ رہی ہے تو وہ وہاں سے بھاگنے میں دیر نہیں لگائے گا۔''

''میں نے ٹھاکرے کے بارے میں جو کچھ سنا ہے اس کے پیش نظر میں اس کے حوالے سے کسی خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہتا۔ ابھی تو یہ اکیلا ہے اس پر قابو پایا جا سکتا ہے اور اگر اس نے ناگ راج سے رابطہ کر لیا تو یہ بھی ایک بڑا مسئلہ بن جائے گا۔''

''تو ٹھیک ہے گرو..... دیکھ لیتے ہیں۔'' شکتی نے جواب دیا۔

اور جب ہم بمبئی کالیا ریسٹورنٹ سے نکلے تو ساڑھے چار بج رہے تھے مدھو کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی اور شکتی میرے ساتھ اگلی سیٹ پر۔

میں کار کو مختلف سڑکوں پر گھماتے ہوئے نہرو مارگ کی طرف لے آیا اور پھر اسے ہنومان مندر کی طرف جانے والی سڑک پر موڑ دیا اس طرف دو تین اور تاریخی نوعیت کے جین مندر بھی تھے۔ اس لیے اس وقت اس سڑک پر کسی قدر رونق بھی تھی اس روٹ پر دو بسیں بھی چلتی تھیں جو ایک مخصوص پوائنٹ تک جاتی تھی۔ شام کا اندھیرا پھیلتے ہی یہ بسیں بھی بند ہو جاتی تھیں نہرو مارگ سے تقریباً دو میل آگے نکلنے کے بعد میں نے کار دائیں طرف ایک اور سڑک پر موڑ لی اس سڑک کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے جو سبزے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ رنگ برنگے جنگلی پھول خوشنما منظر پیش کر رہے تھے۔

اس سڑ پر تقریباً دو فرلانگ آگے ہنومان مندر تھا۔ یہ بھی ایک قدیم مندر تھا مگر زیادہ بڑا نہیں تھا۔ یاتریوں کی ایک بڑی تعداد اس طرف آیا کرتی تھی۔ مندر سے ذرا پہلے سڑک کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی دوکانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا پھول، مورتیاں، ناریل، مٹھائی اور بہت سی چیزیں جو بھینٹ کے طور پر مندر میں چڑھائی جاتی تھیں۔

میں نے کار ایک طرف کھڑی کر دی جہاں پانچ چھ گاڑیاں پہلے بھی کھڑی تھیں اس وقت یاتریوں کی ایک معقول تعداد یہاں موجود تھی لوگ مندر میں آ جا رہے تھے۔ ہم نے ایک بوڑھی عورت سے کچھ پھول خرید لیے اور مندر کی طرف چلنے لگے۔

مندر ایک ٹیلے پر تھا اور اس تک پہنچنے کے لیے کشادہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہوتی تھیں۔ سیڑھیوں کے دونوں طرف بھکاری چادریں بچھائے بیٹھے ہوئے تھے۔ مندر سے واپس آنے والے یاتری ان بھکاریوں کے سامنے کچھ نہ کچھ ڈال دیتے۔

مندر کی عمارت باہر سے بظاہر چھوٹی لگتی تھی مگر اندر سے ہال بہت بڑا تھا۔ سامنے ہی چبوترے پر ہنومان کی ایک بہت بڑی مورتی رکھی ہوئی تھی۔ جس کے سامنے پھولوں اور بھینٹ کے طور پر چڑھائی جانے والی چیزوں کا انبار لگا ہوا تھا۔

مورتی کے سامنے پھول چڑھانے کے بعد ہم بھی دوسرے لوگوں کی طرح ادھر ادھر گھومنے لگے۔ میں نے جلد یہ اندازہ لگا لیا کہ اس مندر میں کوئی تہہ خانہ یا خفیہ راستہ بھی تھا۔ میری چھٹی حس بار بار کسی گڑبڑ کا احساس دلا رہی تھی میں نے کئی مرتبہ محسوس کیا تھا جیسے کوئی میری نگرانی کر رہا ہو۔ میں نے کئی بار مڑ کر ادھر

ادھر دیکھا بھی تھا مگر آس پاس کوئی مشتبہ شخص دکھائی نہیں دیا تھا ایک مرتبہ مڑ کر دیکھا تو مدھو ایک پجاری سے باتیں کر رہی تھیں وہ پجاری ہاتھوں سے اشارے کرتے ہوئے غالباً اسے اس مندر کے بارے میں بتا رہا تھا۔

شکتی میرے ساتھ ساتھ تھا چند منٹ بعد دوبارہ ادھر ادھر دیکھا تو مدھو کہیں نظر نہیں آئی اور نہ ہی وہ پجاری نظر آ رہا تھا جس کے ساتھ وہ باتیں کرتی ہوئی دیکھی گئی تھی۔

شکتی پریشان ہو گیا۔ وہ مدھو کو ادھر ادھر تلاش کرنے لگا باہر بھی دیکھ کر آیا مگر مدھو کہیں نہیں تھی۔

''یہ کہاں غائب ہو گئی؟'' وہ ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔

''یہیں کہیں ہو گی چنتا کیوں کرتے ہو آ جائے گی۔'' میں نے کہا۔

اور پھر مجھے وہ پجاری نظر آ گیا قریب سے گزرا تو میں نے اسے روک لیا۔

''مہاراج کچھ دیر پہلے میرے اس دوست کی پتنی وہاں کھڑی آپ سے باتیں کر رہی تھی کہاں چلی گئی وہ؟'' میں نے کہا۔

''وہ دیوی۔'' پجاری بولا۔ ''مہاراج سوامی وشوانا تھ کا آشیرباد لینے گئی ہے بڑے مہان اور گیانی ہیں سوامی جی ان کے آشیرباد سے من کی ہر آشا پوری ہو جاتی ہے آؤ میرے ساتھ آؤ..... میں تمہیں بھی سوامی جی کے پاس لے چلتا ہوں۔''

میں نے شکتی کی طرف دیکھا اور پھر ہم دونوں اس پجاری کے پیچھے چل دیئے ایک رہداری میں سے ہوتے ہوئے ہم ایک کمرے میں داخل ہو گئے یہ کمرہ خالی تھی۔ سامنے ایک تخت رکھا ہوا تھا جس پر مسند بچھی ہوئی تھی۔

''یہاں رک جاؤ۔'' پجاری نے ہمیں کمرے کی وسط میں روک دیا۔ ''سوامی جی اس دیوی کے ساتھ ابھی آتے ہیں۔''

پجاری مسند کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا اور پھر دوسرے ہی لمحے مجھے یوں لگا جیسے میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی ہو میں نے سنبھلنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اور زمین کی گہرائی میں گرتا چلا گیا۔

تقریباً دس فٹ نیچے میں اپنے پیروں پر ہی گرا تھا گرتے ہی میں لڑکھڑا تو گیا تھا لیکن میں فوراً ہی سنبھل گیا۔ شکتی بھی میرے قریب گر کر قلابازی کھا گیا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے اٹھ سکا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے ہوئے تھے۔ اس کی کمر کو جھٹکا آ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر اذیت کے تاثرات صاف نظر آ رہے تھے۔

میں نے اوپر دیکھا چھت سے نیچے کی طرف لٹکے ہوئے دو تختے آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہے تھے اور پھر وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر برابر ہو گئے میرے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔

یہ خاصا وسیع عریض کمرہ تھا جس کے ایک طرف دروازہ بھی نظر آ رہا تھا جو بند تھا۔ میرے ذہن میں اچانک ہی مدھو کا خیال ابھر آیا اسے میں نے اس پجاری سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا تھا اور وہی پجاری ہمیں اس کمرے میں لے کر گیا تھا جہاں سے ہم اس تہہ خانے میں ٹپک پڑے تھے میری چھٹی حس جس گڑبڑ کا احساس دلا رہی تھی وہ درست نکلا تھا اور میرے ذہن میں اب مدھو کے بارے میں شبہات سر

www.pdfbooksfree.pk

ابھار رہے تھے۔ مدھو چند روز پہلے ہی شکتی کی پارٹی میں شامل ہوئی تھی اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ جرائم پیشہ بھی ہوسکتا ہے اس کا تعلق پہلے یہ سے ناگ راج یا کسی اور پارٹی سے رہا ہو اور وہ کسی خاص مقصد کے تحت شکتی کی پارٹی میں شامل ہوئی ہو...... اس نے ریسٹورنٹ میں میری اور شکتی کی باتیں بھی سنی تھیں اور اس مندر میں آ کر وہ اپنا کام کر گزری اس پجاری کو وہ یقیناً پہلے سے جانتی ہوگی۔

''اے سالا'' شکتی ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔ ''ہم مدھو کو تلاش کر رہے تھے اور اس چوہے دان میں پھنس گئے۔''

''فکر مت کرو۔ وہ بھی یہیں آ جائے گی مگر ہماری طرح نہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر تقریباً اسی وقت وہ دروازہ کھلا اور دو آدمی برآمد ہوئے۔ ان میں ایک کے ہاتھ میں چوڑے بلیڈ والی تلوار تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں ڈبل بیرل بندوق جس میں غالباً بارہ بور کے کارتوس استعمال ہوئے تھے۔ ان کے حلیے بھی ایسے تھے جیسے ابھی ابھی جنگل سے آئے ہوں۔ بے تحاشہ بڑھے ہوئے بال بڑی بڑی مونچھیں اور سیاہ لباس جو انڈین فلموں میں اکثر ڈاکوؤں کو پہنائے جاتے تھے ان دونوں کی آنکھیں سرخ تھیں میں انہیں دیکھ کر ہنس پڑا۔ وہ اب بھی شاید پچاس سال پہلے کے دور میں رہ رہے تھے تلوار اور ڈبل بیرل بندوق اس دور کی یادگاریں تھیں آج کے دور میں تو ڈاکو بھی جدید ترین آٹومیٹک اسلحہ استعمال کرتے تھے۔ ان دونوں نے ہمیں تلوار اور بندوق کی زد پر لے لیا اور پھر وہ ہمارے پیچھے پہنچ گئے۔ بندوق کی نالی میری پشت سے لگ گئی اور تلوار کی نوک شکتی کی کمر سے چھونے لگی۔

''چلو...... آگے چلو......'' ان میں سے ایک نے غرا کر کہا۔

ہم بے چوں و چرا ان کے آگے چل پڑے۔ یہ بھی غنیمت تھا کہ انہوں نے ہماری تلاشی نہیں لی تھی۔ میرے پاس پستول موجود تھا اور مجھے یقین تھا کہ شکتی نے بھی اپنے لباس میں پستول چھپا رکھا ہوگا۔ لگتا تھا کہ تہہ خانہ مندر کی عمارت سے بھی بڑا تھا۔

یہ ایک طویل راہداری تھی جس کے دائیں بائیں کمرے تھے۔ تقریباً پچاس فٹ آگے راہداری دائیں طرف مڑ گئی اور اس کے اختتام پر ایک اور وسیع و عریض کمرہ تھا۔

یہ کمرہ بہت شاندار تھا فرش پر دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ریشمی غلافوں والے گاؤ تکیے رکھے ہوئے تھے۔ بائیں طرف ایک شاندار کرسی پر ایک پہلوان قسم کا لمبا تڑنگا آدمی بیٹھا ہوا تھا اس کے سر کے بال بہت چھوٹے تھے۔ کانوں میں بڑی بڑی بالیاں تھیں۔ گلے میں سونے کی موٹی سی چین اور ایک ہاتھ کی دو انگلیوں میں موٹے موٹے نگینوں والی چاندی کی انگوٹھیاں تھیں۔ اس نے سفید دھوتی باندھ رکھی تھی اوپر کالے رنگ کی واسکٹ تھی جس کے بٹن کھلے ہوئے تھے اور بالوں بھرا سینہ نظر آ رہا تھا۔ کمر پر چمڑے کا چوڑا بیلٹ بندھا ہوا تھا جس میں خمدار خنجر اڑسا ہوا تھا۔

ایک لڑکی اس کے گھٹنے سے لگی بیٹھی تھی۔ اس کے جسم پر لباس برائے نام ہی تھا۔ دوسری لڑکی کو اس نے بغل میں دبوچ رکھا تھا وہ مدھو تھی قریب ہی دوسری مسند پر وہ پجاری بیٹھا ہوا تھا جو مندر میں ہمیں اس کمرے میں لے کر گیا تھا۔

''میں نے کہا تھا نا کہ مدھو بھی تمہیں یہیں ملے گی۔'' میں نے شکتی کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔

''اس کی تو......'' شکتی کہتا ہوا آگے بڑھا مگر گدی پر پڑنے والے گھونسے نے اسے زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا۔

امرت ٹھاکرے دونوں لڑکیوں کو ایک طرف دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا قد ساڑھے چھ فٹ سے نکلتا ہوا تھا۔ غصے کی شدت سے اس کی آنکھیں کچھ اور بھی سرخ ہوگئی تھیں۔ اس نے شکتی کو ایک زوردار ٹھوکر رسید کر دی اور خنجر کے دستے پر ہاتھ رکھ کر غرایا۔

''ہم ناگ راج نہیں ہوں جو تم سے ڈر کر بھاگ جاویں گے۔'' اس کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ ''لوگ ہم کا حرامی بولت ہیں اور ہم ہوں بھی حرامی ...... ہم کا باپ بھی حرامی تھا ہم نے اپنی بہن کے ساتھ بلادکار کا کوشش کیا تھا مگر وہ سالی بچ گئی۔''

''میں تمہارے بارے میں اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

یہ سب ہم تم کا اس واسطے بتاوت ہوں کہ ہم کتنا بڑا حرامی ہوں۔

''اس میں کیا شبہ ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہم لاتن سے بندے کو پکڑ کر یوں چیر دیوت ہیں۔'' اس نے ہاتھوں کی حرکت سے بتایا کہ وہ کس طرح بندے کو ٹانگوں سے پکڑ کر چیر دیتا ہے۔

''ہم ٹھاکرے ہوں ٹھاکرے۔'' وہ بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ''ناگ راج بزدل ہے اس کی طاقت دوسروں میں ہے۔ دوسرے سالے مر گیا تو وہ بھی بھاگ گیا۔ ہم اپنے اندر طاقت رکھتا ہوں۔ یہ ......'' اس نے دونوں بازو اٹھا کر باڈی بلڈروں کی طرح مسل دکھائے۔

''ہم تم کا اور بہت کچھ دکھاؤں گا۔ یہ جو چھوکریا ہے نا۔''

اس نے مدھو کو صرف اشارہ کیا۔ ''اس نے تم لوگوں کے ساتھ دھوکا کیا اور یہ سمجھت ہے کہ ہم اس کو اپنی رانی بنالوں گا۔ سالی ہم کا ایک ٹیم نہیں سنبھال سکے گی۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا ''یہ سالا خوبصورت چھوکری لوگ کسی کا نہیں ہوتا۔ تمہارا بھی نہیں تھا لی کا بینگن مافق کبھی ادھر کو لڑھکتا ہے کبھی ادھر کو تم سالا ہم سے بات کرو۔''

''میں اب تک تمہاری بکواس کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔

تم کہنا کیا چاہتے ہو۔'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

''تم ہم کا اس سالے بھیرو کے پاس لے جاؤ گے۔ بڑی مایا ہے اس حرامی کے پاس اور ہم کا اس مایا کی جرورت ہے۔'' ٹھاکرے نے کہا۔

''اگر میں تمہیں بھیرو کے بارے میں کچھ نہ بتاؤں تو؟'' وہ بیلٹ میں اڑسا ہوا خنجر نکالتے ہوئے بولا۔ ''تم سالا اکیلا آدمی ہے جو بھیرو کے بارے میں جانت ہو ہم تم کا ایسے کاٹوں گا کہ تم خود بولے گا۔ اے حرامی لوگ۔'' یہ آخری تین الفاظ اس نے اپنے آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہے تھے۔ ''اس دوسرے کو ادھر لے جاؤ اس کمرے میں۔'' اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔

رک جاؤ ٹھاکرے ...... یہ ایسے نہیں بولے گا۔'' مدھو اٹھ کر اس کے قریب آ گئی۔ ''میں بتاتی ہوں یہ کیسے زبان کھولے گا۔''

aazzamm@yahoo.com
www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

ٹھاکرے نے خونخوار نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کے گریبان پر ہاتھ ڈال کر زوردار جھٹکا دیا بلاؤز پھٹ گیا اور مدھو برہنہ ہوگئی۔

''سالی حرامی۔'' ٹھاکرے غرایا۔''ہم کا بتاوت ہے کہ یہ کیسے جبان کھولے گا۔ اپنے یار کو بچانا چاہتی ہے۔''

مدھو کی آنکھوں میں بھی خون اتر آیا اور پھر اس نے جو حرکت کی وہ ہم سب کی توقع کے خلاف تھی۔اس نے بڑی پھرتی سے ساڑھی کی فال میں چھپا ہوا لیڈی آٹومیٹک پستول نکال لیا اور اس کے پہلو سے لگاتے ہوئے غرائی۔

''سالا حرامی.....تم سمجھتے تھے کہ میں انعام کے لالچ میں انہیں یہاں لائی تھیں یہ خنجر پھینک دو اور اپنے آدمیوں سے بھی کہو ہتھیار پھینک دیں ورنہ میں اس چھوٹے سے پستول کی ساری گولیاں تمہارے شریر میں اتار دوں گی۔''

ٹھاکرے اپنی جگہ پر بے حس و حرکت ہو کر رہ گیا مگر اس نے خنجر نہیں پھینکا۔

''میں تین تک گنوں گی اگر تم نے میرے حکم پر عمل نہیں کیا تو گولی چلا دوں گی۔'' مدھو نے کہا اور گنتی گننے لگی۔ابھی اسنے دو ہی کہا تھا کہ ٹھاکرے نے خنجر پھینک دیا اور اپنے آدمیوں کو بھی ہتھیار پھینک دینے کا اشارہ کیا۔

وہ پجاری اس دوران الگ تھلگ بیٹھا رہا تھا لیکن صورت حال بدلتے دیکھ کر وہ بدحواس ہو کر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے دوسری لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا اس کا چہرہ بھی دھواں ہو رہا تھا پجاری اس کا ہاتھ پکڑے آہستہ آہستہ ایک اندرونی دروازے کی طرف کھسکنے لگا۔

ان دونوں آدمیوں نے ہتھیار پھینک دیئے تھے۔ میں نے شکتی کو اشارہ کیا۔ وہ تلوار اٹھانے کے لیے جھکا تو ان دونوں میں سے ایک نے جے کالی ماں کا نعرہ لگاتے ہوئے اس پر چھلانگ لگا دی۔

شکتی بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور پھر سنبھلتے ہوئے اس نے بھی بجرنگ بلی کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اپنے حریف کی کھوپڑی پر ایک زوردار ٹھوکر رسید کر دی۔

دوسرا آدمی بندوق کی طرف لپکا تھا لیکن میں نے اسے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔وہ جیسے ہی جھکا میری ٹھوکر اس کے سینے پر پڑی اور وہ کراہتا ہوا پیچھے الٹ گیا۔میں نے اس پر ایک ٹھوکر اور لگا دی۔

اور ٹھیک اس لمحہ مدھو کی چیخ سنائی دی امرت ٹھاکرے نے بھی اس صورت حال سے پورا پورا فائدہ اٹھایا تھا وہ بڑی تیزی سے نیچے جھکا اور مدھو کو ٹانگوں سے پکڑ کر اچھال دیا۔مدھو چیختی ہوئی شکتی سے ٹکرائی اور وہ دونوں زمین پر ڈھیر ہو گئے۔پستول ابھی تک اس کے ہاتھ میں ہی تھی۔گرتے ہوئے اس کا ٹرائیگر دب گیا تھا۔ٹھاکرے اس وقت اپنا خنجر اٹھانے کے لیے جھک رہا تھا مدھو کے پستول سے نکلی ہوئی گولی اس کی ایک انگلی کی پور کو اڑاتی ہوئی نکل گئی وہ خنجر اٹھائے بغیر ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا اور اس نے بھی اس دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی جہاں پجاری اس لڑکی کو لے کر غائب ہو چکا تھا۔

مدھو اور شکتی آپس میں الجھے ہوئے تھے اور ٹھاکرے کے دونوں آدمی مجھے لپٹ گئے تھے۔وہ کالی

ماں کا نام لے لے کر مجھ پر گھونسے برسا رہے تھے۔ان کم بختوں میں فولاد بھرا ہوا تھا۔وزنی ہتھوڑوں کی ضربیں تھیں جو مجھ پر برس رہی تھیں ایک گھونسہ سر پر لگا تو میرا دماغ گھوم گیا۔آنکھوں کے سامنے نیلی پیلی چنگاریاں سی رقص کرتی رہیں پھر اندھیرے کی چادر پھیلنے لگی میں اپنے سر کو زور زور سے جھٹکے دینے لگا۔

اس دوران فائر کی ایک اور آواز گونجی اس کے ساتھ ہی میرے کان کے قریب ایک چیخ ابھری اور پھر یوں لگا جیسے کوئی درخت جڑ سے اکھڑ کر میرے اوپر آن گرا ہو میں اس کے بوجھ تلے دبتا گیا۔

پھر کسی نے وہ بوجھ میرے اوپر سے اٹھا کر ایک طرف پٹخ دیا۔میں اب بھی زور زور سے سر جھٹک رہا تھا۔میرے دماغ میں دھماکے سے ہو رہے تھے۔لیکن تاریکی بتدریج چھٹنے لگی مجھے دونوں بانہوں سے پکڑ کر اٹھا دیا گیا۔

''گرو.....گرو.....ہوش میں آؤ۔''

یہ شکتی کی آواز تھی جو کسی گہرے کنویں کی تہہ سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔میں نے سر کو دو تین اور جھٹکے دیئے اور پھر میرا ذہن صاف ہوتا چلا گیا۔مجھے شکتی اور مدھو نے سنبھال رکھا تھا۔سامنے قالین پر ان دونوں آدمیوں میں سے ایک کی لاش پڑی تھی اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔

''وہ.....کہاں گئے؟'' میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''وہ بھاگ گئے گرو ادھر سے۔'' شکتی نے اندرونی دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

''چلو.....پکڑو انہیں۔'' میں ایک دم اس دروازے کی طرف لپکا اب میں پوری طرح اپنے حواس میں آ چکا تھا۔

مدھو کی ساڑھی کھل گئی تھی اور وہ پیروں میں الجھ رہی تھی۔اس نے پلو اور فال کو سمیٹ کر ایک ہاتھ میں سنبھالا اور ہمارے ساتھ اس دروازے کی طرف دوڑی پستول اس کے دوسرے ہاتھ میں تھا۔دروازے کی طرف دوڑتے ہوئے میں نے بھی اپنے لباس میں چھپا ہوا پستول نکال لیا تھا۔پہلے جب مدھو نے ٹھاکرے کو اپنے پستول کی زد پر لیا تھا تو مجھے پستول نکالنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

وہ بھی ایک کمرہ تھا جس میں بیڈ وغیرہ لگا ہوا تھا۔اس سے آگے ایک اور دروازہ تھا جو بند تھا میں نے وہ دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر دوسری طرف سے کنڈا لگا ہوا تھا۔

یہ دوپٹ کا دروازہ تھا۔میری اور شکتی کی دو تین مشترکہ ٹکروں سے دروازہ ٹوٹ گیا تھا۔دوسری طرف پہلے چند گز تک راہداری اور پھر تنگ سی سرنگ تھی ہم اس سرنگ میں دوڑتے چلے گئے۔آگے شکتی تھا۔پیچھے میں اور آخر میں مدھو تھی۔

تقریباً سو گز آگے اس سرنگ کے دہانے پر روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ہم دوڑتے ہوئے سرنگ کے دہانے سے باہر آ گئے۔دہانے کے آگے کیکر کی قد آدم کانٹے دار جھاڑیاں تھیں جو دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ہم بڑی مشکل سے ان جھاڑیوں سے باہر آ سکے تھے مجھے حیرت تھی کہ وہ لوگ اتنی جلدی ان کانٹے دار جھاڑیوں سے کیسے نکل گئے تھے۔بائیں طرف دور تک اس قسم کی جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں جبکہ دائیں طرف ایسی جھاڑیاں نہیں تھیں۔

اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا۔آسمان پر مشرق میں بادلوں کے پہرے تیر رہے تھے۔جن پر

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

سورج کی روشنی پڑ رہی تھی اور فضا میں ہلکی سی سرخی تھی۔

میں ایک چھوٹے سے ٹیلے پر چڑھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا اور پھر وہ تین سائے دوڑتے ہوئے نظر آ گئے۔ سب سے آگے پجاری تھا اس کے پیچھے ٹھاکرے اور آخر میں اس کا وہ آدمی جو بعد میں زندہ بچ کر بھاگ نکلا تھا۔

شکتی میرے ساتھ ہی کھڑا تھا۔ اسنے گولی چلادی لیکن وہ لوگ پستول کی رینج سے بہت دور نکل چکے تھے۔ شکتی نے دو تین اور فائر جھونک دیئے۔ گولیوں کی آواز دیر تک پہاڑیوں میں بازگشت پیدا کرتی رہی۔

''بیکار ہے۔'' میں نے کہا۔ ''گولیاں ضائع مت کرو۔'' میں ایک بار پھر دوڑتے ہوئے ان سایوں کی طرف دیکھنے لگا۔ مجھے وہ لڑکی نظر نہیں آ رہی تھی جسے پنڈت اپنے ساتھ لے کر بھاگا تھا ہوسکتا ہے وہ کسی ٹیلے یا جھاڑیوں کی آڑ میں ہو۔

''بھاگ گئے سالے۔''

شکتی کی آواز سن کر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ مدھو ہمارے ساتھ نہیں تھی۔

''مدھو کہاں ہے؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے شکتی کی طرف دیکھا

''مدھو.....'' وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بڑبڑایا اور پھر اونچی آواز میں مدھو کو پکارنے لگا۔

''میں یہاں ہوں۔'' جھاڑیوں کی طرف سے مدھو کی آواز سنائی دی۔ ہم دونوں اس طرف لپکے۔ مدھو جھاڑیوں میں زمین پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کی ساڑھی کئی کانٹوں میں الجھی ہوئی تھی۔ ہم دونوں نے اس کی ساڑھی کو کانٹوں سے نکالا اور واپس کھلی جگہ کی طرف آ رہے تھے کہ میں کسی کے کراہنے کی آواز سن کر چونک گیا مدھو اور شکتی نے بھی یہ آواز سن لی تھی۔ وہ آواز جھاڑیوں کی طرف سے آئی تھی۔ میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پستول سنبھالے جھاڑیوں میں گھس گیا۔

کراہنے کی آواز بدستور سنائی دے رہی تھی۔ ''تقریباً دس گز آگے نکل کر میں ٹھٹک کر رک گیا وہی لڑکی جو مندر سے پجاری کے ساتھ بھاگی تھی، جھاڑیوں میں الجھی زمین پر بیٹھی کراہ رہی تھی۔ اس کے جسم پر مختصر لباس کانٹوں میں الجھا ہوا تھا اس کے چہرے، پنڈلیوں، بانہوں اور بدن کے ہر اس حصے پر خراشیں نظر آ رہی تھی جو لباس کی قید سے آزاد تھے کیکر کے سوئی کی طرح لمبے کانٹوں نے اسے چھلنی کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کے دونوں پیروں میں بھی کئی کانٹے پیوست تھے۔

مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر خون کی پیلاہٹ کچھ اور گہری ہوگئی۔

''مم..... مجھے مت مارنا.....'' وہ خوفزدہ لہجے میں ہکلائی۔ ''بھگوان کے لیے مجھے مت مارنا..... مم..... میں..... میں نردوش ہوں..... میرا کوئی دوش نہیں ہے۔''

''ڈرو نہیں۔ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔'' میں نے کہتے ہوئے پستول جیب میں رکھ لیا اور اس کے قریب بیٹھ گیا۔

اس کے دونوں پیروں میں کئی کانٹے پیوست تھے اور پورے بدن پر کچھ خراشیں گہری تھی جن سے خون بھی رس رہا تھا۔

میں نے شکتی کو آواز دے کر بلالیا اس لڑکی کو دیکھ کر وہ بھی چونک گیا تھا ہم دونوں نے اسے کانٹوں سے نجات دلائی اور تقریباً پندرہ منٹ بعد اسے لے کر جھاڑیوں سے باہر آ گئے۔ مدھو خونخوار نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

لڑکی بہت خوفزدہ تھی اس کا خیال تھا کہ ہم اسے مار ڈالیں گے اور وہ رو رو کر اپنی بے گناہی کا یقین دلا رہی تھی۔

''میں سچ کہتی ہوں۔ میں بالکل نردوش ہوں۔'' وہ کہہ رہی تھی۔ ''شیام مجھے آج صبح لے کر آیا تھا۔ اپنے مہمانوں کی سیوا کے لیے..... میرا ان لوگوں سے اور کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''شیام کون؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''وہی پنڈت شیام جو مجھے چھوڑ کر بھاگ گیا بے غیرت۔'' لڑکی کی باتوں سے مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ سچ کہہ رہی تھی اگر ہمیں یہاں پھنسانے کی کوشش کی گئی تھی تو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا اسے تو فیس دے کر ٹھاکرے کا دل بہلانے کے لیے لایا گیا تھا۔

''کہاں رہتی ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''دل واڑہ بکانیر ہاؤس کے پیچھے۔'' اس نے جواب دیا۔

''چلو..... ہم تمہیں راستے میں نہیں چھوڑ دیں گے لیکن۔'' میں نے اس کے چہرے پر نظر جماتے ہوئے کہا۔ ''لیکن اگر تم نے پولیس کو یا کسی اور کو ہمارے بارے میں بتایا تو ہم تمہیں تلاش کر لیں گے اور پھر تم زندہ نہیں بچو گی۔''

''مم..... میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔ میں تو کل ہی یہ شہر چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔'' اس نے جواب دیا۔

اس سرنگ کے راستے مندر کے تہہ خانے میں جانے کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں تھا اس وقت اندھیرا بھی پھیلنے لگا تھا ہم ٹیلوں میں ایک طویل چکر کاٹتے ہوئے دوسری طرف سڑک پر مندر سے تقریباً سو گز آگے نکل آئے۔ دکانیں اور مندر کی سیڑھیاں وہاں سے صاف نظر آ رہی تھیں جب ہم یہاں آئے تھے تو کئی گاڑیاں کھڑی تھیں اور خاصی رونق تھی لیکن اب وہاں مکمل سناٹا تھا۔ دکانیں بند تھیں اور گاڑیاں تو کیا کسی ذی روح کا بھی نام و نشان نظر نہیں آ رہا تھا البتہ ہماری فیاٹ وہاں کھڑی تھی۔

''شکتی تم جا کر گاڑی لے آؤ ہم یہیں کھڑے ہیں۔'' میں نے کہا اور جیب سے کی رنگ نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

شکتی مندر کی طرف چلا گیا میں نے مدھو کی طرف دیکھا اس کے بلاؤز کو ٹھاکرے نے پھاڑ دیا تھا اپنی برہنگی چھپانے کے لیے اس نے ساڑھی کا پلو پوری طرح سینے پر پھیلا کر اس کے دونوں کونے پیچھے گردن پر باندھ لیے تھے۔ میں دوسری لڑکی کی طرف دیکھنے لگا اور پھر میں نے کمر پر بندھا ہوا چنری جیسا رنگ برنگا پٹکا کھول کر اسکی طرف بڑھا دیا۔ سمترا کا میری کمر پر باندھا ہوا پٹکا اس طرح کام آ گیا تھا البتہ میری بل دار پگڑی لڑائی کے دوران تہہ خانے ہی میں گر گئی تھی اس لڑکی نے پٹکا کھول کر چادر کی طرح جسم پر لپیٹ لیا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

شکتی کار کے قریب پہنچ گیا تھا اور پھر ایک پجاری کو مندر کی سیڑھیوں سے اتر کر اس طرف آتے دیکھ کر میں چونک گیا وہ دو تین منٹ تک آپس میں کچھ باتیں کرتے رہے پھر شکتی کار میں بیٹھ گیا۔

کار ہمارے قریب آ کر رک گئی۔ میں پسنجر زسیٹ پر بیٹھ گیا اور دونوں لڑکیاں پیچھے بیٹھ گئی تھیں۔

''وہ پجاری کیا کہہ رہا تھا۔'' میں نے پوچھا

''کہہ رہا تھا کہ مندر کے تہہ خانے میں کھون ہو گیا ہے۔ مندر کا بڑا پجاری پنڈت شیام اور اس کے مہمان غائب ہیں۔ لوگوں کو جب پتہ چلا تو سب بھاگ گئے اس نے کسی سے کہا تھا کہ جاتے ہوئے نہرو مارگ کی پولیس چوکی میں اطلاع دے دے اسے پریشانی ہے کہ پولیس ابھی تک کیوں نہیں پہنچی مجھ سے کہہ رہا تھا کہ ہم جاتے ہوئے چوکی پر بتا دیں۔''

''اسے تم پر شبہ تو نہیں ہوا تھا؟''

''نہیں۔'' شکتی نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''میں نے اسے بتایا تھا کہ ہم مندر سے نکل کر اس طرف ٹیلوں میں چلے گئے تھے۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ ہمارے بعد مندر میں کیا ہوا تھا۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

کار مندر والی سڑک سے نکل کر مین روڈ پر آ گئی اندھیرا گہرا ہو گیا تھا شکتی نے کار کے ہیڈ لیمپس روشن کر دیئے لیکن اندر کی بتی نہیں جلائی تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد سامنے سے ایک گاڑی آتی ہوئی نظر آئی ہیڈ لیمپس کی روشنیوں کے بیچ میں اوپر سرخ بتی بھی اسپارک کرتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

''پولیس کی گاڑی ہے۔'' شکتی نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اگر رکنے کا اشارہ کیا جائے تو کار روک لینا اور تم سب لوگ ایک بات سن لو۔'' میں نے پیچھے مڑتے ہوئے کہا۔ ''ہم جین مندروں کی یاترا سے آ رہے ہیں ہمیں ہنومان مندر میں ہونے والے کسی واقعہ کا کوئی علم نہیں ہے۔'' میری نظریں اس لڑکی کے چہرے پر مرکز تھیں اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

میرا قیاس درست نکلا سامنے سے آنے والی پولیس کی گاڑی سڑک کے وسط میں کھڑی ہو گئی دو مسلح پولیس والے اتر کر سڑک کے بیچ میں کھڑے ہو گئے تھے۔ شکتی نے ان کے قریب پہنچ کر گاڑی روک لی ایک پولیس والا رائفل تانے وہیں کھڑا رہا اور دوسرا جو سب انسپکٹر تھا نے بارعب لہجے میں پوچھا۔

''جین مندروں کی یاترا کو گئے تھے مہاراج ہم سے کوئی گلتی ہو گئی کیا! شکتی نے لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہنومان مندر بھی گئے تھے؟'' آفیسر نے پوچھا۔

''نہیں مہاراج۔'' شکتی نے جواب دیا۔ ''ہم نے سوچا تھا واپسی پر ہنومان جی کے مندر ضرور جاویں گے مگر میری پتنی یہ بھاگوان، اس نے ہاتھ سے پیچھے بیٹھی ہوئی لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ ''ایک ڈھلان سے کانٹے دار جھاڑیوں میں گر پڑی کانٹوں سے سارا شریر چھل گیا اس لیے ہم ہنومان جی کے مندر بھی نہیں جا سکے کیا منہ لے کر جاوے گی یہ ہنومان جی کے سامنے۔''

سب انسپکٹر نے جھک کر پہلے مجھے اور پھر پیچھے دیکھا ہم شریف آدمی تھے ہمارے ساتھ دو عورتیں

تھیں ہم تو کسی جرم میں ملوث ہو ہی نہیں سکتے تھے اور پھر اس وقت پیچھے سے جین مندروں کی طرف سے آنے والی آخری بس بھی پہنچ گئی سب انسپکٹر نے ہمیں جانے کا اشارہ کیا اور بس کو روکنے کے لیے ہاتھ اٹھا دیا۔

''باقی راستے میں کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا شکتی کار کو مختلف سڑکوں پر گھماتا ہوا بیکانیر ہاؤس (پیلس ہوٹل) کے پچھلی طرف لے گیا وہ لڑکی راستے ہی میں اترنا چاہتی تھی مگر شکتی اسے گھر تک پہنچانا چاہتا تھا۔ وہ راستہ بتاتی رہی اور بالآخر شکتی نے کار ایک بنگلے کے سامنے روک لی وہ لڑکی ہمارا شکریہ ادا کر کے کار سے اتر گئی۔ شکتی نے اس وقت تک کار آگے نہیں بڑھائی جب تک بنگلے کا گیٹ کھلنے کے بعد وہ لڑکی اندر نہیں چلی گئی۔

''اب تمہیں جہاں جانا ہے گاڑی اس طرف موڑ لو۔'' میں نے کہا۔

''اپن نے ایک کھولی کرائے پر لے لی ہے گرو تم بھی دیکھ لو۔'' شکتی نے کار ایک سڑک پر گھماتے ہوئے کہا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد اس نے کار ایک پرانی سی عمارت کے سامنے روک لی اور ہم نیچے اتر آئے۔ وہ عمارت کسی زمانے میں پرشکوہ حویلی رہی ہو گی مگر اب کسی کھنڈر کا منظر پیش کر رہی تھی اس میں ایک دوسرے سے فاصلے پر چند مکان ایسے تھے جو اب بھی رہائش کے قابل تھے اور انہی میں ایک مکان شکتی نے لے لیا تھا یوں تو اس مکان کے تین کمرے تھے لیکن رہائش کے قابل ایک ہی تھا ایک کمرے کی آدھی چھت گری ہوئی تھی اور دوسرے کی چھت سرے سے تھی ہی نہیں۔

کمرے میں ایک چارپائی، دو کرسیاں اور ضرورت کی دوسری چیزیں موجود تھیں۔

''بیٹھو گرو۔'' شکتی نے ایک کرسی صاف کر دی پھر مدھو کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''گرو کے لیے چائے بنا..... اچھی سی۔''

مدھو اس کمرے میں چلی گئی جس کی چھت آدھی تھی تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ بغیر دودھ کی چائے بنا کر لے آئی۔

''ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔'' میں نے مدھو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم نے پہلے ہمیں وہاں پھنسایا کیوں تھا؟''

''میں نے ریسٹورنٹ میں تم لوگوں کی باتیں سن لی تھیں۔'' مدھو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''مندر پہنچ کر میں نے سوچا کہ ٹھاکرے تک پہنچنے کے لیے پتہ نہیں تم لوگ کونسا طریقہ اختیار کرو اور اس میں کامیابی ہو نہ ہو لہٰذا میں نے پجاری شیام لال کو بتا دیا کہ ٹھاکرے کو جس شخص کی تلاش ہے وہ اس وقت میرے ساتھ مندر میں موجود ہے۔ شیام لال مجھے ایک خفیہ راستے سے تہہ خانے میں ٹھاکرے کے پاس لے گیا اور وہیں یہ منصوبہ بنا کر تم دونوں کو کس طرح تہہ خانے میں لایا جائے... تم دونوں کے بارے میں مجھے پورا وشواش تھا کہ تم ان کے قابو میں نہیں آؤ گے ویسے میں بھی پوری طرح تیار تھی۔''

''تم تو واقعی بہت ہوشیار نکلیں۔'' میں نے اس کی تعریف کی۔

چائے پینے کے بعد میں زیادہ دیر وہاں نہیں رکا۔ شکتی عمارت کے باہر تک مجھے رخصت کرنے کے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

لیے آیا میں نے کار میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا اور اس کی طرف ہاتھ ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔

دو تین روز گزر گئے اس دوران ٹیلی فون پر شکتی سے شہر کی خبریں تو معلوم ہوتی رہیں مگر کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا امرت ٹھاکرے اور ہنومان مندر کے پجاری پنڈت شیام لال کے بارے میں بھی کوئی خبر نہیں تھی۔

شکتی اور اس کے ساتھی ناگ راج کا ٹھکانہ تلاش کر رہے تھے مگر ابھی تک اس سلسلے میں بھی کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

چوتھے روز شکتی سے فون پر ملنے والی خبر بڑی دھماکہ خیز تھی پولیس نے پنڈت شیام لال کو شہر سے پندرہ کوس دور پہاڑیوں میں ایک جین مندر سے گرفتار کر لیا تھا پہلے تو وہ پولیس کو کچھ بتانے کو تیار نہیں تھا لیکن جب اسے مندر کے تہہ خانے میں ملنے والی لاشوں کے حوالے سے قتل کے کیس میں پھنسانے کی دھمکی دی گئی تو اس نے سب کچھ بک دیا۔

پنڈت شیام لال کے کہنے کے مطابق چند روز پہلے وشمبر ناتھ ٹھاکرے اور اس کے ساتھیوں کو مندر میں لے کر آیا تھا۔ وشمبر نے یہ انکشاف کیا تھا کہ اچال شوار مندر کا پنڈت بھیرو زندہ ہے اور شہر ہی میں کسی جگہ روپوش ہے اور یہ کہ وہ مندر کی ساری دولت بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ پنڈت بھیرو کے ٹھکانے سے صرف ایک آدمی واقف ہے وہ پاکستانی آتنک وادی جوسر کار اور ناگ راج کو بھی مطلوب ہے۔

پنڈت شیام لال کے بیان کے مطابق ٹھاکرے اور وشمبر نے اس پاکستان آتنک وادی کے ذریعے پنڈت بھیرو تک پہنچنے کا منصوبہ بنایا لیکن اس دوران وشمبر کو قتل کر دیا گیا اور پھر چند روز پہلے وہ پاکستانی آتنک وادی اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ جن میں ایک لڑکی بھی تھی اچانک ہی ہنومان مندر پہنچ گیا انہیں کسی نہ کسی طرح مندر کے تہہ خانے میں پہنچا دیا گیا مگر وہ بڑے زبردست نکلے ٹھاکرے کا ایک آدمی ان کے ہاتھوں مارا گیا اور ٹھاکرے اور ان لوگوں کو اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگنا پڑا۔ ٹھاکرے اپنے زندہ بچ جانے والے ساتھی کے ہمراہ پہاڑیوں میں کہیں غائب ہو گیا اور وہ خود پہاڑیوں میں بھٹکتا ہوا اگلے روز دوپہر کو اس جین مندر میں پہنچ گیا۔

اس اطلاع کا دھماکہ خیز پہلو یہ تھا کہ پولیس نے اب میرے ساتھ پنڈت بھیرو کی تلاش بھی شروع کر دی تھی۔ بھیرو اب کسی مندر کا پنڈت نہیں رہا تھا اس کی وہ حیثیت ختم ہو چکی تھی۔ اس کے قبضے میں کروڑوں روپے کی دولت تھی اصولی طور یہ دولت اگر یہ مندر کی ملکیت تھی مگر ہر شخص اسے حاصل کرنے کا آرزو مند تھا۔ وشمبر سنگھ جس نے اس دولت کے لیے اپنے گرو ناگ راج سے بغاوت کر دی تھی اور میرے ہاتھوں مارا گیا تھا امرت ٹھاکرے اور اب پولیس۔ پولیس کے بعض اعلیٰ آفیسر اس معاملے میں خاصی دلچسپی لے رہے تھے وہ بھی ہر قیمت پر پنڈت بھیرو کو تلاش کرنا چاہتے تھے تاکہ اس کی دولت پر قبضہ کر سکیں۔

میں نے پنڈت بھیرو کو اس خبر کی ہوا تک نہیں لگنے دی اس طرح اس کے بدک جانے کا اندیشہ تھا اور ہو سکتا ہے وہ کوئی ایسی حماقت کر بیٹھے جس سے وہ خود ہی ان کے جال میں پھنس جائے البتہ میں نے اسے یہ بتا دیا کہ ٹھاکرے کے بھاگ جانے سے صورتحال کچھ بگڑ گئی ہے اس لیے چند روز تک اسے محتاط رہنا ہوگا۔ محتاط تو وہ پہلے ہی تھا۔ مندر سے فرار ہونے کے بعد اس نے اس بنگلے میں پناہ لی تھی اور کبھی باہر جھانک

کر دیکھا تک نہیں تھا وہ تو میں ہی تھا جس نے اس رات اسے بنگلہ سے باہر نکالا تھا اور ناگ راج نے اسے چھنی انگلی سے شناخت کر لیا تھا اور اب تو میرے خیال میں وہ اپنے کمرے سے بھی باہر نہیں نکلے گا۔

امرت ٹھاکرے کی مجھے پروا نہیں تھی اگر وہ یا کوئی اور بھیرو کو قتل کر کے اس کی دولت پر قبضہ کر لیتا ہے تو میری بلا سے میرے پلے سے کیا جاتا تھا مجھے سب سے زیادہ فکر ناگ راج کی تھی میں اسے ہر قیمت پر تلاش کرنا چاہتا تھا اگر وہ اس شہر سے نکل گیا تو پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس کا زندہ بچ کر نکل جانا میرے ہم وطنوں کے لیے بہت بڑا عذاب بن سکتا تھا۔

میں نے اس انجکشن کے اثرات دیکھے تھے پہلی مرتبہ جب روی پنڈت کو وہ انجکشن لگا تھا تو وہ جھٹکے کھا کھا کر اذیت کا شکار ہو کر مرا تھا اور پھر اس نے اس انجکشن میں کچھ تبدیلیاں کی تھیں اور یہ اس کا آخری تجربہ تھا جو اس کی توقع سے کہیں زیادہ بڑھ کر کامیاب ہوا تھا۔ رادھا نے جس طرح تڑپ تڑپ کر جان دی تھی وہ منظر میں زندگی بھر نہیں بھلا سکوں گا۔ اس کے نہ صرف ناک کان اور منہ سے خون بہہ نکلا تھا بلکہ اس کے پورے جسم کی جلد بھی پھٹ گئی تھی وہ منظر یاد کر کے میں کانپ اٹھا یہ انجکشن دہشت گردی کے مقاصد کے لیے میرے بے گناہ ہم وطنوں پر استعمال کیا جانے والا تھا اور اس لیے مجھے ناگ راج کی تلاش تھی میں اسے اس شہر سے نکلنے سے پہلے ہی ختم کر دینا چاہتا تھا۔

اس رات نجانے مجھے کیسے ڈاکٹر شانتا کا خیال آ گیا۔ اس کے گھر اور کلینک دونوں جگہوں پر ٹیلی فون تو تھے مگر مجھے ان میں سے کسی کا نمبر معلوم نہیں تھا۔ ٹیلی فون کے آس پاس مجھے ڈائریکٹری بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی میں نے سترا سے پوچھا تو اس نے میز کی دراز سے ڈائریکٹری نکال مجھے دے دی چند صفحات پر مشتمل یہ ایک خوبصورت کتابچہ تھا۔ ماؤنٹ آبو کا کوئی بھی ٹیلی فون نمبر چار ہندسوں سے متجاوز نہیں تھا۔ تمام نمبروں کے لیے اگرچہ دو تین صفحات ہی کافی تھے مگر ان کے ساتھ راجستھان کے بڑے بڑے شہروں کے اہم فون نمبر بھی دیئے ہوئے تھے اور باقی صفحات اشتہارات سے بھرے ہوئے تھے۔

ڈائریکٹری میں شانتا نام سے تین ٹیلی فون نمبر تھے۔ ایک شانتا رام جو قدیم عمارتوں کی دیکھ بھال اور تعمیرات کا ٹھیکیدار تھا۔ ڈائریکٹری میں اس کے نام کا پورے صفحہ کا ایک اشتہار بھی تھا دوسرا نمبر شانتا بہل کے نام سے تھا اور پتہ ایک شراب خانے کا تھا۔ تیسرا نمبر شانتا کماری کے نام کا تھا اس کے آگے ڈاکٹر لکھا ہوا تھا اور ایڈریس بھی اس کے کلینک کا تھا۔

میں نے ڈائریکٹری ایک طرف رکھ کر وہ نمبر ملایا اس وقت رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے کلینک بند ہو چکا تھا اور شانتا یقیناً اپنے بنگلہ میں ہوگی۔ کلینک والے فون کی گھنٹی کی آواز اندرونی کمروں تک ضرور جاتی ہوگی۔ گھنٹی بجتی رہی اور میں کال ریسیو ہونے کا انتظار کرتا رہا۔

دس بارہ مرتبہ گھنٹی بج چکی تھی۔ میں مایوس ہو کر ریسیور رکھنے ہی والا تھا کہ دوسری طرف سے کال ریسیو کر لی گئی اور ایک مدھم سی نسوانی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

"ہیلو۔"

"ڈاکٹر شانتا؟" میں نے پوچھا فون پر اس کی آواز سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔

"بول رہی ہوں ..... آپ کون؟" اس نے پوچھا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''شانتا میں نا جی بول رہا ہوں۔ یاد ہے نا؟ مجھے بھولی تو نہیں؟'' میں نے کہا۔

''تمہیں کیسے بھول سکتی ہوں مگر تم کہاں غائب ہو..... ایک منٹ۔'' وہ ایک لمحہ کو رکی پھر بولی۔ ''میں تمہیں دوسرا نمبر دیتی ہوں اس پر فون کرو۔''

میں نے اس کا بتایا ہوا نمبر ذہن نشین کرلیا اور ریسیور رکھ دیا۔ تقریباً دو منٹ بعد میں نے دوبارہ ریسیور اٹھا کر وہ نمبر ملایا اس مرتبہ پہلی گھنٹی پر ہی کال ریسیو کرلی گئی۔

''کوئی خاص بات؟'' میں نے شانتا کی آواز سنتے ہی کہا۔

''ہاں..... میں تین چار دن سے تمہیں تلاش کر رہی تھی مگر ناگ راج جیسا آدمی آج تک تمہارا کھوج نہ لگا سکا۔ میں اپنے مقصد میں کیسے کامیاب ہو جاتی۔'' شانتا نے کہا۔

''اسے کہتے ہیں نا کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''تم مجھے کھوج رہی تھیں اور آج میں نے خود ہی تم سے رابطہ کرلیا۔ کہو..... وہ خاص بات کیا ہے؟''

''ناگ راج تم سے چھپتا پھر رہا ہے اور تم اس کی تلاش میں ہو اس کا کوئی سراغ ملا؟'' شانتا نے پوچھا۔

''ابھی نہیں لیکن میں جلد ہی اسے ڈھونڈ نکالوں گا لیکن کیا۔'' میں ایک لمحہ کو خاموش ہوا میرے ذہن میں اچانک ہی ایک اور خیال ابھرا۔ ''کیا تمہیں اس کا کوئی سراغ مل گیا ہے؟''

''یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن میں نے بیلا کا پتہ لگا لیا ہے۔'' شانتا نے کہا۔

''کیا؟'' میں اچھل پڑا۔ ''کہاں ہے وہ؟ ناگ راج بھی یقیناً اس کے ساتھ ہوگا کہاں دیکھا تھا تم نے بیلا کو؟''

''یہ چار دن پہلے کی بات ہے۔'' شانتا بتانے لگی۔ ''صبح چار بجے کے قریب دو آدمی میرے گھر پر آ گئے وہ کسی مریض کو دکھانے کے لیے مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے میں نے انکار کیا تو ان میں سے ایک نے پستول نکال لیا اس طرح وہ گن پوائنٹ پر مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ تقریباً ایک گھنٹے تک کار میں سفر کرنے کے بعد انہوں نے میری آنکھوں کی پٹی کھولی تو میں ایک کمرے میں تھی اور میرے سامنے بیڈ پر بیلا پڑی ہوئی تھی۔

''بیلا..... کیا ہوا تھا اسے؟'' میں نے پوچھا۔

''ابورشن۔'' شانتا نے جواب دیا۔ ''ابھی پہلا ہی مہینہ تھا۔ شروع کے تین مہینے تو عورت کے لیے نہایت خطرناک ہوتے ہیں لیکن بیلا جیسی لڑکیاں آرام سے تھوڑی بیٹھتی ہیں کدکڑے لگاتی پھرتی ہیں اور بیلا کی زندگی تو دوسری لڑکیوں سے بہت مختلف ہے وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ ''انہوں نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ مریضہ کو کیا تکلیف ہے بیلا کی حالت دیکھ کر میں نے اسے اسپتال لے جانے کا مشورہ دیا لیکن وہ وہیں پر اس کا علاج کروانا چاہتے تھے میں نے ایک آدمی کو بھیج کر بازار سے کچھ چیزیں منگوالیں۔

''مجھے وہ پورا دن اور پوری رات وہیں رہنا پڑا میں اس ایک کمرے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی مجھے کمرے سے باہر نکلنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔''

''تو پھر تمہیں یہ تو پتہ نہیں چلا ہوگا کہ وہ کونسی جگہ تھی؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نے پتہ چلا لیا تھا۔'' شانتا نے جواب دیا۔ ''کھڑکی کے سامنے بھی اگرچہ دبیز پردہ پڑا رہتا تھا اور ایک آدمی چوبیس گھنٹے کھڑکی میں موجود رہتا تھا مگر ایک مرتبہ موقع پا کر میں نے کھڑکی سے باہر جھانک لیا تھا وہ پریم پہاڑی پر کوئی کاٹیج ہے۔''

''پریم پہاڑی!'' میں لہجے میں حیرت تھی۔ ''یہ کونسی جگہ ہے؟''

''حیرت ہے ماؤنٹ آبو میں رہتے ہوئے تم آج تک اس جگہ کے بارے میں نہیں جان سکے۔ بہرحال شہر میں کسی سے بھی پوچھ لو گے تو تمہیں اس پہاڑی کے بارے میں بتا دیا جائے گا۔''

تو کیا مجھے اس پہاڑی کو کاٹ کر دودھ کی نہر کھودنی ہوگی۔'' میں نے کہا۔

''نہیں وہ کاٹیج تلاش کرنا ہے۔'' شانتا نے جواب دیا۔ ''مجھے جس کاٹیج میں لے جایا گیا تھا اس کے مشرق کی طرف تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر جو کاٹیج ہے اس کے برآمدے کی چھت پر گنیش دیوتا کی بہت بڑی مورتی بنی ہوئی ہے ان دونوں کاٹیج کے بیچ میں اور کوئی کاٹیج نہیں ہے اگر تم وہ گنیش دیوتا والا کاٹیج تلاش کرلو تو اس کاٹیج تک آسانی سے پہنچ جاؤ گے۔''

''بیلا کے علاوہ میں نے صرف وہی دو آدمی دیکھے تھے جو مجھے وہاں لے کر گئے تھے ہوسکتا ہے ناگ راج اس کاٹیج کے کسی اور کمرے میں ہو یا ہوسکتا ہے وہ کہیں اور ہو بہرحال یہ سب کچھ تمہیں خود معلوم کرنا پڑے گا۔'' شانتا نے جواب دیا۔

''تمہیں دوبارہ بھی وہاں لے جایا گیا تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں۔'' شانتا کی آواز سنائی دی۔ ''وہ پورا دن اور پوری رات میں وہاں رہی تھی۔ بیلا کی حالت سنبھل گئی تھی میں نے کچھ دوائیں وغیرہ منگوا دی تھیں کہ وہ باقاعدگی سے اسے استعمال کراتے رہیں اگلے روز وہ لوگ صبح کی روشنی پھیلنے سے پہلے ہی مجھے میرے بنگلے پر چھوڑ گئے تھے اس کے بعد انہوں نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا۔ میرا خیال ہے بیلا ٹھیک ہی ہوگی۔''

''ٹھیک ہے شانتا۔ میں کل رات کسی وقت تم سے ملوں گا۔'' میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

شانتا نے واقعی بڑا کام کیا تھا اور یہ محض اتفاق ہی تھا کہ آج مجھے اس کا خیال آ گیا تھا اور میں نے اسے فون کرلیا تھا۔ اگر شانتا کو فون نہ کرتا تو اتنی اہم معلومات حاصل نہ ہوتیں۔

رتنا بھی میرے قریب آ کر بیٹھ گئی اور میں اسے شانتا کے بارے میں بتانے لگا پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ پریم پہاڑی کہاں ہے؟''

''پریم پہاڑی!'' اس نے مجھے گھورا۔ ''پریم پہاڑی وہ جگہ ہے جہاں پیار کرنے والوں پر کوئی پابندی نہیں۔ ہر ملک کے کسی نہ کسی شہر میں کوئی نہ کوئی ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ مادر پدر آزاد قسم کے لوگ ایسی جگہوں پر جا کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں لندن کا ہائیڈ پارک بہت مشہور جگہ ہے وہاں لوگ ہر قسم کی باتیں کسی خوف کے بغیر آزادی سے کہہ سکتے ہیں وہاں نہ صرف ملکہ کو بھی غلیظ گالیاں دی جاتی ہیں بلکہ مریم اور عیسیٰ کے بھی بخیے ادھیڑ دیئے جاتے ہیں اس طرح کولابو میں چھتری پارک بہت شہرت رکھتا ہے۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''اس پارک کا نام تو

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

کچھ اور ہے مگر چھتری پارک کے نام سے مشہور ہے وہاں داخل ہونے والے ہر شخص کے ہاتھ میں تمہیں ایک چھتری ضرور نظر آئے گی اور پارک کے اندر جگہ جگہ تمہیں زمین پر لاتعداد کھلی ہوئی چھتریاں نظر آئیں گی اور ہر چھتری کے پیچھے تمہیں ایسا ہوشربا نظارہ دکھائی دے گا کہ تم سانس لینا بھول جاؤ گے۔ سمجھ لو کہ ایسے نظارے میاں بیوی کے بیڈروم میں ہی دیکھے جا سکتے ہیں اگر جھانکنے کا موقع ملے تو ماؤنٹ آبو کی پریم پہاڑی'' اس نے خاموش ہو کر گہرا سانس لیا پھر بولی۔ ''پریم پہاڑی بھی ایسی ہی جگہ ہے وہاں اگرچہ کاٹیج بھی ہیں لیکن نیچر کے اصلی سواد سے لطف اندوز ہونے والے جھاڑیوں اور پودوں کی آڑ لیتے ہیں اور بعض لوگ تو یہ تکلف بھی نہیں کرتے مگر.....''

''مگر کیا.....؟'' میں نے الجھی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''سنا ہے کہ کچھ عرصہ پہلے وہاں بھی پابندی لگا دی گئی تھی صرف انہی لوگوں کو جانے کی اجازت دی جاتی ہے جنہوں نے وہاں کاٹیج لے رکھے ہیں۔''

''اوہ۔'' میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ ''وہاں کاٹیج کرائے پر بھی تو ملتے ہوں گے۔''

''مگر ایسی بے چینی کیا ہے تم وہاں کیوں جانا چاہتے ہو؟'' رتنا بولی۔

''بیلا وہاں ایک کاٹیج میں رہائش پذیر ہے اور ہو سکتا ہے ناگ راج بھی وہاں موجود ہو۔'' میں نے جواب دیا۔

''دراصل پچھلے سال وہاں پے در پے قتل کی چند وارداتیں ہو گئی ہیں اس کے بعد ہی وہاں پابندی لگا دی گئی کچھ عرصہ تو تمام کاٹیج بھی ویران رہے لیکن پھر کاٹیج پر سے پابندی اٹھا لی گئی کسی برائی پر پابندی لگا دینے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ برائی واقعی ختم ہو گئی ہے بلکہ اسے چوری چھپے کچھ اور فروغ ملتا ہے پریم پہاڑی کی صورت حال بھی کچھ ایسی ہی ہے انڈین ٹورازم کا مقامی دفتر پریم پہاڑی کے لیے پاس جاری کرتا ہے اور گھوس کھلا کر تو کوئی بھی کام کرایا جا سکتا ہے۔''

''گڈ آئیڈیا۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔ ''ایسا ہی کرنا پڑے گا۔''

میرے ذہن میں شکتی کا خیال ابھر آیا۔ میرے خیال میں وہ کوئی ایسا بندوبست کر سکتا ہے کہ ہمیں پریم پہاڑی پر جانے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ میں نے دیوار پر لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ اس وقت شکتی کو تلاش کرنا مشکل تھا وہ نجانے کہاں ہو گا۔

بھیرو کو میں نے دن سے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں بند ہو کر رہ گیا تھا۔ شراب اور سمترا کمرے میں یہی دو چیزیں اس کی رفیق تھیں البتہ سمترا کو جب بھی موقع ملتا وہ کمرے سے باہر آ جاتی۔ میری اور رتنا کی سیوا کی ذمے داریاں بھی وہ بخوبی نباہ رہی تھی۔

اس رات میں ایک بجے کے قریب سونے کے لیے اپنے کمرے میں چلا گیا اور اتفاق سے مجھے فوراً ہی نیند بھی آ گئی۔

شکتی نے نہ صرف انڈین ٹورازم کے دفتر سے پریم پہاڑی کا پاس حاصل کر لیا تھا بلکہ اس نے وہاں ایک کاٹیج بھی لے لیا تھا وہ گاڑی بھی کرائے پر لی تھی جس پر ہم اس وقت سفر کر رہے تھے اس کا رکا بندوبست بھی شکتی ہی نے کیا تھا۔

شکتی ڈرائیونگ کر رہا تھا اور میں پسنجر سیٹ پر تھا۔ پچھلی سیٹ پر مدھو اور رتنا بیٹھی ہوئی تھیں ان دونوں نے جینز اور ٹی شرٹس پہن رکھی تھیں یوں تو وہ دونوں حسین تھیں مگر اپنے آپ کو حسین تر بنانے میں انہوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

شہر کے مشرق میں تقریباً ایک گھنٹہ سفر کرنے کے بعد شکتی نے کار ایک تنگ سے پہاڑی راستے پر موڑ لی تقریباً ایک میل آگے پریم پہاڑی تھی اس پہاڑی پر سبزہ کچھ زیادہ ہی تھا۔ رنگ برنگ پھولوں سے لدی ہوئی جھاڑیاں دبیز گھاس اور گنجان درخت..... پہاڑی کے راستے پر صرف ایک مختصر سی چوکی تھی جہاں صرف دو پولیس کانسٹیبل تعینات تھے۔ شکتی نے ٹورازم آفس کے اجازت نامے کے ساتھ پچاس کا ایک نوٹ بھی کانسٹیبل کی طرف بڑھا دیا تھا۔ کانسٹیبل کی باچھیں کھل اٹھیں۔ اس وقت سورج غروب ہونے میں تقریباً ایک گھنٹہ باقی تھا پہاڑی پر کئی راستے تھے۔ شکتی مختلف راستوں پر کار دوڑاتا رہا۔ یہ پہاڑی تین چار میل کے رقبے میں پھیلی ہوئی تھی کاٹیج ایک دوسرے سے بہت دور دور تھے۔

شکتی ہر کاٹیج کے قریب سے گزرتے ہوئے کار کی رفتار کم کر لیتا اور ہم سب کاٹیج کی طرف دیکھنے لگتے لیکن کسی کاٹیج کے برآمدے کی چھت پر گنیش دیوتا کی مورتی نظر نہیں آئی۔

ایک جگہ شکتی نے کار روک لی اور ہم سب اس کاٹیج کی طرف دیکھنے لگے جو سڑک سے بہت ہٹ کر اونچی جگہ پر بنا ہوا تھا اور مغربی پہاڑی کے پیچھے غروب ہوتے ہوئے سورج کی الوداعی کرنیں اس کاٹیج پر پڑ رہی تھیں اور کاٹیج کے برآمدے کی چھت پر گنیش دیوتا کی بہت بڑی مورتی رخصت ہوتی ہوئی زرد دھوپ میں چمک رہی تھی۔

میں نے گردن گھما کر اس کاٹیج کی سیدھ میں مغرب کی طرف دیکھا وہاں سے ڈیڑھ دو سو گز دور ایک پہاڑی پر وہ کاٹیج نظر آ رہا تھا جس کی ہمیں تلاش تھی۔ سرخ کھپریل کی چھت والے اس کاٹیج کے ایک کمرے کی کھڑکی بھی اس طرف نظر آ رہی تھی اور غالباً یہ وہی کھڑکی تھی جہاں سے شانتا نے گنیش دیوتا کی مورتی والا یہ کاٹیج دیکھا تھا۔

''ہمارا اپنا کاٹیج وہاں سے نصف میل کے فاصلے پر تھا دو کمروں کا فرنشڈ کاٹیج تھا ہم لوگ کھانے پینے کا سامان ساتھ لے کر آئے تھے جو کار سے نکال کر کچن میں پہنچا دیا گیا اور مدھو الیکٹرک ہیٹر پر چائے تیار کرنے لگی۔

ہم تقریباً دس بجے کے قریب اپنے کاٹیج سے نکلے کار وہیں چھوڑ دی گئی تھی میرے پاس کار کا کوف رائفل تھی جبکہ ان تینوں کے پاس پستول تھے۔ گنیش دیوتا کی مورتی والے کاٹیج سے ہم اس پہاڑی کی طرف بڑھنے لگے۔

وہ کاٹیج غالباً تین چار کمروں پر مشتمل تھا۔ ہماری طرف کم از کم دو کھڑکیوں میں روشنی نظر آ رہی تھی۔ بائیں طرف بھی کسی کھڑکی سے روشنی جھلک رہی تھی ہم بہت محتاط ہو کر اس پہاڑی پر چڑھنے لگے اوپر جا کر ہم ایک جگہ رک گئے اور پھر دو ٹولیوں میں بٹ گئے۔ مدھو میرے ساتھ تھی اور رتنا شکتی کے ساتھ وہ ٹولی کاٹیج کے بائیں طرف چلے گئے اور ہم دائیں طرف بڑھ گئے۔

کاٹیج کے قریب پہنچ کر میں نے کھڑکیوں سے اندر جھانکنے کی کوشش کی مگر اندر کی طرف دبیز

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

پردے پڑے ہوئے تھے۔ ایک کمرے سے کچھ آوازیں تو سنائی دے رہی تھیں مگر کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا میں مدھو کو اشارہ کرتا ہوا کاٹیج کی دیوار کے ساتھ مڑ گیا۔ میں کچھ اور آگے بڑھنا چاہتا تھا لیکن اسی لمحہ عقب سے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی

''تم دونوں اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرو گے ہاتھ اوپر اٹھالو۔'' یہ آواز میرے لیے بم کے دھماکے سے کم ثابت نہیں ہوئی تھی۔ مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ ہمیں اس کاٹیج کی طرف آتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا اور وہ لوگ ہمارے استقبال کو تیار ہو گئے تھے۔

''ہتھیار پھینک دو اور ہاتھ اوپر اٹھالو۔'' وہ غراہٹ دوبارہ سنائی دی۔ ''اب اگر ایک لمحہ کی تاخیر ہوئی تو فائر کھول دوں گا۔''

میں نے آواز سے اپنے عقب میں اس شخص کی سمت اور فاصلے کا انداز لگالیا اور دوسرے ہی لمحے بڑی تیزی سے نیچے گر کر لوٹ لگاتے ہوئے فائر کھول دیا۔

اس شخص نے بھی فائر کھول دیا تھا اسکے پاس بھی آٹومیٹک رائفل تھی اس کی چلائی ہوئی گولیاں میرے اوپر سے ہوتی ہوئی کاٹیج کی دیوار میں پیوست ہوگئیں جبکہ میری رائفل سے نکلی ہوئی چند گولیوں نے اسے ڈھیر کر دیا فائرنگ کی آواز کے ساتھ اس کے چیخنے کی آواز بھی سناٹے میں گونج گئی تھی۔

اسکے ساتھ ہی مجھے مدھو کی چیخ بھی سنائی دی تھی۔ میں اٹھ کر اس کی طرف لپکا فائرنگ شروع ہوتے ہی اس نے بھی ایک طرف چھلانگ لگا دی تھی اور اس کا پیر رپٹ گیا تھا وہ چیختی ہوئی ڈھلان پر لڑھک گئی تھی۔ میں نے دوڑ کر اسے پکڑ لیا۔

''اس طرف بھاگو۔'' میں اسے پکڑ کر ایک طرف دوڑنے لگا۔

دوسری طرف سے بھی فائرنگ شروع ہوگئی تھی۔ مدھو کی ٹانگ پر چوٹ لگی تھی اور اسے دوڑنے میں دشواری پیش آرہی تھی اس کا پستول بھی کہیں گر گیا تھا وہ ایک جگہ پھر ٹھوکر کھا کر گری میں بھی لڑکھڑا گیا تھا۔

وہ اس شخص کی لاش تھی جو میری گولیوں سے مرا تھا اس کی رائفل بھی قریب ہی پڑی ہوئی تھی میں نے وہ رائفل اٹھا کر مدھو کے ہاتھ میں تھما دی اس کے ساتھ ہی میں نے مدھو کو دھکا دیتے ہوئے ایک طرف چھلانگ لگا دی اگر ایک لمحہ کی بھی تاخیر ہو جاتی تو درجنوں گولیاں ہم دونوں کو چھلنی کر دیتیں۔

میں نے سنبھلتے ہی فائر کھول دیا تھا۔ مدھو بھی اب سنبھل چکی تھی اور وہ بھی رائفل سے فائر کر رہی تھی۔

کاٹیج کے دوسری طرف سے بھی فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں لیکن چند منٹ بعد ہی فائرنگ کا زور ٹوٹ گیا پھر مختلف سمتوں سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور پھر سناٹا چھا گیا میں اپنی جگہ پر دبکا رہا۔

دو منٹ گزر گئے اور پھر کاٹیج کے سامنے کے رخ سے شکتی کی آواز سنائی دی۔ ''گرو..... گرو کہاں ہو تم.....؟''

''میں یہاں ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور مدھو کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ گیا۔

شکتی برآمدے کے سامنے کھڑا تھا اور کھلا دروازے میں اس کا رخ اندر کی طرف تھا اور اس نے

پستول تان رکھا تھا۔

''بھاگ گئے سالے۔ ڈرپوک۔'' شکتی بولا۔

''اندر کون ہے؟'' میں نے برآمدے کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔

''ایک دلچسپ چیز۔ دیکھو گے تو منہ میں پانی بھر آئے گا۔'' شکتی نے جواب دیا۔

شکتی کو میں نے یہ نہیں بتایا تھا کہ ہم بیلا کے چکر میں یہاں آئے تھے اور میرا خیال تھا کہ وہ بیلا ہوگی جسے دیکھ کر شکتی خوش ہو رہا تھا لیکن دروازے میں قدم رکھتے ہی میں ٹھٹک گیا اور اسکے ساتھ ہی میرے ہونٹوں پر بے اختیار خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔

''وہ ایک بجرا تھا جو سامنے ہی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ بھونڈے انداز میں تھپا ہوا میک اپ اور خوف سے اس کا چہرہ کچھ اور بھی بگڑ گیا تھا اس نے زنانہ کپڑے پہن رکھے تھے۔

''ابے او چھکے۔'' شکتی آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ ''سچ بتا تیرا ان لوگوں سے کیا تعلق ہے ورنہ کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گا۔''

''کک..... کوئی ناتہ نہیں ہے۔'' وہ ہیجڑہ خوف سے کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''یہ لوگ آج دن میں مجھے یہاں لے کر آئے تھے۔ موج میلے کے لیے مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے سالے۔ ہائے رام۔ اب میں کیا کروں کدھر جاؤں۔''

''میں تمہیں یہاں سے سیدھا نرک میں بھیج دوں گا۔ وہاں موج میلا کرتے رہنا۔'' شکتی نے اسے گھورا۔

''جب تم آئے تھے تو یہاں کون تھا؟'' میں نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

''ایک چھوکری تھی..... بچہ گرا کر بیمار پڑی تھی اس کھاٹ پر میں آئی تو وہ چلی گئی۔'' چھکے نے جواب دیا۔

مجھے صورت حال کا اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ انہیں آج دوپہر ہی کسی طرح ہمارے بارے میں پتہ چل گیا تھا اور بیلا یہاں سے کہیں اور منتقل ہوگئی تھی ہمارے بارے میں انہیں اطلاع یقیناً نورازم والوں سے ملی ہوگی شکتی نے رشوت لے کر اجازت نامہ حاصل کیا تھا اور اس طرح مشتبہ ہونا لازمی بات تھی۔

یہاں تین آدمی چھوڑ دیئے گئے تھے جو ہمارے استقبال کے لیے تیار بیٹھے ہوئے تھے لیکن ان میں سے ایک مارا گیا تھا۔ اور دو بھاگ نکلے تھے بیلا کو شاید یہ علم نہیں ہو سکا تھا کہ یہاں میں آؤں گا۔ اگر میرے بارے میں کوئی بھنک ملی ہوتی تو وہ اتنا کچا انتظام نہ کرتی۔

دفعتاً میرے ذہن میں ایک اور خیال ابھرا کہیں انہیں ڈاکٹر شانتا پر تو کوئی شبہ نہیں ہو گیا تھا یہ خیال آتے ہی میں نے شکتی وغیرہ کو وہاں سے چلنے کا اشارہ کیا۔

وہ چھکا بھی منت سماجت کرنے لگا کہ ہم اسے یہاں چھوڑ کر نہ جائیں وہ بھی ہمارے پیچھے ہی کاٹیج سے باہر نکلا تھا اور پھر یوں لگا جیسے ہم پر قیامت ٹوٹ پڑی ہو..... تین اطراف سے گولیوں کی بارش شروع ہوگئی تھی۔ پریم پجاری پیار کے مدھ بھرے سریلے نغموں کے بجائے گولیوں کی آواز سے گونج رہی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

چھکا کاٹیج کے دروازے پر آنے والی روشنی میں تھا وہ گولیوں کا نشانہ بن گیا اور چیختا ہوا ڈھیر ہو گیا میں نے مدھو کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف دوڑ لگا دی رتنا اور شکتی بھی میرے پیچھے ہی دوڑ رہے تھے۔

ہم کاٹیج کے پچھلی طرف آ گئے۔ اس طرف ان کا کوئی آدمی نہیں تھا شاید ان کا خیال ہو کہ ہمیں سامنے ہی سے گھیر کر ختم کر دیں گے لیکن یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہم عین وقت پر کاٹیج سے باہر آ چکے تھے۔

ان لوگوں نے ہمیں بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا ان کے دو آدمی بھی کاٹیج کے پچھلی طرف آ گئے اور تاریکی میں اندھا دھند گولیاں چلانے لگے۔ ہم جوابی فائرنگ کر کے اپنی پوزیشن کی نشاندہی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ میں نے شکتی وغیرہ کو بھی منع کر دیا کہ وہ فائر نہ کریں۔

میرے خیال میں اپنے کاٹیج کی طرف جانا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔ بعد میں ہم پر جو حملہ ہوا تھا وہ بھرپور تھا اور اس میں کئی آدمی شریک تھے اس کا مطلب تھا کہ ہمارے کاٹیج کو بھی گھیرے میں لے رکھا ہو گا۔

''اس طرف شکتی۔'' میں ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے چیخا۔ ''ادھر ایک کاٹیج کے سامنے میں نے ایک کار کھڑی دیکھی تھی۔''

ہم مڑ کر دوسری طرف دوڑنے لگے۔ وہ کاٹیج مغرب کی طرف تقریباً نصف میل کے فاصلے پر تھا فائرنگ اب بھی ہو رہی تھی لیکن ہم بہت دور نکل آئے تھے۔

یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ وہ کار اب بھی کاٹیج کے سامنے کھڑی تھی۔ دروازہ لاک تھا۔ شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ شکتی نے پستول کا بٹ مار کر ڈرائیونگ سائیڈ کی کھڑکی کا شیشہ توڑ دیا اور اندر ہاتھ ڈال کر لاک ناب ہٹا دی اور اندر بیٹھ کر دوسرے دروازے بھی کھول دیئے۔

چابی انگنیشن کی لگی ہوئی نہیں تھی شکتی نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے اسٹیئرنگ کے نیچے ہاتھ ڈال کر دو تاریں کھینچ لیں اور انہیں جوڑ کر انجن اسٹارٹ کرنے لگا اس دوران مدھو اور رتنا پچھلی سیٹ پر اور میں پسنجر سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔

پہلے شیشہ ٹوٹنے اور پھر انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سن کر تقریباً تیس گز دور کاٹیج کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

''اے..... کون ہے۔''

اس لمحہ دور سے فائرنگ کی آواز سنائی دی وہ شخص اندر بھاگ گیا اور دھڑ سے دروازہ بند ہو گیا۔

انجن اسٹارٹ ہو چکا تھا۔ شکتی نے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دی پانچ منٹ بعد ہی ہم چوکی والی سڑک پر پہنچ گئے۔ دونوں کانسٹیبل رائفلیں تانے سڑک کے بیچ میں کھڑے تھے۔ شکتی نے ان کے قریب کار روک لی اور کسی کانسٹیبل کے بولنے سے پہلے وہ خود ہی بول اٹھا۔

''او بھائیو..... اپنے تھانے کو فون کرو..... فورس بلاؤ قاتلوں کا گروہ بم پہاڑی پر چڑھ آیا ہے لوگوں کو بچاؤ۔''

وہ دونوں پولیس والے گڑبڑا گئے ان میں ایک تو فوراً ہی گارڈ روم کی طرف بھاگ گیا اور دوسرا بھی کار کے سامنے سے ہٹ گیا شکتی نے تیزی سے کار آگے بڑھا دی اور اس کی رفتار بڑھاتا چلا گیا۔

شکتی نے پولیس والوں کو بدحواس کر دیا تھا وہ یہ بھی نہیں دیکھ سکے تھے کہ ہم گئے تو کسی اور کار میں اور ہماری واپسی دوسری کار میں ہو رہی تھی۔ ایک گھنٹے سے بھی کم وقت میں ہم شہر پہنچ گئے۔ میری ہدایت پر شکتی نے کار کا رخ راجندر مارگ کی طرف موڑ لیا۔

چند منٹ بعد ہی کار ڈاکٹر شانتا کے کلینک سے چند گز آگے نکل کر رک گئی میں نے انہیں کار ہی میں بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا اور خود نیچے اتر کر تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔

اندر کسی کمرے کی بتی چل رہی تھی میں نے دو تین مرتبہ بیل بجائی مگر کوئی جواب نہ پا کر میرے ذہن میں وسوسے سر ابھارنے لگے میں نے گیٹ پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلا ہوا تھا۔ میں کار اکوف سنبھالے گیٹ سے داخل ہو کر بڑے محتاط انداز میں آگے بڑھنے لگا آگے والا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا شانتا اتنی بے پروا نہیں ہو سکتی تھی کہ رات کے وقت دروازے کھلے چھوڑ دے۔

''شانتا.....'' میں نے اندر داخل ہو کر پکارا مگر کوئی جواب نہیں ملا میں ہال کمرے سے گزرتا ہوا اس کے بیڈ روم کے سامنے پہنچ گیا دروازہ بھڑا ہوا تھا مگر اندر بتی جل رہی تھی۔ میں نے دروازہ کھول دیا اور اس کے ساتھ ہی میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

شانتا کی لاش بیڈ پر پڑی تھی اس کے سینے میں ٹھیک دل کے مقام پر خنجر دستہ تک پیوست تھا اور بستر کی چادر خون سے سرخ ہو رہی تھی۔

اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور منہ میں کپڑا ٹھونسا ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ ساڑھی پہنا کرتی تھی لیکن اس وقت اس کے جسم پر صرف بلاؤز اور پیٹی کوٹ تھا جسم کے مختلف حصوں پر نشانات بتا رہے تھے کہ موت کے گھاٹ اتارنے سے پہلے اسے تشدد کا نشانہ بھی بنایا گیا تھا آنکھیں جیسے پھٹی پڑ رہی تھیں اور چہرے پر خوف و اذیت کے تاثرات جیسے منجمد ہو کر رہ گئے تھے۔

خنجر دستے تک اس کے سینے میں پیوست تھا خون اس کے سینے اور پیٹ کو تر کرتا ہوا بستر کی چادر پر پھیلا ہوا تھا۔ خون کو دیکھ کر میری آنکھوں میں الجھن سی تیر گئی۔ خون قدرے سیاہی مائل اور جما ہوا سا لگ رہا تھا میں نے چادر پر بکھرے ہوئے خون پر انگلی رکھی تو میرا اندازہ درست نکلا خون جما ہوا تھا میں نے شانتا کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا پھر اس کے سینے اور پیٹ پر ہاتھ رکھ کر دیکھا میرے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔

شانتا کا جسم بالکل ٹھنڈا ہو رہا تھا جس کا مطلب تھا کہ اسے مرے ہوئے کئی گھنٹے ہو چکے تھے۔ چند آدھے گھنٹے کی بات ہوتی تو لاش اس طرح برف جیسی ٹھنڈی نہ ہوتی۔

اب بات میری سمجھ میں آ گئی تھی۔ بیلا یا اس کے ساتھیوں کو غالباً شانتا پر کسی قسم کا شبہ ہو گیا تھا اور انہوں نے آج دن میں کسی وقت یہاں آ کر شانتا کو دبوچ لیا تھا اس پر تشدد کر کے میرے بارے میں پوچھا گیا اور منہ میں کپڑا اس لیے ٹھونس دیا گیا تھا کہ وہ شور نہ مچا سکے اس نے غالباً اپنے دفاع میں ہاتھ چلانے کی کوشش کی ہوگی جس پر اس کے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیئے گئے تھے۔ شانتا کی حالت بتا رہی تھی کہ اس نے آسانی سے زبان نہیں کھولی ہوگی بہت زیادہ تشدد کے بعد جب اس کی قوت برداشت جواب دے گئی ہوگی تو اس نے میرے بارے میں کچھ بتایا ہو گا اور انہوں نے بیلا کو اس کاٹیج سے ہٹا دیا انہیں توقع رہی ہوگی کہ میں ... آ کر ... گا۔ میرا مذاق اڑانے کے لیے انہوں نے بیلا کی جگہ ایک ہیجڑے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

کو کامیج میں بٹھا دیا تھا لیکن وہ خود ہی مذاق کا نشانہ بن گئے۔ نہ صرف وہ ہیجڑا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا بلکہ وہ میرا بھی کچھ نہ بگاڑ سکے۔

میں چند لمحوں تک شانتا کی لاش کو دیکھتا رہا پھر جھک کر اس کے سینے میں پیوست خنجر کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ سائیڈ ٹیبل پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی میں اچھل پڑا۔ فون کی گھنٹی میرے لیے بم کے دھماکے سے کم ثابت نہیں ہوئی تھی۔ میرے دل کی دھڑکن ایک دم بے قابو ہو گئی تھی۔ میں متوحش نظروں سے فون کی طرف دیکھنے لگا۔ گھنٹی دو مرتبہ بج چکی تھی۔ تیسری مرتبہ گھنٹی بجنے کے بعد میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا اور ماؤتھ پیس میں کچھ بولنے کہے بجائے دوسری طرف سے کسی کے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا چند سیکنڈ بعد ہی ایک نسوانی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

''خاموش رہ کر تم اپنی شناخت نہیں چھپا سکو گے باجی مجھے یقین تھا کہ تم پریم پہاڑی سے فرار ہونے کے بعد سیدھے یہیں آؤ گے۔''

میرے منہ سے گہرا سانس نکل گیا وہ بیلا تھی۔

''تم بہت برا کر رہی ہو بیلا۔'' میں نے جواب دیا۔ ''بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتار کر تمہیں کیا ملا؟ خواری، ذلت رسوائی؟''

''یہ لوگ بے گناہ نہیں ہیں۔'' بیلا نے جواب دیا۔ ''انہی لوگوں کی وجہ سے ہمیں اتنا نقصان اٹھانا پڑا اگر اس جیسے لوگ تمہارا ساتھ نہ دیتے تو بہت پہلے تمہارا قصہ ختم ہو چکا ہوتا اور پھر شانتا پر تو مجھے بہت پہلے ہی شبہ ہو جانا چاہیے تھا مگر شاید میں بھول گئی تھی کہ ڈاکٹر شانتا، الکا اگنی ہوتری کی دوست تھی اور تم طویل عرصے تک الکا کے پاس پناہ لیے رہے تھے۔''

''اگر تمہارے گروہ اور اس کے چیلوں نے ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہوتا تو مجھے کہیں پناہ نہ ملتی اور میرا قصہ اب تک واقعی ختم ہو چکا ہوتا۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ یہاں کے لوگ اپنے دیش کے دشمن کو تو پناہ دے رہے ہیں اس کے لیے اپنا جیون تک بھینٹ کر رہے ہیں لیکن تم لوگوں کو کہیں پناہ نہیں مل رہی تم لوگ جو اس دیش کے سیوک ہونے کے دعویدار ہو اپنے ہی دیش میں اپنے، غیر میں اپنے ہی لوگوں سے چھپتے پھر رہے ہو۔''

''یہ سب تمہاری شخصیت کا کمال ہے۔'' بیلا نے کہا۔ ''اس میں شبہ نہیں کہ تم بے پناہ پرکشش اور ساحرانہ شخصیت کے مالک ہو خواتین تو تمہیں ایک نظر دیکھتے ہی اپنے آپ کو بھول جاتی ہیں مجھ جیسی عورت بھی اپنے آپ کو تمہارے سحر سے نہ بچا سکی اور میں اب بھی اعتراف کرتی ہوں کہ تم جیسا جوان رعنا میری نظروں سے نہیں گزرا یہ تمہاری شخصیت کا کمال ہے کہ تم نے اپنے اردگرد حسین اور جوان عورتوں کا میلہ لگا رکھا ہے اگر تمہیں کہیں ٹک کر بیٹھنے کا موقع ملتا تو راجہ اندر بن چکے ہوتے اور میں بھی تمہارے دربار کی داسیوں میں شامل ہوتی۔''

''کیا واقعی تم یہ بات سنجیدگی سے کہہ رہی ہو۔'' میں نے کہا۔ ''اگر ایسی بات ہے تو میرے پاس آ جاؤ میں تمہیں پاکستان لے چلوں گا جہاں ہم ٹھاٹھ سے زندگی گزاریں گے۔''

''اب تم پاکستان کا خیال ذہن سے نکال دو۔'' بیلا نے کہا۔ ''تمہارا خاتمہ اس زمین پر ہوگا جہاں تم کھڑے ہو۔''

اب تک کی صورت حال تو یہی بتاتی ہے کہ اتم سنسکار میرا نہیں تم لوگوں کا ہونے والا ہے۔ بہر حال میں تمہاری طبیعت کے بارے میں پوچھنا تو بھول ہی گیا بوجھ سے نجات پا کر اب تو تم اپنے آپ کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی ہوگی ویسے دنیا میں آنے سے پہلے اس مرجانے والے بچے کا باپ کون تھا۔''

''ہوگا کوئی حرامی..... مگر وہ تم نہیں ہو سکتے۔'' بیلا نے جواب دیا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولی۔ ''ویسے میں تمہیں ایک موقع اور دے رہی ہوں بلکہ یہ کہو کہ یہ پیشکش ناگ راج کی طرف سے ہے۔''

''تمہاری بات سن لینے میں کوئی حرج نہیں۔'' میں نے کہا۔

''پنڈت بھیرو سنگھ کی آج کل پھر تم سے گاڑی چھن رہی ہے۔'' بیلا نے جواب دیا۔ ''اس وقت تم واحد شخص ہو جو یہ جانتا ہے کہ بھیرو کہاں ہے تم اگر چاہو تو اس کی ساری دولت لے کر یہاں سے جا سکتے ہو تمہیں اس دولت سمیت بحفاظت سرحد پار پہنچانے کی ذمے داری بھی لی جا سکتی ہے۔ یہ ناگ راج کی طرف سے تمہاری جان بچانے کی آخری پیشکش ہے۔''

''ناگ راج واقعی بہت چالاک ہے۔'' میں نے کہا۔ ''وہ مجھے وہ دولت لے جانے کی پیشکش کر رہا ہے جس پر سرے سے اس کا کوئی حق ہی نہیں ہے ویسے میں اپنے وفاداروں کو دھوکا نہیں دیتا ان سے تو ابھی مجھے بہت سے کام لینے ہیں۔ ناگ راج جیسے زہریلے ناگ کا سر کچلنا ہے۔''

''تمہارا یہ سپنا کبھی پورا نہیں ہوگا۔'' بیلا نے کہا۔ ''بہت جلد پورا ہوگا'' میں نے کہا۔ تم نے دیکھ لیا کہ میں کس طرح تم لوگوں کے پیچھے ہوں تم لوگوں کو کہیں ٹکنے کا موقع نہیں مل رہا زیادہ سے زیادہ دو تین دن..... اس کے بعد ناگ راج کا قصہ ختم ہو جائے گا۔ اور تم..... تمہیں تو میں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا ویسے تم مجھے پسند آ گئی ہو۔ مجھے ایسی ہی کسی لڑکی کی ضرورت ہے جو میرے ساتھ مل کر جرائم کی دنیا میں ایک نئی تاریخ رقم کر سکے۔''

''اوہ۔'' بیلا جیسے چونک گئی۔ ''تو پھر یہاں ہمارے ساتھ کیوں نہیں مل جاتے..... ناگ راج تمہیں جرائم کی دنیا کا شہنشاہ بنا دے گا۔''

''میں شکار مرا ہوا نہیں، مار کر کھاتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''ویسے اس وقت میرے ذہن میں ایک اور خیال آ رہا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ تم مجھے باتوں میں لگا کر وقت گزارنا چاہتی ہو تاکہ تمہارے آدمی یہاں پہنچ کر مجھے گھیر سکیں۔

''میرے آدمی اگر اتنے سیانے ہوتے تو تمہیں اتنی مہلت نہ ملتی۔ بہر حال ناگ راج کی طرف سے میری پیشکش برقرار ہے۔ اگر تمہارا جواب ہاں ہو تو ہوٹل پیلس کے ہیڈ ویٹر نریش کو پیغام دے دینا۔ ہم ملاقات کا بندوبست کر لیں گے۔''

اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا میں نے بھی ریسیور رکھ دیا ایک نظر شانتا کی لاش کی طرف دیکھا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ مجھے ڈاکٹر شانتا کی موت کا افسوس ضرور ہوا تھا مگر میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے ریسیور رکھ دیا ایک نظر شانتا کی لاش کی طرف دیکھا اور دروازے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

کی طرف بڑھ گیا۔

پنڈت بھیرو کے عالیشان بنگلے میں رہ کر میں کچھ نہیں کرسکتا تھا اس لیے میں نے شہر کے اندرونی علاقے میں منتقل ہونے کا فیصلہ کرلیا میں نے رتنا کے مکان کی چابی لے لی۔ کسی ایمرجنسی میں مجھے اس مکان کی ضرورت بھی پڑسکتی تھی۔ رتنا کو میں نے بھیرو کے بنگلے پر ہی چھوڑ دیا۔ سمترا مجھے گاڑی پر بٹھا کر بنگلے سے تقریباً نصف میل دور ایک موڑ پر چھوڑ گئی تھی۔ جہاں سے میں ایک آٹو پر بیٹھ کر سالار بازار پہنچ گیا۔ شام کا وقت تھا بازار میں رونق تھی۔ میں کچھ دیر ادھر ادھر ٹہلتا رہا پھر ایک ریسورنٹ میں بیٹھ گیا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد میں چائے پی کر باہر نکلا چائے تو ایک بہانہ ہی تھا دراصل مجھے ایک مشتبہ آدمی نظر آ گیا تھا جس کے بارے میں خیال تھا کہ وہ میری نگرانی کررہا ہے اس لیے میں ریسٹورنٹ میں بیٹھ گیا تھا باہر آ کر محتاط انداز میں ادھر ادھر دیکھا وہ آدمی نہیں نظر آیا محض میرا وہم تھا۔

بس اسٹاپ کے علاقے میں بھانوٹ سے ملاقات ہوگئی اس سے معلوم ہوا کہ شکتی بھی آس پاس ہی کہیں موجود ہے۔ اسے تلاش کرنے میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے ہم تینوں ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ میں بیٹھ گئے۔

”پیلس ہوٹل کا ہیڈ ویٹر نریش“ میں نے شکتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے اس کی ضرورت ہے وہ بیلا یا ناگ راج کے بارے میں کچھ بتا سکتا ہے۔“

”ٹھیک ہے گرو کس وقت ملنا چاہتے ہو اس سے؟“ شکتی نے کہا۔

”آج رات...... تم اسے کب تک لا سکتے ہو؟“ میں نے پوچھا۔

”دو تین گھنٹے تو لگ جائیں گے۔“ شکتی نے جواب دیا۔ ”تمہارا اس طرح آزادی سے گھومنا پھرنا ٹھیک نہیں ہے تم ایسا کرو میری کھولی میں چلو مدھو وہاں موجود ہوگی۔ میں نریش کو قابو میں کر کے تمہیں اطلاع بھیج دوں گا اور تم بتائی ہوئی جگہ پر آ جانا۔“

”ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔“ میں اٹھ کر ریسٹورنٹ سے باہر آ گیا۔ شکتی اور بھانوٹ وہیں بیٹھے رہے تھے۔

میں مختلف علاقوں میں گھومتا ہوا اس طرف نکل آیا جہاں ایک کھنڈر نما عمارت میں شکتی نے کھولی لے رکھی تھی۔ میں نے اس مرتبہ بھی اپنے تعاقب کا خیال رکھا تھا۔

اس کھنڈر نما عمارت میں بجلی نہیں تھی۔ رات کے آٹھ بجے تھے اور گہرا اندھیرا تھا کمپاؤنڈ کے آخری سرے پر ایک جگہ لالٹین کی مدھم سی روشنی نظر آ رہی تھی مگر میں اس طرف جانے کے بجائے بائیں طرف ایک شکستہ دیوار کے پیچھے مڑ گیا۔ شکتی کی کھولی اس طرف تھی۔

کمرے کا دروازہ ادھ بھیڑا تھا اور اندر سے لالٹین کی مدھم روشنی نظر آ رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر مدھو کو آواز دیتے ہوئے دروازہ کھول دیا مگر مدھو کمرے میں نہیں تھی۔ مدھو نے باورچی خانہ اس کمرے میں بنا رکھا تھا۔ ان دونوں کمروں کے درمیان وہ کمرہ تھا جس کی چھت سرے سے غائب تھی۔

ان ادھورے کمروں میں کھڑکیوں اور دروازوں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا میں آدھی چھت والے کمرے کے سامنے آ گیا۔ مدھو کو آواز دینا ہی چاہتا تھا کہ بائیں طرف پانی گرنے کی آواز سن کر

ٹھٹک گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس طرف جھانکا کمرے کے ایک کونے میں پھٹا ہوا ٹاٹ تان کر غسل خانہ بنا لیا گیا تھا اندر مدھم بتی جل رہی تھی اس کی تھرتھراتی ہوئی لو میں مدھو کا سایہ سامنے والی دیوار پر حرکت کرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

”مدھو۔“ میں نے ہولے سے اسے پکارا۔

مدھو ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کے ہاتھ سے پانی کا مگا نیچے گر گیا تھا۔

”کک...... کون ہے......؟“ اس کے منہ سے خوفزدہ سی آواز نکلی۔

”میں ہوں مدھو۔“ میں نے کہا۔ ”تم کمرے میں نہیں تھیں تو میں ادھر آ گیا ...... کیا کر رہی ہو تم؟“ میرا آخری سوال بہت ہی احمقانہ تھا۔ ٹاٹ پھٹا ہوا تھا اور اتنا اونچا بھی نہیں تھا اس کی گردن سے بہت نیچے تک کا حصہ نظر آ رہا تھا اس نے دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹ لیے تھے۔ ”اوہ...... گرو...... تم نے تو مجھے ڈرا دیا تھا“ وہ گہرا سانس لیتے ہوئے بولی۔

”مجھے افسوس ہے میں نے تمہیں ڈرا دیا بہرحال تم اشنان کر کے کمرے میں آ جاؤ...... میں وہاں بیٹھا ہوں۔“ میں کہتے ہوئے واپس مڑ گیا اور کمرے میں آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد مدھو کمرے میں داخل ہوئی اس نے مختصر سا کپڑا لپیٹ رکھا تھا۔ بدن پر پانی کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔ میرے جسم پر چیونٹیاں سی رینگنے لگیں اور کنپٹیاں سلگ اٹھیں جب کوئی جوان اور حسین عورت اس طرح بے باکی سے سامنے آ جائے تو بیوقوف سے بیوقوف مرد بھی اس کا مطلب سمجھ جاتا ہے اور میں تو اس میدان کا پرانا کھلاڑی تھی اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ نے تو میرے اندر کی آگ کو کچھ اور بھی بھڑکا دیا۔ وہ چارپائی پر پڑے ہوئے کپڑے اٹھانے کے لیے جھکی تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اس نے میری طرف دیکھا اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوگئی اور پھر ہاتھ کے ہلکے سے جھٹکے سے وہ پکے ہوئے پھل کی طرف میری آغوش میں گر گئی۔

مٹھو پورے دو گھنٹے بعد آیا تھا میں اس وقت مدھو کی بنائی ہوئی بغیر دودھ کی چائے پی رہا تھا۔

”گرو...... جلدی چلو...... بھانوٹ اور شکتی نریش کو ہوٹل سے اٹھا کر لے گئے ہیں۔“ مٹھو نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

میں نے پیالی میز پر رکھ دی اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوگیا۔ مدھو کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور مٹھو کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔

”عمارت کے باہر موٹر سائیکل کھڑی تھی۔ مٹھو نے ایک ہی کک میں موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ موٹر سائیکل ایک زوردار جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہم شہر کی نواحی پہاڑیوں میں ایک مندر کے کھنڈر میں موجود تھے۔ یہاں ایک مشعل جل رہی تھی ایک آدمی زمین پر پڑا ہوا تھا اس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے۔ قریب ہی بھانوٹ اور شکتی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ بھانوٹ کے ہاتھ میں خنجر تھا مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کر کھڑے ہوگئے۔

میں اس شخص کی طرف دیکھنے لگا اس کی عمر چالیس کے لگ بھگ رہی ہوگی کلین شیو، صحت مند اور ذہانت آدمی تھا مگر چہرے پر خوف نمایاں تھا اس نے میرون رنگ کی پتلون اور سفید شرٹ پہن رکھی تھی

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

جس پر پیلس ہوٹل کا مونوگرام بنا ہوا تھا وہ پیلس ہوٹل کا ہیڈ ویٹر نریش تھا۔

''تت.....تم لوگ کون ہو اور مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟'' وہ میری طرف دیکھتے ہوئے خوفزدہ سے لہجے میں بولا۔

''بیلا نے مجھے کہا تھا کہ میں تمہارے ذریعے کوئی پیغام اس تک بھیج سکتا ہوں۔'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے کہا۔ ''پیغام نہیں میں خود اس تک پہنچنا چاہتا ہوں کہاں ملے گی وہ؟''

''بب.....بیلا.....کون بیلا؟'' وہ ہکلا کر رہ گیا میں کسی بیلا کو نہیں جانتا۔

''حیرت ہے تم بیلا کو نہیں جانتے حالانکہ وہ اس علاقے میں شیطان کی طرف مشہور ہے چلو مان لیا کہ تم اسے نہیں جانتے لیکن اس نے مجھے کیسے کہہ دیا کہ تم میرا پیغام اس تک پہنچا دو گے۔'' میں نے کہا۔

''میں.....کسی بیلا کو نہیں جانتا۔'' نریش نے جواب دیا۔ ''ہوٹل میں آنے والی بہت سی لڑکیاں پیغام رسانی کے لیے ویٹروں کو استعمال کرتی ہیں اور ویٹروں کو اس کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔ مجھ سے بیلا نام کی کسی عورت نے کچھ نہیں کہا۔ ہوسکتا ہے بعد میں کسی وقت خود ہی مجھ سے رابطہ کر کے پوچھے کہ کسی نے اس کے لیے کوئی پیغام تو نہیں دیا۔ یہ لڑکیاں بڑی خطرناک ہوتی ہیں اپنے دھندے کے لیے دوسروں کو استعمال کرتی ہیں۔''

''جس بیلا کی میں بات کر رہا ہوں وہ دنیا کی سب سے خطرناک عورت ہے'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ''وہ بغیر سوچے سمجھے کوئی قدم نہیں اٹھاتی اس نے مجھے تمہارا نام بتایا تھا تو کچھ سوچ کر ہی بتایا ہوگا وہ تمہیں اچھی طرح جانتی ہے اور تم بھی اسے اچھی طرح جانتے ہو۔''

''نہیں.....میں بیلا نام کی کسی عورت کو نہیں جانتا۔'' نریش نے کہا۔

میں چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر شکتی کو اشارہ کیا۔ شکتی اچانک ہی اس پر پل پڑا نریش کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ وہ اپنا بچاؤ بھی نہیں کرسکتا تھا۔ شکتی اس پر لاتیں اور گھونسے برساتا رہا۔ نریش کی چیخیں کھنڈروں میں گونجتی رہیں شکتی نے اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھالیا اور سر سے اوپر لے جا کر زمین پر پٹخ دیا۔ نریش کے منہ سے نکلنے والی وہ چیخ بہت ہی خوفناک تھی شکتی اسے دوبارہ اٹھانے کے لیے جیسے ہی جھکا نریش چیخ اٹھا۔

''ٹھہرو.....ٹھہرو.....بب.....بتاتا ہوں۔''

''سالا حرامی.....'' شکتی اسے ٹھوکر مارتے ہوئے سیدھا ہوگیا۔ ''پہلے بولتا تو اتنا ٹھکس نہیں ہوتا اچھا بول بیلا کدھر ہے؟''

''وہ.....وہ ناگ راج کے ساتھ ہے۔'' نریش نے جواب دیا۔

''تم اس سے کدھر ملنے کو تھا؟'' شکتی نے دوسرا سوال کیا۔

''میں اس سے نہیں ملتا۔'' نریش بولا۔ ''بیلا نے کہا تھا کوئی اس سے ملاقات کرنے کے لیے کہے تو اسے اودھے سنگھ کے پاس بھیج دوں۔''

''اودھے سنگھ کون ہے؟'' اس مرتبہ میں نے پوچھا۔

''ٹھاکر شمشیر سنگھ کا دیوان۔'' نریش نے جواب دیا۔ ''وہ پیلس ہوٹل کے پیچھے گلی میں تیسرے بنگلہ

میں رہتا ہے۔''

''بنگلہ کا نمبر؟'' میں نے پوچھا۔

''نمبر مجھے معلوم نہیں ہوٹل کے بالکل پیچھے والی گلی۔ دائیں طرف تیسرا بنگلہ۔'' نریش نے جواب دیا۔

''اس کے ہاتھ کھول دو'' میں نے بھانوٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ بھانوٹ نے نریش کی پشت پر پہنچ کر خنجر سے اس کی رسی کاٹ دی۔ نریش چند لمحے کلائیاں سہلاتا رہا پھر قمیص کی آستین سے ہونٹوں سے بہنے والا خون صاف کرنے لگا۔

''تم واپس جا کر اپنے منیجر کو کوئی اور کہانی سناؤ گے۔'' میں نے نریش کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ''یعنی کچھ غنڈے کسی اور کے دھوکے میں تمہیں پکڑ کر لے گئے تھے اور تمہاری پٹائی کر کے چھوڑ دیا چاہو تو نامعلوم غنڈوں کے خلاف پولیس میں رپورٹ بھی کر سکتے ہو لیکن اگر اصل بات تمہاری زبان پر آئی تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑا جائے گا۔''

''مم.....میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔'' نریش بولا۔ میں نے شکتی کو اشارہ کیا اور پھر ہم اس کھنڈر سے باہر آگئے جب میں آیا تھا تو اس وقت یہاں ایک سفید ماروتی کار کھڑی تھی جو اب بھی موجود تھی اس کے قریب ہی مٹھو والی موٹر سائیکل بھی کھڑی تھی یہ دونوں چیزیں وہ اڑا کر لائے تھے۔

''مٹھو تم موٹر بائیک کہیں چھوڑ کر اپنے علاقے میں چلے جاؤ اور گرو تم بیٹھو کار میں۔'' شکتی نے کہا۔

میں اور بھانوٹ ماروتی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ نریش بھی ہمارے پیچھے ہی آیا تھا مگر شکتی نے اسے بھگا دیا۔

''یہاں سے دوڑ لگاتے ہوئے جاؤ بھایا۔'' شکتی نے کہا۔ ''کھا کھا کر تمہارے شریر پر چربی چڑھ گئی ہے ذرا دوڑ لگایا کرو۔''

''مم.....مجھے یہاں۔'' وہ ہکلا گیا۔ ''یہاں جیکال۔''

''کچھ نہیں کہیں گے تمہیں جیکال۔'' شکتی نے کہتے ہوئے انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی آگے بڑھا دی۔

نریش کار کے پیچھے دوڑ رہا تھا شکتی نے رفتار بڑھا دی۔ پہاڑیوں سے نکل کر ہم سڑک پر آگئے اور شہر کے پہلے چوراہے پر ذرا آگے نکل کر ہم نے کار چھوڑ دی اور پیدل چلنے لگے۔

''اب کیا پروگرام ہے گرو؟'' شکتی نے پوچھا۔

''دیوان اودھے سنگھ کا بنگلہ۔'' میں نے کہا۔ ''میں اسے بے خبری میں پکڑنا چاہتا ہوں نریش دو ڈھائی گھنٹوں سے پہلے نہیں پہنچ سکے گا۔ اور میں اس کے آنے سے پہلے پہلے اودھے سنگھ سے نمٹ لینا چاہتا ہوں۔''

''تو ٹھیک ہے اس طرف چلو۔'' شکتی نے جواب دیا۔''

ہم ایک اور سڑک پر مڑ گئے اور مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے دل واڑہ روڈ پر پیلس ہوٹل کے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

سامنے پہنچنے میں بیس منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔اس وقت نو بجے تھے۔ہوٹل کے سامنے رونق تھی ہم پچھلی سڑک پر آ گئے اور پھر پچھلی گلی میں مڑ گئے۔

اس طرف بہت بڑے بڑے بنگلے تھے وسیع وعریض کمپاؤنڈ ہونے کی وجہ سے ہر دو بنگلوں کے درمیان اتنا فاصلہ بن گیا تھا کہ ایک بنگلے میں کوئی چیختا تو اس کی آواز دوسرے بنگلے میں نہیں سنی جا سکتی تھی۔

دائیں طرف تیسرے بنگلے کے گیٹ پر دیوان اودھے سنگھ کے نام کی پلیٹ لگی ہوئی تھی۔گیٹ پر کوئی چوکیدار یا دربان وغیرہ نہیں تھا جو لوگ خود ہی اتنے خونخوار ہوں انہیں چوکیداروں کی کیا ضرورت تھی۔

بھانوٹ کو سڑک پر ہی چھوڑ دیا گیا اور پھر میں اور شکتی موقع پا کر بنگلے کی دیوار پر چڑھ کر اندر کود گئے۔

یہ کم از کم دس ہزار مربع گز کا پلاٹ تھا بنگلے کی عمارت عین وسط میں تھی چاروں طرف لان تھا اور لاتعداد درخت بھی نظر آ رہے تھے۔عمارت کے سامنے والے لان میں صرف ایک بلب روشن تھا جس پر لگے ہوئے شیڈ نے اس کی روشنی محدود کر دی تھی۔درمیان میں ایک حوض تھا جس میں فوارہ لگا ہوا تھا لیکن فوارہ اس وقت بند تھا برآمدے میں بھی مدھم روشنی کا ایک بلب جل رہا تھا۔

میں اور شکتی چند لمحے اپنی جگہ پر کھڑے رہے پھر دونوں نے پستول نکال لیے اور درختوں کی آڑ لیتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔نو بجے رات کے ابتدائی حصے میں کسی بنگلے میں اس طرح گھسنا خطرے سے خالی نہیں تھا لیکن میں ہر طرح کا خطرہ مول لینے کو تیار تھا۔سب سے پہلے تو یہ جاننا ضروری تھا کہ بنگلے میں کتنے افراد تھے۔بنگلے کے پچھلی طرف پہنچ کر ہم رک گئے میں نے شکتی کو دائیں طرف جانے کا اشارہ کیا اور اسے ہدایت کر دی کہ جب تک کوئی ایمرجنسی نہ ہو یا میرا سگنل نہ ملے وہ اس وقت تک کوئی کارروائی نہیں کرے گا۔

''عمارت کے پچھلی طرف بھی برآمدہ تھا لیکن اس طرف روشنی نہیں تھی۔میں دبے قدموں چلتا ہوا برآمدے میں پہنچ گیا۔دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ آواز پیدا کیے بغیر کھلتا چلا گیا۔میں نے اندر داخل ہو کر بڑی آہستگی سے دروازہ بند کر دیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

یہ تنگ سی راہداری تھی اور آگے غالباً ہال کمرہ تھا جہاں مدھم روشنی کا بلب جل رہا تھا۔کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔میں دیوار کے ساتھ لگ کر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا اور راہداری کے اختتام پر پہنچ گیا۔دائیں طرف بھی کشادہ راہداری تھی۔

مجھے اندازہ لگانے میں زیادہ دشواری نہیں آئی کہ اس وقت بنگلے میں دو تین افراد سے زیادہ نہیں تھے اور وہ بھی غالباً ایک ہی کمرے میں تھے کیونکہ دائیں طرف سے باتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

میں نے ایک لمحہ کو کچھ سوچا اور اللہ کا نام لے کر اس راہداری میں مڑ گیا اس بنگلے میں داخل ہو کر اوکھلی میں سر تو دے ہی دیا تھا اب موسلوں سے ڈرنے کا وقت نکل گیا تھا۔

میں راہداری میں کھلنے والی اس کمرے کی کھڑکی کے قریب دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔میرا اندازہ درست نکلا اندر تین ہی افراد تھے جن میں ایک عورت کی آواز بھی شامل تھی۔ایک آدمی اس وقت کہہ رہا تھا۔

''یہ تمہارے لیے بہترین موقع ہے رجنی.....تم سندرتا میں بیلا سے کم نہیں وہ کتیا ایک ڈیڑھ مہینے کے لیے تو سمجھو بیکار ہو گئی تم پہلے بھی چند روز ناگ راج کے پاس رہ چکی ہو۔اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ اور ناگ راج کو مٹھی میں لینے کی کوشش کرو۔''

''بیلا وہاں سے نکلے تو مجھے ناگ راج کے قریب جانے کا چانس ملے نا۔'' یہ لڑکی کی آواز تھی۔

''اس کا بندوبست میں کر دوں گا۔'' اس آدمی نے کہا۔''آج سے دو دن بعد تم رانا پیلس پہنچ جاؤ۔ کئی روز سے تم ناگ راج کی نظروں میں نہیں آئی ہو۔وہ تمہیں دیکھے گا تو نظر انداز نہیں کر سکے گا۔میں کوشش کروں گا کہ بیلا کو ایک دو دن کے لیے وہاں سے ہٹا دیا جائے اور تمہارے لیے یہ مہلت کافی ہو گی۔''

میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ان میں بھی آپس میں اندر ہی اندر ایک دوسرے کی کاٹ ہو رہی تھی۔

''اور اس کا کیا ہو گا ٹھاکرے؟'' لڑکی کی آواز سنائی دی۔ٹھاکرے کا نام سن کر میں چونک گیا۔

''میری اس سے بات ہو چکی ہے۔'' مرد نے جواب دیا۔''ناگ راج کے جانے کے بعد ہم بھیرو کو تلاش کریں گے وہ اس شہر میں ہے وہ پاکستانی آتنک وادی ہمارے ہاتھ آ جائے تو بھیرو تک پہنچنا زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔ٹھاکرے کا کام صرف بھیرو کو ٹھکانے لگانا ہے اس کے بعد ٹھاکرے کو ہم ٹھکانے لگا دیں گے اور پھر بھیرو کی دولت ہو گی اور ہم ہوں گے۔''

میں دیوار کے ساتھ چپکا کھڑا تھا میرا ہاتھ اوپر اٹھ گیا۔میرے سر کے اوپر دیوار پر ایک پینٹنگ ٹنگی ہوئی تھی۔میرا ہاتھ اس پینٹنگ سے ٹکرایا اور وہ پینٹنگ میرے سر سے ٹکرا کر نیچے گری۔

''اے.....ادھر کون ہے؟'' اندر سے دوسرے آدمی کی آواز سنائی دی میں نے تیزی سے ایک طرف دوڑ لگا دی۔راہداری کے موڑ پر گھوم رہا تھا کہ فائر کی آواز گونجی اس وقت میرا ایک ہاتھ پیچھے تھا۔گولی میری درمیان والی انگلی کی پور کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔مجھے یوں لگا جیسے دہکتا ہوا انگارہ میری انگلی کو چھو کر گزر گیا ہو میں مڑ کر دوسری راہداری میں برآمدے والے دروازے کی طرف دوڑا اس لمحہ ایک اور فائر ہوا مگر میں دروازے سے نکل چکا تھا۔

برآمدے سے تقریباً بیس گز دور ایک درخت کی آڑ لے کر میں نے پہلا فائر کیا لیکن اندھیرے میں چلائی ہوئی گولی ضائع گئی۔

اب دوسرا آدمی بھی باہر آ چکا تھا اور وہ آٹومیٹک رائفل سے اندھا دھند فائرنگ کر رہا تھا کچھ گولیاں درختوں میں پیوست ہو رہی تھیں اور کچھ سیدھی نکل گئیں۔شکتی بھی میری طرف آ گیا اور مجھ سے چند گز دور ایک درخت کی آڑ سے جواب فائرنگ کرنے لگا۔

فائرنگ کی آواز سے درختوں پر اپنے گھونسلوں میں سوئے ہوئے لاتعداد پرندے شور مچاتے ہوئے درختوں کے اوپر ہی منڈلانے لگے۔

''گرو۔'' مجھے شکتی کی آواز سنائی دی۔''تم پچھلی طرف کی دیوار ٹاپ کر نکل جاؤ میں انہیں روکتا ہوں۔''

''میں تمہیں اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتا شکتی تم بھی پیچھے ہٹتے رہو۔'' میں نے کہا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

"میری فکر مت کرو میں نکل جاؤں گا تم پچھلی دیوار کے قریب پہنچو۔" شکتی نے جواب دیا۔

میں اکا دکا فائر کرتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا۔ وہ دونوں برآمدے کے پلرز کی آڑ میں کھڑے فائرنگ کر رہے تھے ان میں سے کسی نے آگے آنے کی کوشش نہیں کی یا وہ خود بھی آگے نہیں بڑھنا چاہتے تھے۔

میں درختوں کی آڑ لیتا ہوا پچھلی دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ دیوار خاصی اونچی تھی میں ایک درخت پر چڑھ کر دیوار پر اترا اور باہر چھلانگ لگا دی۔

وہ گلی اگرچہ کشادہ تھی مگر روشنی کا انتظام نہیں تھا۔ سامنے والے رخ پر بھی ایسے ہی بڑے بنگلے تھے نگران کی پشت اس طرف تھی اس لیے اس طرف سناٹا تھا۔ میں نے دیوار سے کود کر ادھر ادھر دیکھا اور ایک طرف دوڑ لگا دی تقریباً پچاس گز آگے جا کر میں نے پیچھے دیکھا۔ ایک اور آدمی دیوار سے کودا تھا۔ وہ یقیناً شکتی تھا۔ میں ایک بنگلے کی دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا چند سیکنڈ بعد ہی وہ سیدھا دوڑتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا وہ شکتی تھا۔

"رکو نہیں گرو..... دوڑتے رہو۔"

شکتی کی آواز سن کر میں نے ایک بار پھر دوڑ لگا دی۔

بہت جلد ہم اس گلی سے نکل گئے اور پھر دو تین گلیاں گھوم کر ہم وہاں سے بہت دور نکل چکے تھے۔ میں رک گیا۔

"ہم ابھی خطرے سے باہر نہیں ہوئے گرو۔" شکتی نے کہا۔ "وہ دیوان سالا بہت حرامی ہے اس نے اگر پولیس کو فون کر دیا تو اس علاقے کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا جائے گا۔"

ہم دونوں تیز تیز چلتے رہے شکتی کا خیال درست نکلا تھا۔ چاروں طرف سے پولیس کے سائرن کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں لیکن ہم اس علاقے سے بہت دور نکل آئے تھے اور پھر ایک طویل چکر کاٹتے ہوئے ہم شکتی کی کھولی والی عمارت کی طرف نکل آئے۔

"کہیں بھانوٹ نہ پھنس گیا ہو۔" میں نے کھنڈر نما عمارت میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ بہت عقل مند ہے۔" شکتی نے جواب دیا۔ "وہ نکل گیا ہوگا اور تھوڑی دیر میں یہاں پہنچنے والا ہی ہوگا۔"

ہم دونوں کھولی میں آ گئے مدھو چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی ہمیں دیکھ کر اٹھ گئی وہ میری طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرانے لگی۔

"اے مدھو..... چائے بنا کر لا ذرا کڑک..... خالی پیلی سر دکھنے لگا۔"

مدھو کمرے سے باہر نکل گئی اور تقریباً دس منٹ بعد بغیر دودھ کی چائے بنا کر لے آئی۔

ابھی ہم چائے پی رہے تھے کہ باہر تیز تیز قدموں کی آواز سنائی دی اور چند سیکنڈ بعد ہی منھو شکتی کو آواز دیتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اس کے چہرے پر ہوائیاں سی اڑ رہی تھیں۔

"کیا ہوا تمہارے چوکھٹے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں۔" شکتی نے اسے گھورا منھو کو اس طرح بدحواس دیکھ کر میرا ماتھا بھی ٹھنکا تھا۔

"گرو۔" منھو باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "بھانوٹ کو پولیس نے پکڑ لیا

ہے وہ اسے مارتے ہوئے لے گئے ہیں۔"

"کیا بکتا ہے۔" شکتی دہاڑا اس نے قہوے کی پیالی میز پر رکھ دی تھی۔

"میں ٹھیک کہتا ہوں گرو۔" منھو نے کہا۔ "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے پولیس والے اسے پیلس ہوٹل کی کسی گلی سے پکڑ کر مارتے ہوئے لا رہے تھے پھر اسے جیپ میں بٹھا کر لے گئے۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ اور دوسرے لڑکوں سے بھی کہہ دو اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے جائیں۔" شکتی نے کہا۔

منھو فوراً ہی باہر بھاگ گیا۔

"بھانوٹ بہت مضبوط آدمی ہے۔" شکتی میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "مگر پولیس کے پاس بھی زبان کھلوانے کے بہت طریقے ہیں ہمیں یہ کھولی فوراً چھوڑنی ہوگی۔"

"کہاں جاؤ گے؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہاں سے باہر نکل کر سوچیں گے۔" شکتی نے جواب دیا۔

"میرے پاس ایک جگہ ہے۔ تم لوگ اپنی ضروری چیزیں سمیٹ کر تیار ہو جاؤ۔" میں نے چائے کی پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا تھا۔

مدھو ایک تھیلے میں اپنے کپڑے اور ضروری چیزیں بھرنے لگی شکتی نے بھی اپنی ایک دو چیزیں اس میں ڈال دیں اور ہم کھولی سے باہر آ گئے۔ مدھو نے تالا لگا کر چابی تھیلے میں ڈال لی۔

اس کھنڈر نما عمارت سے نکل کر ہم گلی میں تیز تیز ایک طرف چلنے لگے یہ اتفاق تھا کہ اس روز میں نے رتنا کے مکان کی چابی جیب میں رکھ لی تھی۔ اور اب میں انہیں اس طرف لے جا رہا تھا۔

"میں راستہ بھٹک گیا جس کی وجہ سے اچھا خاصا وقت ضائع ہو گیا لیکن آخر کار ہم رتنا کے مکان والی گلی میں پہنچ گئے۔

میں نے جیب سے چابیوں کا رنگ نکال کر باہر والے دروازے کا تالا کھولا اور اندر داخل ہونے کے بعد پہلے وہ دروازہ بند کیا پھر آگے بڑھ کر دوسرا دروازہ کھول دیا۔

مدھو بتیاں جلا کر مکان کا جائزہ لینے لگی۔ رتنا کے بیڈ روم میں بستر پر اس کے کپڑے بکھرے ہوئے تھے جنہیں مدھو سمیٹ کر ایک طرف رکھنے لگی۔

"یہ تمہارا مکان ہے گرو؟" اس نے کپڑوں کی طرف دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"یہ مکان رتنا کا ہے اور یہ کپڑے بھی اس کے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ مدھو بستر جھاڑنے لگی یہ مکان کئی روز سے بند تھا اور ہر چیز پر گرد پڑی ہوئی تھی اس نے ایک میلے کپڑے سے کرسیاں بھی جھاڑ دیں۔

اس رات ہم دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے شکتی کو بھانوٹ کی فکر تھی یہ تو میں بھی دیکھ چکا تھا کہ وہ بہت مضبوط اعصاب کا مالک ہے لیکن پولیس کی مار کے سامنے تو پتھر بھی بول پڑتے ہیں اگر پولیس نے اس کی زبان کھلوا لی تو وہ سب کچھ اگل دے گا۔

یہ پریشانی مجھے بھی تھی اگر اس نے بتا دیا کہ ہم پیلس ہوٹل کے ہیڈ ویٹر نریش کو اغوا کر کے لے گئے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

تھے اور اس سے کیا کچھ معلوم کیا تھا تو بات صرف پولیس تک محدود نہیں رہے گی۔ ناگ راج اور بیلا کو بھی پتہ چل جائے گا کہ میں ان کے قریب پہنچ رہا ہوں۔ وہ [illegible] جائیں گے اور اپنا ٹھکانہ بدل دیں گے۔

''رانا پیلس کہاں ہے۔'' میں نے شکتی سے پوچھا۔

''امید بھون سے ذرا آگے بہت بڑی عمارت ہے اندر سے کبھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا باہر سے تو کوئی محل ہی لگتا ہے۔'' شکتی نے جواب دیا۔

''کل ہمیں اس محل میں داخل ہونا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''میں نے دیوان اودھے سنگھ کے بنگلے میں ان کی کچھ باتیں سنی تھیں جن سے پتہ چلا ہے کہ ناگ راج اور بیلا اس رانا پیلس میں ہیں میں چاہتا ہوں کہ اب ان پر آخری اور کاری ضرب لگا دی جائے اگر وہ لوگ وہاں سے بھی نکل گئے تو بہت گڑبڑ ہو جائے گی۔''

''کل کا انتظار کیوں کیا جائے ...... آج ہی رات کیوں نہیں۔'' شکتی نے کہا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔ ''آج پولیس دیوان اودھے سنگھ کے معاملے میں الجھی ہوئی ہے اگر ناگ راج وغیرہ کو پتہ چل بھی گیا ہو تو وہ لوگ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ ہم اتنی جلدی ان پر چڑھ دوڑیں گے۔''

''آج رات۔'' میں نے کہا۔ ''کیا تم تیار ہو؟''

''میں تو ہر وقت تیار ہوں مگر تم لوگ انتظار کرو میں کسی سواری کا بندوبست کر کے آتا ہوں۔'' شکتی نے کہا اور وہ مکان سے چلا گیا۔

شکتی کی واپسی تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہوئی تھی دروازے کی گھنٹی بجنے سے پہلے میں نے کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سنی تھی۔

وہ شکتی ہی تھا جو کسی کی گاڑی چرا کر لایا تھا۔ باہر نکل کر میں نے مکان کو تالا لگا دیا اور میں مدھو کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار گلیوں سے نکل کر مین روڈ پر آ گئی اور تیزی سے ایک طرف دوڑنے لگی۔

سڑک کے دونوں طرف ڈھلان تھی جس نے سڑک بلاک کر رکھی تھی۔ ٹارچ کی سرخ روشنی سے کار کو رکنے کا اشارہ کیا جا رہا تھا ''آگے پولیس ہے۔'' شکتی بولا۔ ''میں کار کی رفتار کم کر رہا ہوں تم دونوں نیچے اتر کر ٹیلوں میں نکل جاؤ۔'' کار کی رفتار ہلکی ہوئی پہلے میں نے دروازہ کھول کر چھلانگ لگائی اور پھر مدھو نے ہم ڈھلان پر جھاڑیوں میں لڑھکتے چلے گئے۔ میں نے مدھو کا ہاتھ پکڑ لیا اور دونوں جھکتے ہوئے تیزی سے ایک طرف دوڑنے لگے۔ کار تقریباً سو گز آگے جا کر رک گئی تھی اور پھر چند سیکنڈ بعد ہی پہلے کسی کے زور زور سے چلانے کی آواز سنائی دی اور اس کے فوراً ہی بعد فضا گولی کی آواز سے گونج اٹھی اس کے ساتھ ہی چیخ کی آواز بھی سنائی دی۔

مدھو گھبرا کر مجھ سے [illegible] اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی۔

''ادھر دیکھو ...... وہاں کار رکی تھی ...... پھیل جاؤ ...... تلاش کرو۔'' فضا میں ایک دہاڑتی ہوئی آواز سنائی دی۔

اور [illegible] قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ میں مدھو کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے آگے [illegible]

''یہاں۔ اس طرف دیکھو جھاڑیوں میں۔'' یہ بھاری آواز سڑک پر اس جگہ سے سنائی دی تھی جہاں ہم نے کار سے چھلانگ لگائی تھی۔

اور پھر جھاڑیوں میں ڈھلان پر دو ٹارچوں کی روشنیاں چمکتی ہوئی دکھائی دیں میں نے ادھر ادھر دیکھا دائیں طرف دو بڑے بڑے چٹانی پتھروں کے درمیان ایک تنگ سی دراڑ نظر آ رہی تھی پہلے میں نے مدھو کو اندر دھکیلا اور پھر خود اندر گھس گیا شروع میں وہ دراز بہت تنگ تھی ہم بمشکل اندر گھس سکے تھے لیکن آگے جا کر کافی کشادہ جگہ تھی ہم سائیڈ پر ہو کر پتھر سے چپک کر بیٹھ گئے میں نے دائیں ہاتھ میں پستول سنبھال لیا تھا۔

وہ لوگ ڈھلان سے آگے پتھروں میں آ گئے اور پھر ان کے قدموں کی آوازیں ہمارے بالکل قریب سنائی دینے لگیں۔ مدھو میرے ساتھ جڑی بیٹھی تھی اس کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں خوف کی شدت سے وہ چیخ نہ اٹھے۔ میں نے اسے اپنے ساتھ لپٹا کر ایک ہاتھ سے اس کا منہ دبا دیا۔ قدموں کی آوازیں ان پتھروں کے بالکل سامنے سنائی دینے لگیں اور پھر ٹارچ کی تیز روشنی دیکھ کر میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

مدھو کسمسائی تو میں اس کے اوپر جھک گیا میرا ہاتھ اس کے منہ پر گویا چپک کر رہ گیا تھا۔ ٹارچ کی روشنی رینگتی ہوئی دراڑ کی طرف بڑھ گئی تھی۔

☆......☆......☆

Azam & Ali
aazzamm@yahoo.com
aleeraza@hotmail.com
www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

Scanned By:

Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com

aleeraza@hotmail.com

تارچ کی

یہ غنیمت تھا کہ پتھروں کے درمیان وہ دراڑ باہر سے تو تنگ تھی اور ہم بمشکل اپنے آپ کو اندر گھسیٹ سکے تھے مگر اندر سے کافی کشادہ ہوتی چلی گئی تھی اور ہم آڑ میں تھے۔ باہر سے اگر سرسری نگاہ سے دیکھا جاتا تو ہم نظر نہیں آ سکتے تھے۔

تارچ کی روشنی پتھر پر پڑ رہی تھی اس کی بہت مدھم سی دھاب اندر بھی آئی تھی اور پھر وہ روشنی آہستہ آہستہ سرکنے لگی۔ میں نے نظریں ہٹا کر دیکھا تو میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ مدھو سمٹ کر میرے ساتھ لپٹی ہوئی تھی لیکن اس کا ایک پیر دراڑ کے عین سامنے پھیلا ہوا تھا اور دراڑ کے کنارے پر رینگتی ہوئی روشنی آہستہ آہستہ اندر آ رہی تھی۔ میں نے پستول والا ہاتھ آگے بڑھا کر مدھو کا پیر بڑی آہستگی سے پیچھے کھینچ لیا اور ٹھیک اسی وقت روشنی کی دھار اس جگہ سے ہوتی ہوئی دراڑ میں آگے تک چلی گئی تھی اس وقت میں نے مدھو کی طرف دیکھا۔ میں نے اس کا منہ سختی سے دبا رکھا تھا۔ اسے یقیناً سانس لینے میں دشواری پیش آ رہی تھی اور خوف سے اس کی آنکھیں پھٹی پڑ رہی تھیں۔

مدھو مردمار قسم کی لڑکی تھی۔ وہ غنڈہ گردی اور دادا گیری کرتی تھی مگر حسن و شباب کے بل بوتے پر غنڈہ گردی کرنا اور بات تھی اور حقیقی خطرے کا سامنا کرنا دوسری بات۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ بہادر اور حوصلہ مند لڑکی تھی وہ کئی مرتبہ شکتی کے ساتھ خطرناک حالات سے گزر چکی تھی۔ گزشتہ رات پریم پہاڑی پر بھی اس نے بڑے حوصلے کا ثبوت دیا تھا، لیکن اس وقت صورتحال کچھ اور تھی۔ نہایت نازک اور سنگین۔ ہم اس وقت ایک ایسے بل میں تھے جہاں اگر ہمیں دیکھ لیا جاتا تو آٹومیٹک رائفل کا ایک ہی برسٹ ہماری زندگیوں کا خاتمہ کر دیتا اور ہمیں اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی مہلت بھی نہ ملتی۔

روشنی اب اس دراڑ کے باہر مختلف سمتوں میں رینگ رہی تھی۔ اس کے ساتھ قدموں کی آواز بھی سنائی دینے لگی۔ ان کے پیروں کے نیچے آنے والے چھوٹے چھوٹے پتھر لڑھک رہے تھے۔ سناٹے میں ان کے قدموں کی اور پتھروں کے لڑھکنے کی آواز بھی بڑا خوفناک تاثر پیدا کر رہی تھیں۔

وہ ہم سے تقریباً دس بارہ گز دور جا چکے تھے۔ مدھو اب بھی مجھ سے لپٹی ہوئی تھی۔

"سنو مدھو۔" میں نے اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر بہت ہلکی سرگوشی کی۔ "میں تمہارے منہ سے ہاتھ ہٹا رہا ہوں۔ اپنے حواس پر قابو رکھنا۔ تمہارے منہ سے کوئی آواز نہیں نکلنی چاہیے۔"

میں نے آہستگی سے اس کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا۔ مدھو کے منہ سے اس طرح گہرا سانس نکلا

aazzamm@yahoo.com

جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو وہ چند لمحے میرے ساتھ لپٹی رہی پھر الگ ہو گئی۔

قدموں کی آوازیں اب خاصی دور چلی گئی تھیں۔ میں رینگتا ہوا دراڑ کے دہانے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ دراڑ واقعی بہت تنگ تھی۔ میری کمر اور سینہ دب رہا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ ہم پلک جھپکنے کی دیر میں اس میں داخل کیسے ہو گئے تھے لیکن پھر خیال آیا کہ موت کا خوف بعض اوقات ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ اس وقت ہمارے ذہنوں پر بھی موت کا خوف سوار تھا۔ اس دراڑ میں گھستے ہوئے بھی سینے اور کمر پر دباؤ پڑا ہو گا مگر اس کا احساس نہیں ہوا تھا اور اب جبکہ موت کا خوف کسی حد تک زائل ہو گیا تھا تو بہت معمولی سی تکلیف بھی پوری شدت سے اپنا احساس دلانے لگی تھی۔

میں نے دراڑ سے باہر نکل کر زمین سے اٹھے بغیر ادھر ادھر دیکھا تقریباً بیس پچیس گز آگے وہ مختلف سمتوں میں تارچ کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ اس طرف کوئی نہیں تھا میں نے دراڑ کی طرف منہ کر کے سرگوشی کی۔

"آؤ...... مدھو...... باہر آ جاؤ۔"

اندر مدھو کے رینگنے کی آوازیں سنائی دیں اور پھر ایسی آواز سنائی دی جیسے وہ کراہ رہی ہو۔

"کیا ہوا۔" میں نے پوچھا۔

"یہ دراڑ تنگ ہو گئی ہے شاید مجھ سے نہیں نکلا جا رہا۔ پھنس گئی ہوں۔" مدھو نے کراہتے ہوئے جواب دیا اس کی آواز بھی سرگوشی سے زیادہ نہیں تھی۔

"دراڑ تنگ نہیں ہو گئی تم سیدھی آنے کی کوشش کر رہی ہو۔ ذرا آڑی ہو کر نکلو۔" میں نے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آڑی تو ہوں۔" مدھو نے جواب دیا۔

میں اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا۔ مدھو جیسے چکی کے دو پاٹوں میں پھنس گئی تھی لیکن بہرحال وہ باہر آنے میں کامیاب ہو گئی وہ گہرے گہرے سانس لیتی ہوئی ایک ہاتھ سے اپنا سینہ سہلانے لگی۔

"وہ لوگ اس طرف ہیں۔" میں نے اشارے سے بتایا۔ "ہمیں اس طرف سے نکلنا ہو گا ان پتھروں کے پیچھے۔"

"شکتی کہاں ہے؟"

"مدھو کا یہ سوال سن کر میں کانپ اٹھا۔ ہمارے چھلانگ لگانے کے بعد تقریباً سو گز آگے جب کار رکی تھی تو اس کے تھوڑی ہی دیر بعد گولی چلنے اور کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی تھی، گولی کس پر چلائی گئی تھی اور وہ چیخ کس کی تھی؟ میرے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا لیکن بہرحال ایک بات طے تھی کہ اگر وہ زندہ تھا تو پولیس کے شکنجے میں جکڑا جا چکا تھا۔

"باتوں کا وقت نہیں ہے۔" میں نے سرگوشی کی۔ "یہاں سے نکلو تو بعد میں شکتی کے بارے میں سوچیں گے۔"

"مدھو اس مرتبہ خاموش رہی ہم ان دونوں چٹانی پتھروں کے پیچھے آ چکے تھے۔ دوسری طرف ذرا

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

سا نشیب تھا اور پھر ایک ٹیلے کی چڑھائی تھی۔ اس ٹیلے پر بھی جا بجا بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ ا[illegible] اوپر ایک چٹانی پتھر کے قریب پہنچے تو ایک پتھر مدھو کے پیر کے نیچے سے کھسک گیا۔ اس کے ساتھ ہی مد[illegible] کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اگر میں فوراً ہی اس کا ہاتھ نہ پکڑ لیتا تو وہ ڈھلان پر لڑھک جاتی۔

وہ پتھر حجم میں دو اینٹوں کے برابر تھا جو ڈھلان پر لڑھکتا ہوا دوسرے چھوٹے چھوٹے پتھروں کو بھی ساتھ لے جا رہا تھا۔ مدھو کی چیخ اور پتھروں کے لڑھکنے کی آواز سناٹے میں دور تک پھیل گئی۔

"وہ اس طرف۔" ایک بھاری آواز گونجتی ہوئی سنائی دی۔ "بھاگو وہ اس طرف ہے۔"

"وہ تو کسی چھوکریا کی چیخ تھی حکم۔" ایک اور آواز میرے کان سے ٹکرائی۔

"ہو سکتا ہے اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہو بھاگ۔" پہلی آواز نے کہا۔ "یہ دونوں آوازیں ہم سے تقریباً ستر اسی گز کے فاصلے پر تھیں۔ میں نے مدھو کا ہاتھ پکڑا اور ٹیلے پر تیزی سے ایک طرف دوڑنے لگا۔ ہمارے حق میں ایک اچھی بات یہ تھی کہ ان ٹیلوں پر جگہ جگہ بڑے بڑے پتھر پھیلے ہوئے تھے اور ہم ان کی آڑ لے کر دوڑ رہے تھے۔

دفعتاً فائر کی ایک آواز گونجی اور مدھو کسی پتھر سے ٹھوکر کھا کر لڑکھڑائی مگر میں نے اسے فوراً ہی سنبھال لیا مدھو بری طرح کانپ رہی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور اسے لے کر ایک بڑے پتھر کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ مدھو پتھر سے ٹیک لگا کر اپنے سانس پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔ میں نے پتھر کی آڑ سے جھانک کر دیکھا تقریباً چالیس گز کے فاصلہ پر ایک آدمی ہماری طرف آ رہا تھا میں اس کی شکل تو ظاہر ہے نہیں دیکھ سکتا، لیکن اس کے ہاتھ میں جلتی ہوئی ٹارچ کی روشنی کے پس منظر میں وہ خاصا طویل لگ رہا تھا۔ یا تو وہ احمق تھا کہ اس نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی یا اسے یقین تھا کہ وہ صرف اس چھوکریا کے پیچھے جا رہا ہے جس کی چیخ سنی گئی تھی اور ظاہر ہے اسے یہ یقین بھی رہا ہوگا کہ وہ چھوکریا غیر مسلح ہے اور اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ رہی ہے۔

میں نے پستول والا ہاتھ آگے نکال لیا اور نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا فائر کی آواز اور اس کے ساتھ ہی سناٹے میں اس آدمی کی چیخ بھی گونج گئی تھی۔ گولی غالباً اس کی ٹانگ میں لگی تھی وہ نیچے گر گیا ٹارچ بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر لڑھکتی ہوئی دور جا کر رک گئی وہ ابھی تک جل رہی تھی اور اس کی روشنی مخالف سمت میں تھی۔

میں نے مدھو کا ہاتھ پکڑا اور ایک بار پھر دوڑ لگا دی۔ انہیں پتہ چل گیا تھا کہ وہ چھوکریا اکیلی نہیں تھی اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا جو مسلح تھا اب وہ پہلے کی طرح بے دھڑک ہو کر ہمارے پیچھے نہیں آ سکیں گے یہ گویا ہمارے لیے مہلت تھی اور میں اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا چاہتا تھا۔ ٹیلوں پر اترتے چڑھتے ہوئے مدھو ایک بار پھر لڑکھڑانے لگی اس کی وجہ سے مجھے چند سیکنڈ کے لیے رکنا پڑا۔

اب ہمارے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ آوازیں اس طرف سے آ رہی تھیں جہاں یا پولیس والے کو گولی [illegible] لگی تھی۔ اس کے [illegible] ایسی صورت [illegible] نہیں لگا تا۔[illegible]

[illegible]

کے اسی طرح محتاط ہو جانے سے ہمیں وہاں سے دور نکلنے کا موقع مل گیا۔

اگرچہ ابھی تک ہم لوگ خطرے کی حدود سے نہیں نکلے تھے لیکن میرے خیال میں اب ہمیں اس طرح بھاگنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مدھو کی وجہ سے چند سیکنڈ رکنا پڑا اور پھر ہم تیز تیز چلنے لگے میں نے اب بھی مدھو کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔

آخر کار ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں نشیب میں شہر کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ میں ان روشنیوں کی طرف دیکھتے ہوئے اندازہ لگانے لگا کہ ہم اس وقت کہاں کھڑے ہیں اور آخر کار ہوٹل ہلٹن کا نیون سائن دیکھ کر میں کچھ اندازہ لگانے میں کامیاب ہو گیا۔

شکتی جب ہمیں لے کر روانہ ہوا تھا تو امید بھون تک پہنچنے کے لیے ہمیں شہر کے بعض بارونق علاقوں میں سے گزرنا پڑا تھا جبکہ دیوان اودھے سنگھ کے بنگلے پر حملے اور بھانوٹ کے پکڑے جانے کے بعد شہر میں جگہ جگہ چیکنگ شروع ہو گئی تھی۔ دیوان اودھے سنگھ غالباً بہت زیادہ بااثر آدمی تھا اس کے فون کرتے ہی پولیس کی پوری مشینری حرکت میں آ گئی تھی جس کے نتیجے میں بھانوٹ پکڑا گیا تھا اور بھی بہت سے بے گناہ گرفت میں آئے ہوں گے۔

شکتی بھی ہمیں لینے کے بعد شہر کی طرف سے اس لیے نہیں نکلا تھا کہ کہیں دھر نہ لیے جائیں وہ کار کو شہر کے نواح میں پہاڑیوں کے بیچ اس سڑک پر لے آیا تھا جو آگے جا کر احمد آباد کی طرف جانے والی سڑک سے جا ملتی تھی لیکن اس سے پہلے وہ موڑ تھا یہاں سے ایک سڑک امید بھون کی طرف جاتی تھی۔ شکتی اس طرف سے جانا چاہتا تھا لیکن اس موڑ پر پولیس پارٹی کھڑی تھی۔ شکتی نے عقلمندی کی تھی کہ کار کی رفتار ہلکی کر کے ہمیں اترنے کا موقع دے دیا تھا اور خود سیدھا پولیس کے ہاتھوں میں چلا گیا تھا۔

وہاں ایک گولی چلی تھی اور کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی تھی۔ یہ اندازہ لگانا دشوار تھا کہ گولی کس نے چلائی تھی اور چیخا کون تھا بہرحال یہ طے شدہ بات تھی کہ اگر وہ زندہ پولیس کے ہاتھ آیا تھا تو بھی اس کا چھٹکارا اسے بچانا بہت مشکل تھا۔

"میرا ہاتھ چھوڑ دو۔ میں بھاگ نہیں جاؤں گی۔"

مدھو کی آواز سن کر میرے خیال منتشر ہو گئے۔ مدھو کے منہ سے پہلی بار آواز نکلی تھی اور وہ نارمل لگ رہی تھی اب اس کی سانس بھی معمول کے مطابق تھی۔

"بھاگ تو نہیں جاؤ گی لیکن کہیں گر پڑو گی تمہیں لڑکھڑانے کی عادت پڑ گئی ہے۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم جو ہو میرے ساتھ مجھے سنبھالنے والے۔" اس نے جواب دیا۔

"تو پھر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں رہنے دو۔" میں نے کہا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔ "[illegible] ہوٹل کا نیون سائن نظر آ رہا ہے ہمیں اس ہوٹل کے دوسری طرف جانا ہے وہاں سے میں راستے کا تعین کر سکوں گا۔"

"[illegible] تم [illegible] جانا چاہتے ہو [illegible] زیادہ قریب [illegible]"

[illegible]

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

"اب ہم اس مکان کا رخ نہیں کر سکتے۔" میں نے کہا۔ "پہلی بات تو یہ کہ اس کی چابیوں کا رنگ بھاگ دوڑ میں کہیں گر گیا ہے اور دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ شکتی پولیس کی حراست میں ہے ہو سکتا ہے وہ پولیس کو اس مکان کے بارے میں بتا دے اس لیے وہاں جانا اب خطرے سے خالی نہیں ہے۔"

"شکتی بہت مضبوط ہے وہ جان دے دے گا مگر زبان نہیں کھولے گا۔" مدھو نے کہا۔ "بالکل یہی الفاظ شکتی نے بھانوٹ کے بارے میں کہے تھے۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن اس نے زبان کھول دی جس کی وجہ سے ہمیں اس کھولی سے بھاگنا پڑا۔ نہیں مدھو — میں کوئی رسک لینے کو تیار نہیں ہوں۔"

"میرے اندر چلنے کی سکت نہیں رہی لیکن ہم رات یہاں نہیں گزار سکتے۔ چلو میں تمہارے ساتھ ہوں۔" مدھو نے کہا۔

ہم ٹیلوں سے اتر کر نشیب میں چلنے لگے۔ تقریباً نصف میل آگے آبادی شروع ہو گئی۔ ہم چلتے انداز میں اندھیری سڑکوں پر چلتے رہے۔ آدھی رات بیت چکی تھی اس علاقے کی سڑکیں سنسان پڑی تھیں۔ یہاں رہتے ہوئے میں راستوں سے پوری طرح واقف ہو چکا تھا۔ ہلٹن ہوٹل سے بہت دور میں نے راستہ بدل دیا اب ہمارا رخ کرشن بھون کی طرف تھا۔ پنڈت بھیرو کا بنگلہ اسی علاقے میں تھا۔

اس وقت ہم کشادہ سڑک کو پار کر رہے تھے۔ بائیں طرف سے آنے والی ایک کار قریب سے گزری تو ہم پوری طرح روشنی میں نہا گئے میں نے مدھو کے کان میں سرگوشی کی اور اس طرح لڑکھڑا کر چلنے لگا جیسے شراب کے نشے میں دھت ہوں مدھو نے مجھے سنبھال رکھا تھا۔

وہ کار ہمارے قریب سے گزر گئی چند گز آگے جا کر رکی اور پھر ریورس گیئر میں پیچھے آتی ہوئی ہمارے قریب رک گئی۔ کار میں ایک ہی آدمی تھا جو اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کھڑکی سے گردن نکال کر مدھو کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"کس شرابی کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو، آؤ کار میں بٹھا میں تمہیں پہنچا دوں گا۔"

"یہ میرا پتی ہے زیادہ چڑھا گیا ہے۔" مدھو نے جواب دیا۔

"اسے کہیں سڑک پر ڈال دو ہوش آئے گا تو خود ہی گھر پہنچ جائے گا تم کار میں آ جاؤ سندری۔" اس شخص نے کہا۔

اور سندری نے بڑی تیزی سے آگے بڑھ کر اس کا منہ نوچ لیا ساتھ ہی اس کے منہ سے گندی گالیاں نکلنے لگیں وہ شخص بدحواس ہو گیا اور پھر اسے بھاگنے ہی میں خیریت نظر آئی تھی۔

"بھاگ گیا..... سالا حرامی۔" مدھو مخصوص انداز میں بڑبڑائی۔"

کار کافی دور جا چکی تھی ہم تیزی سے سڑک پار کر کے دوسری طرف پہنچ گئے اور پھر بنگلے تک پہنچنے میں ہمیں مزید ایک گھنٹہ لگ گیا تھا۔

راستے میں ہم شکتی کے بارے میں باتیں کرتے رہے تھے۔ مدھو بار بار شکتی کے بارے میں اس یقین کا اظہار کر رہی تھی کہ وہ اپنی زبان نہیں کھولے گا۔

"تم شکتی کو کب سے جانتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہماری دوستی زیادہ پرانی نہیں ہے لیکن میں نے اسے سمجھنے میں غلطی نہیں کی۔"

مدھو نے جواب دیا۔ "میں چہرے ہی سے کسی کے بارے میں بہت کچھ جان لیتی ہوں اور میرے اندازے کبھی غلط نہیں ہوتے۔"

"میرے بارے میں تمہارا کیا اندازہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تم تو دنیا میں سب سے نرالے ہو۔" مدھو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہر شخص میں کہیں نہ کہیں کوئی کمی ہوتی ہے لیکن تم بے لوچ ہو۔ عورت تمہاری سب سے بڑی کمزوری ہے اور عورت وہ ہستی ہے جو کسی بھی مرد کو ناک سے لکیریں نکلوانے پر مجبور کر سکتی ہے مگر تم ان دونوں سے مختلف ہو عورت کو اپنی کمزوری بنا لینے کے باوجود تم نے اسے اپنی مجبوری نہیں بنایا کیونکہ تمہیں عورت کے پیچھے بھاگنے کی ضرورت نہیں وہ خود تمہارے پیچھے آتی ہے۔ تمہارے اندر کوئی ایسی پراسرار کشش ہے کہ کوئی بھی عورت پہلی ہی ملاقات میں تمہارے بارے میں وہ سب کچھ سوچنے لگتی ہے جو ایک جوان عورت کو سوچنا چاہئے اور تم اس صورتحال سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہو میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ تم سے ملاقات کے بعد کوئی عورت اپنا دامن نہیں بچا سکی ہوگی۔"

میں دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ مدھو کا تجزیہ بالکل درست تھا۔ اس نے عورت کے حوالے سے مجھے سمجھنے میں غلطی نہیں کی تھی۔ یہ حقیقت بھی تھی کہ میرے قریب آنے والی کوئی عورت اپنا دامن نہیں بچا سکی تھی۔

"اور کیا جانتی ہو میرے بارے میں؟" میں نے پوچھا۔

"تم اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے انتہا تک جا سکتے ہو اور تمہیں اس بات کی پروا بھی نہیں ہوتی کہ تمہیں اپنی کامیابی کے لیے کتنے آدمیوں کی قربانی دینی پڑتی ہے اور تم دوسروں سے کام لینا بھی خوب جانتے ہو۔" مدھو نے جواب دیا۔

میرے بارے میں مدھو کا یہ تجزیہ بھی بالکل درست تھا۔ اس سے میری اگرچہ زیادہ ملاقاتیں نہیں ہوئی تھیں، لیکن اس نے میرے اندر تک جھانک لیا تھا۔ تاہم مدھو ابھی تک یہ نہیں جانتی تھی کہ میں یہ لڑائی کیوں لڑ رہا ہوں اور میرا اصل مقصد کیا تھا۔ شکتی نے اسے یہی بتایا تھا کہ ہم ناگ راج کے خلاف لڑ رہے ہیں اور ناگ راج کے بارے میں سب ہی لوگ جانتے تھے کہ اسے موت کے گھاٹ اتارنا عین کارِ ثواب ہے۔

ہم باتیں کرتے ہوئے بھیرو والے بنگلے کے گیٹ پر پہنچ گئے تھے میں نے انٹرکام والا بٹن دبا دیا اس وقت ایک بجنے والا تھا۔ رتنا کو معلوم تھا کہ میں اس کے مکان کی چابی لے گیا ہوں ہو سکتا ہے وہ یہی سمجھ رہی ہو کہ میں وہاں چلا گیا ہوں گا اور اس وقت وہ دونوں سو رہی ہوں گی مگر جب دوسری مرتبہ بٹن دبایا تو اندر کی دیوار کے ننھے سپیکر پر رتنا کی آواز سنائی دی تھی۔

میری آواز سن کر وہ مطمئن ہو گئی۔ اس کا اطمینان اس طرح بھی ہو گیا ہوگا کہ اس نے اندر انٹرکام کے قریب لگی ہوئی ایک چھوٹی سی سکرین پر میری صورت بھی دیکھ لی ہوگی۔ بھیرو نے بنگلے کی حفاظت کا بہت عمدہ انتظام کر رکھا تھا۔ گیٹ کے تین فٹ باہر کی طرف فرش باقی حصے سے بالکل مختلف تھا۔ تین فٹ کے اس حصے پر کسی بھی جگہ قدم رکھتے ہی گیٹ پر نصب خفیہ کیمرہ آن ہو جاتا تھا اور اندر انٹرکام کے قریب

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

سکرین پر اور بھیرو کے کنٹرول روم میں ٹی وی پر گیٹ کے آس پاس کا منظر ابھر آتا تھا۔
کلک کی ہلکی سی آواز ابھری اور گیٹ کھل گیا۔ میں مدھو کے ساتھ اندر داخل ہو گیا اور چند گز آگے بڑھ کر مدھو نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو گیٹ بند ہو چکا تھا۔

"یہ کون سی جگہ ہے؟" مدھو نے پوچھا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے تم نے کہا تھا کہ میں لوگوں کو مسخر کر لینے کی قوت رکھتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ بنگلہ بھی ایک ایسے ہی آدمی کا ہے جسے میں اپنی اس پراسرار قوت سے مسخر کر چکا ہوں پنڈت بھیرو نام ہے اس کا۔"

"اوہ۔" مدھو کے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔

"ظاہر ہے یہ نام اس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ شکتی کے ساتھ رہتے ہوئے وہ بھیرو کے بارے میں بھی بہت کچھ جان چکی تھی۔

"برآمدے والا دروازہ ہمیں کھلا ہوا ملا اندر کی طرف سمترا کھڑی تھی اس نے سکرین پر گیٹ کے سامنے مدھو کو میرے ساتھ دیکھا ہوگا اور اب اسے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں الجھن سی تیر گئی تھی۔

سمترا نے مدھو کا نام تو ضرور سنا تھا مگر اس سے ملاقات پہلی بار ہو رہی تھی۔

"یہ مدھو ہے۔" میں نے تعارف کرایا تو سمترا مسکرا دی تھی۔ "رتنا کہاں ہے؟" میں نے ادھر ادھر دیکھا۔

"وہ تو سو گئی۔" سمترا نے جواب دیا۔ "جگا دوں؟"

"نہیں رہنے دو۔" میں نے کہا۔ "تم ہمارے لیے کافی یا چائے بنا دو آج تو سمجھو کہ ہم موت کے منہ سے نکل کر آئے ہیں۔"

"میں پہلے چائے بنا لاؤں پھر تفصیل پوچھوں گی۔" سمترا کہتے ہوئے کچن کی طرف چلی گئی۔

میں مدھو کے ساتھ ہال میں بیٹھ گیا۔ مدھو بڑی نڈھال سی لگ رہی تھی ہم ایک خوفناک مرحلے سے گزرے تھے۔ ٹیلوں پر بھاگتے ہوئے وہ بار بار ہانپ جاتی تھی اور پورا شہر ناچتے ہوئے آئے تھے۔ وہ یقیناً تھک گئی تھی اور میری حالت بھی کچھ اچھی نہیں تھی۔ ٹانگیں شل ہو رہی تھیں۔

سمترا کافی بنا کر لے آئی اس نے ایک ایک کپ ہمارے سامنے رکھ دیا اور تیسرا خود لے لیا۔

"ہاں اب بتاؤ کیا قصہ ہے؟" وہ سنبھل کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

میں نے گرم گرم کافی کی ایک دو چسکیاں لیں اور پھر اسے بتانے لگا کہ ہم پر کیا بیتی تھی۔

"تمہارے خیال میں شکتی زبان بند رکھے گا؟" میرے خاموش ہونے پر سمترا نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"ویسے تو شکتی بہت مضبوط اعصاب کا مالک ہے، لیکن کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی۔" میں نے جواب دیا۔

باتیں کرتے ہوئے میں نے مدھو کی طرف دیکھا۔ کافی کا کپ اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ اونگھ رہی تھی۔ سمترا نے بھی اسے دیکھا اور اس کے ہاتھ سے کافی کا کپ لے لیا۔ مدھو نے آنکھیں کھول دیں۔

"اس کمرے میں جا کر سو جاؤ تمہیں نیند آ رہی ہے۔" سمترا نے کہا۔

"اں..... آ..... چھا۔" مدھو بڑبڑائی مگر اٹھنے کے بجائے صوفے پر ہی لمبی ہو گئی۔

سمترا نے میری طرف دیکھا۔ "چھوڑ دو۔" میں نے کہا۔ "تھکن سے تو میرا بھی برا حال ہو رہا ہے۔"

"تو پھر تم بھی سو جاؤ نا۔ باتیں صبح ہو جائیں گی۔" سمترا نے کہا۔

سمترا ٹھیک کہہ رہی تھی تلخ اور سٹرانگ کافی پینے کے باوجود میرے لیے آنکھیں کھلی رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ میں اٹھ کر کمرے میں آ گیا اور بستر پر گرتے ہی نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

میں اگلے روز دوپہر تک سوتا رہا جب بیدار ہوا تو جسم ٹوٹتا ہوا سا محسوس ہو رہا تھا۔ آنکھ کھلنے کے باوجود میں دیر تک بستر پر پڑا رہا اور پھر اٹھ کر باتھ روم میں گھس گیا۔ پانی اگرچہ برف کی طرح ٹھنڈا تھا مگر ایک شاور کے نیچے کھڑا رہا اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ساری کسلمندی دور ہو گئی۔

سمترا رتنا اور مدھو ہال کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

"تم زندہ ہو!" رتنا میری طرف دیکھ کر بولی۔ "کئی مرتبہ تمہیں جگانے کی کوشش کی اس طرح لگتا تھا کہ مردہ بھی آنکھیں کھول دیتا لیکن تم تو مردوں سے بھی بازی لے گئے۔"

"اس وقت بڑے زور کی بھوک لگ رہی ہے میں اور کوئی بات نہیں بنا سکا اگر پانچ منٹ کے اندر مجھے کھانے کو نہ ملا تو تم تینوں میں سے کسی ایک کو کھا جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

سمترا قہقہہ لگاتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی اور پھر واقعی پانچ منٹ کے اندر اندر میرے سامنے ناشتہ لگا ہوا تھا۔ اس دوران بھیرو بھی آ گیا۔ اس وقت وہ خاصا چاق و چوبند اور ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ میں اس کی یہ کیفیت دیکھ کر چونکے بغیر نہیں رہ سکا تھا اس سے پہلے تو وہ بے پناہ مایوسی کا شکار تھا وہ میرے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"بہت خوش ہو۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "لگتا ہے تمہارے ذہن پر جو بوجھ تھا اتر چکا ہے اور تم خاصے مطمئن نظر آ رہے ہو۔"

"ہاں..... اب مجھے کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" بھیرو نے جواب دیا۔

"میں نے ایک آدمی کا بندوبست کر لیا ہے جو مجھے ناگ راج سے دور رکھے گا اور میری رکھشا کرے گا۔"

"کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں رہا۔" میں اس کی بات پر چونکے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ "لیکن بہرحال وہ آدمی کون ہے اور تمہارا اس سے رابطہ کیسے ہوا؟"

"وہ بہت عرصہ پہلے میرے پاس آیا کرتا تھا۔ اسے بھی ناگ راج سے شدید نفرت ہے اس پر انویسٹ کیا جا سکتا ہے۔" بھیرو نے جواب دیا۔

"وہ ہے کون؟" میں نے الجھی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"دیوان اودھے سنگھ۔" بھیرو نے جواب دیا۔

میں اچھل پڑا۔ "تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا!" میں نے اسے گھورا۔ "میں نے تمہیں بچانے کی

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

کوشش کر رہا ہوں اور تم خود موت کے کنویں میں چھلانگ لگا رہے ہو۔"

"دیوان اودھے سنگھ قابل اعتماد آدمی ہے وہ مجھے دھوکہ نہیں دے گا۔" بھیرو نے کہا۔

"اس وقت ہر وہ شخص تمہارا دشمن ہے جسے تمہاری دولت کے بارے میں علم ہے۔" میں نے کہا۔ "دیوان اودھے سنگھ بھی دوسروں کی طرح تمہاری دولت اڑانے کا منصوبہ بنا رہا ہے اور اس مقصد کے لیے اس نے امرت ٹھاکرے جیسے شخص کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں۔"

"کیا.....؟" بھیرو کا چہرہ دھواں ہو گیا۔

"میرا خیال ہے سمترا نے تمہیں ابھی تک کچھ نہیں بتایا۔" میں نے کہا۔

"نہیں.....کوئی خاص بات؟" بھیرو بولا۔ وہ اپنی کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں اسے کل رات کے واقعات کے بارے میں بتانے لگا۔ "کل رات میں نے خود دیوان اودھے سنگھ کی باتیں سنی ہیں۔ وہ نہ صرف رجنی نامی کسی خوبصورت لڑکی کے ذریعے ناگ راج کے قریب پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے بلکہ اس کا منصوبہ یہ ہے کہ ٹھاکرے کے ذریعے تم پر قابو پا لے اور پھر ٹھاکرے کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے، لیکن لگتا ہے اب اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں پڑے گی تم نے اس کی یہ مشکل خود ہی حل کر دی ہے اور تمہاری باتوں سے میں اس نتیجے پر بھی پہنچا ہوں کہ تمہیں اب میری ضرورت نہیں۔ ایسی صورت میں میں بھی یہاں رہنا پسند نہیں کروں گا میں رتنا اور مدھو کو لے کر آج شام ہی کو یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"تم نہیں جا سکتے یہاں سے۔" بھیرو نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے کے تاثرات یکدم بدل گئے تھے۔ "ایک تم ہی تو ہو جس پر میں آنکھیں بند کر کے وشواش کر سکتا ہوں تم نہ ہوتے تو ناگ راج اب تک مجھے ٹھکانے لگا چکا ہوتا میری ہی عقل پر پتھر پڑ گئے تھے کہ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مجھے تم پر وشواش نہیں رہا تھا۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ "دراصل آدمی جب حد سے زیادہ مایوس ہو جاتا ہے تو اس سے نادانی میں ایسی ہی حرکتیں سرزد ہونے لگتی ہیں مگر اس وقت تم نے مجھے ایک بار پھر بچا لیا۔"

"تم نے اودھے سنگھ سے رابطہ کیسے کیا تھا۔ فون پر؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "مگر بھگوان کا شکر ہے کہ میں نے اسے اپنا پتہ نہیں بتایا تھا اور یہ کہا تھا کہ دوبارہ اس سے بات کروں گا۔"

میں نے اطمینان کا سانس لیا میں دراصل یہی جاننا چاہتا تھا کہ اس نے اودھے سنگھ کو یہاں آنے کی دعوت تو نہیں دے دی تھی۔

"مگر تم دیوان تک کیسے پہنچ گئے؟" بھیرو نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"تم تو کئی دن سے شراب کے نشے میں ڈوبے ہوئے تھے جبکہ ایسی صورتحال میں مدہوش نہیں ہوش میں رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔" میں نے کہا اور پھر اسے ڈاکٹر شانتا سے ملاقات سے لے کر آخر تک سب کچھ بتا دیا۔ "بلا نے کہا تھا کہ اگر مجھے اس کی پیشکش قبول ہو تو میں پیلس ہوٹل کے ہیڈ ویٹر نریش سے رابطہ کروں۔ وہ مجھے دیوان اودھے سنگھ تک پہنچا دیتا اور اودھے سنگھ مجھے بیلا یا ناگ راج کے سامنے لے

جاتا.....لیکن میں اپنے طور پر ناگ راج تک پہنچنا چاہتا تھا۔ نریش سے دیوان اودھے سنگھ کے بارے میں معلوم ہونے کے بعد میں اور شکتی گزشتہ رات نو بجے اس کے بنگلے پر پہنچ گئے اور وہاں مجھے ان کی باتیں سننے کا موقع مل گیا۔ ان کی باتوں سے مجھے یہ پتہ چل گیا کہ ناگ راج اور بیلا کہاں ہیں اور دوسرے یہ انکشاف بھی ہوا کہ تمہاری دولت نے ان میں پھوٹ ڈال دی ہے ناگ راج سے ان کی وفاداریاں مشکوک ہو چکی ہیں ہر شخص تمہاری دولت حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے وہ ناگ راج جیسے شخص کو بھی دھوکہ دینے کو تیار ہے۔"

"بیلا اور ناگ راج کہاں ہیں؟" بھیرو نے پوچھا۔

"رانا پیلس میں۔" میں نے جواب دیا۔ "کل رات میں مدھو اور شکتی اس طرف جا رہے تھے کہ راستے میں پولیس سے ٹکراؤ ہو گیا میں اور مدھو تو بچ نکلے مگر شکتی پولیس کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ مجھے اس کی فکر ہے۔"

"رانا پیلس۔" بھیرو کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔ "یہ ٹھاکر شمشیر سنگھ کا محل ہے، لیکن وہ خود آج کل یہاں نہیں ہے بیلا اور ناگ راج نے چھپنے کے لیے اس مرتبہ بہترین جگہ تلاش کی ہے۔ رانا پیلس میں کسی اجنبی کے لیے داخل ہونا آسان نہیں ہے۔"

"لیکن میں آج رات وہاں جاؤں گا۔" میں نے کہا۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟" بھیرو نے مجھے گھورا۔

"یہی سمجھ لو۔" میں مسکرا دیا۔ "ناگ راج کو اب میں زیادہ مہلت نہیں دینا چاہتا۔ اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو میری ساری محنت رائیگاں جائے گی۔"

"سوچ لو۔" بھیرو نے کہا۔ "رانا پیلس بہت خطرناک جگہ ہے اول تو کسی اجنبی کے لیے وہاں داخل ہونا ہی ممکن نہیں اگر وہ داخل ہو بھی جائے تو زندہ واپس نہیں آ سکتا۔"

"میں وہاں جاؤں گا اور زندہ واپس آؤں گا۔" میں نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔" بھیرو نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "میں بھگوان سے پرارتھنا کروں گا کہ وہ تمہاری رکھشا کرے مگر بھگوان ہر جگہ تو نہیں ہوتا اس لیے۔"

"میں تمہارے بھگوان کے بھروسے پر نہیں اپنے اللہ کے بھروسے پر جاؤں گا اور ہمارا خدا تمہارے بھگوان کی طرح نہیں کہ کسی جگہ ساتھ دینے سے انکار کر دے ہمارا خدا ہر جگہ موجود ہے۔ آسمانوں پر بھی اور سمندر کی گہرائیوں میں بھی مجھے اس کی ذات پر کامل بھروسا ہے۔"

بھیرو کچھ کہنے کے بجائے گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ پھر میں نے ہی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"کل رات ہم رانا پیلس ہی کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں پولیس کی وین سے گڑبڑ ہو گئی۔ مجھے ذرا اس کی لوکیشن سمجھا دو امید بھون سے کس طرف جانا ہو گا۔"

"تمہیں تلاش کرنے یا کسی سے پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔" بھیرو نے کہا۔ "امید بھون سے تقریباً دو سو گز آگے مین روڈ کے ساتھ ایک دیوار شروع ہو جاتی ہے وہ دیوار رانا پیلس ہی کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آگے چلتے رہنا سو گز آگے جا کر گیٹ ہے لیکن میرا مشورہ ہے کہ ایک بار پھر سوچ

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

لو۔''

''اب سوچنے کا نہیں عمل کرنے کا وقت ہے بھیرو۔'' میں نے جواب دیا۔ ''ایسا نہ ہو کہ ہم تو یہاں بیٹھے سوچتے رہیں اور وہ اپنا کام کر گزرے۔'' بھیرو اس بار بھی خاموش رہا۔

میں کئی مرتبہ امید بھون اور اس سے آگے اس فصیل کے سامنے سے گزرا تھا لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہی رانا پیلس ہے وہ فصیل اتنی اونچی تھی کہ اس کے اندر پیلس کی عمارت باہر سے نظر نہیں آتی تھی۔ گیٹ بہت بڑا اور دہرا تھا تقریباً تیس فٹ لمبا ایک گیٹ اس کے آگے دو بڑے بڑے پلرز اور اس سے آگے پھر تیس فٹ لمبا گیٹ۔ میں نے کبھی یہ گیٹ بھی کھلا ہوا نہیں دیکھا تھا اور مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ اس کے اندر میرے لیے کیا ہو سکتا تھا۔

رتنا کو میں کسی وجہ سے ساتھ نہیں لے جانا چاہتا تھا البتہ گزشتہ رات کے خوفناک تجربے کے بعد بھی مدھو میرے ساتھ جانے کو تیار تھی اور سمترا ابھی ہماری مدد کرنے کو تیار ہو گئی تھی اس نے وہ علاقہ دیکھا ہوا تھا اور وہ مجھے بتا رہی تھی کہ کس طرف سے پیلس میں داخل ہونا مناسب رہے گا۔

''شمشیر سنگھ آج کل پیلس میں نہیں ہے وہ اپنی فیملی کو لے کر جے پور گیا ہوا ہے۔'' سمترا بتا رہی تھی۔ ''جب شمشیر سنگھ یہاں ہوتا ہے تو پیلس میں بڑی رونق ہوتی ہے لیکن جب وہ دو مہینوں کے لیے جے پور چلا جاتا ہے تو یہاں دو چار نوکروں کے علاوہ کوئی نہیں ہوتا اندر سے یہ پیلس بہت وسیع و عریض ہے۔ گیٹ کے اندر قدم رکھتے ہی تمہیں احساس ہوگا کہ کسی اور ہی دنیا میں پہنچ گئے ہو وسیع و عریض لان، حوض، سوئمنگ پول، کشادہ برآمدے اور راہداریاں ایسی چیزیں تم نے صرف فلموں ہی میں دیکھی ہوں گی۔''

''تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے اندر سے بھی اس پیلس کو اچھی طرح دیکھا ہو!'' میں نے اسے گھورا۔

''کئی سال پہلے ایک مرتبہ اندر جانے کا موقع ملا تھا۔'' سمترا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اور آج سے تین سال پہلے ایک مرتبہ اور ایسا چانس ملا تھا۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ ''پہلی مرتبہ میں اس وقت یہاں آئی تھی جب جے پور کالج میں فرسٹ ایئر کی سٹوڈنٹ تھی۔ میں کالج گروپ کے ساتھ ماؤنٹ ابو آئی تھی۔ اس وقت ہمیں بہت سی دوسری تاریخی عمارتوں کے علاوہ رانا پیلس کی سیر بھی کرائی گئی تھی اور دوسری مرتبہ۔''

''اور دوسری مرتبہ......؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''دوسری مرتبہ میں رقاصاؤں کے ایک طائفے میں شامل تھی۔'' سمترا نے جواب دیا۔ ''جے پور کی میرا بائی کو مجرے کے لیے بلایا گیا تھا۔ وہ چند دوسری لڑکیوں کی طرح مجھے بھی ساتھ لے آئی تھی۔''

''میرے لیے حیرت کی بات ہے۔'' میں نے کہا۔ ''پہلی مرتبہ تم سٹوڈنٹ کی حیثیت سے یہاں آئی تھیں اور دوسری مرتبہ رقاصہ کی حیثیت سے۔ یہ فرق۔''

''کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ میں جے پور میں میرا بائی سے رقص بھی سیکھ رہی تھی۔'' سمترا نے جواب دیا۔ ''جب میں میرا بائی کے ساتھ یہاں آئی تھی تو اس وقت میں انٹر کر چکی تھی۔ رانا پیلس میں مجرے کے دوسرے دن میں نے اچال شوار مندر میں بھی رقص کا مظاہرہ کیا۔ رگو جی کو میرا رقص اتنا پسند آیا کہ انہوں نے مجھے مندر میں روک لیا اور اس وقت سے میں [illegible]

خاموش ہو کر بھیرو کی طرف دیکھنے لگی۔

''گرو جی کو رقص پسند آیا تھا یا تمہاری جوانی اور سندرتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ایک ہی بات ہے۔'' بھیرو بیچ میں بول پڑا۔ ''تم اس کی جوانی اور سندرتا تو دیکھ ہی چکے ہو رقص بھی دیکھو گے تو دنگ رہ جاؤ گے۔''

''اپنے کام سے فارغ ہو لیں تو ضرور دیکھیں گے۔'' میں نے جواب دیا اور ایک بار پھر اصل موضوع کی طرف آ گیا۔ ''تو ہمیں کتنے بجے یہاں سے روانہ ہونا چاہیے۔''

''ہم گیارہ بجے چلیں گے۔'' سمترا نے کہا۔ ''میں تم لوگوں کو پیلس کے سامنے اتار کر ایک مقررہ جگہ پر انتظار کروں گی۔ پیلس کے سامنے اتارنے سے پہلے تمہیں وہ جگہ بھی دکھا دوں گی تاکہ وہاں پہنچنے میں مشکل نہ ہو۔'' سمترا آخری مرتبہ تین سال پہلے رانا پیلس گئی تھی ظاہر ہے اسے سب کچھ یاد نہیں رہا تھا۔ وہ تفصیل سے گھومی بھی نہیں تھی انہیں پیلس کے ایک حصے تک محدود رکھا گیا تھا لیکن اسے بہت سی کام کی باتیں معلوم ہو گئی تھیں، جو میرے لیے مددگار ثابت ہو سکتی تھیں۔

ہم ٹھیک گیارہ بجے تیار ہو کر فیاٹ پر ہی بنگلے سے نکلے۔ ہم نے گہرے رنگ کے کپڑے پہنے تھے تاکہ تاریکی میں نمایاں نہ ہو سکیں۔ میں نے کاراکوف رائفل لباس کے اندر چھپا لی تھی۔ ایک خنجر بھی لباس میں چھپا لیا تھا مدھو نے بھی پستول رکھ لیا تھا۔

مدھو پچھلی سیٹ پر بیٹھی اور میں سمترا کے ساتھ پسنجرز سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار بنگلے سے نکل کر مختلف سڑکوں پر دوڑتی ہوئی امید بھون کی طرف نکل آئی۔

رانا پیلس کی دیوار سڑک کے ساتھ ساتھ ایک میل تک چلی گئی تھی۔ دوسری طرف بھی دیوار کی طوالت اتنی ہی تھی۔ چاروں طرف ایک میل تک پھیلی ہوئی چاردیواری سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اندر سے پیلس کتنا وسیع اور کتنا شاندار ہوگا۔

چاروں طرف چکر لگانے کے بعد ہم مین گیٹ والی سڑک پر نکل آئے۔ گیٹ سے تقریباً ڈیڑھ سو گز آگے نکل کر سمترا نے کار کے ہیڈ لیمپس بجھا دیے اور یوٹرن لیتے ہوئے سڑک کے دوسری طرف کار کو درختوں کے ایک جھنڈ میں لے جا کر روک لیا۔

''میں یہاں تم لوگوں کا انتظار کروں گی۔'' اس نے کہا۔ ''گیٹ سے نکل کر یہاں تک آنے میں تم لوگوں کو زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی۔''

وہ کار کو دوبارہ سڑک پر لے آئی اور ہیڈ لیمپس روشن کر دیے۔ پیلس کے گیٹ کے سامنے پہنچتے ہی انجن بند ہو گیا اور کار رک گئی۔ سمترا بار بار اگنیشن کی گھماتی رہی ہر مرتبہ کار کا انجن غرا کر خاموش ہو جاتا۔ سمترا اپنی طرف کا دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی اور بانٹ اٹھا دیا۔

پیلس کے گیٹ کا ایک ذیلی دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا آدمی برآمد ہوا۔ یہ دروازہ دونوں پلرز کے درمیان تھا۔ وہ لمبا تڑنگا شخص گیٹ کا محافظ تھا۔ اس نے راجستھانی لباس پہن رکھا تھا سر پر پگڑی اور کمر پر تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ اسے کار کی طرف آتے دیکھ کر میں نے اپنی طرف کا دروازہ کھولا اور بڑی آہستگی سے [illegible] پیچھے گیا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''کیا ہوا تمہاری کار کو۔ اسے عین گیٹ کے سامنے خراب ہونا تھا۔'' اس آدمی نے قریب آتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں رعب نمایاں تھا۔ ظاہر ہے وہ رانا پیلس کا گارڈ تھا ایسی جگہوں کے تو معمولی اور ادنیٰ ملازم بھی شیر ہوتے ہیں۔

''کیا کروں مہاراج انجن میں کوئی خرابی ہوگئی ہے میں کیا کرسکتی ہوں۔'' سمترا نے اس کی طرف مڑتے ہوئے جواب دیا۔

''اوہ تم.....'' وہ آدمی چونک گیا۔ ''تمہارے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے۔''

''نہیں مہاراج۔ میری دیدی ہے وہ بھی پریشان ہو رہی ہے۔'' سمترا نے جواب دیا۔

''یہاں تو تمہیں اس وقت کوئی مدد بھی نہیں ملے گی۔'' محافظ بولا۔

''ٹھہرو۔ میں سوچتا ہوں میں تمہاری کیا مدد کرسکتا ہوں۔''

میں چوپائے کی طرح ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا کار کے اوپر سے گھوم کر دوسری طرف آ گیا۔ اس دوران میں نے کار اکوف بھی نکال لی تھی۔ وہ لمبا تڑنگا محافظ سمترا کے ساتھ بالکل چپکا ہوا انجن پر جھکا ہوا تھا۔ میں سمجھ گیا وہ اس کی مدد کس طرح کرنا چاہتا ہے۔ میں بڑی آہستگی سے اس کے پیچھے پہنچ کر کھڑا ہوگیا اور رائفل کی نال اس کی پشت پر لگا کر غرایا۔

''سیدھے کھڑے ہو جاؤ مہاشے اگر کوئی بہادری دکھانے کی کوشش کی تو اس رائفل کی ساری گولیاں تمہارے شریر میں سوراخ کر دیں گی۔''

وہ ایک جھٹکے سے سیدھا ہوگیا۔ سمترا بھی تیزی سے اس کے قریب سے ہٹ گئی تھی۔

''کون ہو تم لوگ۔'' محافظ نے دونوں ہاتھ بھی اوپر اٹھا دیئے۔ ''اس حرکت کا مطلب جانتے ہو؟''

''بہت اچھی طرح۔'' میں نے جواب دیا۔ ''اگر شرافت کا ثبوت دو گے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا ہم کوئی چور ڈاکو نہیں ہیں صرف پیلس کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔''

''پچھتاؤ گے تم لوگ۔'' محافظ غرایا۔

''پچھتانے کی ہماری عادت بہت پرانی ہے آج بھی پچھتا لیں گے۔'' میں نے جواب دیا۔

مدھو کار سے اتر آئی تھی سمترا دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی اس مرتبہ پہلی ہی کوشش میں انجن سٹارٹ ہوگیا۔ وہ ہاتھ ہلاتی ہوئی کار کو آگے بڑھا لے گئی۔

''اب تم بھی چلو۔ گیٹ کے اندر اور تمہارے دونوں ہاتھ سر سے اوپر ہی رہنے چاہئیں۔'' میں نے محافظ کو رائفل سے دھکا دیا۔

ہم گیٹ کے اندر آ گئے۔ مدھو نے گیٹ بند کر دیا دونوں پلرز کے درمیان اندر کی طرف گارڈ روم تھا۔ محافظ نے ٹھیک کہا تھا وہ اکیلا ہی تھا دراصل محافظ کی ڈیوٹی تو محض خانہ پری کے لیے تھی۔ اس کی کمر پر تلوار بھی آرائش کے لیے تھی ورنہ یہاں کسی محافظ کی ضرورت بھی نہیں تھی کوئی احمق بھی رانا پیلس میں داخل ہونے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا۔

گارڈ روم میں پہنچ کر میں نے محافظ کو فرش پر اوندھا لٹا دیا اور میرا اشارہ پا کر مدھو نے اس کے سر سے پگڑی اتار لی اور اسی سے اس کے ہاتھ پشت پر باندھنے لگی اور پھر میں بھی اس کی مدد کرنے لگا اور اس

کے پیر بھی سختی سے باندھ دیئے۔ پگڑی ہی کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔

''میرا خیال ہے دو گھنٹوں تک تم اس طرح آرام سے پڑے رہ سکتے ہو۔'' میں نے کہا۔ ''ہم واپس جاتے ہوئے تمہیں کھول دیں گے۔''

میں اور مدھو گارڈ روم سے باہر آ گئے۔ ایک، گیٹ کے سامنے سڑک تھی اور دوسرے گیٹ کے سامنے سفید سنگ مرمر کی پانچ کشادہ سیڑھیاں۔ میں مدھو کا ہاتھ پکڑ کر سیڑھیوں کی طرف دوڑا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر سنگ مرمر ہی کا بہت وسیع و عریض فرش تھا اور اس سے آگے گھاس کے پلاٹ تھے۔

بہت لمبے چوڑے لان تھے اور ان میں جگہ جگہ پھولوں کے پودوں کے تختے تھے۔ سرو اور دوسرے پودے بھی جا بجا بہت سلیقے سے لگے ہوئے تھے۔ سامنے بہت دور پیلس کی عمارت نظر آ رہی تھی اس گارڈ نے بتایا تھا کہ پیلس کے اندر دو محافظ اور ہیں، لیکن حیرت کی بات تھی کہ پورے پیلس میں کہیں بھی روشنی نظر نہیں آ رہی تھی۔

ہم درختوں اور پودوں کی آڑ میں چلتے رہے۔ مجھے بڑی حیرت ہو رہی تھی وہ لوگ بھی تھے جو ایک کمرے کی کھولی میں گزارہ کرتے تھے اور ایسے لوگ بھی تھے جن کے گھر بلا مبالغہ میلوں رقبے پر پھیلے ہوئے تھے اور انہیں یہ بھی چھوٹے ہی لگتے ہوں گے۔

ایک بہت بڑے حوض کے قریب ہم رک گئے۔ حوض پانی سے بھرا ہوا تھا اور عین وسط میں بہت بڑا فوارہ بھی لگا ہوا تھا۔ میں حوض سے ذرا آگے ایک پودے کی آڑ میں رک گیا۔

پیلس کی عمارت یہاں سے زیادہ دور نہیں تھی۔ میں کچھ دیر تاریکی میں گھورتا رہا پھر مدھو کو اشارہ کرتا ہوا آگے چلنے لگا۔ رات کا اندھیرا تھا اور ہم نے کپڑے بھی گہرے رنگ کے پہن رکھے تھے اور ہم پودوں کی آڑ لیتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔

لان کے کنارے پر پہنچ کر ہم چند لمحوں کو رکے۔ میں نے محتاط نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر آگے سنگ مرمر کے فرش پر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے پہلے برآمدے میں داخل ہوگئے۔

بہت لمبا چوڑا برآمدہ تھا۔ فرش سنگ مرمر کا تھا اور لاتعداد ستونوں پر بھی سنگ مرمر کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔ چھت بہت اونچی تھی ہم ستونوں کی آڑ لیتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور آخر کار ایک کشادہ راہداری میں داخل ہوگئے۔ راہداری کے اختتام پر ایک بہت بڑا ہال تھا وہاں بہت مدھم سی روشنی نظر آ رہی تھی۔

میں دیوار کے ساتھ چپک کر ہال کی طرف بڑھتا رہا۔ میرے ایک ہاتھ میں کار اکوف رائفل تھی۔ میرے پیچھے مدھو تھی اس نے بھی پستول سنبھال رکھا تھا۔ راہداری کے اختتام پر پہنچ کر میں رک گیا اور ہال کی طرف دیکھنے لگا۔ فرش پر وال ٹو وال دبیز قالین بچھے ہوئے تھے بہت شاندار فرنیچر سلیقے سے آراستہ تھا۔ چھت پر کئی فانوس لٹکے ہوئے تھے۔ دیواروں پر بڑی بڑی تصاویر آویزاں تھیں لیکن روشنی بہت مدھم ہونے کی وجہ سے کوئی چیز واضح طور پر نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا لیکن اس روشنی کا منبع مجھے کہیں بھی دکھائی نہیں دیا۔ لگتا تھا وہ روشنی دیواروں سے پھوٹ رہی ہو۔

ہال کے پرلی طرف ایک ایسی ہی کشادہ راہداری دکھائی دے رہی تھی وہاں تک پہنچنے کے لیے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

پورے ہال میں سے گزرنا پڑتا اور میں کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ دائیں طرف بھی ایک تنگ سی راہداری تھی میں مدھو کو اشارہ کرتا ہوا اس طرف چل پڑا۔

وہ راہداری زیادہ کشادہ نہیں تھی اس میں دائیں بائیں صرف دو کمروں کے دروازے تھے۔ میں نے باری باری دونوں دروازوں کو آزما کر دیکھا دونوں مقفل تھے۔

اس راہداری کے اختتام پر بھی ایک قدرے چھوٹا ہال تھا لیکن یہاں فرش پر نہ تو قالین تھے اور نہ ہی کسی قسم کا فرنیچر البتہ یہاں بھی بہت مدھم سی روشنی نظر آ رہی تھی۔ یہاں بھی روشنی کا کوئی منبع دکھائی نہیں دیا۔

اس ہال میں سامنے ایک دوسرے سے فاصلے پر دو دروازے تھے۔ بائیں طرف بھی دو دروازے البتہ دائیں طرف صرف ایک ہی دروازہ تھا۔ میرے خیال میں یہ سب کمروں کے دروازے تھے اس رات دیوان اودھے سنگھ کے بنگلے میں سنی جانے والی باتوں سے یہ تو پتہ چل گیا تھا کہ بیلا اور ناگ راج رانا پیلس میں تھے اس لیے میں نے اتنا بڑا خطرہ مول لے کر یہاں آنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن اب میں شدید الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس پیلس میں شاید اس طرح کی درجنوں راہداریاں اور بیسیوں کمرے ہوں گے۔ اگر میں انہیں تلاش کرنے کے لیے ایک ایک کمرے میں جھانکنے لگتا تو شاید صبح ہو جاتی اور میں پورے کمرے نہ دیکھ پاتا۔ اس پیلس میں تہہ خانے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ تو سوچنا ہی محال تھا کہ کوئی پیلس ہو اور اس میں تہہ خانے نہ ہوں لیکن اس وقت میں نے تہہ خانے کا خیال ذہن سے نکال دیا پہلے مجھے کمروں کو چیک کرنا تھا۔ باہر والے محافظ نے بتایا تھا کہ دو محافظ پیلس کے اندر بھی موجود ہیں مگر ابھی تک کہیں ان کی موجودگی کے آثار بھی دکھائی نہیں دیئے تھے۔

''مدھو۔'' میں نے پیچھے مڑ کر سرگوشی کی۔ ''یہاں تو لاتعداد کمرے ہیں ہمیں دائیں طرف والے کمرے سے ابتدا کر دینی چاہئے یا تو ان کا سراغ مل جائے گا یا پھر کہیں پھنس جائیں گے۔''

''اوکھلی میں سر تو دے ہی چکے ہیں اب اگر موصلے برسنے لگیں تو کیا پروا کی جا سکتی ہے۔'' مدھو نے جواب دیا۔

''میں دیوار کے ساتھ سرکتا ہوا دائیں طرف والے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ مدھو بھی دیوار کے ساتھ لگی میرے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر میں رک گیا کان لگا کر اندر سے کوئی آواز سننے کی کوشش کی مگر دوسری طرف بھی سناٹا تھا۔ میں نے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر بڑی آہستگی سے گھمایا یہ دروازہ مقفل نہیں تھا۔ دروازہ دو تین انچ کے قریب کھول کر میں نے اندر جھانکا گہری تاریکی تھی اور کوئی معمولی سی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اگر یہ کوئی بیڈ روم تھا اور اندر کوئی سویا ہوتا تو خراٹوں یا سانس کی آواز سنائی دینی چاہئے تھی مگر اندر تو تاریکی سے بھی زیادہ گہرا سناٹا تھا۔

میں نے دروازہ پوری طرح کھول دیا کمرے کی تاریکی دور نہیں ہوئی میں دونوں ہاتھوں میں رائفل سنبھالے اندر داخل ہو گیا اور مدھو بھی میرے پیچھے اندر آ گئی اور دروازہ بند کر دیا۔

میں کسی سوئچ کی تلاش میں دیوار ٹٹولنے لگا مگر دروازے کے دونوں طرف دور دور تک کوئی سوئچ نہیں تھا یا میرا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ رہا تھا گہری تاریکی سے مدھو شاید کچھ خوفزدہ سی ہو گئی تھی وہ میرے ساتھ

چپک کر کھڑی ہو گئی۔

میں آگے بڑھا ایک قدم اور دوسرا قدم زمین پر نہیں پڑا۔ میں ایک پیر پر لڑکھڑا کر پشت کے بل گرا اور کسی ڈھلان پر پھسلتا چلا گیا مدھو کا بھی یہی حشر ہوا تھا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی میں بڑی تیزی سے پھسلتا ہوا بھد کی آواز سے ایک جگہ پر گرا میرے منہ سے کراہ نکل گئی۔ مدھو بھی میرے قریب ہی گری تھی۔ اس نے چیختے ہوئے ہاتھ چلائے تو میری قمیص اس کی گرفت میں آ گئی۔

اس طرح اچانک گرنے سے میرے ہاتھ سے رائفل نکل گئی تھی اس کی آواز سے یوں لگا تھا جیسے وہ مزید نیچے جا کر پختہ فرش پر گری ہو۔

اوپر کہیں کھٹاک کی آواز سنائی دی۔ مدھو میرے ساتھ لپٹ گئی۔ کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی تیز روشنی پھیل گئی۔ گھپ تاریکی اور پھر اچانک تیز روشنی ہو جانے سے میری آنکھیں چندھیا گئیں اور جب آنکھیں تیز روشنی سے مانوس ہوئیں تو میں اپنے اردگرد کا جائزہ لیتے ہی کانپ اٹھا جسے ہم کمرہ سمجھ کر اندر داخل ہوئے تھے وہ کمرہ نہیں بلکہ ایسی جگہ تھی جو ہمارا مقبرہ بن سکتی تھی۔ میں نے اوپر دیکھا وہ دروازہ غائب تھا جس سے ہم اندر داخل ہوئے تھے اس کی جگہ سٹیل کی ایک بہت موٹی پلیٹ تھی جو شٹر کی طرح اوپر سے گری تھی شاید نہیں بلکہ اس کا تعلق یقیناً بجلی کے کسی کنکشن سے تھا جس سے وہ بلب روشن ہو گیا تھا۔ میں نے چھت کی طرف دیکھا چھت بہت اونچی تھی۔ سرچ لائٹ کی طرح کا وہ شیڈ چھت سے لٹکا ہوا تھا۔ روشنی اتنی تیز تھی جیسے سورج چمک رہا ہو۔

جس جگہ دروازہ تھا اس سے تین فٹ آگے تو ہموار فرش تھا مگر اس سے آگے ساٹھ کے زاویے پر بنی ہوئی ڈھلان تھی اس ڈھلان کا فرش شیشے کی طرح چکنا تھا جس پر پھسلتے ہوئے ہم تقریباً آٹھ فٹ نیچے ہموار جگہ پر گرے تھے یہ جگہ بھی تقریباً تین فٹ چوڑی تھی آگے ایک فٹ نیچے اتنی ہی چوڑی جگہ اور تھی اور اس سے ایک فٹ نیچے تیسری کشادہ جگہ اس طرح کی گویا تین کشادہ سیڑھیاں بن گئی تھیں۔ تیسری سیڑھی کے آگے تقریباً آٹھ فٹ گہرائی میں دس فٹ چوڑا اور بارہ فٹ لمبا فرش تھا گویا سب سے نیچے وہ ایک کمرہ سا بن گیا تھا جس میں سامنے فرش سے ایک فٹ اوپر ایک دروازہ نظر آ رہا تھا جو بند تھا۔ میری رائفل اور مدھو کا پستول نیچے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ فرش سے دروازے تک جس سے ہم داخل ہوئے تھے تقریباً سولہ فٹ کی بلندی تھی۔

دیواریں بالکل چکنی اور سپاٹ تھیں نچلے کمرے کی دیواریں کچھ میلی میلی سی تھیں اور ان پر ایسے نشان نظر آ رہے تھے جیسے کائی جمی ہوئی ہو کچھ دیر پہلے میں نے اس عمارت کے نیچے کسی تہہ خانے کا سوچا تھا اور اس صورت حال نے میرے اس خیال کی تصدیق کر دی تھی۔ میرے خیال میں جب ہم دروازے میں داخل ہوئے تھے تو میرا یا مدھو کا پیر فرش پر کسی ایسی جگہ پڑ گیا تھا جس کے نیچے کوئی ایسا میکنزم تھا جس کے دب جانے سے اوپر سے آہنی پلیٹ نے نیچے گر کر دروازہ بند کر دیا تھا لیکن یہ کس قسم کا تہہ خانہ تھا میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

میں نے مدھو کی طرف دیکھا وہ اب بھی مجھ سے لپٹی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر ہوائیاں سی اڑ رہی تھیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس صورت حال نے مجھے بھی خوفزدہ کر دیا تھا مگر میں اپنے آپ پر قابو رکھنے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

ہوئے تھا۔

''وہ نیچے ایک دروازہ نظر آ رہا ہے۔'' میں نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرگوشی کی۔ ''ہوسکتا ہے اس طرف سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ ہو۔ آؤ یہاں بیٹھے رہنے سے بہتر ہے کوئی کوشش کی جائے۔''

میں اٹھ کر کھڑا ہوا تو منہ سے بے اختیار کراہ نکل گئی ڈھلان سے پھسلتے ہوئے نیچے گرنے سے کولہے پر چوٹ لگی تھی۔ مدھو کی بھی یہی حالت تھی۔

ہم نیچے تیسری سیڑھی پر آ گئے۔ فرش تقریباً پانچ فٹ نیچے تھا پہلے میں نے مدھو کا ہاتھ پکڑ کر نیچے لٹکا دیا اور پھر خود بھی لٹک کر نیچے آ گیا سب سے پہلے میں نے کاراکوف رائفل اور پستول اٹھایا پستول میں نے مدھو کی طرف بڑھا دیا جو ایک ہاتھ سے اپنا کولہا سہلا رہی تھی۔

عجیب سی سیلن کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے زیادہ توجہ نہیں دی تھی شاید یہ جگہ عرصہ سے بند پڑی تھی۔ زمین کی سطح سے کئی فٹ نیچے ہونے کی وجہ سے سیلن پیدا ہو گئی تھی۔

میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ یہ لکڑی کا دو پٹ والا دروازہ تھا جس کے اوپر زنجیر والا کنڈا لگا ہوا تھا ایسے دروازے اب عام طور پر صرف گاؤں دیہاتوں کے گھروں میں نظر آتے ہیں۔

میں نے ہاتھ اوپر اٹھا کر زنجیر والا کنڈا گرا دیا اور دروازہ کھول دیا اور اس کے ساتھ ہی میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ دروازے کی دوسری طرف کوئی راستہ نہیں تھا کنکریٹ کی ٹھوس دیوار تھی۔

میری کنپٹیاں سلگ اٹھیں آنکھوں میں وحشت سی ابھر آئی اور سینے میں دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ اب اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ ہم چوہے دان میں پھنس گئے تھے اور ایسا محض اتفاقاً نہیں ہوا تھا ہمیں بڑی خوبصورتی سے پھنسایا گیا تھا۔

میں وحشت زدہ سی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ یہ ایسا چوہے دان تھا جہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا اب میرا خیال ہے موت ہی اس قید سے نجات دلا سکتی تھی لیکن میں مایوس نہیں تھا۔ زندگی میں اس سے بھی زیادہ نازک اور سنگین صورتحال سے کئی مرتبہ واسطہ پڑ چکا تھا۔ ہمیشہ ہی کوئی نہ کوئی تدبیر نکل آئی تھی یہاں صورتحال اگرچہ زیادہ سنگین اور مختلف تھی مگر اس کے باوجود میں مایوس نہیں ہوا تھا۔

دفعتاً سناٹے میں ایک نسوانی قہقہے کی آواز گونج اٹھی۔ میں اچھل پڑا مدھو بھی چیخ کر مجھ سے لپٹ گئی تھی میں ادھر ادھر دیکھنے لگا وہ آواز چھت پر کسی جگہ سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ شاید اوپر کسی جگہ کوئی سپیکر لگا ہوا تھا۔ قہقہہ رک گیا۔

''تمہاری بہادری اور ذہانت کی داد نہ دینا بڑی زیادتی ہوگی نا جی۔'' وہ آواز بیلا کی تھی۔ ''اس روز میں نے تم سے صرف اتنا کہا تھا کہ تمہیں میری پیشکش قبول ہو تو پیلس ہوٹل کے ہیڈ ویٹر نریش سے رابطہ قائم کر لینا تم نے اسے اغوا کر لیا اور تشدد کر کے یہ معلوم کر لیا کہ وہ تمہیں دیوان اودھے سنگھ کے پاس لے جاتا تو تم اس رات اودھے سنگھ کے بنگلے پر چڑھ دوڑے۔ تم شاید اسے بھی اغوا کرنا چاہتے تھے مگر تمہیں وہاں سے بھاگنا پڑا۔ لیکن میرے لیے حیرت کی بات ہے کہ تمہیں یہ کیسے پتہ چل گیا کہ میں رانا پیلس میں موجود

ہوں۔''

''تم اور ناگ راج پاتال میں بھی چھپ جاؤ تو میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکو گے۔'' میں نے اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ''ناگ راج کا وقت پورا ہو چکا ہے تم لوگ بچ نہیں سکو گے۔''

''اس وقت تم موت کے کنویں میں ہو جس سے زندہ باہر آنا ممکن ہی نہیں لیکن تم باتیں واقعی بہادروں جیسی کرتے ہو اس لیے تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو مجھے تم جیسے بہادر اور حوصلہ مند لوگ پسند ہیں اور ہاں تم نے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے یہاں تمہاری موجودگی کا پتہ کیسے چلا۔'' بیلا نے کہا۔

''اس دروازے میں داخل ہو کر شاید ہم سے کوئی غلطی ہوئی تھی۔'' میں نے کہا۔

''نہیں تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔'' بیلا نے کہا۔ ''موت کے اس کنویں میں نہ سہی تم پیلس کے کسی اور حصے میں کسی اور جال میں پھنستے۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ ''جب تم نے باہر گیٹ پر محافظ کو قابو میں کیا تھا تو میں وہ ساری کارروائی دیکھ رہی تھی۔ گیٹ پر خفیہ ٹی وی کیمرے لگے ہوئے ہیں گیٹ میں داخل ہونے کے بعد تم دونوں ایک لمحہ بھی میری نظروں سے اوجھل نہیں ہوئے اور جب تمہاری بدقسمتی سے تم لوگ اس کمرے میں داخل ہوئے تو میں نے کھیل ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا اور یہیں بیٹھے بیٹھے بٹن دبا کر تمہاری واپسی کا راستہ بند کر دیا۔''

''اوہ۔'' میں چونک گیا۔

''اور اس وقت بھی تم دونوں میری نظروں میں ہو۔'' بیلا کی آواز سنائی دی۔ ''یہ پستول اور کاراکوف اب تمہارے کسی کام کی نہیں۔ سوائے اس کے کہ تم اسے آتما ہتیا کے لیے استعمال کر سکتے ہو، لیکن میں جانتی ہوں تم ایسا نہیں کرو گے تم بزدل نہیں ہو تم آخری لمحوں تک مقابلہ کرو گے۔''

''یہ تم نے ٹھیک کہا کہ میں آخری لمحوں تک مقابلہ کروں گا اور جیت آخر کار میری ہی ہوگی۔'' میں کہتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ تمام دیواریں بالکل سپاٹ تھیں کوئی ایسا معمولی سا نشان بھی نظر نہیں آ رہا تھا اور مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ سرچ لائٹ کے قریب ہی کسی جگہ وہ سپیکر اور کیمرہ لگا ہوا تھا جس سے وہ ہماری نقل و حرکت دیکھ رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی یقیناً کوئی مائیک بھی ہوگا جس کے ذریعے ہماری آواز اس تک پہنچ رہی تھی۔

''تمہاری تمام خوش فہمیاں اب ختم ہو جانی چاہئیں مسٹر ناجی۔'' بیلا کی آواز سنائی دی۔ ''اس وقت تم ایسی جگہ پر ہو جہاں تمہارا بھگوان بھی تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا مجھے اس بات کا افسوس رہے گا کہ ناگ راج تمہاری موت کا تماشہ نہیں دیکھ سکے گا وہ تو تمہیں اپنے تیار کیے ہوئے ایکشن کے ذریعے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا تھا مگر وہ اس وقت یہاں نہیں ہے تمہارے بارے میں یہ فیصلہ مجھے ہی کرنا پڑا۔ تم جیسے بہت اور حوصلہ مند آدمی کو بے بسی کی موت مرتے دیکھ کر مجھے واقعی بہت دکھ ہوگا اور یہ لڑکی۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ ''بہت سندر لڑکی ہے تمہارے بجائے اگر ناگ راج کی نظروں میں آتی تو اس کا جیون سپھل ہو جاتا لیکن میں اتنی بیوقوف نہیں ہوں کہ اس جیسی حسین لڑکی کو ناگ راج کے قریب پھٹکنے دیتی۔ عورت کے معاملے میں، میں ناگ راج پر بھروسا نہیں کر سکتی یہ درست ہے کہ ناگ راج جیسے زہریلے آدمی کو ہر شب ایک عورت کی ضرورت پڑتی ہے لیکن میں نے کسی عورت کو ایک رات سے زیادہ اس کے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

پاس نہیں ٹکنے دیا اور ان جیسی حسین لڑکیوں کو دیکھ کر تو ناگ راج پھیل جاتا ہے اور اسے قابو کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔"

"لیکن ایک بات ذہن میں رکھو بیلا۔" میں نے کہا۔ "مجھے اپنے خدا پر مکمل بھروسا ہے وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی میری مدد کرے گا اور تمہارا فیصلہ میرے ہی ہاتھوں ہو گا۔ بالفرض اگر تم مجھ سے بچ بھی گئیں تو تمہارے اپنے ساتھی تمہارا جیون انت کر دیں گے۔"

"میرے ساتھیوں میں سے کسی کو میری طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت بھی نہیں ہو سکتی۔" بیلا نے کہا۔

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔" میں نے کہا۔ تمہارے خلاف سازشیں شروع ہو چکی ہیں اور ناگ راج کے بہت قریبی چیلے بھی اسے دھوکہ دینے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔"

"یہ بکواس ہے۔" بیلا غرائی۔ "ناگ راج کے چیلے اس کے لیے اپنے جیون کی بھینٹ تو دے سکتے ہیں اس کے خلاف کچھ سوچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے ان میں اتنی جرأت ہی نہیں کہ......"

"ان میں جرأت پیدا ہو چکی ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "دولت میں بڑی کشش ہوتی ہے اور پنڈت بھیرو کی دولت اسے تو ہر شخص حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ڈھمبر سنگھ بھی تمہارا اور ناگ راج کا بہت وفادار تھا اور سنا ہے کہ تمہارے تو وہ پیروں کے تلوے چاٹا کرتا تھا مگر دولت کے لالچ نے اس کے من میں بھی بغاوت پیدا کر دی۔ بھیرو کی دولت حاصل کرنے کے لیے اس نے تم لوگوں کو دھوکہ دیا اور راقال گڑھ سے امرت ٹھاکرے جیسے حرامی شخص کو بلا کر ایک سازش تیار کی مگر ڈھمبر میرے ہاتھوں مارا گیا۔ اور ٹھاکرے کو بھی ہنومان مندر کے تہہ خانے میں اپنے ایک ساتھی کی لاش چھوڑ کر بھاگنا پڑا...... مجھے معلوم ہے وہ پھر آئے گا لیکن بہرحال میں اس وقت تمہاری بات کر رہا تھا۔" میں چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ "تمہارے خلاف اس وقت جو سازش ہو رہی ہے وہ اس سے بھی زیادہ خوفناک ہے اور اس سازش کے پیچھے دیوان اودھے سنگھ کا ذہن کام کر رہا ہے۔"

"بکتے ہو تم دیوان ایسا نہیں کر سکتا۔" بیلا چیخی۔

"چیخنے سے خطرہ ٹل نہیں جائے گا۔" میں نے کہا۔

"دیوان اودھے سنگھ نے جو منصوبہ بنایا ہے وہ بہت خوفناک ہے اور اس مقصد کے لیے اس نے بھی ٹھاکرے کی خدمات حاصل کر لی ہیں ایک طرف وہ ٹھاکرے کے ذریعے بھیرو کی دولت حاصل کرنا چاہتا ہے اور دوسری طرف تمہیں ناگ راج کی نظروں سے گرانا چاہتا ہے تاکہ اپنی پسند کی لڑکی کو ناگ راج کی سیوا میں پیش کر کے اپنے دیگر مقاصد حاصل کر سکے۔"

"بکتے ہو تم۔" بیلا ایک بار پھر چیخی۔ "تمہارے خلاف سازش دیوان نہیں تم کر رہے ہو تم ہمیں آپس میں لڑانا چاہتے ہو میں جانتی ہوں تم بہت چالاک ہو مگر اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔"

"رجنی تم سے زیادہ جوان اور تم سے زیادہ سندر ہے اور وہ چند روز ناگ راج کے پاس رہ بھی چکی ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا؟" بیلا کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو رجنی یا دیوان ایسا نہیں کر سکتے۔"

"دل کی تسلی کے لیے ایسا سوچ سکتی ہو۔" میں نے کہا۔ "لیکن تمہارے خلاف سازش تیار ہو چکی ہے اور میرے حساب سے کل یا پرسوں اس پر عمل شروع ہو جانا چاہئے۔ رجنی یہاں پہنچ جائے گی وہ ناگ راج کو اپنی جوانی اور سندرتا کے جال میں جکڑ لے گی اور تم ناچتی رہ جاؤ گی۔"

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔" بیلا کی آواز سنائی دی۔ "ناگ راج یہاں نہیں ہے۔ میرے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔ رجنی اپنے گھناؤنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گی۔"

"کیسے روک سکو گی تم اسے۔" میں نے کہا۔ "تم اکیلی ہو اور رجنی کے ساتھ دیوان اودھے سنگھ جیسے لوگ ہیں۔"

جواب میں خاموشی رہی۔ میں بیلا کے جواب کا انتظار کرتا رہا لیکن خاموشی طویل ہوتی چلی گئی ...منہ سے گہرا سانس نکل گیا اس نے مائیک بند کر دیا تھا۔

دفعتاً ہلکی سرسراہٹ کی آواز سن کر میں چونک گیا آواز ایسی تھی جیسے کسی جگہ پانی بہہ رہا ہو اور پھر ...ی چیخ سن کر میں اچھل پڑا۔

میں نے اس طرف دیکھا اور مجھے سینے میں سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ کمرے کے دائیں ...نے میں فرش کی سطح کے برابر تقریباً آٹھ انچ گولائی کے ایک سوراخ سے پانی کمرے میں آ رہا تھا۔ پہلے ...راخ نہیں تھا اور پھر چند سیکنڈ بعد ہی دوسرے کونے سے بھی ایسی ہی آواز سنائی دی۔ وہاں بھی ایسا ہی ایک سوراخ بن گیا تھا اور پانی بہنے لگا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے باقی دو کونوں میں بھی ایسے سوراخ نمودار ...ئے اور ان سے بہتا ہوا پانی کمرے کے فرش پر پھیلنے لگا۔

آٹھ آٹھ انچ کے چار پائپ بڑی تیزی سے پانی اگل رہے تھے اور میں اندازہ لگانے کی کوشش کر ...رہا تھا کہ اس کمرے کو بھرنے میں کتنی دیر لگے گی چند گھنٹے گویا ہماری زندگی کے چند گھنٹے باقی رہ گئے تھے۔ ...کتنی اذیت ناک موت ہو گی؟ میں اس کا تصور کر کے ہی کانپ اٹھا۔

میں نے مدھو کی طرف دیکھا اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی جا رہی تھیں وہ میرے ساتھ لپٹ گئی شاید وہ سمجھتی تھی کہ اگر کمرا پانی سے بھر گیا تو میں اسے ڈوبنے سے بچا لوں گا۔

چند منٹ کے اندر اندر ہی پانی ہماری پنڈلیوں تک پہنچ گیا۔ اب یہ بات بھی میری سمجھ میں آ گئی کہ دیواروں پر کائی کیوں جمی ہوئی تھی اور یہاں سیلن کیوں تھی۔

یہ رانا پیلس تھا۔ ایک راجپوت کا محل۔ ہو سکتا ہے رانا شمشیر سنگھ کا تعلق ماضی کے کسی شاہی خاندان ...سے رہا ہو وہ خود اپنے علاقے کا راجہ ہو ایسے محلات راجوں مہاراجوں ہی کے ہوتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ...موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے ایسے محلات میں موت کے ایسے ایسے جال بچھائے ہوتے ہیں کہ موت بھی دھوکہ کھا جاتی ہے۔

جب میں نے اس دروازے میں قدم رکھا تھا تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ موت کے کنویں میں ...چھلانگ لگا رہا ہوں۔ یہ واقعی موت کا کنواں تھا جس میں بڑی تیزی سے پانی بھر رہا تھا۔

پانی گھٹنوں سے اوپر پہنچ چکا تھا نیچے فرش پر اب پھسلن بھی ہو رہی تھی میں مدھو کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ ...چلتا ہوا اس چبوترے کے قریب پہنچ گیا جہاں سے ہم نیچے اترے تھے یہاں سیڑھی پانچ فٹ بڑی تھی

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

میں نے مدھو کو سہارا دے کر اوپر چڑھا دیا اور پھر مدھو نے مجھے بھی اوپر کھینچ لیا ہم سب سے اوپر والی سیڑھی پر آ گئے اب ہم فرش سے تقریباً آٹھ فٹ اوپر تھے لیکن جس تیزی سے پانی بھر رہا تھا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ دو تین گھنٹوں میں پانی یہاں بھی پہنچ جائے گا۔

میں اوپر والی ڈھلان سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ مدھو بھی میرے ساتھ جڑ کر بیٹھی ہوئی تھی اس کا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا اور آنکھوں میں بے پناہ خوف تھا۔ موت کا خوف مجھ پر بھی طاری تھا۔ موت اس پانی کی صورت میں ایک ایک انچ کر کے ہماری طرف بڑھ رہی تھی اور آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ میں اس وقت بھی مایوس نہیں ہوا تھا۔ میں خدا کا ایک گناہگار بندہ میری ساری زندگی گناہوں کی دلدل میں گزری تھی لیکن باری تعالیٰ کی ذات پر میرا یقین ہمیشہ ہی سے غیر متزلزل رہا تھا۔ میں کبھی مایوس نہیں ہوا تھا۔

پہلے تقریباً چار مہینوں سے جھوٹے خداؤں یعنی بتوں کی پوجا کرنے والوں میں گھرا ہوا تھا۔ زندگی میں شاید پہلی مرتبہ ایک نیک مقصد کے لیے میں نے ان بت پرستوں سے جنگ شروع کی تھی۔ معصوم اور بیگناہ لوگوں کو ظلم سے نجات دلانا نیکی کا کام تھا اور میں اکیلا ہونے کے باوجود اب تک نہ صرف یہ جنگ کامیابی سے لڑ رہا تھا بلکہ میں نے انسانیت کے دشمنوں کے قدم بھی اکھاڑ دیئے تھے اور اب تقریباً آخری مرحلے پر میں بری طرح پھنس گیا تھا مگر خدا کی ذات سے ناامید نہیں ہوا تھا اگر یہ کام میرے ہاتھوں انجام پانا تھا تو مجھے یقین تھا کہ یہاں بھی بچاؤ کا کوئی راستہ نکل ہی آئے گا۔

پانی سب سے نیچے والی سیڑھی تک پہنچ گیا۔ پہلی سیڑھی سے نیچے وہ کمرا دس فٹ چوڑا اور بارہ فٹ لمبا تھا اور ڈھائی گھنٹے کے اندر وہ کمرا پانچ فٹ کی بلندی تک پانی سے بھر گیا تھا اس کا مطلب تھا کہ تیسری سیڑھی تک پانی آنے میں ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں لگے گا۔

ہم اس وقت تیسری سیڑھی پر کھڑے تھے اس سے اوپر آٹھ فٹ اونچی ڈھلان بنی ہوئی تھی ساٹھ کے زاویے پر وہ ڈھلان اس قدر چکنی تھی کہ اس پر چڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

پانی بڑی تیزی سے بھر رہا تھا۔ دوسری سیڑھی بھی ڈوب رہی تھی۔ میں نے مدھو کی طرف دیکھا خوف سے اس کا چہرہ بالکل سفید ہو رہا تھا اس نے مجھے اس قدر مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا جیسے ڈر ہو کہ میں اسے چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔

"مدھو۔" میں نے کہا۔ "میں تمہیں سہارا دیتا ہوں تم اوپر چلی جاؤ۔"

"اور تم۔" مدھو کے ہونٹوں سے کپکپاتی ہوئی سی آواز نکلی۔

"تم اوپر پہنچ جاؤ گی تو میں بھی آ جاؤں گا۔" میں نے جواب دیا اور ڈھلان کی پشت سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا لیں۔ "ایک پیر میرے ہاتھوں پر رکھو اور دوسرا کندھے پر آسانی سے اوپر پہنچ جاؤ گی۔"

میرا قد چھ فٹ کے قریب تھا۔ میرے اوپر چڑھ کر مدھو آسانی سے اوپر دیوار کے ساتھ تین فٹ چوڑے فرش پر پہنچ سکتی تھی۔

مدھو نے ایک پیر میرے ہاتھوں پر رکھ دیا میرے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر اپنے آپ کو اوپر

اٹھانا ہی چاہتی تھی کہ گڑگڑاہٹ کی ہلکی سی آواز سن کر رک گئی۔ میں چونک گیا بائیں طرف دیکھا تو اس طرف کی دیوار کا تقریباً آٹھ فٹ چوڑا حصہ گڑگڑاہٹ کی ہلکی سی آواز کے ساتھ شٹر کی طرح اوپر کی طرف اٹھ رہا تھا۔ یہ دیوار سب سے اوپر والی سیڑھی کے برابر سے اوپر کو اٹھنا شروع ہوئی تھی۔

"مجھے زیادہ حیرت نہیں ہوئی یہاں میں اتنا دیکھ چکا تھا کہ اب کسی بات پر حیرت کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ دیوار اوپر اٹھ رہی تھی اور اس کے دوسری طرف موٹی موٹی آہنی سلاخوں کا جنگلا ہمارے سامنے آ رہا تھا۔ سلاخیں چھ چھ انچ کے فاصلے پر لگی ہوئی تھیں اور اس کے دوسرے طرف بھی پانی تھا جو اس کمرے میں چھ فٹ تک بھر جانے والے پانی کی سطح کے برابر تھا۔

وہ دیوار تقریباً چار فٹ اوپر جا کر رک گئی اور دوسری طرف کا منظر دیکھ کر مجھے اپنا دل کنپٹیوں میں دھڑکتا ہوا محسوس ہونے لگا وہ کمرہ تقریباً دس فٹ چوڑا اور آٹھ فٹ لمبا تھا اس کے دوسری طرف بھی پانی سے اوپر ایسی ہی کشادہ سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اور اس طرف کا منظر دیکھ کر مدھو کے منہ سے چیخ نکل گئی وہ کھڑے کھڑے لڑکھڑائی اگر میں اسے نہ سنبھال لیتا تو یقیناً پانی میں گر جاتی۔

آہنی جنگلے کے اس پار کشادہ سیڑھیوں پر تین مگرمچھ بیٹھے ہوئے تھے ان کی بلور جیسی چمکتی ہوئی آنکھیں ہمیں گھور رہی تھیں اور پھر وہ تینوں مگرمچھ شڑاپ شڑاپ پانی کی آواز پیدا کرتے ہوئے پانی میں اتر گئے اور تیزی سے ہماری طرف بڑھنے لگے۔ مدھو ایک بار پھر چیختی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی۔ دو مگرمچھ جنگلے سے تین فٹ کے فاصلے پر رک گئے جبکہ تیسرا جنگلے سے ٹکرا گیا تھا۔ تیسری سیڑھی پر بھی پانی اوپر آ رہا تھا پانی اب میرے ٹخنوں کو چھونے لگا تھا۔

"مدھو جلدی کرو اوپر چڑھ جاؤ۔" میں ایک بار پھر ڈھلان سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

مدھو میرے ہاتھ اور کندھے پر پیر رکھ کر اوپر والے چبوترے پر پہنچ گئی۔ اس نے سینے کے بل لیٹ کر ایک ہاتھ نیچے لٹکا دیا میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس چکنی ڈھلان پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ دو مرتبہ میرا پیر پھسلا مگر تیسری مرتبہ اوپر پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

ہم دونوں ٹھیک اس جگہ بیٹھے تھے جہاں وہ دروازہ تھا جس سے ہم موت کے اس کنویں میں داخل ہوئے تھے مگر اب وہاں تقریباً ایک انچ موٹی لوہے کی چادر تھی۔

تینوں مگرمچھ جنڑے کھولے پانی میں بے چینی سے ادھر ادھر گھوم رہے تھے وہ بار بار اپنی دمیں پانی پر مار رہے تھے۔ شڑاپ شڑاپ کی آوازوں کے ساتھ چھینٹے اڑ رہے تھے ان کی بے چینی سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ بھوکے تھے اگر موٹی سلاخوں والا وہ جنگلا بیچ میں حائل نہ ہوتا تو ہمیں نگل چکے ہوتے۔

پانی ڈھلان پر بھی ایک فٹ تک آ چکا تھا۔ میں وحشت زدہ سی نظروں سے کبھی مدھو کو دیکھتا، کبھی ان خونخوار مگرمچھوں کو اور کبھی پانی کو جس کی سطح ہر لحظہ بلند ہوتی جا رہی تھی۔

اور پھر دفعتاً چھت کی طرف سے ایک نسوانی قہقہہ سن کر میں چونک گیا اور پھر بیلا کی آواز سنائی دی۔

"ان گھڑیالوں کی بے چینی دیکھ رہے ہو ناجی۔ یہ تین دن سے بھوکے ہیں۔" وہ کہہ رہی تھی۔ "مگر اب انہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا چند منٹ بعد یہ آہنی جنگلہ اوپر اٹھ جائے گا اور اس کے ساتھ ہی یہ تم

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

پر جھپٹ پڑیں گے کاش ناگ راج یہاں ہوتا اور یہ دلچسپ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھتا...... او......'' یکا یک اس کی آواز غائب ہوگئی غالباً مائیک بند ہوگیا تھا۔

مدھو نے مجھے دونوں بانہوں کی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور ہم دونوں اس آہنی جنگلے کی طرف دیکھ رہے تھے جو بیلا کے کہنے کے مطابق کسی بھی وقت اوپر اٹھ سکتا تھا اس کے دوسری طرف موت ہم پر جھپٹنے کے لیے تیار تھی۔

اب......اب کیا ہوگا......نا......جی'' مدھو کے تھرتھراتے ہوئے ہونٹوں سے یہ آواز بمشکل نکل رہی تھی۔

''اللہ پر بھروسا رکھو کوئی نہ کوئی راہ نکل آئے گی۔'' میں نے کہا۔

''عجیب آدمی ہو۔'' مدھو نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ خوف تھا۔ ''موت نے ہمیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں اور تم اپنے اللہ . . .''

مدھو جملہ مکمل نہیں کر سکی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دروازے والی جگہ پر ایک انچ موٹی اس آہنی پلیٹ کو دیکھ رہی تھی جو آواز پیدا کیے بغیر آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہی تھی۔

''دیکھا...... دیکھا تم نے......'' میں بے اختیار چیخ اٹھا۔ ''بندہ دل کی گہرائیوں سے توبہ کرے اور دعا مانگے تو خدا اسے مایوس نہیں کرتا۔''

آہنی پلیٹ آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہی تھی اور تقریباً ڈیڑھ فٹ کا خلا پیدا ہو چکا تھا ہم نے اس پلیٹ کے پوری طرح اوپر اٹھنے کا انتظار بھی نہیں کیا اور سینے کے بل گھسٹ کر باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگے اور کسی حادثے کے بغیر اس دروازے سے باہر آگئے اور ٹھیک اس وقت چھت کے سپیکر سے ایک نسوانی آواز سنائی دی یہ آواز بیلا کی نہیں تھی۔

''ناجی...... مدھو میں دیکھ رہی ہوں کہ تم لوگ موت کے اس کنویں سے باہر آچکے ہو تم لوگ اس ہال میں آجاؤ جہاں شاندار فرنیچر آراستہ ہے۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی تمہارا راستہ نہیں روکے گا۔''

میری آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔ یہ آواز سمترا کی تھی۔ میں نے مدھو کا ہاتھ پکڑا اور تیزی سے اس تنگ سی راہداری میں دوڑنے لگا اس وقت ہم دونوں نہتے تھے میری کلاکوف رائفل اور مدھو کا پستول موت کے اس کنویں میں ہی گر گئے تھے میں سوچ رہا تھا کہ اگر کوئی محافظ ہمارے مقابل آ گیا تو ہم اپنا بچاؤ نہیں کر سکیں گے لیکن سمترا کا کہنا درست ثابت ہوا اور کسی نے ہمارا راستہ نہیں روکا۔

ہم دونوں اس شاندار ہال میں پہنچ گئے وہاں کسی کا نام و نشان تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ سمترا کہاں تھی۔ ہم دونوں کے پیروں میں جو گرز تھے جن سے نچڑنے والا پانی قیمتی قالین کا بیڑا غرق کر رہا تھا۔

''سامنے راہداری میں آ جاؤ۔'' سمترا کی آواز دیواروں سے پھوٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ ''راہداری کے آخر میں دائیں طرف والے کمرے کا دروازہ تمہیں کھلا ہوا ملے گا۔ اس کمرے کے اندر ایک اور دروازہ ہے وہاں چلے آؤ۔''

مجھے اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی کہ اس ہال میں بھی کہیں خفیہ کیمرے......

...ترا ہمیں دیکھ رہی تھی۔ پیلس میں یقیناً جگہ جگہ ایسے خفیہ کیمرے لگے ہوئے تھے اور بیلا نے ٹھیک ہی کہا تھا ...رکزی گیٹ میں داخل ہونے کے بعد ہم ایک لمحہ کو بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوئے تھے۔

سمترا کی آواز ہماری رہنمائی کر رہی تھی۔ ہم فرش پر بچھے ہوئے قیمتی قالینوں کا ستیا ناس کرتے ...ہوئے سامنے والی راہداری میں داخل ہو گئے جو خاصی طویل تھی اس کے دائیں طرف آخری کمرے کا ...دروازہ کھلا ہوا تھا یہ بہت وسیع اور شاندار خوابگاہ تھی ایک طرف بہت بڑی مسہری تھی جس کے اوپر خوبصورت کینوپی بنی ہوئی تھی مسہری کے چاروں طرف کینوپی پر شیفون کے سفید پردے لٹکے ہوئے تھے۔

سامنے ایک اور دروازہ تھا بلکہ میں اسے راستہ کہوں گا دیوار دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی جس سے وہ ...تین فٹ چوڑا راستہ بن گیا تھا پہلے میں اس راستے سے اندر داخل ہوا اور اندر کا منظر دیکھ کر میری آنکھیں ...حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

یہ کمرہ کسی سیٹلائٹ ٹی وی چینل کا کنٹرول روم لگتا تھا۔ لاتعداد ٹی وی سیٹ تھے جن میں سے ...صرف تین چار سکرینیں روشن تھیں ایک سکرین پر اس کمرے کا منظر دکھائی دے رہا تھا جو ہمارا مقبرہ بنتے ...بنتے رہ گیا تھا۔ پانی اب اس ڈھلان سے صرف ایک فٹ نیچے رہ گیا تھا دوسری سکرین پر اس ہال کا منظر تھا جس ...سے ہم گزر کر آئے تھے۔ تیسری سکرین اس راہداری کا منظر پیش کر رہی تھی اور چوتھی سکرین بیرونی گیٹ کا ...منظر دکھا رہی تھی۔

ایک کرسی کے سامنے دیوار پر ایک بہت بڑا پینل بنا ہوا تھا جس پر مختلف رنگوں کے لاتعداد بٹن ...لگے ہوئے تھے کئی ڈائلز تھے ان رنگ برنگے بٹنوں کی مدد سے تمام کیمروں اور پیلس کے خفیہ راستوں کو ...کنٹرول کیا جاتا تھا اس کمرے کے فرش پر ایک آدمی کی لاش پڑی تھی اس کے سینے سے بہنے والا خون فرش ...پر جم چکا تھا۔ اس لاش سے ذرا ہٹ کر بیلا اس طرح بیٹھی ہوئی تھی کہ دونوں ٹانگیں آگے کو پھیلی ہوئی تھیں ...اور ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اس کی شرٹ پھٹی ہوئی تھی سینے گردن اور چہرے پر کچھ خراشیں نظر آ ...رہی تھیں اس کے سامنے کرسی پر سمترا بیٹھی ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں کلاشنکوف یا اس قبیل کی آٹومیٹک رائفل ...تھی جس کا رخ بیلا کی طرف تھا۔

''کاش! ناگ راج یہاں ہوتا تو یہ دلچسپ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوتا۔'' میں نے بیلا کی طرف ...دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ بیلا دانت کچکچا کر رہ گئی وہ کچھ بولی نہیں۔

''ناراض ہو؟'' میں نے پھر کہا۔ ''کوئی بات نہیں میں جانتا ہوں کہ تمہاری ناراضی کس طرح دور کی ...جا سکتی ہے لیکن یہاں موقع نہیں ہے۔'' اب میں سمترا کی طرف متوجہ ہوگیا۔ ''میرا خیال ہے یہ پوچھنے کا بھی ...وقت نہیں ہے کہ تم یہاں کس طرح پہنچیں۔ بہرحال اب یہاں سے نکلنا چاہئے۔ گیٹ والے محافظ نے مجھے ...بتایا تھا کہ پیلس کے اندر دو محافظ اور بھی ہیں لیکن میرا ان سے ابھی تک سامنا نہیں ہو سکا مگر ہو سکتا ہے......''

''اب تمہارا ان سے سامنا نہیں ہوگا۔'' سمترا نے میری بات کاٹ دی۔

''کیا مطلب کیا تم نے انہیں بھی۔'' میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''نہیں وہ زندہ ہیں مگر اس کی طرح بے بس ہو چکے ہیں اور پیلس کے کسی کونے میں پڑے اپنی ...قسمت کو کوس رہے ہوں گے۔'' سمترا نے جواب دیا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''میں تو تمہیں بہت کمزور سی لڑکی سمجھتا تھا مگر حیرت ہے کہ تم نے اتنا بڑا کام کر دکھایا۔'' میں بولا۔

''عورت خواہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو اپنی اداؤں سے بڑے بڑے پہلوانوں کو چت کر دیتی ہے میں نے بھی انہیں ایک ادا دکھائی تھی صرف ایک جھلک سمترا نے کہتے ہوئے سامنے سے اپنی قمیص بشرٹ کی طرح کھول دی۔

وہ جھلک دیکھ کر تو میں بھی اچھل پڑا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے قمیص درست کر لی۔

''پہلے میں نے ایک کو زیر کیا اور پھر دوسرے کو۔'' سمترا کہہ رہی تھی۔

''اس وقت یہ کتیا شاید اپنی تمام تر توجہ تم پر مرکوز کیے ہوئے تھی یا شاید دوسرے کیمرے بند کر رکھے تھے اس لیے یہ مجھے نہیں دیکھ سکی اور میں آسانی سے یہاں پہنچ گئی۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔

''یہاں پھر ایک سورما نے مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تھی مگر ایک ہی گولی نے اسے ٹھنڈا کر دیا اور پھر اس کتیا پر قابو پانے میں بھی مجھے خاصی محنت کرنا پڑی تھی اگر مجھے یہاں پہنچنے میں چند منٹ دیر ہو جاتی تو تم لوگ گھڑیالوں کی خوراک بن چکے ہوتے۔ بہرحال اب کیا کرنا ہے اس کا؟'' وہ خاموش ہو کر سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔

''ناگ راج تو یہاں ہے نہیں۔'' میں نے کہا۔ ''اس کا پتہ معلوم کرنا بہت ضروری ہے اور اس کا پتہ یہی بتا سکتی ہے اس لیے اسے ساتھ لے چلنا ہوگا۔''

''تو پھر جلدی کرو۔'' سمترا ایک ٹی وی سکرین کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''پانی اب اس کمرے سے باہر بہنا شروع ہو گیا ہے۔ کچھ ہی دیر میں یہ پورے پیلس میں پھیلنے لگے گا۔

''میں نے سکرین کی طرف دیکھا پانی اس دروازے سے باہر نکل کر فرش پر پھیل رہا تھا۔

''یہ پانی کیسے بند ہوگا؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے بیلا کی طرف دیکھا۔

''پانی بند کرنے کی ضرورت نہیں۔'' بیلا سے پہلے سمترا بول پڑی۔ ''رانا شمشیر سنگھ کو جب پتہ چلے گا کہ اس کا محل پانی سے تباہ ہو رہا ہے تو وہ ناگ راج کے شریر کے اتنے ٹکڑے کر دے گا کہ گنتی مشکل ہو جائے گی۔''

''تو ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا اور بیلا کی طرف گھوم گیا۔

''اٹھئے شریمتی جی۔'' بیلا کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا اگر اس کے ہاتھ کھلے ہوتے تو وہ میرا منہ نوچ لیتی۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر ہاتھ پشت پر بندھے ہونے کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکی اور دھڑام سے نیچے گر گئی۔

''ابھی چند روز پہلے ہی تم زندگی کے ایک نازک مرحلہ سے گزری ہو۔'' میں نے اسے بازو سے پکڑتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں تو بیڈ ریسٹ کرنا چاہئے تھا مگر تم ہو کہ کدکڑے لگاتی پھر رہی ہو بری بات ہے۔ تمہیں خود سوچنا چاہئے یہ تمہاری زندگی کا سوال ہے۔ چند روز آرام کر لیتیں تو کیا حرج تھا۔ جان ہے تو جہان ہے میں کہیں بھاگا تو نہیں جا رہا تھا۔''

''تمہارا وقت ہے۔'' بیلا کا لہجہ حیرت انگیز طور پر پرسکون تھا۔ ''تم ایسی باتیں کر سکتے ہو لیکن جب

میری باری آئے گی تو تمہاری بولتی بند ہو جائے گی۔''

''امید پر دنیا قائم ہے۔'' میں نے کہا اور اسے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ ''اب ہم ساری رات یہاں بیٹھ کر باتیں تو نہیں کر سکتے کسی اور جگہ اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے اور مجھے امید ہے کہ راستے میں تم کوئی ایسی حرکت نہیں کرو گی جو تمہارے لیے نقصان دہ ثابت ہو۔''

''میں بھاگنے کی کوشش نہیں کروں گی۔'' بیلا نے کہا۔

میں نے مدھو کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر زندگی کا رنگ لوٹ آیا تھا آنکھوں میں پہلے جیسی چمک بھی دکھائی دینے لگی تھی۔

میں نے بیلا کو بازو سے پکڑ رکھا تھا۔ ہم بیرونی خوابگاہ میں آ کر راہداری میں آ گئے۔ سمترا نے تمام ٹی وی سیٹ کھلے چھوڑ دیئے تھے وہ ہمارے آگے آگے چل رہی تھی اور رائفل کو اس نے دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا تھا تاکہ کسی ناگہانی صورت حال سے نمٹا جا سکے۔

بڑے ہال سے گزر کر باہر جانے والی راہداری کی طرف مڑتے ہوئے میں نے دوسری طرف مڑ کر دیکھا اور اس کے ساتھ ہی میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ پانی اب اس تنگ سی راہداری میں پھیل رہا تھا۔ پانی کی رفتار کو دیکھتے ہوئے مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ صبح ہونے تک پانی پیلس کے تمام کمروں میں پھیل جائے گا اور ہر چیز کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا اور جب رانا شمشیر سنگھ اپنے پیلس کی حالت دیکھے گا تو وہ واقعی ناگ راج کی بوٹیاں نوچ لے گا۔

باہر آتے ہوئے ہمیں کسی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی اس پیلس میں واقعی تین محافظ تھے اور چوتھا بیلا کا وہ ساتھی تھا جو اس کمرے میں سمترا کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ حیرت اس بات پر تھی کہ اتنے بڑے پیلس میں صرف تین محافظ لیکن وہ تو بعد میں پتہ چلا کہ سب لوگوں کو ناگ راج کے کہنے پر وہاں سے ہٹا دیا گیا تھا صرف تین محافظ رہنے دیئے گئے تھے وہ اپنے گرد زیادہ ہجوم پسند نہیں کرتا تھا۔

ناگ راج دو دن وہاں رہا تھا پھر اسے کسی طرح پتہ چل گیا کہ مجھے رانا پیلس میں اس کی موجودگی کا پتہ چل گیا ہے وہ خاموشی سے کسی اور جگہ منتقل ہو گیا اور بیلا کو یہاں چھوڑ دیا گیا تاکہ میں یہاں پہنچوں تو مجھ سے نمٹ لیا جائے۔

بیلا نے بڑے اچھے انداز میں میرا استقبال کیا تھا۔ میرا انت کرنے میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن عین آخری لمحوں میں سمترا کی مداخلت سے بازی پلٹ گئی اور بیلا ہماری قیدی بن گئی۔

وسیع و عریض برآمدوں سے ہوتے ہوئے ہم باہر آ گئے اجالا سحر نمودار ہو رہا تھا۔ ہم رات گیارہ بجے کے بعد آئے تھے اور پوری رات یہاں موت و حیات کی کشمکش میں گزر گئی تھی اس خوفناک رات کی صبح بہت بھلی لگ رہی تھی۔

گیٹ کے قریب سے گزرتے ہوئے میں نے گارڈ روم میں جھانک کر دیکھا وہ محافظ پہلو کے بل پڑا تھا اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں میں نے اس کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلا دیا اور بیلا وغیرہ کے ساتھ گیٹ سے باہر آ گیا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

سڑک سنسان تھی ہم تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے درختوں کے اس جھنڈ میں آ گئے جہاں سمترا کی کار کھڑی تھی۔

سمترا نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور میں بیلا اور مدھو کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بیلا ہم دونوں کے بیچ سینڈوچ بن کر رہ گئی تھی۔ بیلا کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی۔ سمترا سے رائفل بھی میں نے لے لی تھی۔

کار درختوں کے جھنڈ سے نکل کر تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑنے لگی شہر کی تمام سڑکیں ابھی سنسان پڑی تھیں۔ سمترا کار کو ان راستوں پر دوڑا رہی تھی جہاں کسی پولیس پارٹی سے آمنا سامنا ہونے کا اندیشہ نہیں تھا۔ یوں بھی اس وقت موسم میں خاصی خنکی تھی پولیس والے بھی سڑک پر گشت کرنے کے بجائے کہیں کونوں کھدروں میں دبکے ہوئے تھے۔

چالیس منٹ میں ہم بنگلے میں پہنچ گئے۔ بیلا کی آنکھوں سے پٹی کمرے میں آنے کے بعد ہی کھولی گئی تھی۔ میں نے پشت پر بندھے ہوئے اس کے ہاتھ بھی کھول دیئے۔

"اگر تم شرافت کا ثبوت دو تو یہاں آزادی سے گھوم پھر سکتی ہو لیکن اگر تم نے کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو مجبوراً مجھے تمہارے ہاتھ پیر باندھنے ہوں گے ویسے اس وقت تم آرام کرو باتیں تھوڑی دیر بعد ہوں گی چائے کے ساتھ۔"

میں نے بیلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہت ظالم ہو تم۔" بیلا بستر پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"تمہیں آج پتہ چلا؟" میں مسکرا دیا۔

"نہیں۔ پتہ تو مجھے اس دن چل گیا تھا جب تھر کے صحرا میں اس تپتی ہوئی چٹان پر تم نے پہلی بار....."

"یادداشت بہت تیز ہے تمہاری۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "ٹھیک ہے تم یہاں بیٹھو۔ ہم تھوڑی دیر بعد تم سے بات کریں گے۔"

میں کمرے سے باہر آ گیا رتنا بھی ہماری آوازیں سن کر جاگ چکی تھی اور سمترا اور مدھو کے ساتھ ہال کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی اور پھر وہ چائے بنانے کے لیے کچن میں چلی گئی۔

مدھو چائے تیار ہونے سے پہلے ہی صوفے پر نیم دراز ہو کر سو گئی تھی۔ سمترا اور میں بھی رات بھر جاگے تھے۔ سمترا کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور میری آنکھوں میں بھی شدید جلن ہو رہی تھی۔

"تم وہاں کیسے پہنچ گئی تھیں؟" میں نے سمترا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے کہا تھا کہ دو ڈھائی گھنٹے تک واپس آ جاؤ گے۔" سمترا نے جواب دیا۔ "دو ڈھائی گھنٹوں تک تو میں مطمئن رہی لیکن جیسے جیسے دیر ہوتی گئی میری پریشانی بھی بڑھتی گئی اور آخر کار تین بجے کے قریب میں نے پیلس میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ "باہر والا محافظ گارڈ روم میں بندھا ہوا تھا۔ پیلس کی ایک راہداری میں ایک محافظ سے سامنا ہو گیا اس نے مجھے رائفل کی زد پر لے لیا۔ اس موقع پر میں نے وہی حربہ استعمال کیا جو مجھے کرنا چاہئے تھا۔ مرد کیسا بھی ہو عورت کے سامنے ڈھے

جاتا ہے وہ محافظ بھی کچھ ایسا ہی نکلا۔ وہ مجھے ایک کمرے میں لے گیا وہ خوش تھا کہ رات عیش کرتے ہوئے گزرے گی مگر دو ہی جھٹکوں میں، میں نے اس کا جھٹکا کر دیا اور اسے باندھ کر کمرے سے باہر آ گئی۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم لوگ کہاں ہو۔ اس قسم کے محل بڑے پراسرار ہوتے ہیں کسی کو تلاش کر لینا آسان نہیں ہوتا۔ میں اگرچہ بہت محتاط انداز میں گھوم رہی تھی مگر ایک اور محافظ کے ہتھے چڑھ گئی۔ وہ بھی اپنی ذمے داری اور فرض بھول کر مجھے نعمت غیر مترقبہ سمجھا لیکن اس کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہو چکا تھا۔ میں نے اس کی رائفل پر بھی قبضہ کر لیا اور ایک بار پھر تم لوگوں کی تلاش شروع کر دی اس مرتبہ کسی اور محافظ سے سامنا نہیں ہوا تقریباً آدھے گھنٹے بعد میں اس کمرے تک پہنچ گئی جہاں بیلا موجود تھی۔

"ایک ٹی وی سکرین پر تم لوگوں کو دیکھ کر میں بدحواس سی ہو گئی بیلا پینل کے سامنے کرسی پر بیٹھی مختلف بٹنوں کو دبا رہی تھی۔ اس دوران کمرے میں موجود دوسرے آدمی نے مجھے دیکھ لیا۔ وہ چیختا ہوا میری طرف بڑھا مگر میں نے گولی چلا دی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

"بیلا کرسی سے اٹھ کر میری طرف لپکی اس نے رائفل کی پروا کیے بغیر مجھ پر چھلانگ لگا دی۔ رائفل میرے ہاتھ سے گر گئی وہ حرامزادی لڑنے میں بڑی تیز ہے لیکن میں نے بھی اسے ایسی پٹخنیاں دیں کہ یاد کرے گی اور پھر میں نے اسے رائفل کی زد پر لے کر دروازہ کھلوایا جس سے تم لوگ باہر آ سکے۔"

"مدھو ہلکان ہو رہی تھی۔" میں نے کہا۔ "خوفزدہ تو میں بھی تھا مگر مجھے اپنے خدا پر بھروسا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ گناہگار کی دعا ضرور سنے گا اور پھر اس نے تمہیں ہماری مدد کے لیے بھیج دیا۔"

"اب اس کا کیا کرنا ہے۔" سمترا نے پوچھا۔

"پہلے تو اس سے ناگ راج کے ٹھکانے کا پتہ پوچھا جائے گا اور اس کے بعد سوچا جائے گا کہ اس کا کیا کرنا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

اسی وقت رتنا چائے بنا کر لے آئی اس نے تمام کپ میز پر رکھ دیئے۔

"ایک کپ اسے دے آؤ وہ تمہارے ساتھ والے کمرے میں ہے۔" میں نے رتنا سے کہا۔

وہ ایک کپ اٹھا کر بیلا والے کمرے کی طرف چلی گئی اور پھر کسی خیال کے تحت میں بھی اٹھ کر اس کے پیچھے چل دیا۔ رتنا مجھ سے پہلے کمرے میں داخل ہو چکی تھی میں باہر ہی رک گیا۔

"اوہ۔" بیلا کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔ "تو تم بھی اس کے ساتھ ہو۔"

"شروع دن سے۔" رتنا نے جواب دیا۔ "اس رات جب تم پریم نورس ریسٹورنٹ میں ناجی کو دھمکیاں دے کر گئی تھیں میں اس وقت بھی اس کے ساتھ تھی۔"

"اس میں ایسی کیا بات ہے کہ شہر کی تمام لڑکیاں اس پر مری جا رہی ہیں۔" یہ بیلا کی آواز تھی۔

"اس سے پہلی ملاقات تمہاری ہوئی تھی۔" رتنا نے جواب دیا۔ "تم ہم سے زیادہ جانتی ہو کہ اس میں ایسی کیا بات ہے۔"

بیلا کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی میں کمرے میں داخل ہو گیا۔ بیلا بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ چائے کا کپ اس کے ہاتھ میں تھا۔

"تمہیں اس بات پر حیرت ہے کہ شہر کی لڑکیاں مجھ پر کیوں مری جا رہی ہیں۔" میں نے کرسی پر

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں بہت حسین ہوں اس شہر میں مجھ سے بھی زیادہ جوان اور خوبرو مرد موجود ہیں، لیکن تمہارے سوال کا اصل جواب یہ ہے کہ یہ تمام لڑکیاں جو میرے لیے اپنی جان تک دینے کو تیار ہیں تمہارے اپنوں کی ستائی ہوئی ہیں۔ یہ ان لوگوں سے اپنی بربادی کا بدلہ لینا چاہتی ہیں اور وہ سمترا جس سے تمہارے دو دو ہاتھ ہو چکے ہیں جانتی ہو کون ہے!''

''مجھے کسی کے بارے میں جاننے کی ضرورت نہیں۔'' بیلا نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

''میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ تم لوگ ایک نہ ایک روز ہمارے قابو میں آؤ گے اور پھر سب کچھ ختم ہو جائے گا۔''

''سب کچھ تو ختم ہو چکا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''ناگ راج کے تمام گرگے ایک ایک کر کے ختم ہو چکے ہیں۔ امریش پنڈت اور تم رہ گئی ہو ناگ راج کے دن اب پورے ہو چکے ہیں۔ ویسے تمہیں یہ جاننے میں ضرور دلچسپی ہوگی کہ یہ کون سی جگہ ہے۔''

''چلو..... تم بتا ہی دو۔'' بیلا نے کہا۔

''یہ بنگلہ پنڈت بھیرو کا ہے جس کی اس وقت تم سب لوگوں کو تلاش ہے۔''

''کیا.....'' بیلا اچھل پڑی۔ چائے چھلک گئی اس نے کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ ''بکواس کرتے ہو تم۔''

''ابھی تھوڑی دیر میں تمہیں اس کا یقین آ جائے گا۔'' میں نے کہا۔ ''بھیرو تم سے خار کھائے بیٹھا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس کی بربادی کی ذمے دار تم اور صرف تم ہو اور میرا خیال ہے کہ اس کا کہنا غلط بھی نہیں ہے۔'' میں چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولا۔ ''تمہیں یاد ہوگا کہ کئی سال پہلے جب تم ماؤنٹ ابو آئی تھیں تو کچھ خطرناک قسم کے لوگ تمہارے پیچھے لگے ہوئے تھے اور تم زندگی بچانے کے لیے بھاگی پھر رہی تھیں اس وقت پنڈت بھیرو ہی کام آیا تھا۔ اس نے تمہیں پناہ دی تھی تم تقریباً ایک سال اس کے پاس رہیں اور پھر تم ناگ راج کی طرف چلی گئیں بھیرو کو اس بات کا افسوس نہ ہوتا اسے دکھ تو اس بات کا ہوا تھا کہ تم نے ناگ راج کو اس کے کچھ راز بھی بتا دیئے تھے جس سے بھیرو کو بہت نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ اس کے بعد بھی وہ تمہاری وجہ سے ناگ راج کے ہاتھوں مسلسل نقصان اٹھاتا رہا۔ میں تمہیں یہاں لے تو آیا ہوں مگر مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں دیکھتے ہی جان سے مار دینے کی کوشش کرے گا۔''

بیلا کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ پہلے شاید وہ میری بات کو مذاق سمجھی تھی لیکن بعد کی باتیں سن کر اسے شاید یقین آ گیا تھا کہ میں غلط نہیں کہہ رہا تھا۔

''تمہارے لیے بچاؤ کا ایک راستہ ہے۔'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

''اگر تم ناگ راج کا ٹھکانا بتا دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ بھیرو کو تمہارے قریب بھی نہیں پھٹکنے دوں گا تم جانتی ہو بھیرو، ناگ راج کو اس وقت اپنا دشمن نمبر ایک سمجھتا ہے اس نے نہ صرف اچال شوار مندر کو آگ لگا دی بلکہ بھیرو کو بھی زندہ جلانے کی کوشش کی تھی وہ اب بھی ناگ راج سے چھپتا پھر رہا ہے اگر تم ناگ راج کا ٹھکانہ بتا دو تو بھیرو کی سمسیا بھی حل ہو جائے گی میرا کام بھی بن جائے گا اور تم بھی عیش و آرام کی زندگی گزار سکو گی۔''

بیلا خاموشی سے میری باتیں سنتی رہی۔ اس کے چہرے کے تاثرات ہر لمحہ بدل رہے تھے میں اس کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھا تھا اور پھر میں ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہو گیا۔

''تمہیں شاید میری باتوں کا یقین نہیں آیا..... آؤ میرے ساتھ۔''

میں نے بیلا کا ہاتھ پکڑ کر پلنگ سے نیچے کھینچ لیا اور اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا کمرے سے باہر لے آیا۔ میں اسے لے کر پنڈت بھیرو والے کمرے میں داخل ہوا تو سمترا بھی ہمارے پیچھے وہاں پہنچ گئی۔

بھیرو گہری نیند سو رہا تھا اس کے خراٹے کمرے کی فضا میں ارتعاش سا پیدا کر رہے تھے اس کی توند بھی غبارے کی طرح پھول پچک رہی تھی۔ بھیرو کو دیکھ کر بیلا کے چہرے پر خوف کے سائے پھیل گئے تھے اب تو اسے یقین کرنا ہی پڑا تھا کہ میں نے جو کہا تھا غلط نہیں تھا۔

میں نے سمترا کو اشارہ کیا اس نے اس کمرے میں تہہ خانے کا راستہ کھول دیا ہم سیڑھیاں اترتے ہوئے تہہ خانے میں آ گئے میں بیلا کو اس وسیع و عریض کمرے میں لے گیا جہاں دولت کے انبار لگے ہوئے تھے۔

''یہ بھیرو کی دولت ہے۔'' میں نے بیلا کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

''آج ہر شخص اسے حاصل کرنے کے لیے بھیرو کی جان کا دشمن بنا ہوا ہے اور بھیرو بے بس ہے۔ وہ اس وقت تک اس دولت کو استعمال نہیں کر سکتا جب تک اپنے سب سے بڑے دشمن ناگ راج کو ختم نہ کر دے باقی تو وہ کتے ہیں جن کے آگے ہڈیاں ڈال دی جائیں تو وہ خاموش ہو جائیں گے اس دولت کے حصول کے لیے ناگ راج کے اپنے آدمیوں میں پھوٹ پڑ رہی ہے پہلے وشمبر مارا گیا اور اب دیوان اودھے سنگھ ایسا ہی منصوبہ بنا رہا ہے۔ مگر کوئی بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر تم چاہو تو اس میں سے آدھی دولت تمہاری ہو سکتی ہے۔''

''کیا.....'' بیلا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''تمہیں صرف ناگ راج کا پتہ بتانا ہوگا۔''

''دنیا کا کوئی بھی لالچ مجھے میرے دیش سے غداری پر نہیں اکسا سکتا۔'' بیلا نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ ''تم جانتے ہو ناگ راج جس مشن پر کام کر رہا ہے اس سے ہماری قومی سلامتی وابستہ ہے میں اس کا ساتھ دولت کے لالچ میں نہیں دے رہی میں جو کچھ بھی کر رہی ہوں اپنے دیش کے لیے کر رہی ہوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ناگ راج جیسے راکھشس کو میں اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دیتی اس کے مشن کو ہر حال میں پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے اس کے لیے میں اپنی جان کی بھینٹ بھی دے سکتی ہوں دنیا کا کوئی لالچ مجھے غداری پر آمادہ نہیں کر سکتا۔''

''ناگ راج کے مشن کی کامیابی میرے ملک کی تباہی ہے اس لیے میں یہ مشن کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ''اور جہاں تک اس بات کا سوال ہے کہ کوئی لالچ تمہیں غداری پر آمادہ نہیں کر سکتا تو میں تمہارے اس جذبے کی تعریف ضرور کروں گا ہر شخص کو اپنے وطن کا وفادار ہونا چاہئے لیکن یہاں معاملہ کچھ اور ہے۔ تمہاری سرکار بلا کسی وجہ کے میرے وطن کے معصوم اور بیگناہ لوگوں کا قتل عام کر رہی ہے ان کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے ناگ راج کا مشن بھی

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے تم اپنے دیش سے وفاداری نبھا رہی ہو میں اپنے وطن سے وفاداری نبھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس مشن کو میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ اس کے لیے میں نے بھی اپنی جان داؤ پر لگا رکھی ہے۔ ناگ راج کو اس منصوبے کی تکمیل سے پہلے ختم کرنا میری زندگی کا اہم ترین مشن ہے۔ مجھے ناگ راج کی تلاش ہے اور اس کا پتہ صرف تم بتا سکتی ہو۔ میں تم سے اس کا ٹھکانہ معلوم کروں گا اور یہ نہیں سوچوں گا کہ تم عورت ہو۔ میں ہر وہ حربہ استعمال کروں گا جس سے تمہاری زبان کھلوائی جا سکے۔“

”کوشش کر دیکھو۔“ بیلا نے جواب دیا اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی تھی گویا مجھے چیلنج کر رہی تھی۔

میں اسے ایک اور کمرے میں لے آیا پنڈت بھیرو بھی کسی مہاراجہ سے کم نہیں تھا۔ کئی برسوں کی مدت میں تعمیر ہونے والے اس بنگلے میں اس نے تمام انتظامات کر رکھے تھے اس کمرے کے عین وسط میں لوہے کے سپرنگوں والا ایک پلنگ رکھا ہوا تھا جس پر آرام دہ میٹرس بچھا ہوا تھا۔ سامنے والی دیوار پر کافی اوپر چبھنے والی تیز روشنی اس پلنگ پر لیٹنے والے کے چہرے پر پڑتی تھی۔ ضرورت کے وقت بجلی کے تار منسلک کر کے اس پلنگ میں کرنٹ بھی دوڑایا جا سکتا تھا، لیکن میں فی الحال اتنا آگے نہیں جانا چاہتا تھا۔

بھیرو نے مجھے اس کمرے کی ایک ایک چیز کے بارے میں بڑے فخر سے بتایا تھا یہ کمرہ دیکھنے میں یوں لگتا تھا جیسے ایکسائز روم ہو اور یہاں رکھی ہوئی چیزیں جیسے کسرت میں استعمال ہوتی ہوں۔ لیکن درحقیقت ان کا استعمال کچھ اور تھا۔

میں نے سمترا کی مدد سے بیلا کو پکڑ کر اس پلنگ پر لٹا دیا اور اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر پلنگ کے ساتھ لگے ہوئے آہنی کلپوں میں جکڑ دیئے اور سامنے والی مونولائٹ جلا دی اس کی روشنی براہ راست بیلا کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ بیلا سر پٹخنے لگی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

”تم ایک منٹ سے زیادہ آنکھیں بند نہیں رکھ سکو گی۔“ میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں جانتی ہوں تم میرے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو۔“ وہ چیخی۔ ”تف ہے تم پر ایک مرد ہو کر عورت پر ظلم کر رہے ہو تمہیں تو مرد کہتے ہوئے بھی شرم آ رہی ہے۔“

”یہاں میں تمہیں اپنی مردانگی دکھانے نہیں جا رہا۔“ میں نے کہا۔ ”اور تم عورت نہیں شیطان ہو اور شیطان کسی بھی روپ میں ہو سکتا ہے اگر تم عورت ہوتیں تو اپنی آنکھوں کے سامنے بے گناہ اور معصوم عورتوں کی عزت لٹتے دیکھ کر قہقہے نہ لگاتیں تمہاری وجہ سے اب تک نجانے کتنی عورتوں کی زندگیاں برباد ہو چکی ہیں، کتنے گھر اجڑ چکے ہیں نہیں بیلا تم اس قابل نہیں ہو کہ تم پر ترس کھایا جائے یا رحم کیا جائے...... تمہارے اس خوبصورت جسم کی بوٹیاں کاٹتے ہوئے مجھے بالکل افسوس نہیں ہو گا میں تمہارے جسم کی ایک ایک بوٹی کاٹ کر اس ہیٹر پر ڈالتا جاؤں گا تم اپنی آنکھوں سے اپنے آپ کو ٹکڑوں میں روسٹ ہوتے دیکھو گی اپنا گوشت جلنے کی بو سونگھو گی تو تمہیں احساس ہو گا کہ جب کسی کو زندہ جلایا جاتا ہے تو اس کی حالت کیا ہوتی ہے۔ سمترا۔“ میں آخر میں سمترا کی طرف گھوم گیا۔ ”ہیٹر کا پلگ لگا دو۔“

دیوار کے قریب ماربل کے ٹاپ والے میز پر ایک الیکٹرک ہیٹر رکھا ہوا تھا۔ سمترا نے پلگ لگا کر سوئچ آن کر دیا۔ ہیٹر کا بل کھاتا ہوا ایلی منٹ آہستہ آہستہ سرخ ہوتا چلا گیا۔ بیلا کے چہرے پر زردی

کھنڈنے لگی۔ آنکھوں میں وحشت بھی ابھر آئی میں نے الماری سے ایک زنبور نکال لیا۔

”میں تمہارے پیروں کے ناخنوں سے شروع کروں گا۔“ میں نے اس کے پیروں کی طرف آتے ہوئے کہا۔ ”اب دیکھنا یہ ہے کہ تم کتنی سخت جان ہو اور کب تک برداشت کرتی ہو ویسے میرا تجربہ یہ ہے کہ ظالم انسان جلد ہتھیار ڈال دیتا ہے لیکن تم ذرا مختلف قسم کی ہو شاید کچھ دیر برداشت کر لو۔“

میں اس کے سیدھے پیر کے انگوٹھے کا ناخن زنبور میں پکڑنے کی کوشش کرنے لگا بیلا زور زور سے پیر کو حرکت دے رہی تھی میں نے ایک ہاتھ سے اس کا پیر پکڑ لیا اور ناخن کو زنبور کی گرفت میں لے لیا۔

”کیا ارادہ ہے!“ میں نے اس کے چہرے کو تکتے ہوئے کہا۔ ”زبان کھولو گی یا اکھاڑ دوں ناخن؟“

”نہیں۔“ بیلا چیخی۔ ”میں تمہیں کچھ نہیں بتاؤں گی۔“

بیلا کو شاید اب بھی یہ گھمنڈ تھا کہ اس کے ساتھ گزرے ہوئے کچھ اچھے وقت کا لحاظ کرتے ہوئے میں اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کروں گا اور یہ سب کچھ اسے محض ڈرانے کے لیے کر رہا ہوں لیکن میں مذاق کے موڈ میں نہیں تھا۔ میں نے زنبور کو ہلکا سا جھٹکا دیا بیلا چیخ اٹھی۔

”بتاؤ گی یا نہیں؟“ میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔“ بیلا سر پٹختی ہوئی چیخی اور پھر اس نے سختی سے دانت بھینچ لیے۔ میرے لیے اب اس کا لحاظ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ میں زنبور کو زور زور سے جھٹکے دینے لگا بیلا کی چیخیں تہہ خانے میں گونج رہی تھیں وہ زور زور سے سر پٹخ رہی تھی۔ ہاتھ پیر آہنی کلپوں میں جکڑے ہوئے نہ ہوتے تو وہ تڑپتے ہوئے پلنگ سے نیچے گر جاتی میں نے ایک اور زوردار جھٹکا دیا انگوٹھے کا پورا ناخن جڑ سے اکھڑ گیا اور خون کا فوارہ بہہ نکلا۔

بیلا کے منہ سے نکلنے والی چیخیں بڑی خوفناک تھیں وہ زور زور سے سر جھٹکتی ہوئی ہاتھ پیروں کو آزاد کرانے کی کوشش کرتی رہی۔

سمترا منہ پھیر کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس سے یہ منظر نہیں دیکھا جا رہا تھا۔ بیلا آہستہ آہستہ پرسکون ہوتی چلی گئی اس کے انگوٹھے سے بہنے والے خون سے نہ صرف بستر کی چادر کا ایک حصہ تر ہو گیا تھا بلکہ خون فرش پر بھی ٹپک رہا تھا۔

میں بیلا کے سرہانے کی طرف آ گیا۔ زنبور میرے ہاتھ میں تھا جس میں خون آلود ناخن پھنسا ہوا تھا بیلا کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔

”میں نے جو کہا تھا اس کی ابتدا کر چکا ہوں۔“ میں نے اسے ناخن دکھاتے ہوئے کہا۔ ”ابھی تمہارا ناخن اکھاڑا ہے اور تھوڑی دیر بعد تمہاری خوبصورت سڈول پنڈلی سے گوشت کا ایک پارچہ الگ کروں گا۔“

میری بات ادھوری رہ گئی۔ بیلا نے میرے منہ پر تھوک دیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ نفرت تھی اب اسے احساس ہو گیا تھا کہ میں اس کے ساتھ کسی قسم کی مروت نہیں برتوں گا۔

”مجھے تمہاری اس حرکت پر غصہ نہیں آیا۔“ میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔ ”شکست خوردہ لوگ

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

ایسی ہی حرکتیں کیا کرتے ہیں۔"

"تم جو چاہو کرلو۔ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکو گے۔" بیلا نے کہا اس کے لہجے میں بے پناہ نفرت تھی۔

میں نے اس کا ناخن ہیٹر پر ڈال دیا۔ ناخن کے ساتھ ماس بھی تھا کمرے میں ناخن اور گوشت جلنے کی تیز بو پھیل گئی ایک منٹ بعد میں نے ہیٹر کا سوئچ آف کر دیا۔ زنبور وہیں میز پر رکھ دیا اور سمترا کو اشارہ کرتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ سمترا کا چہرہ بھی اس وقت زرد ہو رہا تھا۔ ہوسکتا ہے پہلے اس نے کبھی ایسا خوفناک منظر نہ دیکھا ہو۔

تہہ خانے سے باہر آ کر کمرے سے گزرتے ہوئے بھی میں نے بھیرو کے بیڈروم کی طرف دیکھا وہ اب بھی بے خبر سو رہا تھا ہم ہال کمرے میں آ گئے مدھو اب بھی صوفے پر آڑھی ترچھی پڑی سو رہی تھی اور رتنا دوسرے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔

سورج طلوع ہو چکا تھا دھوپ کی کرنیں کھڑکیوں کے راستے اندر آ رہی تھیں سمترا، رتنا کے پاس بیٹھی سرگوشیوں میں اسے تہہ خانے میں ہونے والے واقعہ کے بارے میں بتا رہی تھی اور وہ دونوں کن انکھیوں سے کبھی کبھی میری طرف بھی دیکھ رہی تھیں۔

"میں تو اپنے کمرے میں جا کر سو رہا ہوں بھئی کوئی مجھے جگانے کی کوشش نہ کرے۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ناشتہ کر کے سونا میں کچن میں جا رہی ہوں۔" رتنا ایک دم اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

اور پھر ایک گھنٹے بعد میں ناشتہ کر کے اٹھ گیا۔

"بیلا کو بھی ناشتہ کروا دو اور اس کے زخم کی ڈریسنگ بھی کر دو۔" میں نے سمترا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اسے ابھی تہہ خانے ہی میں رہنے دینا اور اس بات کا خیال رکھنا کہ بھیرو اس کے قریب نہ جانے پائے۔ بیلا سے ابھی میں نے بہت کچھ پوچھنا ہے وہ ہمارے لیے اس وقت تک اہم ہے جب تک ناگ راج کا پتہ نہیں بتا دیتی۔"

میں اپنے کمرے میں آ گیا بستر پر لیٹتے ہوئے بھی میں بیلا ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا وہ واقعی بہت سخت جان ثابت ہوئی تھی اس طرح کسی آدمی کا ناخن اکھاڑا جاتا تو سب سے پہلے تو وہ گھنٹے بھر کے لیے بے ہوش ہو جاتا اور پھر ہوش میں آنے کے بعد فرفر بولنے لگتا مگر بیلا نہ صرف یہ اذیت برداشت کر گئی تھی بلکہ میرے منہ پر تھوک کر یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی کی تھی کہ وہ بڑے مضبوط اعصاب کی مالک ہے۔

یہی سب کچھ سوچتے ہوئے میں سو گیا اور پھر میری آنکھ شام کے وقت ہی کھلی تھی میں اٹھ کر ہال کمرے میں آیا تو پنڈت بھیرو بھی وہاں موجود تھا اور اس وقت بڑے خوشگوار موڈ میں نظر آ رہا تھا۔

"ونڈرفل مین۔" وہ مجھے دیکھتے ہی چہکا۔ "بیلا کو بندی خانے میں لا کر تم نے ناگ راج کے خلاف آدھی یدھ جیت لی ہے۔"

آدھی یدھ تو میں نے اسی روز جیت لی تھی جب پہلی مرتبہ اڈیلا مندر میں ناگ راج کے سامنے سے فرار ہوا تھا اور اس کے آدمی میرا سراغ نہیں لگا سکے تھے۔ بیچ کی ساری لڑائی تو محض ایک دوسرے کی

قوت آزمائی کے لیے لڑی جا رہی تھی۔" میں نے کہا۔

"اور آزمائش ہی آزمائش میں تم نے اس کی کمر توڑ دی۔" بھیرو نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر بولا۔ "سمترا نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے جے پور میں رانا شمشیر سنگھ کو اپنے پیلس کی بربادی کی اطلاع مل چکی ہوگی ہوسکتا ہے وہ یہاں پہنچ بھی گیا ہو تم رانا شمشیر سنگھ کو نہیں جانتے وہ کسی وجہ سے اگر اب تک ناگ راج کا ساتھ دینا آیا ہے تو اب وہ ناگ راج کو زندہ نہیں چھوڑے گا وہ تو اسے پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالے گا۔"

"اس سے پہلے میں ناگ راج تک پہنچنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ضرور پہنچو گے مگر یہ بیلا....."

"جب تک میں نہ کہوں تم اسے ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"اسے دیکھ کر میرا خون کھول اٹھتا ہے من چاہتا ہے اس کی ٹانگیں چیر کر پھینک دوں مگر تم کہتے ہو تو میں اسے کچھ نہیں کہوں گا بلکہ اس کے قریب بھی نہیں جاؤں گا۔ جب تک تم اجازت نہیں دو گے۔" "دو چار دن اور انتظار کر لوں گا بہت حساب کرنا ہے میں نے اس سے۔" بھیرو نے کہا۔

میں غور سے بھیرو کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اس کی اندرونی کیفیت کا اظہار کر رہے تھے اس نے اگرچہ کہہ دیا تھا کہ وہ دو چار دن انتظار کرے گا مگر مجھے شبہ تھا کہ وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔ مجھے ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی۔

بیلا اس وقت میرے لیے بہت اہم تھی ناگ راج کے تمام اہم آدمی ایک ایک کر کے میرے ہاتھوں مارے جا چکے تھے اب صرف بیلا ہی ایک ایسی ہستی تھی جو اس کی خفیہ پناہ گاہ کے بارے میں جانتی تھی اور میں اسے ہاتھ سے نہیں کھونا چاہتا تھا۔

تین دن گزر گئے اس دوران بیلا کو تہہ خانے سے نکال کر اوپر لے آیا گیا تھا۔ میں نے اس کے لیے اپنے ساتھ والے کمرے کا انتخاب کیا تھا یہ کمرہ سائز میں میرے بیڈروم سے دوگنا بڑا تھا اس میں وال ٹو وال قالین بچھا ہوا تھا۔ فرنیچر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ قالین کے اطراف میں گاؤ تکیے اور خوبصورت کشن رکھے ہوئے تھے۔ سمترا نے بتایا کہ بھیرو جب موڈ میں ہوتا تو اس کمرے میں محفل جمایا کرتا تھا لیکن للیتا کی موت کے بعد اس نے یہاں بیٹھنا چھوڑ دیا تھا۔ مندر والے بنگلے میں رہتے ہوئے میں اندازہ لگا چکا تھا کہ بھیرو سمترا کے مقابلے میں للیتا کو زیادہ چاہتا تھا۔ للیتا ختم ہوگئی تھی تو اس کا دل بھی شاید بجھ گیا تھا۔ سنا تھا سمترا بھی بہت اچھی رقاصہ تھی لیکن ابھی تک مجھے اس کا ڈانس دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا بہرحال اس بڑے کمرے میں ایک بیڈ لگا کر میں نے بیلا کو وہاں منتقل کر دیا تھا اور بیٹھنے کے لیے بیڈ کے قریب ایک دو کرسیاں بھی ڈلوا دی تھیں۔

انگوٹھے کا ناخن اکھاڑنے کے بعد میں نے بیلا کے ساتھ اور کوئی زیادتی نہیں کی تھی تاہم میں بعض اوقات دو دو تین تین گھنٹے اس کے پاس بیٹھا رہتا میں اسے باتوں سے قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ نفسیاتی حربے استعمال کر رہا تھا مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی اس کے برعکس وہ مجھے پٹی پڑھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ اگر میں ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں تو میرے قدموں میں دولت کے انبار لگا دیئے جائیں گے۔ ہندوستان کی حسین ترین لڑکیاں میری سیوا کریں گی۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

میرا خیال تھا بیلا وقت گزارنے کی کوشش کررہی تھی لیکن میرے پاس وقت نہیں تھا اب مجھے ہر صورت میں اس کی زبان کھلوانی تھی۔

''اب میں تمہیں صرف چوبیس گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔'' میں نے اس روز بیلا سے باتوں کا سلسلہ ختم کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر ان چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر تم نے ازخود زبان کھول دی تو ٹھیک ہے بصورت دیگر میں تمہیں پھر تہہ خانے میں لے جاؤں گا اور تمہاری بوٹیاں کاٹ کاٹ کر پھینکتا رہوں گا میرا ہاتھ اس وقت تک نہیں رکے گا جب تک تم زبان نہیں کھولو گی۔''

میں بیلا کو یہ وارننگ دے کر کمرے سے باہر آ گیا۔

ان تین چار دنوں کے دوران میں نے شہر کے حالات پر بھی نگاہ رکھی تھی۔ دو مرتبہ میں خود باہر گیا تھا اور ایک مرتبہ رتنا اور سترا گھوم پھر کر آئی تھیں اور اس دوران چند دلچسپ باتوں کا انکشاف ہوا تھا۔

رانا شمشیر سنگھ اطلاع ملتے ہی جے پور سے واپس آ گیا اس کے آنے سے پہلے پانی پیلس کے ہر حصے میں پھیل چکا تھا اور پیلس کی ہر چیز تباہ ہو گئی تھی۔ کروڑوں روپے کا نقصان ہوا تھا پہلے تو مجھے بھی اس بات پر حیرت ہوئی تھی کہ اتنا پانی کہاں سے آ رہا تھا لیکن بعد میں انکشاف ہوا کہ پیلس کے پیچھے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر بہنے والی نہر تک زیر زمین پائپ لائن بچھا کر پانی پیلس تک لانے کا بندوبست کیا گیا تھا اور یہ سارا انتظام پیلس کی تعمیر کے وقت ہی کیا گیا تھا۔ اس قسم کے تمام خطرناک شعبوں کو اسی کنٹرول روم سے ہینڈل کیا جاتا تھا۔ اس رات بیلا نے ایک بٹن دبا کر نہر کی پائپ لائن کا والو کھول دیا تھا مگر اسے بند نہیں کیا گیا تھا جس کے نتیجے میں پانی پیلس کے کمروں میں بھرتا رہا اس کا انکشاف کئی گھنٹوں بعد ہوا تھا اور رانا شمشیر سنگھ کو اطلاع دے دی گئی تھی اور اس کے آنے تک سب کچھ تباہ ہو چکا تھا اور اب رانا شمشیر سنگھ کے آدمی بڑی سرگرمی سے ناگ راج کو تلاش کر رہے تھے جبکہ میں ان سے پہلے ناگ راج تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔

دوسرا انکشاف یہ ہوا تھا کہ اس رات جب میں اور مدھو شکتی کے ساتھ رانا پیلس کی طرف جا رہے تھے اور راستے میں پولیس کو دیکھ کر ہم اور مدھو کار سے کود گئے تھے اور بعد میں ہم نے گولی چلنے کی آواز سنی تھی، شکتی گولی لگنے سے زخمی ہو گیا تھا اور ماؤنٹ ابو کے سرکاری ہسپتال میں پڑا تھا جب سے مجھے شکتی کے بارے میں پتہ چلا تھا میں اسے ہسپتال سے نکالنے کے منصوبے بنا رہا تھا اور آخر کار یہ طے پایا تھا کہ آج شام میں اور مدھو ڈاکٹر اور نرس کے بھیس میں ہسپتال جائیں گے اور شکتی کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کریں گے۔ میں نے اس سلسلے میں کچھ معلومات بھی حاصل کر لی تھیں اور ڈاکٹر اور نرس کے کپڑوں اور دوسری متعلقہ چیزوں کا بھی انتظام کر لیا تھا۔

شام سات بجے نرسوں اور ڈاکٹروں کی ڈیوٹی تبدیل ہوتی تھی شام سات بجے آنے والا سٹاف صبح سات بجے تک ڈیوٹی پر رہتا تھا۔ میں نے شکتی والے وارڈ میں ڈیوٹی دینے والے ڈاکٹر کا پتہ چلا لیا تھا اور اسے پانچ ہزار روپے دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ نرس کو ساتھ لے کر کم از کم دو گھنٹوں کے لیے ہسپتال سے غائب ہو جائے گا۔ ڈاکٹر کو مہینے بھر کی تنخواہ چار ہزار روپے ملتی تھی دو گھنٹوں کے لیے پانچ ہزار والی بات تو اس نے خواب میں بھی نہیں سوچی ہو گی۔

شکتی کو ہسپتال کے جس وارڈ میں رکھا گیا تھا اس کے دونوں دروازوں پر پولیس کا پہرہ تھا ایسی صورت میں ہسپتال میں داخل ہونا اور شکتی کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ ہماری اپنی جانوں کا بھی خطرہ تھا مگر میں شکتی کے لیے یہ رسک لینے کو تیار تھا اس نے میرے لیے بہت کام کیا تھا اور میں اس سے ابھی اور کام لینا چاہتا تھا۔

میں اور مدھو ساڑھے آٹھ بجے فلیٹ پر بنگلے سے نکلے۔ مدھو نرس کی سفید یونیفارم میں بہت اچھی لگ رہی تھی۔ میں نے پینٹ شرٹ پر سفید گاؤن پہن رکھا تھا۔ گاؤن کی جیب میں اسٹیتھو سکوپ رکھا ہوا تھا۔

کار میں نے ہسپتال کے پچھلے دروازے کے سامنے کھڑی کر دی۔ ہسپتال کے دروازے میں داخل ہونے سے پہلے میں نے جیب سے سفید شیشوں والی عینک نکال کر آنکھوں پر لگا لی اور اسٹیتھو سکوپ کو جیب سے نکال کر گلے میں لٹکا لیا مدھو نے بھی آنکھوں پر عینک لگا لی تھی۔

رات نو بجے نائٹ ڈیوٹی کے ڈاکٹر اپنے اپنے وارڈ میں آخری راؤنڈ لگایا کرتے تھے۔ پروگرام کے مطابق ڈاکٹر مدھن کو وارڈ کی نرس کے ساتھ ساڑھے آٹھ بجے وہاں سے چلے جانا تھا۔

پستول میری پتلون کی جیب میں بھی تھا اور مدھو نے بھی اپنے لباس میں پستول چھپا رکھا تھا۔

ہسپتال میں داخل ہوتے ہوئے ہم دونوں کے دل بڑی تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ مدھو کے چہرے کی رنگت کسی حد تک متغیر ہو گئی تھی۔ مدھو کے حوالے سے ایک بات میں نے خاص طور سے نوٹ کی تھی کہ وہ باحوصلہ لڑکی تھی خطرات سے نہیں گھبراتی تھی آگ میں بھی کود پڑتی تھی وہ الگ بات ہے کہ جب کسی مصیبت میں پھنس جاتی تو اس کی جان نکل جاتی تھی۔

ہم آپس میں باتیں کرتے ہوئے وارڈ میں داخل ہو گئے۔ اس طرف دونوں پولیس والے دروازے کے سامنے بینچ پر بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے الجھی ہوئی نظروں سے ہماری طرف دیکھا مگر بولا کچھ نہیں۔

وارڈ میں داخل ہوتے ہی میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ شکتی دوسری طرف چوتھے بیڈ پر تھا۔ ہم نے دوسری قطار کے مریضوں کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ میں چارٹ اٹھا کر دیکھتا پھر چارٹ مدھو کے حوالے کر دیتا اور مریض سے چند سوالات کرتا اور آگے بڑھ جاتا۔

میں نے محسوس کیا تھا کہ شکتی بڑی گہری نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہا تھا اور جب ہم اس کے بیڈ کے قریب پہنچے تو اس کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔

''گرودیو...''

''خاموش۔'' میں نے اسے ٹوک دیا۔ ''تمہارا زخم کیسا ہے؟''

''ٹھیک نہیں ہے ڈاکٹر۔'' شکتی نے قدرے اونچی آواز میں جواب دیا۔

گولی اس کی ران میں لگی تھی میں نے اس کی پٹی کھول دی زخم کے اردگرد نیلاہٹ سی تھی اس وقت ایک پولیس والا بھی قریب آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''نرس۔'' میں نے مدھو کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''اسے فوراً آپریشن تھیٹر میں پہنچاؤ زخم میں زہر پھیل

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

رہا ہے فوراً آپریشن کرنا ضروری ہے۔"

"یس ڈاکٹر۔" مدھو نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر جی۔" پولیس والا بولا۔ "یہ مریض ایک خطرناک مجرم ہے اسے افسروں کی اجازت کے بغیر وارڈ سے باہر نہیں لے جایا جا سکتا۔"

"اور تمہارا آفیسر صبح آئے گا۔" میں نے اسے گھورا۔ "اس وقت تک زہر پوری ٹانگ میں پھیل جائے گا اور اس کی ٹانگ کاٹنی پڑے گی۔ نہیں کانسٹیبل میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔ اس کا آپریشن ابھی ہو گا اور پھر ہم اسے آپریشن تھیٹر میں ہی لے جا رہے ہیں اور یہ اس پوزیشن میں بھی نہیں ہے کہ فرار ہونے کی کوشش کر سکے۔ اگر تمہیں کوئی اندیشہ ہے تو تم ہمارے ساتھ چلو آپریشن تھیٹر کے دروازے پر کھڑے رہنا۔"

کانسٹیبل کچھ ہچکچایا مدھو نے بڑی تیزی دکھائی اور وارڈ کے آخر میں پڑی ہوئی وہیل چیئر لے آئی میں نے مدھو کی مدد سے شکتی کو بیڈ سے اٹھا کر وہیل چیئر پر بٹھا دیا۔

مدھو وہیل چیئر دھکیلنے لگی۔

کانسٹیبل نے وارڈ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اپنے ساتھی سے کچھ کہا اور خود ہمارے ساتھ چل پڑا میں نے اپنا ہاتھ گاؤن کے نیچے پتلون کی جیب میں ڈال رکھا تھا۔ ہم جیسے ہی تیسری راہداری میں مڑے ہمارے ساتھ آنے والا کانسٹیبل ٹھٹک گیا۔

"ڈاکٹر جی آپریشن تھیٹر ادھر ہے آپ ادھر کہاں....."

"وہ مین آپریشن تھیٹر اس وقت خالی نہیں۔" میں نے کانسٹیبل کی بات کاٹ دی۔ "ایمرجنسی آپریشن تھیٹر میں لے جا رہے ہیں۔"

"پر یہ تو باہر جانے کا راستہ ہے ڈاکٹر جی۔" کانسٹیبل بولا۔

مدھو نے کن انکھیوں سے میری طرف دیکھا میں نے اسے اشارہ کیا وہ نہ صرف چلتی رہی بلکہ اس نے اپنے لباس کے اندر سے پستول نکال کر شکتی کے ہاتھ میں دے دیا کانسٹیبل ہم سے اگرچہ دو قدم پیچھے تھا مگر اس نے مدھو کی حرکت دیکھ لی۔

"اے۔" وہ چیخا۔ "رک جاؤ تم لوگ..... چھوڑ دو قیدی کو۔" کانسٹیبل نے ایک دم رائفل تان لی لیکن میں نے اس سے زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ گاؤن کے نیچے سے نکال کر فائر کر دیا۔ گولی اس کانسٹیبل کے کندھے پر لگی وہ چیختا ہوا نیچے گرا رائفل بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری تھی۔

"بھاگو مدھو....." میں چیخا۔

مدھو میرے کہنے سے پہلے ہی وہیل چیئر کو تیزی سے دھکیلتی ہوئی دروازے کے قریب پہنچ چکی تھی کرسی پر بیٹھے ہوئے شکتی نے اپنا تندرست پیر آگے بڑھا کر دروازے کو زور دار دھکا دیا وہیل چیئر آسانی سے دروازے سے باہر آ گئی۔

کار وہاں سے تقریباً دس گز دور تھی اس سے آگے گھاس کا پلاٹ تھا جہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان میں عورتیں بھی تھیں یہ ان بعض مریضوں کے عزیز و اقارب تھے جو شہر سے باہر دور دراز کے گاؤں

دیہاتوں سے آئے ہوئے تھے اور شب بسری کے لیے لان ہی میں ڈیرے جما رکھے تھے۔ ہسپتال کی راہداری میں گولی چلنے کی آواز سن کر وہ سب ہی چونک کر اس طرف دیکھنے لگے تھے۔

دروازے سے کار تک راستہ کچا تھا مدھو تیزی سے وہیل چیئر کو دھکیل رہی تھی میں اس سے پہلے ہی دوڑ کر کار کے قریب پہنچ گیا کار کا دروازہ میں نے لاک نہیں کیا تھا ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور سیٹ پر بیٹھ کر انجن سٹارٹ کرنے لگا۔ اس دوران مدھو بھی قریب پہنچ چکی تھی۔

"جلدی کرو مدھو۔" میں چیخا۔ "اگر دوسرے پولیس والے آ گئے تو نکلنا مشکل ہو جائے گا۔"

مدھو نے کار کے پچھلے دروازے کے قریب وہیل چیئر روک لی۔ دروازہ کھولا اور خود اوپر سے گھوم کر دوسرے دروازے سے اندر آ گئی اور شکتی کو ہاتھ سے پکڑ کر اندر کھینچنے لگی۔ شکتی نے اٹھنے کے لیے تندرست پیر سے وہیل چیئر کے پائیدان پر دباؤ ڈالا وہ چند انچ اوپر تھا تھا کہ وہیل چیئر اس کے نیچے سے نکل گئی اور تین چار فٹ پیچھے ہٹ گئی شکتی بھی منہ کے بل کار کے دروازے کے قریب گرا اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی۔

اسی دوران ہسپتال کی راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی وہ یقیناً پولیس والوں میں سے کوئی ایک تھا۔ راہداری میں چلنے والی گولی کی آواز سن کر اس طرف آیا تھا۔

"مدھو..... جلدی کرو اسے اندر کھینچو۔" میں چیخا کار کا انجن میں سٹارٹ کر چکا تھا۔

مدھو شکتی کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچ رہی تھی۔ شکتی کا آدھا دھڑ کار کے اندر تھا وہ تندرست پیر پر زور دے کر اپنے آپ کو اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس دوران راہداری کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا ایک پولیس والا برآمد ہوا رائفل کو اس نے دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔ ایک لمحہ کے اندر اندر اس نے صورتحال کا جائزہ لے لیا اور دوسرے ہی لمحہ فضا تڑتڑاہٹ کی آواز سے گونج اٹھی اس کے ساتھ ہی شکتی اور مدھو کی چیخوں کی آواز بھی فضا میں پھیل گئی۔

میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا مدھو سیٹ پر اوندھی پڑی تھی اس کے دونوں ہاتھ سر پر تھے جیسے سر کو کسی ممکنہ چوٹ سے بچانے کی کوشش کر رہی ہو اور شکتی کار سے باہر گر چکا تھا اس کا بدن گولیوں سے چھلنی ہو گیا تھا میں نے ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں فیصلہ کر لیا اور کلچ پیڈل پر رکھا ہوا پیر اٹھا لیا کار ایک زوردار جھٹکے سے اچھل کر آگے بڑھی۔

لان میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں بھگدڑ سی مچ گئی لوگ بدحواس ہو کر ادھر ادھر دوڑنے لگے ایک آدمی کار سے ٹکرا کر دور جا گرا تھا یہ بھی غنیمت تھا کہ وہ کار کے نیچے نہیں آیا تھا۔

وہ پولیس والا اب کار پر فائرنگ کر رہا تھا ایک آدھ گولی کار کی ڈگی یا پچھلے حصے پر ضرور لگی ہو گی بجوی طور پر کار کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا تھا کیونکہ میں نے کار کو بڑی تیزی سے عمارت کے دوسری طرف گھما دیا تھا اس طرف بھی لوگوں میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔

میں کار کو ہسپتال کے عقبی گیٹ کی طرف دوڑاتا چلا گیا اس دوران وہ پولیس والا بھی دوڑتا ہوا عمارت کے دوسری طرف آ گیا تھا لیکن اس طرف لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے وہ فائرنگ نہیں کر سکتا تھا البتہ وہ چیختا ہوا کار کے پیچھے دوڑ رہا تھا مگر میں کار کو گیٹ سے نکال لے گیا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

پندرہ بیس منٹ تک کار کو مختلف سڑکوں پر دوڑانے کے بعد میں اصل راستے پر آ گیا اور اس کے تقریباً پندرہ منٹ بعد کار بھیرو والے بنگلے کے گیٹ میں داخل ہو رہی تھی۔

پہلے مجھے یہ شبہ ہوا تھا کہ کوئی گولی مدھو کو بھی نہ چاٹ گئی ہو لیکن ہسپتال سے نکلتے ہی میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا وہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی تھی اور آنکھیں بند کر رکھی تھیں میں نے اسے مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور وہ بھی خاموش بیٹھی رہی تھی۔

پورچ میں گاڑی روک کر میں نے مڑ کر مدھو کی طرف دیکھا اس کا چہرہ اب بھی دھواں ہو رہا تھا آنکھوں میں بے پناہ وحشت تھی اور سانس اس قدر تیز تھا کہ سینے کا زیر و بم دور سے ہی نظر آ رہا تھا۔

''تم ٹھیک ہو نا مدھو۔'' میں نے پہلی مرتبہ اسے مخاطب کیا۔

''آں..... ہاں۔'' وہ جیسے چونک گئی۔ ''مم..... میں ٹھیک ہوں۔''

میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر بنگلے کے اندر سے چیخوں کی آواز سن کر میں چونک گیا اور کار کا دروازہ کھول کر جلدی سے نیچے اتر آیا۔ ٹھیک اسی لمحہ دھڑ سے برآمدے والا دروازہ کھلا اور سمترا نمودار ہوئی اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''ناجی جلدی آؤ وہ اسے مار ڈالے گا۔'' وہ دروازے ہی سے چیخی۔ میں نے برآمدے کی طرف دوڑ لگا دی۔ میں سمجھ گیا تھا وہ کیا کہنا چاہتی تھی۔

''کیا ہوا۔ کہاں ہے وہ؟'' میں نے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

''اچھا ہوا تم آ گئے۔'' سمترا نے کہا۔ ''وہ دس منٹ سے بیلا کے کمرے میں گھسا ہوا ہے اور دروازہ اندر سے لاک کر رکھا ہے۔ اندر سے بیلا کی چیخوں کی آواز سن کر ہم نے دروازہ کھلوانے کی کوشش کی مگر بھیرو دروازہ نہیں کھول رہا۔''

''رتنا۔'' میں نے رتنا کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر بھی بارہ بج رہے تھے۔ ''تم باہر مدھو کو دیکھو۔

میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بیلا والے کمرے کے سامنے پہنچ گیا اور دروازے کا ہینڈل گھمانے کی کوشش کرتے ہوئے بھیرو کو آوازیں دینے لگا۔ اندر سے مسلسل اٹھا پٹخ اور بیلا کی چیخوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

''بھیرو..... دروازہ کھولو بھیرو۔'' میں دروازے کو دھڑ دھڑاتے ہوئے چیخا۔

''بھاگ جاؤ یہاں سے۔'' اندر سے بھیرو کی گرجتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''اب یہ دروازہ نہیں کھلے گا۔ چلے جاؤ یہاں سے ورنہ تمہیں بھی مار ڈالوں گا۔''

میں نے کندھے سے دو تین ٹکریں ماریں مگر دروازہ اس طرح کھلنے والا نہیں تھا میں نے جیب سے پستول نکال لیا اور اس کی نال قفل پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا تالا ٹوٹ گیا۔ میں دروازے کو دھکا دیتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

کمرے کا منظر بڑا خوفناک تھا بیڈ کی چادر اور قالین پر جا بجا خون کے دھبے نظر آ رہے تھے بیلا قالین پر اس طرح پڑی تھی کہ اس نے کہنیاں نیچے ٹکا رکھی تھیں اور آہستہ آہستہ پیچھے کھسک رہی تھی اس کے

جسم پر لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی بال بکھرے ہوئے اور آنکھوں میں بے پناہ خوف تھا اس کی دونوں ٹانگوں پر گھٹنوں سے اوپر اور ناف سے نیچے متعدد زخم تھے جن سے خون بہہ رہا تھا۔ سینے پر بھی ایسے دو تین زخم نظر آ رہے تھے صاف لگ رہا تھا کہ اسے دانتوں سے بھنبھوڑا گیا تھا وہ چیختی ہوئی آہستہ آہستہ پیچھے دیوار کی طرف سرک رہی تھی اور بھیرو اس سے تین چار قدم کے فاصلے پر تھا اور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ اور منہ خون آلود تھا ہونٹوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ چہرے پر بے پناہ جنون تھا۔ وہ اس وقت انسان نہیں خونخوار بھیڑیا یا عفریت لگ رہا تھا۔

''بھیرو رک جاؤ۔'' میں چیخا۔ ''رک جاؤ۔''

بھیرو نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا میں کانپ اٹھا ایسا خوفناک چہرہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ چہرے پر بے پناہ سفاکی اور آنکھوں میں شدید نفرت تھی لگتا تھا جیسے چنگاریاں پھوٹ رہی ہوں۔ وہ مڑ کر بیلا کی طرف بڑھنے لگا۔ بیلا چیختی ہوئی اپنے آپ کو مسلسل پیچھے گھسیٹ رہی تھی۔

''بھیرو رک جاؤ۔'' میں ایک بار پھر چیخا۔ ''میں تمہیں آخری وارننگ دے رہا ہوں۔''

مگر بھیرو نہیں رکا..... میں نے آخری بار اسے رکنے کو کہا اور پھر پستول والا ہاتھ اوپر اٹھا کر ٹریگر دبا دیا۔ گولی اس کے پہلو میں لگی وہ چیخ اٹھا۔ اس کا ایک ہاتھ پہلو پر اس جگہ پہنچ گیا جہاں گولی لگی تھی اور پھر وہ زخمی بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا میری طرف بڑھا اس کا چہرہ کچھ اور خوفناک ہو گیا تھا اس وقت وہ واقعی کوئی عفریت لگ رہا تھا میں نے اسے رک جانے کو کہا مگر وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر میری طرف بڑھتا رہا۔ میں پے در پے پستول کا ٹریگر دباتا چلا گیا۔ پستول میں موجود باقی چار گولیاں بھی بھیرو کے سینے میں پیوست ہو گئیں، لیکن لگتا تھا جیسے اس دیوزاد پر پستول کی گولیوں کا کوئی اثر نہ ہوا ہو وہ دو قدم اور آگے بڑھ آیا اور پھر لڑکھڑا گیا۔ چند لمحے سنبھلنے کی کوشش کرتا رہا پھر کٹے ہوئے درخت کی طرح لہرا کے نیچے گرا اور اس کے جسم سے بہنے والا خون قالین میں جذب ہونے لگا۔

☆.....☆.....☆

میرا جسم پسینے میں شرابور ہونے لگا۔ ہاتھوں کی ہتھیلیاں بھی پسینے میں تر ہو گئیں۔ میں نے پستول پھینک دیا اور مڑ کر دیکھا تو سمترا اور رتنا دروازے میں کھڑی تھیں ان دونوں کے چہرے خوف سے پیلے ہو رہے تھے اور آنکھوں میں بے پناہ وحشت بھری ہوئی تھی۔

میں مڑ کر بیلا کی طرف دیکھنے لگا وہ دیوار کے قریب پہنچ گئی تھی اور ٹیک لگا کر اپنے آپ کو اوپر اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی میں اس کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ وہ عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔

''اسے اٹھا کر میرے کمرے میں لے جاؤ اور ڈریسنگ کرواس کی۔'' میں نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''رتنا اور سمترا یہ سب کچھ دیکھ کر بہت خوفزدہ تھیں میرا موڈ دیکھ کر وہ کچھ اور بھی سہم گئیں میں ہال کمرے میں آیا تو مدھو بھی سہمی ہوئی وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔

عجیب صورتحال تھی معاملات پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے جا رہے تھے۔ لگتا تھا جیسے میں کسی طاغوتی

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

چکر میں پھنس گیا ہوں صرف ایک گھنٹہ پہلے ہم اپنے ایک ساتھی کی لاش چھوڑ کر آئے تھے اگر ہمیں ایک دو منٹ کا وقت مل جاتا تو ہم شکتی کو ہسپتال سے لے آنے میں کامیاب ہو جاتے اس کا صدمہ ابھی میرے ذہن پر تھا کہ یہاں آتے ہی اس خوفناک ترین صورتحال کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

بیلا کی حالت دیکھ کر میں کانپ اٹھا تھا۔ لگتا تھا بھیرو جیسے پاگل ہو گیا ہو اس پر بڑی خطرناک قسم کی جنونی کیفیت طاری تھی۔ اس نے دانتوں سے بیلا کو اس طرح بھنبھوڑا تھا جیسے وہ کسی خونخوار بھیڑیے کے ہتھے چڑھ گئی ہو اگر مجھے یہاں پہنچنے میں چند منٹ کی دیر ہو جاتی تو وہ بیلا کو مار ڈالتا۔ میرے بار بار روکنے کے باوجود وہ نہیں مانا تھا اور مجبوراً مجھے اس پر گولی چلانی پڑی تھی۔ پہلی گولی کھانے کے بعد وہ جس طرح میری طرف بڑھا تھا اس سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب وہ قابو میں آنے والا نہیں ہے اسے زندہ چھوڑ کر میں اپنے لیے مزید مسائل پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے بھیرو کی موت کا افسوس ہوا تھا مگر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا اس کی زندگی میرے لیے خطرہ بن سکتی تھی۔

سمترا اور رتنا بیلا کو اٹھا کر میرے کمرے میں لے گئیں میں اٹھ کر ایک اور کمرے میں گھس گیا جہاں کسی وقت میں نے میڈیسن بکس رکھے ہوئے دیکھا تھا۔ میں وہ بکس اٹھا کر باہر آ گیا اور اسے کھول کر دیکھنے لگا اس میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی اسی دوران سمترا میرے کمرے سے باہر آ گئی وہ جیسے ہی دوسرے کمرے میں داخل ہونے لگی میں نے آواز دے کر اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

”میڈیسن بکس میرے پاس ہے سمترا۔“

وہ میری طرف آ گئی میں میں نے میڈیسن بکس اس کی طرف بڑھا دیا۔

”تم خود چل کر دیکھو اسے میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا اس راکھشس نے اس طرح بھنبھوڑا ہے اسے۔“ وہ بکس میرے ہاتھ سے لیتے ہوئے بولی۔

میرے منہ سے گہرا سانس نکل گیا میرا خیال تھا کہ میرے ہاتھوں بھیرو کے مارے جانے پر وہ کسی شدید ردعمل کا اظہار کرے گی مگر اس کے منہ سے بھیرو کے لیے راکھشس کا لفظ سن کر میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ بیلا کی حالت نے اسے متاثر کیا تھا اور وہ بھیرو کو وحشی کہنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

”مم.... میں کیسے دیکھوں۔“ میرا مطلب ہے اس کے جسم پر کوئی لباس۔“

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“ سمترا نے میری بات کاٹ دی۔ ”ہم تینوں چاروں ناریاں جو اس وقت یہاں موجود ہیں تم ان کے شریروں کی اونچ نیچ سے اچھی طرح واقف ہو میرا خیال ہے ہم میں سے کسی کو لاج نہیں آئے گی۔“

میں اٹھ کر اس کے ساتھ کمرے میں آ گیا۔ رتنا بیڈ کے قریب کھڑی تھی اور بیلا بیڈ پر پڑی کراہ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں ابھی تین دن پہلے میں نے اس کے پیر کے انگوٹھے کا ناخن اکھاڑا تھا اور وہ بری طرح تڑپی تھی۔ ابھی اس کی ایک تکلیف کم نہیں ہوئی تھی کہ یہ بپتا آن پڑی اس کے بیڈ پر بچھی ہوئی چادر خون آلود ہو رہی تھی۔ رتنا نے دوسری چادر اٹھا کر اس کے جسم پر اس طرح ڈال دی کہ اس کی ستر پوشی کسی حد تک ہو گئی۔

آواز سن کر بیلا نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے ایک لمحے کو اس کے چہرے کی طرف دیکھا

اور پھر اینٹی سیپٹک لوشن سے اس کی ٹانگوں کے زخم صاف کرنے لگا۔ بھیرو واقعی وحشی ثابت ہوا تھا اس نے بیلا کو دانتوں سے بری طرح بھنبھوڑا تھا۔ بعض جگہوں پر صرف دانتوں کے نشان تھے اور بعض جگہ سے بوٹیاں نوچ لی گئی تھیں۔ اینٹی سیپٹک لوشن لگنے سے بیلا بری طرح مچلنے لگی۔ رتنا نے اسے بانہوں سے اور سمترا نے اسے ٹانگوں سے پکڑ لیا۔ تقریباً پون گھنٹے تک میں اس کے زخم صاف کرتا رہا پھر سمترا نے مجھے بیگ میں سے مرہم کی ایک ٹیوب نکال دی۔

مرہم لگنے سے بیلا پُرسکون ہوتی چلی گئی۔

اس موقع پر مجھے ڈاکٹر شانتا بڑی شدت سے یاد آ رہی تھی وہ ہوتی تو سب کچھ سنبھال لیتی۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس وقت بیلا کا کوئی نہ کوئی ٹیسٹ ہونا ضروری تھا کم از کم ٹیٹنس کا ٹیسٹ کر کے اسے بچاؤ کا انجکشن لگایا جا سکتا تھا مگر ایسا کوئی انتظام نہیں تھا۔

”مجھے افسوس ہے بیلا۔“ میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میں نے اسے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا کہ وہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے لیکن وہ نہیں مانا اور موقع ملتے ہی یہ حرکت کر گزرا اور اسے سزا دینا ضروری ہو گیا اگر میں اسے گولی نہ مارتا تو وہ تمہیں ختم کر دیتا۔“

بیلا بولی کچھ نہیں خاموشی سے میری طرف دیکھتی رہی۔

”اس موضوع پر بعد میں بات کریں گے۔“ میں نے دوبارہ کہا۔ ”اس وقت کچھ پینا پسند کرو گی چائے یا کافی۔“

”میں کافی پینا چاہوں گی۔“ بیلا نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔

”میں ابھی بنا کر لاتی ہوں۔“ رتنا کہتے ہوئے جلدی سے باہر نکل گئی۔ میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ سمترا نے چادر پھیلا کر بیلا کے جسم پر ڈال دی تھی وہ بیڈ کی پٹی پر بیٹھ گئی۔

رتنا پندرہ بیس منٹ میں کافی بنا کر لے آئی۔ بیلا نے اپنے آپ کو گھسیٹ کر بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا لی تھی اور رتنا کے ہاتھ سے کپ لے کر ہلکی ہلکی چسکیاں لینے لگی۔ اس کے ہاتھ ہولے ہولے کانپ رہے تھے، لیکن وہ بتدریج اپنے حواس پر قابو پاتی چلی گئی چند گھونٹ بھرنے کے بعد اس نے میری طرف دیکھا۔

”تم آج تک میری سمجھ میں نہیں آ سکے۔“ اس کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی سی آواز نکلی۔

”حالانکہ میں ایسا پیچیدہ آدمی نہیں ہوں۔“ میں نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ ”بہت سیدھا سادا آدمی ہوں تمہیں تو پہلے ہی روز سمجھ لینا چاہئے تھا کہ میں کیا ہوں کسی سے دوستی کرتا ہوں تو اس کے لیے اپنی جان بھی دینے کو تیار ہو جاتا ہوں اور دشمنی میں ساری حدیں پھلانگ جاتا ہوں۔“

”میں اب تک یہی تو نہیں سمجھ سکی کہ تم میرے دوست ہو یا دشمن۔“ وہ بولی۔ ”تم نے کئی مرتبہ میری جان بچائی اور کئی مرتبہ میری جان لینے کی کوشش کی تین دن پہلے تم نے میرے پیر کا ناخن اکھاڑا تھا اس وقت تمہارے چہرے پر بے پناہ سفاکی تھی میں تو سمجھی تھی کہ تم واقعی میری بوٹیاں کاٹ کاٹ کر پھینکتے رہو گے۔“

”وہ میری مجبوری تھی ویسے میرے خاندان میں دور دور تک کوئی قصائی نہیں گزرا۔“ میں نے کہا۔

”اور آج میری خاطر تم نے اس شخص کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا جو تمہارا محسن تھا

www.pdfbooksfree.pk

جس نے تمہاری زندگی بچائی تھی اور تمہیں پناہ دی تھی۔'' بیلا نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''انسان جب انسانیت سے گر جائے وہ تمام اخلاقیات کو نظر انداز کر دے تو اسے سزا دینی ہی پڑتی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تین دن پہلے تم نے میرا ناخن اکھاڑ کر اس طرح مجھے اذیت پہنچائی تھی کیا وہ انسانیت کے عین مطابق تھا؟'' بیلا نے مجھے گھورا۔

''میں تمہیں جان سے نہیں مارنا چاہتا تھا۔ میں نے جو کچھ بھی کیا وہ ایک کاز کے لیے تھا اور بھیرو نے جو کچھ کیا وہ اس کی دیوانگی تھی، جنون تھا وہ انسان سے وحشی بن گیا تھا۔''

''تاجی نے بھیرو کی ہتیا کر کے بہت اچھا کیا۔'' سمترا بیچ میں بول پڑی۔

''وہ واقعی وحشی تھا وہ اس سے پہلے للیتا کے ساتھ بھی ایسا ہی کر چکا ہے وہ سب کچھ میرے سامنے ہوا تھا اسی کمرے میں۔''

''کیا مطلب!'' میں اچھل پڑا۔ ''بھیرو نے تو بتایا تھا کہ للیتا کسی اور کے ہاتھوں ماری گئی تھی اور تم نے بھی اس کی تائید کی تھی۔''

''وہ میری مجبوری تھی۔'' سمترا نے کہا۔ ''حقیقت یہ ہے کہ ایک رات ہم تینوں اس کمرے میں موجود تھے۔ للیتا رقص کر رہی تھی ایک موقع پر وہ ذرا سا جھکی تو بھیرو نے اسے پکڑ کر اپنے اوپر گرا لیا اور اس کے شریر پر جگہ جگہ دانت گاڑنے لگا۔ للیتا قہقہے لگاتی رہی پھر اس کے قہقہے چیخوں میں بدل گئے پہلے تو میں سمجھی کہ بھیرو مذاق کر رہا تھا مگر وہ مذاق نہیں تھا بھیرو للیتا کے شریر کو جگہ جگہ دانتوں سے کاٹ رہا تھا۔ للیتا چیختے ہوئے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ چڑیا کی طرح اس کے پنجے میں پھنسی ہوئی تھی۔ للیتا لہولہان ہو رہی تھی میں نے اسے چھڑانے کی کوشش کی تو بھیرو نے مجھے دھکا دے کر دور گرا دیا اس کے چہرے پر بے پناہ سفاکی اور درندگی تھی وہ خونخوار درندہ ہی لگ رہا تھا۔ میں ڈر کر کمرے سے بھاگ گئی اور اپنے کمرے میں بند ہو کر دروازہ اندر سے لاک کر لیا اور رات بھر اپنے کمرے میں بند رہی۔''

''صبح میں ڈرتے ڈرتے کمرے سے باہر نکلی تو بھیرو اپنے کمرے میں اطمینان سے سو رہا تھا میرا دل تو چاہا تھا کہ اسے موت کی نیند سلا دوں اس خیال سے میں نے میز کی دراز سے پستول نکالنے کی کوشش بھی کی تھی مگر آہٹ سن کر اس کی آنکھ کھل گئی اور میں اپنے ارادے پر عمل نہ کر سکی۔

''اور آج..... اس نے وہی سب کچھ بیلا کے ساتھ کیا اس کا مر جانا ہی اچھا تھا کل کو وہ میرے ساتھ یا کسی اور کے ساتھ یہی سب کچھ کرتا۔''

اب یہ بات میری سمجھ میں آ گئی تھی کہ بھیرو کو قتل کرنے پر سمترا نے کسی شدید ردعمل کا اظہار کیوں نہیں کیا تھا وہ بھیرو سے اپنے لیے بھی خطرہ محسوس کرنے لگی تھی اور پھر اس نے یہ سنسنی خیز انکشاف بھی کیا کہ للیتا سے پہلے وہ مندر کے تہہ خانے میں بھی تین لڑکیوں کو دانتوں سے کاٹ کاٹ کر موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔

بھیرو واقعی درندہ تھا یہ تو میں پہلے ہی روز سمجھ گیا تھا کہ عورت اس کی سب سے بڑی کمزوری تھی اور اب مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی تھی کہ وہ کسی قسم کے جنون میں مبتلا تھا اور یہ جنون کبھی

aazzamm@yahoo.com

کبھی اس پر حملہ آور ہوتا تھا۔

بیلا بھی بڑی توجہ سے سمترا کی باتیں سن رہی تھی۔ سمترا بھیرو کی زندگی کے ایسے ایسے راز فاش کر رہی تھی جنہیں سن کر حیرت ہوتی تھی ان باتوں میں دو تین مرتبہ ناگ راج کا ذکر بھی آیا تھا اور ناگ راج کے تذکرے پر بیلا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھرے تھے۔

رات کا ڈیڑھ بج چکا تھا۔ ابھی بھیرو کی لاش بھی ٹھکانے لگانی تھی۔ یہ دوسری لاش تھی جو میں اپنے ہاتھوں ٹھکانے لگانے جا رہا تھا۔ سمترا اور رتنا مجھ سے پہلے اٹھ کر کمرے میں چلی گئیں اور جب میں اٹھنے لگا تو بیلا نے مجھے روک لیا میں دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کچھ کہنا چاہتی ہو؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''ہاں..... تمہیں ناگ راج کی تلاش ہے نا؟'' بیلا نے کہا۔

''ظاہر ہے۔ یہ ساری بھاگ دوڑ اس سلسلے میں ہو رہی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''اس کے بارے میں صرف تم جانتی ہو اور تم کچھ بتانے کو تیار نہیں مگر میں نے مایوس ہونا نہیں سیکھا وہ اس زمین پر ہے میں اسے تلاش کر لوں گا ایک آدھ دن اور ضائع ہو گا مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''وہ تمہیں جین مندر میں ملے گا۔'' بیلا کا لہجہ بالکل سپاٹ تھا۔

''کیا!'' میں اچھل پڑا اس نے اتنی اذیت اٹھائی تھی مگر زبان نہیں کھولی تھی اور اب پوچھے بغیر کتنے اطمینان سے اس نے بتا دیا تھا کہ ناگ راج کہاں ملے گا۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔'' بیلا نے کہا۔ ''دلی واڑہ روڈ پر یہاں سے گیارہ میل آگے پہاڑیوں میں ایک قدیم مندر ہے جو بظاہر کھنڈروں میں تبدیل ہو چکا ہے مگر اس کا تہہ خانہ بہت عرصہ سے ناگ راج کے استعمال میں ہے اس ویران مندر کا تہہ خانہ ہی دراصل ناگ راج کی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ وہ سانپوں کے زہر پر تمام تجربات وہیں کرتا ہے۔ تہہ خانے میں اس نے ایک چھوٹی سی لیبارٹری بنا رکھی ہے۔ یہ لیبارٹری اتنی جدید نہیں لیکن ناگ راج کی ضرورت کی ہر چیز وہاں موجود ہے۔ وہ آج کل وہیں پر ہے۔''

''مجھے حیرت ہے۔'' میں نے کہا۔ ''تم کس قدر آسانی سے اس کے بارے میں بتا رہی ہو۔''

''آج کے واقعہ کے بعد یہ بات میری سمجھ میں آ گئی ہے کہ یہ لوگ واقعی انسانیت کے دشمن ہیں۔'' بیلا نے کہا۔ ''پنڈت بھیرو ہو یا ناگ راج ... یہ لوگ ہوس کے پجاری ہیں انہیں صرف اپنا مفاد عزیز ہے اپنے دونگوں کے فائدے کے لیے کتنے بے گناہ مارے جاتے ہیں انہیں اس سے کوئی غرض نہیں یہ لوگ اگر چاہتے تو اپنی صلاحیتوں کو انسانیت کی بھلائی کے لیے استعمال کر سکتے تھے مگر انہوں نے غلط راستوں کا انتخاب کیا۔ ہیروئن کا کیمیکل، سانپ کے زہر سے انجکشنوں کی تیاری..... یہ کوئی خدمت نہیں نہ اپنے دیش کی نہ انسانیت کی۔ ان سے معصوم اور بے گناہ لوگوں کی تباہی و بربادی کا کام ہی لیا جا سکتا ہے اور میں سمجھتی ہوں ایسے لوگوں کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ ایک انسان کو قتل کر کے اگر ہزاروں بے گناہوں کی زندگیاں بچائی جا سکتی ہیں تو میں اسے کوئی جرم نہیں سمجھتی تم جو کچھ کر رہے ہو ٹھیک ہی کر رہے ہو۔''

''یہ سب کچھ شاید تم اس لیے کہہ رہی ہو کہ خود تمہارے ساتھ یہ ہوا ہے اور میں نے اس وحشی سے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

تمہاری جان بچائی ہے اور تم احسان کا بدلہ چکانا چاہتی ہو۔" میں نے کہا۔

"میں تمہارے احسان کا بدلہ نہیں چکانا چاہتی۔" بیلا نے جواب دیا۔ "میرے ساتھ یہ سب کچھ ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ جب دوسروں کے ساتھ یہ سب ہوتا ہے تو انہیں کتنی اذیت ہوتی ہے جب میں چیخ رہی تھی تو میرے کانوں میں میری اپنی نہیں اس بارہ سالہ معصوم لڑکی کی چیخیں گونج رہی تھیں جسے ناگ راج نے میرے سامنے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا تھا۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ "ناگ راج میں زہر بھرا ہوا ہے اسے ہر رات ایک عورت کی ضرورت پڑتی ہے اگر کسی رات اسے عورت نہ ملے تو وہ اپنی ہی آگ میں جل کر راکھ ہو جائے۔ میں جانتی ہوں صرف میں جانتی ہوں کہ پنڈت بھیرو کی طرح وہ بھی کئی بے گناہ عورتوں کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہے۔ بہت سی عورتیں تو ایسی تھیں جو پوجا کے لیے مندر میں آتی تھیں اور غائب ہو جاتی تھیں ان کے گھر والے انہیں تلاش کرتے رہ گئے مگر ان کا سراغ نہیں ملا۔ ناگ راج کے چند خاص چیلے یا میں جانتی ہوں کہ ان کا کیا حشر ہوا۔" وہ ایک بار پھر خاموش ہو گئی میں اس کے چہرے کو تکتا رہا چند لمحوں بعد وہ خود ہی بولی۔ "سمترا جب بھیرو کے بارے میں بتا رہی تھی تو میرے ذہن میں ناگ راج کے حوالے سے یہ ساری باتیں آ رہی تھیں مجھے وہ سب کچھ یاد آ رہا تھا اور اس لیے میں نے تمہارا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں کئی مہینوں سے تمہیں دیکھ رہی ہوں اور اب میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ تم اپنے لیے کچھ نہیں کر رہے تمہارا کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہیں ہے تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اپنی قوم کے لیے کر رہے ہو میں نے جو کچھ کیا اپنی قوم کے لیے کیا مگر مجھے بڑی مایوسی ہوئی۔ اب مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے ناگ راج کا ساتھ کیوں دیا اسے نہ تو اپنی قوم سے ہمدردی ہے نہ کسی اور سے وہ دہشت گرد اور جنونی ہے اپنی بالادستی قائم رکھنے کے لیے اس نے ہر اس شخص کو مروا دیا جس سے مخالفت کا خدشہ تھا۔ اس کی نگرانی کے لیے انٹیلی جنس نے کچھ ایجنٹ مقرر کر رکھے تھے مگر ناگ راج نے ایک ایک کر کے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے قریبی ساتھیوں میں میرے علاوہ صرف امریش پنڈت زندہ بچا ہے اگر آج تم مجھے چھوڑ دو اور میں ناگ راج کے پاس واپس چلی جاؤں تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس لئے میں نے تمہیں اس کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"تو گویا تم نے موت کے خوف سے ناگ راج کے بارے میں بتایا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں موت سے نہیں ڈرتی۔" بیلا نے کہا۔ "مجھے یوں لگتا ہے کہ اب میرے سینے کا بوجھ ہلکا ہو گیا ہے۔ اب اگر تم بھی مجھے مار ڈالو تو مجھے کوئی افسوس نہ ہو گا۔"

"اور تم جانتی ہو کہ میں تمہیں جان سے نہیں ماروں گا۔" میں نے کہا۔ "میں ایک اور بات جاننا چاہتا ہوں جب میں پہلی مرتبہ ادی ناتھ مندر سے فرار ہوا تھا تو الکا اگنی ہوتری نے مجھے پناہ دی تھی وہ میری ہمدرد بن گئی تھی مگر بعد میں انکشاف ہوا کہ وہ را کی ایجنٹ تھی اور مجھے ناگ راج کے خلاف اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہی تھی کیا تم بھی را کی۔"

"نہیں۔" بیلا نے میری بات کاٹ دی۔ "میرا را یا کسی ایجنسی سے کوئی تعلق نہیں ہے مجھے تو اپنے دیش سے محبت ہے اور اس جذبے کے تحت ناگ راج کے گروپ میں شامل ہوئی تھی۔ میرے ذہن میں یہ

بات بٹھا دی گئی کہ پاکستان ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس کا وجود ہمارے لیے خطرہ ہے۔ اسے ہر صورت میں مٹانا ہے مگر ہم کھلی جنگ میں پاکستان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اسے ختم کرنے کے لیے ہمیں دوسرے طریق اختیار کرنے ہوں گے۔ پاکستان کے اندر دہشت گردی اور تخریب کاری سے اس ملک کی جڑیں کمزور کی جا سکتی ہیں۔

"میں جوان اور حسین تھی اس لیے میرا انتخاب کیا گیا۔ مجھے ہر دوسرے تیسرے مہینے پاکستان بھیجا جاتا وہاں میں نے رئیس قبو جیسے کئی لوگوں کو اپنے حسن کے جال میں پھنسا کر اپنے لیے کام پر آمادہ کیا۔ میں کراچی اور حیدر آباد جیسے شہروں میں گھوم کر ایسے نوجوانوں کو پھنساتی جو کسی نہ کسی وجہ سے اپنی حکومت سے اپنے لوگوں سے اور اپنے آپ سے ناراض تھے۔ مجھ جیسی حسین اور جوان لڑکی ہو تو کوئی بھی نوجوان اس کی بات ماننے سے انکار نہیں کر سکتا میں انہیں ورغلا کر رئیس قبو جیتے لوگوں کے حوالے کر دیتی جو انہیں یہاں بھیج دیتے۔ یہاں ناگ راج کے کیمپ میں برین واشنگ کر کے ان کے ذہنوں میں پاکستان کے خلاف اتنی نفرت بھر دی جاتی کہ وہ اپنے دیش کے دشمن بن جاتے انہیں تخریب کاری اور دہشت گردی کی تربیت دے کر پاکستان واپس بھیج دیا جاتا جہاں وہ اپنے ہی ہم وطنوں کو بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیتے۔

"ناگ راج میں پاکستان کے خلاف اتنا زہر بھرا ہوا ہے کہ تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اس نے پہلے ہیروئن کی تیاری میں استعمال ہونے والا کیمیکل تیار کیا جو پاکستانی سمگلروں کو برائے نام قیمت پر فراہم کیا جاتا اس کا مقصد پاکستان کی نوجوان نسل کو ہیروئن کا عادی بنا کر ذہنی اور جسمانی طور پر مفلوج کرنا تھا۔"

"ناگ راج اس پر بھی مطمئن نہیں تھا وہ سانپ کے زہر سے ایسا انجکشن تیار کرنے کے تجربات کر رہا تھا جس سے موت کو زیادہ سے زیادہ اذیت ناک بنایا جا سکے اس دوران تم ٹپک پڑے اور تم نے آج تک جو کچھ کیا وہ شروع سے آخر تک میری نظروں میں ہے میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ تم دہشت گرد نہیں ہو تم اپنے ملک اور اپنے ہم وطنوں کی بھلائی کے لیے یہ جنگ لڑ رہے ہو۔ اس میں تمہارا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے اس لیے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے ناگ راج جیسے لوگوں کو واقعی ختم ہو جانا چاہئے۔ ایسے لوگوں کو زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے جو دوسروں کی تباہی کا باعث بن رہے ہوں۔"

"یہ کایا پلٹ میرے لیے حیرت انگیز ہے۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ تم اب بھی میرے گرد کوئی جال بچھا رہی ہو!"

"میں جانتی ہوں کہ تمہیں مجھ پر مشکل ہی سے وشواش ہو گا۔" بیلا نے کہا۔ "لیکن میں نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ سچ ہے اور ایک بات تمہیں اور بھی بتا دوں میں اب بھی اپنے دیش کی وفادار ہوں اسے غداری مت سمجھنا میری یہ باتیں دیش کے خلاف نہیں ایک آدمی کے خلاف ہیں جو دوسروں کے لیے اور اپنے دیش کے لیے بہت خطرناک ہے۔ وہ اب تک کتنے لوگوں کو مروا چکا ہے کیا انہوں کو موت کے گھاٹ اتار کر دیش کی خدمت ہو سکتی ہے۔"

ان لوگوں کی وطن سے وفا اور غداری کی منطق عجیب تھی جو لوگ میرا ساتھ دے رہے تھے وہ سب

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

یہی کہتے تھے کہ وہ اپنے دیش سے غداری نہیں کر رہے غداری نہ سہی لیکن اتنا میں سمجھتا تھا کہ ان سب کا کوئی نہ کوئی مفاد وابستہ تھا۔ بہر حال مجھے اس سے غرض نہیں تھی ان نوٹوں کی وجہ سے میرا کام ہو رہا تھا۔

اس میں شبہ نہیں کہ بھیرو نے میرا بہت ساتھ دیا تھا اس کی موت کا مجھے افسوس ہوا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس میں غلطی خود اس کی تھی اگر وہ میری بات مان لیتا تو شاید اس وقت میرے ساتھ بیٹھا چائے پی رہا ہوتا۔

''مجھے تفصیل سے بتاؤ ناگ راج کون سے مندر میں ہے۔'' میں نے بیلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم رل واڑہ روڈ پر جا چکے ہو۔'' بیلا نے کہا۔ ''کیمپ والے راستے پر مڑنے کے بجائے مین روڈ پر سیدھا آگے نکل جاؤ اس سے تقریباً ڈیڑھ میل آگے دائیں طرف شمشان گھاٹ کا بہت بڑا بورڈ لگا ہوا ہے اس طرف کسی زمانے میں شمشان گھاٹ ہوا کرتا تھا لیکن اب ختم ہو چکا ہے اس بورڈ کے ساتھ ہی پہاڑیوں میں ایک تنگ سا راستہ ہے پہاڑیوں میں بل کھاتے ہوئے اس راستے پر تقریباً دو میل آگے ایک مندر کے کھنڈرات ہیں اس مندر کا صرف ایک کلس بچا ہے باقی سب کچھ ڈھیر ہو چکا ہے اس کھنڈرات کے نیچے ایک بہت بڑا تہہ خانہ ہے۔''

''اس تہہ خانے کا راستہ کہاں سے ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''مندر کے اس مینار سے تقریباً سو گز مشرق کی طرف چٹان سے ملی ہوئی ایک شکستہ سی چار دیواری ہے۔ یہ چار دیواری ایک کمرے کی باقیات ہیں سے ہے اور وہ چٹان کمرے کی ایک دیوار کا کام دیتی تھی۔ اس چٹان میں ایک تنگ سی کھوہ کے اندر تقریباً دس فٹ آگے سیاہ رنگ کا ایک پتھر نظر آئے گا اس پتھر کے نیچے اس تہہ خانے کا راستہ ہے۔''

''کیا وہ پتھر اتنا بڑا ہے کہ .....''

''وہ پتھر اتنا بڑا نہیں ہے۔'' بیلا نے میری بات کاٹ دی۔ ''تم اسے آسانی سے اٹھا سکتے ہو اس پتھر کے نیچے تہہ خانے کا میکنزم ہے۔''

بڑا پیچیدہ راستہ ہے۔'' میں نے کہا۔ ''بہر حال وہاں ناگ راج کے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔''

''تین۔'' بیلا نے جواب دیا۔ ''امریش پنڈت اور دو اور آدمی جو ناگ راج کے کام میں اس کی مدد کرتے ہیں۔''

''باہر سے حفاظت کا کوئی انتظام ہے میرا مطلب ہے کوئی ایسا آدمی جسے نگرانی کے لیے رکھا گیا ہو؟''

''نہیں۔'' بیلا نے نفی میں سر ہلایا۔ ''وہ محفوظ ترین جگہ ہے کوئی دن کے وقت بھی اس طرف نہیں جاتا۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں کہتے ہوئے اٹھ گیا۔ ''ایک بات ذہن نشین کر لو اگر کوئی دھوکہ ہوا تو تم زندہ نہیں بچ سکو گی۔''

''میں جانتی ہوں تمہیں دھوکہ دینا بہت مشکل ہے۔'' بیلا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔

''اگر تمہاری اطلاع درست نکلی اور میرے ساتھ کوئی دھوکہ نہ ہوا تو حسب وعدہ بھیرو کی دولت میں سے آدھی تمہاری جھولی میں ڈال دوں گا اور باقی آدھی سمترا کا حق ہے۔'' میں نے کہا۔

''تم تو اس طرح بات کر رہے ہو جیسے جائیداد کا بٹوارہ کر رہے ہو۔'' بیلا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

میں چند لمحے اس کے چہرے کو تکتا رہا پھر کمرے سے باہر آ گیا۔ دروازہ میں نے کھلا چھوڑ دیا تھا۔

سمترا رتنا اور مدھو بال کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں ان تینوں کے چہرے پر سوگواری تھی۔ ہم لوگ کئی مہینوں سے اس قسم کے حالات کا شکار تھے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی لاش دیکھنی پڑتی تھی کبھی اپنے کسی ساتھی کی اور کبھی دشمنوں میں سے کسی کی۔ میں اور مدھو شکتی کو ہسپتال سے نکالنے گئے تھے اور اس مقصد میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئے تھے مگر عین آخری لمحوں میں شکتی موت کا شکار ہو گیا تھا اور واپس آتے ہی بھیرو کو مجھے اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتارنا پڑا تھا۔ ان تینوں لڑکیوں کو بیلا اور بھیرو والے واقعہ نے زیادہ متاثر کیا تھا۔ انہیں بھیرو کی موت کا زیادہ افسوس نہیں تھا۔ بیلا کی حالت نے انہیں دہلا کر رکھ دیا تھا اور اسی وجہ سے یہ تینوں افسردہ تھیں۔

''کوئی پھاوڑہ وغیرہ ہو گا؟'' میں نے سمترا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کیا کرنا ہے؟'' سمترا نے یہ سوال بے خیالی میں کر ڈالا تھا۔

''بھیرو کی لاش کو کمرے ہی میں سجا کر رکھنا ہے یا اس کا کوئی اور بندوبست کرنا ہے۔'' میں نے کہا۔

''اوہ.....'' وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

ہم دونوں بنگلے کے پچھلی طرف آ گئے جہاں کاروں کے لیے گیراج بنے ہوئے تھے۔ ایک خالی گیراج میں باغبانی میں استعمال ہونے والی چیزیں پڑی تھیں۔ گھاس کاٹنے کی مشین، پھاوڑے، کھرپیاں اور ایسی ہی بہت سی چیزیں تھیں میں نے ایک پھاوڑہ اٹھایا اور سمترا کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتا ہوا ایک طرف بڑھنے لگا اور پھر ایک مناسب جگہ دیکھ کر رک گیا۔

یہ نرم جگہ تھی میں پھاوڑے سے زمین کھودنے لگا۔ سمترا ایک طرف کھڑی دیکھتی رہی تقریباً دو گھنٹوں میں اتنی گہری قبر تیار ہو گئی کہ بھیرو کی لاش کو اس میں دفن کیا جا سکتا تھا۔

اب دیوزاد کی لاش کو کمرے سے اٹھا کر یہاں لانا بھی ایک مسئلہ تھا۔ لاش کو ایک چادر میں لپیٹ کر ہم چاروں اسے تقریباً گھسیٹتے ہوئے اس گڑھے تک لائے تھے اور پھر چادر سمیت لاش کو گڑھے میں دھکیل کر اس پر مٹی ڈال دی گئی۔

''خس کم جہاں پاک۔'' میں ہاتھ جھاڑتے ہوئے بڑبڑایا۔ ''تمہارے دھرم کے مطابق اس کا انتم سنسکار چتا پر ہونا چاہئے تھا مگر.....''

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''جو شخص جیون بھر دھرم کو دھوکہ دیتا رہا ہو اس کا انتم سنسکار تو اس سے بھی برا ہونا چاہئے تھا اس کی لاش تو پہاڑیوں میں پھینک دینی چاہئے تھی کتے اور گدھ کھا جاتے۔'' سمترا نے کہا۔

مجھے سمترا کی اس بات پر کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی اس نے بھیرو کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس کے پیش نظر اس کا یہ ردعمل ہونا ہی چاہئے تھا۔ ہماری وہ رات جاگتے ہوئے ہی گزری تھی۔ زیادہ تر پنڈت بھیرو کی باتیں ہوتی رہیں۔ سمترا ایسے ایسے انکشاف کر رہی تھی کہ مجھے شدید حیرت ہو رہی تھی۔ للیتا کے بارے میں بھی اس نے حیرت انگیز انکشافات کیے تھے۔''

سمترا کے کہنے کے مطابق للیتا کا تعلق ہریانہ کے ایک بہت بڑے زمیندار گھرانے سے تھا۔ اس نے سوشیالوجی میں ایم اے کی ڈگری حاصل کر رکھی تھی۔ وہ کالج میں پروفیسر بننا چاہتی تھی مگر باپ نے اجازت نہیں دی اس کے خیال میں اتنے بڑے زمیندار کی بیٹی کو ملازمت کی ضرورت نہیں تھی۔

چند سال پہلے للیتا اپنے خاندان کے بعض افراد کے ساتھ جین مندروں کی یاترا کے لیے آئی تھی وہ لوگ راجستھان کے مختلف شہروں میں گھومتے ہوئے ماؤنٹ ابو پہنچے تھے ان کا خیال تھا کہ چند روز یہاں رہ کر پالی، بیکانیر اور راج گڑھ سے ہوتے ہوئے ہریانہ واپس چلے جائیں گے۔

ماؤنٹ ابو میں مختلف مندروں کی یاترا کرتے ہوئے وہ لوگ اچل شوار مندر پہنچے تو یہاں ان لوگوں کی ملاقات پنڈت بھیرو سے ہوگئی۔ بھیرو نے للیتا پر نجانے کیا جادو کیا تھا کہ وہ لوگ جتنے روز ماؤنٹ ابو میں رہے للیتا روزانہ اچل شوار مندر جاتی رہی اور جب اس کے گھر والے واپس جانے لگے تو للیتا نے ان کے ساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا اور وہ مندر کی گوپیوں میں شامل ہوگئی۔

للیتا کے گھر والے پریشان ہو گئے اس کے باپ کو بھی ہریانہ سے بلا لیا گیا مگر للیتا کسی طرح بھی ان کے ساتھ جانے پر آمادہ نہیں ہوئی۔ ہندو دھرم کے مطابق جو ناری گوپی بن کر مندر کی سیوا کرنا چاہتی ہو اسے زبردستی واپس نہیں لے جایا جا سکتا اور قانون تو ہمیشہ ہی دھرم کے سامنے بے بس رہا ہے۔

پھر سمترا بھی بھیرو کے جادو کا شکار ہوگئی۔ سمترا اب بھی حیران تھی کہ بھیرو کے پاس نجانے ایسی کون سی پراسرار قوت تھی کہ جس لڑکی پر وہ نگاہ ڈالتا وہ اس کے چرنوں میں ڈھیر ہو جاتی حالانکہ شکل صورت کے لحاظ سے بھیرو ایسا نہیں تھا کہ کوئی عورت ایک مرتبہ اس کی طرف دیکھنے کے بعد دوسری بار دیکھنا پسند کرتی۔

سمترا کے کہنے کے مطابق اس نے کئی حسین لڑکیوں کو پنڈت بھیرو کے پیر چاٹتے ہوئے دیکھا تھا ان میں کئی لڑکیوں کا تعلق تو بڑے بڑے معزز اور دولت مند گھرانوں سے تھا وہ عیش و آرام کی زندگی چھوڑ کر مندر کی داسیاں بن گئی تھیں اور بھیرو کی ہوس کی آگ بجھا رہی تھیں۔

کئی لڑکیاں آئیں اور چلی گئیں کم از کم تین لڑکیاں ایسی تھیں جنہیں بھیرو نے بھیڑیوں کی طرح دانتوں سے بھنبھوڑ ڈالا تھا اور وہ تڑپ تڑپ کر ختم ہوئی تھیں۔

سمترا کے خیال میں اگر مندر کو نذر آتش نہ کیا جاتا اور وہ لوگ وہیں رہتے تو للیتا اس بھیانک انجام سے دوچار نہ ہوتی۔ مندر میں تو کئی لڑکیاں بھیرو کی ہوس کی آگ بجھانے کے لیے موجود تھیں مگر اس بنگلے

میں محصور ہو جانے سے صرف یہی دو بھیرو کے پاس رہ گئی تھیں اور اس رات للیتا کے رقص کے دوران بھیرو اپنے جنون پر قابو نہیں رکھ سکا تھا اور اس نے للیتا کو دانتوں سے بھنبھوڑ کر مار ڈالا تھا۔

''اس واقعہ کے بعد سمترا چند روز تک سہمی رہی پھر اس کا خوف آہستہ آہستہ دور ہوتا چلا گیا کہ چونکہ وہ اکیلی رہ گئی تھی اس لیے شاید بھیرو اس کے ساتھ ایسا وحشیانہ سلوک نہ کرے۔

اور پھر اس رات بیلا اس کے قابو میں آ گئی اور یہ بیلا کی خوش قسمتی تھی کہ میں بروقت پہنچ گیا تھا۔ بیلا تو بچ گئی مگر بھیرو کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔

دوسرے روز شام کا اندھیرا پھیلتے ہی میں بنگلے سے نکل کھڑا ہوا میں اکیلا تھا اور پیدل ہی تھا ناگ راج کے ٹھکانے پر حملہ کرنے کے لیے مجھے ایک دو قابل اعتماد آدمیوں کی ضرورت تھی۔ شکتی ختم ہو گیا تھا بھانوٹ اس سے پہلے ہی پولیس کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ پتہ نہیں وہ زندہ تھا یا پولیس نے اسے تشدد کر کے ہلاک کر دیا تھا۔ مٹھورام زندہ تھا اسے تلاش کر لیا جائے تو میرا کام بن سکتا تھا۔ بنگلے سے نکلنے سے پہلے جب میں نے رتنا وغیرہ کو بتایا کہ کہاں جا رہا ہوں تو ان تینوں نے کہا کہ مٹھورام وغیرہ کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں وہ تینوں میرے ساتھ جانے کو تیار ہیں مگر میں ناگ راج جیسے چالاک اور عیار دشمن کے مقابلے میں عورتوں کی فوج کو لے کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ میں تقریباً دو گھنٹوں تک شہر کے ایسے علاقوں میں گھومتا رہا جہاں مٹھورام کے ملنے کی توقع ہو سکتی تھی اور بالآخر وہ بس سٹینڈ کے علاقے میں نظر آ گیا۔ پہلے تو وہ مجھے پہچان نہیں سکا لیکن میری آواز سن کر اچھل پڑا۔

''تم کہاں غائب ہو گئے تھے گرو .....'' ہم تو پورے شہر میں تمہیں ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔''

''پورا شہر مجھے کھوج رہا ہے مگر میں اس شہر میں ہی ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں ... یہ تو ٹھیک کہا تم نے پورا شہر تمہیں کھوج رہا ہے اور خاص طور پر اس شہر کی پولیس تو تمہاری تلاش میں بڑی سرگرم ہے ہمیں پتہ چل گیا تھا کہ دو دن پہلے تم نے شکتی کو ہسپتال سے اٹھانے کی کوشش کی تھی مگر اس بیچارے کا ٹیم پورا ہو گیا تھا۔''

''تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں نے شکتی کو اٹھانے کی کوشش کی تھی۔'' میں نے کہا۔

''اس جعلی ڈاکٹر اور نرس کا جو حلیہ بتایا گیا تھا اس سے ہم بھی سمجھ گئے تھے کہ وہ تمہارے اور مدھو کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا اور اس وقت تو تمہارا حلیہ پہلے سے بھی بہت بدلا ہوا ہے۔''

میں چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر جلد ہی اصل موضوع پر آ گیا۔

''مجھے تمہارے ساتھ ایک اور آدمی کی ضرورت ہے تمہاری طرح بھروسے کا ہو۔'' میں نے کہا۔

''وہ پانڈے ہے نا گرو..... جان لڑا دینے والا ہے۔'' مٹھورام نے کہا۔

''اسلحے کا کیا انتظام ہوگا۔'' میں نے پوچھا۔

''پٹرول پمپ کے علاقے میں ایک آدمی ہے جس سے ہر قسم کا اسلحہ مل سکتا ہے مگر وہ ذرا مہنگا ہے۔''

''کتنا مہنگا؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''کارا کوف ایک فل میگزین کے ساتھ تیس ہزار روپے میں۔'' مٹھورام نے جواب دیا۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

میں نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

''یہ ایک لاکھ روپے ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''دو رائفلیں لے لینا مگر اسے شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ کس مقصد کے لیے لے رہے ہو بہت محتاط ہو کر سودا کرنا اور پرسوں رات نو بجے دل وارڑہ روڈ پر شہر سے دو میل باہر اس پلیا پر ملاقات ہوگی جہاں سنگ میل بھی لگا ہوا ہے۔''

''سمجھ گیا گرو۔'' مٹھو رام نے نوٹوں کی گڈی جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا۔

''ہم نو بجے سے پہلے ہی پلیا پر پہنچ جائیں گے بالکل تیار کوئی اور بندے تو نہیں چاہئیں ابھی بتا دو گرو۔''

''نہیں تم اور پانڈے تیسرا کوئی نہیں اچھا اب میں چلتا ہوں یاد رکھنا پرسوں رات نو بجے۔'' میں نے کہا اور مزید کچھ کہے بغیر وہاں سے رخصت ہو گیا۔

اس کے بعد میں تقریباً دو گھنٹوں تک مختلف بازاروں میں گھومتا رہا ایک اوسط درجے کے ریسٹورنٹ میں بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ ساتھ والی میز پر بیٹھے ہوئے دو آدمیوں کی باتیں سننے کا موقع مل گیا وہ دونوں رانا پیلس کے بارے میں باتیں کر رہے تھے ان کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ پانی کی وجہ سے رانا پیلس کا لاکھوں کا فرنیچر تباہ ہو گیا تھا اور راجہ شمشیر سنگھ کے آدمی ناگ راج کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔

ناگ راج بہت چالاک آدمی تھا اس نے اپنے اصل ٹھکانے کے بارے میں رانا شمشیر سنگھ کو بھی نہیں بتایا تھا اسے شاید اندازہ تھا کہ رانا شمشیر سنگھ کسی وقت کسی وجہ سے اس کے خلاف ہو سکتا تھا اور یہ اتفاق تھا کہ اس کے پیلس میں پانی بھر گیا تھا اور وہ ناگ راج کا دشمن ہو گیا تھا۔

ناگ راج راؤنٹ ابو میں واقعی اکیلا رہ گیا تھا۔ سرکار کے بعض اعلیٰ افسران بھی اس کے خلاف تھے اور وہ خفیہ پناہ گاہ میں چھپا اپنے تیار کیے ہوئے زہر کو آخری ٹیسٹ سے گزارنے میں مصروف تھا اسے یقین تھا کہ جب وہ یہ زہریلے انجکشن سرکار کو پیش کرے گا تو سرکار اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دے گی۔

بیلا واحد ہستی تھی جو ناگ راج کے ٹھکانے کے بارے میں جانتی تھی پہلے تو تشدد کے باوجود وہ کچھ بتانے کو تیار نہیں ہوئی تھی، لیکن پھر حیرت انگیز طور پر اس نے نہ صرف ناگ راج کا ٹھکانہ بتا دیا تھا بلکہ اس کے خلاف شدید نفرت کا اظہار کیا تھا۔ اس کے اس طرز عمل پر میں کچھ شبہے میں مبتلا ہو گیا تھا۔

بیلا کو رانا پیلس سے غائب ہوئے چار روز ہو چکے تھے ناگ راج بھی محتاط ہو گیا ہوگا وہ سمجھ گیا ہوگا کہ بیلا میرے ہاتھ لگ گئی ہے اسے ضرور یہ شبہ ہوگا کہ بیلا کہیں زبان نہ کھول دے اور اس نے ضروری انتظامات کر لیے ہوں گے۔ اس لیے میں نے اس پر آخری ضرب لگانے سے پہلے دو دن کا اور گیپ دے دیا تھا تاکہ وہ میری طرف سے مطمئن ہو جائے اور یہ سمجھ لے کہ بیلا یا تو کہیں غائب ہو گئی ہے یا اگر میرے ہاتھ لگی ہے تو اس نے زبان نہیں کھولی۔

اگلے دو روز تک میں بنگلے سے باہر نہیں نکلا زیادہ وقت ان حسیناؤں کے ساتھ گپ شپ میں گزارا جب ہم سب بیلا کے کمرے میں جمع ہوتے تو میں اپنے آپ کو واقعی راجہ اندر سمجھنے لگتا مگر میں راجہ اندر نہیں

تو اس سے کم بھی نہیں تھا۔ تہہ خانے میں دولت کے انبار لگے ہوئے تھے اور میرے دائیں بائیں دنیا کی چار حسین ترین لڑکیاں موجود تھیں۔ یہ الگ بات تھی کہ میں راجہ اندر کی طرح اتنا بے شرم نہیں تھا کہ چاروں کے ساتھ بیک وقت اخلاق سوز حرکتیں شروع کر دیتا۔

ہم بیلا کے کمرے میں ہوتے تو وہ دلچسپ اور سنسنی خیز باتیں سناتی رہتی اس کی باتوں میں ناگ راج کا تذکرہ اور اس سے شدید نفرت کا اظہار ہوتا۔

تیسرے روز شام آٹھ بجے کے قریب میں روانگی کے لیے تیار ہو گیا اور حسب معمول میرے ساتھ جانے کے لیے مدھو بھی تیار تھی میں نے بھیرو کے تہہ خانے سے ایک کارا کوف رائفل اور ایک پستول نکال لیا تھا۔ پستول میں نے اپنی جیب میں رکھا اور کارا کوف مدھو کے حوالے کر دی۔ بیلا کو پتہ تھا میں کہاں جا رہا ہوں میں نے سترا اور رتنا کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ بیلا پر نگاہ رکھیں۔

سرخ فیاٹ ہسپتال میں پولیس کی نظروں میں آ چکی تھی اس لیے اسے استعمال کرنا اب خطرے سے خالی نہیں تھا۔ میں نے سفید ٹویوٹا کار نکال لی تھی۔ مدھو نے پیسنجر سیٹ پر بیٹھ کر رائفل پیروں کے قریب فلور سیٹ کے نیچے رکھ لی تھی۔

بنگلے سے نکل کر میں نے سالار بازار اور بس سٹاپ کے علاقے کا ایک چکر لگایا اور پھر کار کا رخ ہوٹل پیلس کی طرف موڑ دیا۔

پیلس ہوٹل دل وارڑہ روڈ پر ہی واقع تھا۔ ہوٹل کے سامنے سے گزرتے ہوئے میں نے کار کا رخ شہر سے باہر جانے والی سڑک پر موڑ دیا۔ کار کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی ہم جلد ہی آبادی سے باہر نکل گئے۔ میں نے کار کی رفتار مزید کم کر دی دو میل آگے اس پلیا تک پہنچنے میں مزید دس منٹ لگ گئے۔

''اس وقت سامنے سے ایک گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی میں نے پلیا کے قریب کار روکنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور اسے سیدھا آگے نکال لے گیا۔ سامنے سے آنے والی کار سست روی سے ہمارے قریب سے گزر گئی اس میں عورتیں اور بچے بھرے ہوئے تھے وہ لوگ شاید جین مندروں کی طرف سے آئے تھے یا ممکن ہے ابو روڈ سٹیشن کی طرف سے آ رہے ہوں کیونکہ یہی سڑک اس طرف بھی جاتی تھی۔

کچھ آگے جا کر میں نے یوٹرن لیا اور کار کو تیزی سے دوڑاتا ہوا پلیا کے قریب پہنچ گیا وہاں مجھے ایک بار پھر یوٹرن لینا پڑا تھا۔ یوٹرن لیتے ہی میں نے کار روک لی اور نیچے اتر کر ہیڈ لیمپس کی روشنی میں آ گیا تاکہ قریب کہیں ٹیلوں میں چھپے ہوئے مٹھو رام اور پانڈے مجھے دیکھ لیں اور پھر ٹھیک ایک منٹ بعد دونوں ٹیلوں سے نکل کر سامنے آ گئے۔

''پیچھے بیٹھو..... جلدی کرو۔'' میں نے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور پھر ان دونوں کے بیٹھتے ہی میں نے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دی رفتار اس وقت بھی مناسب ہی رکھی تھی۔

ہم اس راستے کے قریب سے گزر گئے جو دہشت گردی کے کیمپ کی طرف جاتا تھا اس طرف دیکھتے ہوئے میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

تقریباً دو میل آگے جا کر سڑک کے دائیں طرف شمشان گھاٹ کا بڑا سا بورڈ نظر آ گیا یہاں

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

پہاڑیوں میں کہیں ہندوؤں کا شمشان گھاٹ تھا جہاں وہ اپنے مردے جلایا کرتے تھے لیکن یہ شمشان گھاٹ کافی عرصے سے ختم ہو چکا تھا۔

اس بورڈ کے ساتھ چٹانوں میں ایک تنگ سا راستہ تھا میں نے کار اس طرف موڑ دی راستہ خاصا دشوار تھا دونوں طرف کانٹے دار جھاڑیاں اور ان کے ساتھ چٹانیں تھیں سامنے سے اگر کوئی سائیکل سوار بھی آ جاتا تو گزرنا مشکل ہو جاتا۔

بالآخر وہ کھنڈر نظر آ گئے میں نے کار ایک طرف چٹان کے قریب روک لی اور انجن بند کر دیا۔ بتیاں بھی آف کر دیں ہم تقریباً پانچ منٹ تک بے حس و حرکت کار میں بیٹھے رہے۔ میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ کھنڈروں کی نگرانی تو نہیں ہو رہی تھی، لیکن میرے خیال میں وہاں کوئی نہیں تھا اگر کوئی ہوتا تو کسی نہ کسی ردعمل کا اظہار ضرور ہوتا۔

میں نے مٹھو رام اور پانڈے کو اشارہ کیا اور ہم نیچے اتر آئے۔ دروازہ کھولنے اور بند کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا گیا تھا تاکہ کوئی آواز پیدا نہ ہو سکے۔

مندر کا وہ چورنی مینار تقریباً ساٹھ فٹ بلند تھا۔ مینار پر کائی جمی ہوئی تھی اور کئی جگہوں سے اینٹیں اکھڑی ہوئی تھیں۔

رات کے وقت سمت کا اندازہ لگانا دشوار تھا مگر وہ چٹان نظر آ گئی جس کے بارے میں بیلا نے بتایا تھا اس کے آگے ایک شکستہ چار دیواری بھی تھی ہم دبے قدموں چلتے ہوئے اس چار دیواری میں داخل ہو گئے۔

آثار بتا رہے تھے کہ وہ کمرہ بہت وسیع و عریض رہا ہو گا، چٹان کا دوسرا حصہ ہموار تھا اور اسے کمرے کی ایک دیوار کے طور پر استعمال کیا گیا تھا یا اس چٹان کی ماہیت دیکھتے ہوئے اس کے ساتھ وہ کمرا تعمیر کیا گیا تھا۔

چٹان میں وہ کھوہ زیادہ بڑی نہیں تھی ایک آدمی بمشکل اندر داخل ہو سکتا تھا لیکن اس سے آگے کو جگہ کافی کشادہ تھی اور پانچ چھ آدمی آسانی سے کھڑے ہو سکتے تھے۔

''میں نے اس کھوہ میں داخل ہوتے ہوئے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی اور روشنی کر لی اور اس کی محدود روشنی میں جائزہ لینے لگا اس کھوہ کے آخر میں دیوار کے ساتھ کالے رنگ کا ایک تقریباً دو فٹ اونچا اور ایک فٹ گولائی کے حجم کا پتھر پڑا ہوا تھا۔ پتھر اوپر سے کسی گنجے سر کی طرح گول اور چکنا تھا اس کے سامنے والے رخ پر سفید رنگ سے آنکھیں اور منہ کی طرح کا نشان بنا ہوا تھا۔ پیشانی پر بھی کشتے کی طرح تین سفید لکیریں تھیں۔ میں ہندو دھرم کو برا نہیں کہتا لیکن یہ عجیب تھے سیکڑوں بھگوان تھے ان کے ہر بھگوان کی ہزاروں قسم کی مورتیاں تھیں اور نہیں تو پتھر پر رنگ سے نقش ابھار کر ہی اسے بھگوان مان لیا۔ کالے رنگ کا یہ پتھر بھولا ناتھ تھا۔

مدھو اور مٹھو رام بھی اندر آ گئے تھے جبکہ پانڈے رائفل سنبھالے کھوہ کے دہانے ہی پر رک گیا تھا میں نے مٹھو رام کو اشارہ کیا اس نے رائفل میرے ہاتھ میں تھما دی اور پتھر پر جھک گیا۔

''شما کرنا پربھو..... میں تمہیں تکلیف دے رہا ہوں۔'' اس نے بڑبڑاتے ہوئے وہ پتھر اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔

اس کے نیچے ایک چھوٹے سے گڑھے میں ایک آہنی کنڈا لگا ہوا تھا۔ میرے اشارے پر مٹھو رام اس کنڈے کو پکڑ کر کھینچنے لگا۔ چنائی دیوار کا ایک حصہ آواز پیدا کیے بغیر اپنی جگہ سے دائیں طرف حرکت کرنے لگا۔ میں نے مٹھو کی رائفل اس کے حوالے کر دی اور حرکت کرتی ہوئی دیوار کو دیکھنے لگا۔

دیوار میں اتنا خلا پیدا ہو گیا کہ دو آدمی آسانی سے اندر داخل ہو سکتے تھے۔ ہم اس خلا کے دائیں بائیں بے حس و حرکت کھڑے کسی ردعمل کا انتظار کرنے لگے۔ ایک منٹ گزر گیا مگر کچھ نہیں ہوا۔

میں نے خلا میں جھانک کر دیکھا دوسری طرف گہری تاریکی تھی میں نے پنسل ٹارچ جلا لی اور اس کی روشنی میں جائزہ لینے لگا۔ اس خلا کے اندر ڈھلان سی تھی میں مدھو اور مٹھو وغیرہ کو اشارہ کرتا ہوا اندر داخل ہو گیا اور ٹارچ کی روشنی میں اندر کی طرف سے دیوار کا جائزہ لینے لگا۔ اس طرف بھی زمین میں ایک آہنی کنڈا لگا ہوا تھا۔

میں دوسرے ہاتھ میں پستول سنبھالے دیوار کے ساتھ ساتھ محتاط انداز میں ڈھلان پر آنے لگا۔ تقریباً دس فٹ نیچے جا کر یہ راستہ دائیں طرف مڑ گیا تھا میں نے دیوار کی آڑ سے جھانک کر دیکھا اس طرف نیچے جانے کے لیے سیڑھیاں تھیں اور ان سے آگے کوئی کمرہ تھا جہاں مدھم سی روشنی نظر آ رہی تھی میں نے ٹارچ بجھا دی اور اپنے ساتھیوں کو اشارہ کرتے ہوئے محتاط انداز میں سیڑھیاں اترنے لگا۔ اب مجھے پھٹ پھٹ کی بہت ہلکی سی آواز بھی سنائی دینے لگی جیسے اس قید خانے کے کسی کونے میں کوئی چھوٹی مشین چل رہی ہو۔

وہ خاصا وسیع ہال تھا ایک طرف دو تین میزیں لگی ہوئی تھیں جن پر کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ وہ چار آدمی تھے جو ان میزوں کے قریب کھڑے تھے ان میں ایک کو تو میں نے فوراً ہی پہچان لیا وہ امریش پنڈت تھا۔ دو کے چہرے میرے لیے اجنبی تھے۔ چوتھا میز پر جھکا ہوا تھا اس کی پشت میری طرف تھی لیکن مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ ناگ راج تھا۔

آخری سیڑھی فرش سے تقریباً تین فٹ اونچی تھی میں چھلانگ لگا کر نیچے اترا تو دھب کی آواز ابھری وہ چاروں بیک وقت اسی طرف گھوم گئے وہ چوتھا آدمی ناگ راج ہی تھا وہ سیدھا ہوا تو میز پر رکھی ہوئی وہ چیز بھی میری نظروں میں آ گئی جس پر وہ جھکا ہوا تھا وہ شیشے کی ایک مٹکی تھی جس میں سبزی مائل پیلے سے رنگ کا سیال بھرا ہوا تھا۔

ناگ راج کی آنکھوں میں خون جیسی سرخی تھی میری طرف دیکھتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

''پدھاریئے..... پدھاریئے مہاراج۔'' اس کے لہجے میں طنز تھا۔ ''مجھے وشواش تھا کہ تم یہاں تک ضرور پہنچو گے تم آ تو گئے ہو مگر یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔ یہ سمجھو کہ تمہاری موت ہی تمہیں یہاں لے آئی ہے۔''

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

''تمہارا کھیل ختم ہو چکا ناگ راج۔'' میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا مدھو اور مٹھورام وغیرہ بھی آگے آ گئے تھے ان تینوں نے رائفلیں تان رکھی تھیں۔

''تم نے معصوم اور بے گناہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے جو منصوبہ تیار کیا تھا وہ تمہاری موت کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گا میں تمہاری لاش کو اس زہر سے غسل دوں گا جو تم نے دوسروں کے لیے تیار کیا ہے۔''

''یہ تمہاری بھول ہے مورکھ۔'' ناگ راج نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ ''دنیا کا کوئی زہر مجھ پر اثر نہیں کر سکتا اور دنیا کی کوئی طاقت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔''

''اب بھی اس خوش فہمی میں ہو۔'' میں نے کہا۔ ''تم تک پہنچنے کے لیے تو میں نے بڑے جتن کیے ہیں دو مرتبہ میرے ہاتھوں سے بچ نکلے ہو لیکن آج تمہارے لیے کوئی چانس نہیں ہے۔''

میرے اشارے پر مٹھو وغیرہ نے امریپ پنڈت اور اس کے دونوں ساتھیوں کو رائفلوں کی زد پر لے کر میزوں سے دور ہٹا دیا۔ میں ناگ راج کے قریب پہنچ گیا۔ مدھو میرے ساتھ تھی اس نے ناگ راج کو اپنی رائفل کی زد پر لے رکھا تھا۔ میز پر تقریباً دو درجن سرنجیں رکھی ہوئی تھیں جن میں سے کچھ ایسی زردی مائل سیال سے بھری ہوئی تھیں اور کچھ خالی تھیں۔

''میرا منصوبہ مکمل ہو چکا ہے۔'' ناگ راج نے کہا۔ ''یہ سرنجیں سرکار کو بھیج دی جائیں گی اور وہ اپنے طور پر اس انجکشن کی آزمائش کریں گے اور اس کے فوراً ہی بعد اس کی باقاعدہ پروڈکشن شروع ہو جائے گی اور ایک مہینے کے بعد تمہاری قوم پر جو عذاب نازل ہوگا اس سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکے گی۔''

''بڑی خوش فہمی ہے تمہیں۔'' میں نے کہتے ہوئے ایک بھری ہوئی سرنج اٹھا لی۔ ''یہ سب کچھ تمہارے ساتھ یہیں ختم ہو جائے گا ناگ راج۔ یہ تہہ خانہ تمہارا مقبرہ بنے گا اور.....'' میں سرنج ناگ راج کے بازو کی طرف بڑھانے لگا۔ ''تم کہتے ہو کہ دنیا کا کوئی زہر تم پر اثر نہیں کر سکتا میں ذرا دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہارا تیار کیا ہوا یہ زہریلا انجکشن تم پر اثر کرتا ہے یا نہیں اگر یہ زہر اثر نہ کر سکا تو پستول کی گولی ضرور اثر کرے گی۔''

ناگ راج کی آنکھوں میں خوف ابھر آیا وہ ایک قدم پیچھے ہٹا مگر مدھو نے رائفل کی نال اس کی پشت سے لگا دی۔

اور پھر میری توقع کے عین مطابق ناگ راج بڑی تیزی سے نیچے جھکا اس نے جھکتے ہوئے میرے پیٹ پر سر سے ٹکر مارنے کی کوشش کی تھی میں اس سے بھی زیادہ تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ ناگ راج اپنی ہی جھونک میں منہ کے بل گر پڑا۔

ناگ راج ایسا شریف آدمی نہیں تھا کہ اتنی آسانی سے گرفت میں آ جاتا مجھے توقع تھی کہ وہ کوئی حرکت ضرور کرے گا اس لیے میں بھی خاصا محتاط تھا۔ ناگ راج جیسے ہی منہ کے بل گرا میں نے تیزی سے گھوم کر ایک زوردار ٹھوکر رسید کر دی اس کا منہ فرش سے ٹکرایا اور وہ کراہ اٹھا میں نے اس کے شولڈر بلیڈ پر ایک اور ٹھوکر جما دی اس کی پیشانی ایک بار پھر فرش سے ٹکرائی لیکن اس مرتبہ وہ فوراً ہی پلٹ کر سیدھا ہو گیا۔

مدھو نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے سینے پر رائفل تان دی۔

''اب اگر تم نے حرکت کی تو ساری گولیاں تمہارے سینے میں اتار دوں گی۔'' مدھو کے حلق سے بلی جیسی غراہٹ نکلی۔

میں نے گھوم کر دیکھا امریش پنڈت اور اس کے دوسرے ساتھیوں نے بھی اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی کوشش کی تھی مگر مٹھورام اور پانڈے نے انہیں سنبھال لیا تھا۔

میں جھک کر ناگ راج کے سامنے بیٹھ گیا اس کا پیٹ ننگا تھا۔

''تم نے رادھا کے پیٹ میں انجکشن لگایا تھا نا۔'' میں نے ناگ راج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اس لیے میں تمہارے بھی پیٹ ہی میں انجکشن لگاؤں گا اور پھر دیکھوں گا کہ یہ زہر تم پر اثر کرتا ہے یا نہیں۔''

ناگ راج کے چہرے پر خوف کے سائے گہرے ہونے لگے اس نے جھوٹ کہا تھا کہ کوئی زہر اس پر اثر نہیں کرے گا۔ یہ انجکشن اس کا تیار کیا ہوا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اس کے خون میں شامل ہو جانے کے بعد اس زہر کا ایک قطرہ اس کا وہی حشر کرے گا جو رادھا کا ہو چکا تھا۔

وہ اپنی جگہ پر کسمسایا مدھو نے رائفل کی نال اس کی پیشانی پر رکھ دی اس کے ساتھ ہی وہ غرائی۔

''اب اگر تم نے ذرا سی بھی حرکت کی تو انجکشن سے پہلے اس رائفل کی گولیاں تمہارا خاتمہ کر دیں گی۔''

ناگ راج کے چہرے پر موت کے سائے لہرانے لگے میرے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سرنج کی سوئی اس کے پیٹ سے صرف ایک انچ کے فاصلے پر تھی کہ تہہ خانے کی فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی میں ایک دم اچھل پڑا اس کے ساتھ ہی ایک نسوانی آواز گونجی۔

''ناجی..... ناگ راج کو چھوڑ دو اور تم لوگ ہتھیار پھینک کر الگ کھڑے ہو جاؤ ورنہ تم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچ سکے گا۔''

پانڈے نے اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس لمحہ اس کے منہ سے خوفناک چیخ نکلی اور وہ ڈھیر ہو گیا دو تین گولیوں نے اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا تھا۔

''تم لوگ میری رائفل کی زد پر ہو۔'' وہ آواز دوبارہ سنائی دی اور اس مرتبہ میں چونک گیا۔ ''اپنے ہتھیار پھینک دو اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔''

میں نے مدھو کو اشارہ کیا اس نے ناگ راج کی پیشانی سے رائفل ہٹا لی میرا ہاتھ بھی خود بخود پیچھے ہٹ گیا تھا اور پھر اسی لمحہ ناگ راج نے لپٹے ہی لپٹے میرے سینے پر پوری قوت سے لات رسید کر دی میں کراہتا ہوا پیچھے الٹ گیا۔ سرنج اور پستول بھی میرے ہاتھ سے دور جا گرے تھے۔

بازی پلٹ گئی تھی پانڈے ختم ہو گیا تھا۔ امریش پنڈت اور اس کے ساتھیوں نے ہمیں رائفلوں کی زد پر لے لیا اور سرنج اب ناگ راج کے ہاتھوں میں تھی میں نے گردن گھما کر دیکھا۔

تہہ خانے کی آخری سیڑھی پر بیلا رائفل تانے کھڑی تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

☆..........☆..........☆

پہلے جب میں نے آواز سنی تھی تو کچھ چونکا تھا مگر اس وقت بیلا کا خیال ذہن میں نہیں آیا تھا اس کے بارے میں تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اسے زخمی حالت میں پنڈت بھیرو کے بنگلے پر چھوڑ کر آیا تھا سمترا اور رتنا اس کی نگرانی کے لیے موجود تھیں اور میں نے سمترا کو خاص طور پر ہدایت کی تھی کہ وہ بیلا کا خیال رکھیں۔

اور اب بیلا کو اپنے سامنے دیکھ کر مجھے حیرت کا شدید جھٹکا لگا دماغ میں دھماکے سے ہونے لگے مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا مگر حقیقت کو جھٹلانا بھی ممکن نہیں تھا وہ بیلا ہی تھی۔ جس نے اس وقت سمترا کا شب خوابی کا ایک ڈھیلا ڈھالا سا لباس پہن رکھا تھا۔

"اب تک تو تم بہت ذہانت کا ثبوت دیتے آئے تھے ناجی۔" بیلا میری طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "لیکن بالآخر عقل تمہارا ساتھ چھوڑ ہی گئی تم نے میرے پیر کے انگوٹھے کا ناخن اکھاڑا اس وقت مجھے جو اذیت اٹھانی پڑی وہ میں بیان نہیں کر سکتی لیکن میں نے تمہیں ناگ راج کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور میرے ساتھ پنڈت بھیرو کے وحشیانہ سلوک کے بعد میں نے تمہیں پوچھے بغیر اس کا ٹھکانہ بتایا میں نے جو ظلم کی داستان سنائی تھی تم نے اس پر یقین کر لیا اور مجھے یقین تھا کہ تم جب یہاں آؤ گے تو مجھے بند کرنے کی بجائے ان لڑکیوں میں سے کسی کو میری نگرانی کے لیے چھوڑ کر آؤ گے تم نے یہ تو ضرور سوچا ہوگا کہ شاید یہاں کے بارے میں میری اطلاع غلط ہو یا آدمیوں کی تعداد کے بارے میں دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہو مگر تم نے یہ کبھی نہیں سوچا ہوگا کہ میں خود تمہارے پیچھے یہاں پہنچ جاؤں گی۔"

"ہاں... یہ واقعی نہیں سوچا تھا۔" میں نے جواب دیا۔ "تم اگرچہ شدید زخمی تھیں اور میرے خیال میں کئی روز تک بستر سے اٹھنے کے قابل بھی نہیں تھیں لیکن میں بھول گیا تھا کہ میرا واسطہ تم جیسی عیار ترین عورت سے ہے۔ مجھے نہیں معلوم تم نے سمترا اور رتنا کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے ویسے تم سے کسی بھلائی کی توقع تو ہرگز نہیں کی جا سکتی۔"

"وہ دونوں زندہ ہیں۔" بیلا نے جواب دیا۔ "رتنا کو میں نے ہاتھ باندھ کر ڈال دیا تھا اور سمترا وہ بھاگ گئی جب میں رتنا کو قابو میں کرنے کی کوشش کر رہی تھی تو وہ موقع سے فائدہ اٹھا کر کھسک گئی میں نے اسے پورے بنگلے میں تلاش کر لیا، تہہ خانے میں بھی دیکھ لیا اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ وہ اپنی جان بچا کر بھاگ گئی اور تم جانتے ہو اپنی جان سب کو پیاری ہوتی ہے بہرحال۔" وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئی اس کے چہرے پر کرب کے آثار نمایاں تھے وہ پتہ نہیں کس طرح یہاں تک پہنچی تھی اور اس وقت شاید وہ کھڑے رہنے میں بھی تکلیف محسوس کر رہی تھی۔ "بہرحال اب تمہاری کہانی ختم ہو چکی ہے تم نے ہماری توقع سے بڑھ کر یہاں تباہی و بربادی پھیلائی اگر تمہیں الکا اگنی ہوتری اور پنڈت بھیرو جیسے غداروں کی مدد نہ ملتی تو پہلے ہی روز تمہارا قصہ تمام ہو چکا ہوتا مگر دکھ کی بات یہ ہے کہ تمہیں قدم قدم پر غداروں کا سہارا ملتا رہا اور تم ہمارے خلاف کامیابیاں حاصل کرتے رہے۔ ہمارے کچھ اہم آدمی بھی تمہارے ہاتھوں مارے گئے اگر تم بچ کر نکل جاتے تو مجھے افسوس ہوتا، لیکن بہرحال آج ہمارے دونوں مشن پورے ہو گئے تم بھی ہمارے قابو

میں آ گئے اور ناگ راج کا مشن بھی پورا ہو گیا۔ یوں تو ناگ راج اپنے تیار کیے ہوئے انجکشن کیمپ میں زندہ بچ جانے والے چند آدمیوں پر آزما چکا ہے مگر اس کی آخری آزمائش آج تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر کی جائے گی۔ ناگ راج کیا دیکھ رہے ہو تمہارا شکار، تمہارا بدترین دشمن تمہارے سامنے ہے۔"

اس نے آخری الفاظ ناگ راج کو مخاطب کر کے کہے تھے اور اس نے جس انداز میں ناگ راج کو مخاطب کیا تھا اس پر میں چونکے بغیر نہیں رہ سکا تھا لگتا تھا ناگ راج اس کا کوئی ادنیٰ ماتحت ہو۔

"یس میڈم۔" ناگ راج بولا۔

میں ایک بار پھر چونک گیا۔

"تمہیں حیرت ہو رہی ہوگی۔" بیلا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ناگ راج دوسرے کے لیے ہوا ہے لیکن میرے لیے اشاروں پر چلنے والا کتا تمہیں چونکہ اب ختم ہو جانا ہے اس لیے تمہیں یہ راز بھی بتا رہی ہوں کہ زہریلے انجکشنوں والا منصوبہ میرے ہی ذہن کی پیداوار تھا اور ناگ راج میرے ہی حکم پر اس منصوبے پر کام کر رہا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے یہ کوئی بہت ہی اونچا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔" میں نے کہا۔ بیلا کے اس انکشاف پر مجھے شدید حیرت ہوئی تھی۔

"ہاں۔ یہ واقعی اونچا کھیل ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آ سکے گا۔" بیلا نے جواب دیا اس نے دوسرے دو آدمیوں کو اشارہ کیا ان دونوں نے اچانک ہی آگے بڑھ کر مجھے ہاتھوں سے گرفت میں لے لیا۔ بیلا ناگ راج کی طرف متوجہ ہو گئی۔ "ناگ راج اپنا کام مکمل کرو ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"تمہارے پاس واقعی زیادہ وقت نہیں ہے کیونکہ چند لمحوں بعد تمہارا انت ہونے والا ہے۔"

سیڑھیوں کے اوپر سے یہ آواز سن کر سب ہی اچھل پڑے تھے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی وہ سمترا تھی جو کاراکوف رائفل لیے سب سے اوپر والی سیڑھی پر کھڑی تھی۔

"اپنے ہتھیار پھینک دو ورنہ سب کو بھون کر رکھ دوں گی۔" سمترا کے منہ سے نکلنے والی غراہٹ بڑی خوفناک تھی۔

بیلا کی آنکھوں میں الجھن سی تیر گئی اس نے رائفل پھینک کر اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا دونوں آدمی مجھے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے۔ امرلش پنڈت نے اچانک ہی ایک طرف اچھلتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب فائر کھول دیا اس کی چلائی ہوئی گولیاں تو سمترا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں البتہ سمترا کی رائفل سے نکلنے والی گولیوں نے اسے ادھیڑ کے رکھ دیا۔

تہہ خانے میں دوسری مرتبہ گولیاں چلی تھیں دو آدمی ڈھیر ہوئے تھے۔ میرا خیال تھا کہ ایسی سنگین صورتحال دیکھ کر مدھو حسب معمول کانپنا شروع کر دے گی مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے لپک کر اپنی رائفل اٹھا لی اور اسے نال کی طرف سے پکڑ کر لٹھ کی طرح گھما دیا۔ رائفل کا بٹ ناگ راج کے کندھے پر لگا۔

ناگ راج چیختا ہوا منہ کے بل فرش پر گرا سرنج اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گری تھی۔ مدھو نے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

ناگ راج کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر اس پر حملے جاری رکھے۔ وہ رائفل کے بٹ سے اس پر ضربیں لگا رہی تھی۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی اس پر جنون سا طاری ہو رہا تھا۔ حیرت تو مجھے ناگ راج پر بھی ہو رہی تھی وہ دیوقامت آدمی تھا بات کرتا تو دوسرے کا کلیجہ دہل جاتا تھا اس کے نام کی اتنی دہشت تھی کہ لوگ تھر تھر کانپنے لگتے تھے میرا دو تین مرتبہ اس سے آمنا سامنا ہو چکا تھا اسے دیکھ کر لگتا تھا جیسے زمین کا خدا یہی ہو لیکن اب وہ ایک عورت سے چوہے کی طرح پٹ رہا تھا اور کوئی مزاحمت کرنے کے بجائے اپنے آپ کو بچانے کے لیے زمین پر ادھر ادھر لوٹ رہا تھا اور میں نے ایک مرتبہ پہلے بھی کہا تھا کہ ایسے سفاک، درندہ صفت اور بے رحم لوگوں کی طاقت اپنے آپ میں نہیں ان گرگوں میں ہوتی ہے جو ان کے گرد حصار بنائے رہتے ہیں وہ اپنے ہاتھوں پیروں کو حرکت نہیں دیتے دوسروں کو حکم دیتے ہیں اور جب خود قابو میں آ جاتے ہیں تو غبارے کی طرح ان کی ساری ہوا نکل جاتی ہے۔

''میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔'' مدھو ایک اور ضرب لگاتے ہوئے چیخی۔ ''میرا شکتی تمہاری وجہ سے مارا گیا میں تمہیں بھی مار ڈالوں گی نہیں چھوڑوں گی تمہیں۔''

اور پھر اس نے لپک کر فرش پر پڑی ہوئی سرنج اٹھالی اور اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھ سکتا مدھو نے نیڈل ناگ راج کے پہلو میں پیوست کر دی اور پوری قوت سے سرنج کا پسٹن دبا دیا۔

میں اچھل کر مدھو کی طرف لپکا مگر وہ اپنا کام کر چکی تھی اسی لمحہ ناگ راج کے منہ سے خوفناک چیخ نکلی وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور پھر نیچے گرا اس نے مجھے بلف کرنے کی کوشش کی تھی کہ دنیا کا کوئی زہر اس پر اثر نہیں کر سکتا یہ زہریلا انجکشن اسی کا تیار کیا ہوا تھا اور آخر کار خود اس کا شکار ہو گیا تھا۔

تہہ خانہ ناگ راج کی چیخوں سے گونج رہا تھا اور وہ گیند کی طرح زمین پر اچھل رہا تھا میں نے بیلا کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر موت کا خوف طاری ہو گیا تھا آنکھیں وحشت سے پھٹی پڑ رہی تھیں۔

دوسرے دونوں آدمیوں کو مٹھو نے رائفل کی زد پر لے رکھا تھا وہ بھی خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے میں ایک بار پھر ناگ راج کی طرف دیکھنے لگا اب وہ پہلے کی طرح زیادہ نہیں اچھل رہا تھا اس کے ہونٹوں، ناک اور کانوں سے خون بہنے لگا تھا۔

میں نے گردن گھما کر مٹھو رام کی طرف دیکھا ان دونوں آدمیوں کو حرکت کرتے دیکھ کر میں چیخ اٹھا۔

''مٹھو..... بچو.....''

اور پھر تہ خانہ ایک بار پھر فائرنگ کی آواز سے گونج اٹھا سیڑھیوں پر کھڑی ہوئی سمترا نے بھی ان دونوں کو مٹھو پر حملہ آور ہوتے دیکھ لیا تھا اور فائرنگ اس نے کی تھی وہ دونوں چھلنی ہو کر ڈھیر ہو گئے تھے۔

مٹھو رام بھی بدحواس ہو کر ایک طرف گر گیا تھا۔

میں ایک بار پھر ناگ راج کی طرف متوجہ ہو گیا وہ اب زمین پر پڑا پھڑک رہا تھا اس کے جسم پر دراڑیں پڑنا شروع ہو گئی تھیں اس کی کھال بنجر اور خشک زمین کی طرح چٹخنے لگی تھی۔ میں پے تلے قدم اٹھاتا ہوا بیلا کے قریب پہنچ گیا۔

''اپنے ناگ راج کا انجام تو تم نے دیکھ لیا۔'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ''اور یہ بات میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس نے اپنے اس زہریلے انجکشن کا فارمولا کہیں لکھا نہیں ہوگا میں اس کی فطرت سمجھ گیا تھا وہ بہت چالاک آدمی تھا اگر اس نے فارمولا کہیں لکھا ہوتا تو بہت پہلے تم ہی لوگوں کے ہاتھوں مارا گیا ہوتا یہ فارمولا ہی اس کی زندگی کی ضمانت بنا ہوا تھا جسے اس نے اپنے سینے تک محدود رکھا اور اب اس کے ساتھ سب کچھ ختم ہو گیا میں نے نہ صرف اپنے بے گناہ ہم وطنوں کو ایک بہت بڑے عذاب سے بچا لیا ہے بلکہ اس شہر کے باسیوں کو بھی ایک عفریت سے نجات دلا دی ہے۔''

بیلا پلک جھپکے بغیر میری طرف دیکھتی رہی اور پھر اچانک ہی مجھ پر جھپٹ پڑی وہ بلی کی طرح غراتے ہوئے نوکیلے ناخنوں سے میرا منہ نوچنے کی کوشش کر رہی تھی میں اپنا چہرہ بچانے میں تو کامیاب ہو گیا مگر میری گردن اس کے قابو میں آ گئی میں بڑی مشکل سے اپنی گردن چھڑانے میں کامیاب ہو سکا تھا اور پھر میں نے بیلا کو اٹھا کر دور پٹخ دیا وہ چیختی ہوئی کئی فٹ دور زمین پر گری وہ اٹھ کر پھر میری طرف جھپٹی مگر میرا بھرپور تھپڑ اس کے منہ پر لگا اور وہ چیختی ہوئی ایک بار پھر ڈھیر ہو گئی۔

مجھے تم پر پہلے بھی شبہ تھا اور اب میں تمہاری اصلیت جاننا چاہتا ہوں۔'' میں نے بیلا کو بازو سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا، لیکن اس مرتبہ وہ زمین پر پڑی کراہتی رہی۔

میں نے اسے چھوڑ کر اپنا پستول اٹھا لیا اور میز پر پڑی ہوئی شیشے کی مگ کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا مگ چکنا چور ہو گئی اور اس میں بھرا ہوا سبزی مائل سیال بکھر گیا۔ میں نے پیر کی ٹھوکر سے میز بھی پلٹ دی اور سیال سے بھری ہوئی سرنجیں پیروں میں مسل کر توڑ ڈالیں۔ سمترا بھی سیڑھیوں سے اتر کر نیچے آ گئی اس نے بیلا کو رائفل کی زد پر لے رکھا تھا بیلا اب اکیلی رہ گئی تھی۔ بیلا کے آنے سے بازی ہمارے ہاتھ سے نکل گئی تھی مگر سمترا نے صورتحال کو قابو میں کر لیا تھا اور میرے خیال میں اس معرکے کی کامیابی کا سہرا سمترا کے سر ہی بندھنا چاہئے تھا۔

''تم یہاں کیسے پہنچ گئیں؟'' میں نے سمترا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور تمہیں کیسے پتہ چلا کہ ہم یہاں موجود ہیں۔

''میں تو اس کے ساتھ آئی تھی۔'' سمترا نے مسکراتے ہوئے بیلا کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ بکواس کرتی ہے میرے ساتھ نہیں آئی۔'' بیلا چیخی۔

''میں تمہارے ہی ساتھ آئی ہوں سرخ فیاٹ میں۔'' سمترا نے کہا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولی۔ ''رتنا جب تمہارے کمرے میں گئی تو اس کے تھوڑی ہی دیر بعد میں بھی اسی طرف گئی تھی دروازے پر پہنچ کر مجھے کچھ شبہ سا ہوا میں نے کی ہول سے جھانک کر دیکھا تم رتنا کو پلنگ پر باندھ رہی تھیں مجھے اور کچھ نہیں سوجھا تو میں بنگلے سے باہر بھاگ آئی اور فیاٹ کی ڈگی میں چھپ گئی تم جو کچھ کر رہی تھیں اس سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ تم ان لوگوں کے پیچھے جاؤ گی۔

''میرا خیال درست نکلا یہ اتفاق تھا کہ میں نے بنگلے سے نکلتے ہوئے تمہارے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سن لی تھی۔ اس طرح مجھے فوری طور پر کار میں چھپنے کا فیصلہ کرنا پڑا تھا۔ بصورت دیگر ہو سکتا ہے

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

میں کسی اور کارروائی کے بارے میں سوچتی بہرحال میرا فیصلہ درست ثابت ہوا تم تقریباً بیس منٹ بعد بنگلے سے باہر آ گئی تھیں اس دوران تم یقیناً مجھے بنگلے کے اندر اور تہہ خانے میں کھوجتی رہی تھیں۔

''تم کئی روز سے ہمارے ساتھ تھیں اس دوران تم دیکھ چکی تھیں کہ بنگلے کے باہر کا گیٹ کس طرح کھولا اور بند کیا جاتا تھا تم نے پہلے اندر سے بنگلے کا گیٹ والا سوئچ آن کیا اور پھر فیاٹ میں آ کر بیٹھ گئیں۔''

''میں ڈکی میں دبکی بیٹھی تھی کار کی تیز رفتاری سے میرا انجر پنجر ڈھیلا ہو گیا مجھے یہ بھی اندیشہ تھا کہ تمہیں کار میں میری موجودگی کا شبہ نہ ہو جائے۔

''یہاں پہنچ کر تم کار سے اتریں تو میں ڈکی کا ڈھکنا اٹھا کر تمہیں دیکھتی رہی کہ کسی طرف گئی ہو اتفاق سے فیاٹ کی پچھلی سیٹ پر یہ کارا کوف رکھی ہوئی تھی میں نے ڈکی سے نکل کر رائفل اٹھائی چٹان کے قریب دوسری کار دیکھ کر میں سمجھ گئی کہ ناجی لوگ یہیں ہیں۔

''میں نے جلد ہی کھنڈروں میں اس چٹان میں وہ کھوہ تلاش کر لی تھی تم کار سے اتر کر اس طرف گئی تھیں۔ اس لیے مجھے بھی زیادہ دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ اس تہہ خانے کا راستہ بھی کھلا ہوا تھا اگر مجھے یہاں پہنچنے میں ایک منٹ کی تاخیر ہو جاتی تو وہ راکھشس ناجی کو ختم کر چکا ہوتا۔'' اس نے خاموش ہو کر ناگ راج کی طرف دیکھا۔

میری نظریں بھی اس طرف اٹھ گئیں ناگ راج بے حس و حرکت ہو چکا تھا اس کے جسم کی دراڑوں سے خون رس رہا تھا۔

''اب چلنے کا ارادہ ہے یا یہاں بیٹھ کر ماتم کرنا چاہتی ہو۔'' میں نے کہتے ہوئے بیلا کی طرف دیکھا۔

بیلا خاموشی سے ہمارے ساتھ چل پڑی اس کی چال میں لنگراہٹ تھی۔ اس بھاگ دوڑ کی وجہ سے اس کی ٹانگوں کے زخم تکلیف دے رہے تھے۔ مجھے تو حیرت اس بات پر تھی کہ اتنی زخمی ہونے کے باوجود اس نے یہ بھاگ دوڑ کیسے کر لی تھی۔

ہم پانچ لاشیں اس تہہ خانے میں چھوڑ کر باہر نکل آئے سب سے آگے مٹھو رام تھا اس کے پیچھے بیلا پھر میں اور میرے پیچھے سمترا اور مدھو تھی۔

کھنڈروں سے نکل کر ہم کاروں کے قریب آ گئے۔ سرخ فیاٹ سفید ٹویوٹا سے چند گز پیچھے کھڑی تھی۔ فیاٹ لے جانے کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں تھا ہم پانچوں ٹویوٹا میں سما سکتے تھے۔ میں نے سمترا کو اشارہ کیا وہ اسٹیئرنگ سنبھال لے۔ مدھو پیسنجر سیٹ پر بیٹھ جاتی اور میں اور مٹھو رام بیلا کے ساتھ پچھلی سیٹ پر۔

سمترا ڈرائیونگ سائیڈ پر جانے کے لئے آگے بڑھی ہی تھی کہ بیلا نے مجھے زوردار دھکا دیا۔ میں لڑکھڑا کر سمترا سے ٹکرایا اور ہم دونوں نیچے گر گئے۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو بدحواسی میں سمترا سے ٹکرا کر پھر گر گیا۔

مجھے دھکا دیتے ہی بیلا نے چٹانوں کی طرف چھلانگ لگا دی مٹھو رام اس وقت کار کے دوسری

طرف تھا اسے سامنے آنے میں چند سیکنڈ لگ گئے۔

''پکڑو اسے۔ بھاگنے نہ پائے۔ شوٹ کر دو اسے۔'' میں سمترا کو اپنے اوپر سے ہٹا کر اٹھتے ہوئے چیخا۔

مٹھو رام نے فوراً ہی میرے حکم کی تعمیل کی تھی۔ پہاڑیاں فائرنگ کی آواز سے گونج اٹھیں مگر بیلا نکل گئی تھی میں کارا کوف اٹھا کر اس طرف دوڑا۔

چٹانوں میں بیلا کے دوڑنے سے پتھروں کے لڑھکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں میں ہر آواز پر فائر کر دیتا لیکن بیلا کی چیخ سنائی نہیں دی۔

میں اور مٹھو رام تقریباً آدھے گھنٹے تک بیلا کو تلاش کرتے رہے لیکن وہ تاریکی کا فائدہ اٹھا کر پہاڑیوں میں غائب ہو چکی تھی مزید بھٹکنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ہم واپس آ گئے سمترا اور مدھو کار کے قریب کھڑی تھیں۔

''بھاگ گئی حرامزادی بیٹھو جلدی کرو۔'' میں نے کار کا ڈرائیونگ سائیڈ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

سمترا پیسنجر سیٹ پر بیٹھ گئی اور مدھو اور مٹھو رام پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے میں نے انجن سٹارٹ کر کے یوٹرن لیا اور کار کو تیزی سے واپسی کے راستے پر دوڑا دیا۔

بیلا پہاڑیوں میں اندر کی طرف غائب ہوئی تھی اسے شہر تک پہنچنے میں دو تین گھنٹے ضرور لگیں گے اگر اس کے زخموں نے پریشان کیا تو زیادہ وقت بھی لگ سکتا تھا اور میرے خیال میں ہمیں تین چار گھنٹوں کی مہلت تھی اور مجھے اس دوران بہت کچھ کرنا تھا۔

سڑک پر آ کر میں نے کار کی رفتار بڑھا دی اس پلیا سے ابھی میں بہت دور تھا کہ مٹھو رام نے کہا۔

''اب تو کھیل ختم ہو چکا گرو مجھے اسی پلیا کے پاس اتار دینا میرے پاس ایک محفوظ جگہ ہے میں رات وہاں گزار کر کل صبح ہی اس شہر سے چلا جاؤں گا۔''

''اور مجھے بھی اس کے ساتھ ہی اتار دینا گرو۔'' مدھو نے کہا۔ ''ہم اکٹھے ہی کہیں چلے جائیں گے۔''

''کوئی خطرہ تو نہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''خطرات سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن ہم کوشش کریں گے رات ہی رات میں یہاں سے نکل جائیں۔'' مٹھو نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے گہرا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔

پلیا کے قریب میں نے کار روک لی وہ دونوں نیچے اتر گئے اور نمسکار کر کے پہاڑیوں میں غائب ہو گئے میں نے کار آگے بڑھا دی۔ مزید آدھے گھنٹے بعد ہم بنگلے میں پہنچ چکے تھے سب سے پہلے میں بیلا والے کمرے کی طرف بھاگا۔

رتنا بیڈ پر بے ہوش پڑی تھی۔ اس کے منہ میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا اور ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے۔ میں

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

نے اسے بندشوں سے آزاد کرایا اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔

رتنا پانچ چھ منٹ بعد ہوش میں آ سکی تھی۔

''اوہ...... تم ٹھیک ہو ناجی۔'' سب سے پہلے اس نے میرے بارے میں ہی پوچھا۔ ''سمترا اور مدھو کہاں ہیں؟''

''ہم سب ٹھیک ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''بیلا فرار ہو گئی ہے ہمیں یہ جگہ چھوڑنی ہے تم اپنے حواس پر قابو پاؤ۔''

میں رتنا کو لے کر ہال کمرے میں آ گیا راستے میں، میں نے سمترا کو بتا دیا تھا کہ ہمارے لیے کون سی جگہ سب سے زیادہ محفوظ ہو سکتی ہے۔

بھیرو کے بنگلے سے نصف میل دور اس ٹیلے کی ڈھلان پر سڑک کے کنارے وہ چھوٹا بنگلہ جس کا راستہ تہہ خانے میں سے جاتا تھا وہی جگہ ہمارے لیے سب سے زیادہ محفوظ تھی۔ کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا تھا اور ہم وہاں سے اس بنگلے پر بھی نگاہ رکھ سکتے تھے...... تہہ خانے میں اس سرنگ کا راستہ اس قدر خفیہ اور پیچیدہ تھا کہ کسی کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

بنگلے کے کچن اور سٹور میں ڈبہ بند خوراک کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود تھا ہم تینوں مختلف چیزوں کے ڈبے ٹوکریوں میں بھر بھر کر تہہ خانے میں پہنچانے لگے اور پھر اپنے کپڑے اور ضرورت کی دوسری چیزیں بھی تہہ خانے میں پہنچا دی گئیں۔ اوپر کا برآمدے والا دروازہ کھلا ہی چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ یہ سمجھا جا سکے ہم اندر موجود نہیں ہیں۔

میں نے ایک خطیر رقم بھی اس کمرے سے نکال لی تھی اور پھر ایک اور حیرت انگیز چیز دیکھنے میں آئی۔ سمترا نے سامنے والی دیوار پر لگے ہوئے سوئچ بورڈ کا کور کھول کر اس کے اندر ایک بٹن دبا دیا اس کمرے کے دروازے کے سامنے ایک دیوار اٹھتی چلی گئی یہ دیوار فرش سے نمودار ہوئی تھی اور دروازے کو چھپاتی ہوئی چھت سے جا لگی تھی۔ دروازے کے دائیں بائیں سے بھی دیواریں اس طرح اس نئی دیوار سے مل گئی تھیں کہ ان میں معمولی سی درز بھی باقی نہیں رہی۔ میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں اب کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہاں کوئی کمرہ موجود تھا پنڈت بھیرو نے یہ راز مجھ سے چھپائے رکھا تھا اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ اسے مکمل طور پر مجھ پر اعتماد نہیں تھا۔

اس سرنگ میں مناسب فاصلے پر بلب لگے ہوئے تھے۔ سرنگ میں داخل ہونے کے بعد سمترا نے وہ خفیہ راستہ اس طرف سے بھی بند کر دیا تھا۔

نصف میل تک سامان لے جاتے ہوئے میرا بدن پسینے سے شرابور ہو گیا پانچ کمروں پر مشتمل وہ بنگلہ بھی ضرورت کی ہر چیز سے آراستہ تھا۔ سامنے کی طرف کشادہ لان بھی تھا جہاں خودرو جھاڑیوں نے قبضہ جما رکھا تھا کمروں میں ہر چیز دھول میں اٹی ہوئی تھی ہم نے سامان ایک طرف ڈھیر کر دیا اور کرسیاں جھاڑ کر بیٹھ گئے اب ہمیں کوئی جلدی نہیں تھی۔

سامان سمیٹنے اور شفٹنگ میں تین گھنٹے لگے تھے۔ دس پندرہ منٹ ریسٹ کرنے کے بعد رتنا اٹھ کر کچن میں چلی گئی وہ سب سے پہلے کچن کی صفائی کرنا چاہتی تھی تاکہ کچھ کھانے پینے کا بندوبست ہو سکے۔

سمترا مجھے لے کر ایک اور کمرے میں آ گئی۔ یہ وسیع و عریض کمرہ بیڈروم کے طور پر آراستہ تھا۔ کنگ سائز ڈبل بیڈ گولائی میں تھا اس پر میٹرس تو تھا مگر چادر نہیں بچھی ہوئی تھی۔ بیڈ کے عین سامنے والی دیوار پر ایک کشادہ شیلف پر ٹی وی سیٹ رکھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی دیوار پر ایک پینل بھی تھا جس پر مختلف بٹن اور ڈائل لگے ہوئے تھے ایک ٹی وی سیٹ بیڈ کے بائیں طرف ٹرالی پر بھی رکھا ہوا تھا اور ٹرالی کے نچلے حصے میں وی سی پی بھی نظر آ رہا تھا۔ مجھے کچھ حیرت بھی ہوئی کہ ایک ہی کمرے میں دو دو ٹی وی سیٹوں کی کیا ضرورت تھی یہی سوال میں نے سمترا سے کیا تو وہ مسکراتے ہوئے اس ٹی وی سیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے ایک اٹھا کر ٹی وی سیٹ صاف کیا اور پینل پر ایک دو بٹن دبا دیئے ٹی وی سیٹ کے نچلے پینل میں ایک ننھا سا سرخ نقطہ روشن ہو گیا جس کا مطلب تھا کہ سیٹ میں پاور آن ہو گئی تھی۔ سمترا نے سیٹ کا ایک بٹن دبا دیا۔ سکرین پر کروڑوں کی تعداد میں رنگ برنگے نقطے چمکنے لگے۔

سمترا نے پینل پر بھی ایک بٹن دبا دیا۔ سکرین پر ایک منظر ابھر آیا یہ کسی ڈرائنگ روم یا اس قسم کے کسی کمرے کا منظر تھا۔ صوفے پر ان کے بیچ میں شیشے کے ٹاپ والا سینٹر ٹیبل نظر آ رہا تھا سینٹر ٹیبل پر ایک گلدان بھی رکھا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور پھر میں دفعتاً اچھل پڑا یہ دوسرے بنگلے کے ہال کمرے کا منظر تھا۔ میں نے سینٹر ٹیبل اور صوفے پہچان لیے تھے۔

''...........''

''تم ٹھیک سمجھے۔'' سمترا مسکرا دی۔ ''بھیرو نے ان بنگلوں کی تعمیر پر کروڑوں روپے خرچ کیے تھے۔ اس بنگلے میں اوپر اور تہہ خانے میں چار جگہوں پر خفیہ کیمرے نصب ہیں ان کا بڑے بنگلے کے کنٹرول روم سے کوئی تعلق نہیں ہے ان چاروں کیمروں کو یہیں سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔'' وہ خاموش ہو کر پینل پر لگے ہوئے ایک چھوٹے سے لیور کو آہستہ آہستہ حرکت دینے لگی سکرین پر ہال کمرے کا منظر بدلتا رہا۔

سمترا نے پینل پر ایک اور بٹن دبا دیا۔ اب سکرین پر بھیرو کے بیڈروم کا منظر دکھائی دینے لگا۔ اس نے تیسرا بٹن دبایا سکرین پر تہہ خانے کا منظر ابھر آیا چوتھا بٹن دبانے سے تہہ خانے کے اس کمرے کا منظر دکھائی دینے لگا سمترا نے پھر ہال کمرے والا منظر سیٹ کر دیا اور مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھنے لگی۔

''حیرت انگیز۔'' میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''بھیرو بہت چالاک آدمی تھا۔'' سمترا نے کہا۔ ''وہ جانتا تھا کہ کسی نہ کسی وقت اسے مندر چھوڑ کر بھاگنا پڑے گا اس لیے اس نے تمام انتظامات پہلے ہی کر لیے تھے مگر وہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔'' اس نے ٹی وی کو اسی جگہ پر سیٹ رہنے دیا اور پینل پر ایک اور بٹن دباتے ہوئے بولی۔ ''یہ کیمرے بہت حساس ہیں جیسے ہی کوئی برآمدے والے دروازے سے اندر داخل ہو گا یہاں سگنل نشر ہونا شروع ہو جائے گا... بیپ بیپ کی آوازیں ہمیں بتا دیں گی کہ کوئی شخص بنگلے میں داخل ہوا ہے۔''

بھیرو کو میں محض پنڈت ہی سمجھتا رہا تھا لیکن وہ بہت چالاک آدمی ثابت ہوا تھا مگر موت کے سامنے اس کی کوئی چالاکی کام نہیں آ سکی۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

ہم دونوں اس کمرے کی صفائی کرنے لگے فرنیچر وغیرہ صاف کرنے کے بعد سمترا نے الماری سے ایک بیڈشیٹ نکال لی۔ بیڈ پر چادر بچھانے میں مجھے بھی اس کی مدد کرنی پڑی تھی اور پھر اس وقت رتنا دروازے پر نمودار ہوئی۔

''چائے تیار ہے آپ لوگ تشریف لے آیئے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ ہم اس کے ساتھ نشست گاہ میں آ گئے۔ رتنا نے سنٹر ٹیبل اور صوفے بھی جھاڑ دیئے تھے اور کچن کی صفائی کر کے چائے بنائی تھی چائے کے کپ میز پر رکھے ہوئے تھے۔

پہلی مرتبہ ہمیں سکون سے بات کرنے کا موقع ملا تھا۔ چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے ہم اس صورتحال پر تبادلہ خیال کرتے رہے مجھے سب سے زیادہ فکر بیلا کی تھی میرے لیے یہ انکشاف بھی بڑا سنسنی خیز ثابت ہوا تھا کہ یہ سارا سیٹ اپ اس کا تھا اور اس نے ناگ راج جیسے شخص کو آگے کر رکھا تھا۔ دوسرے لوگ ناگ راج کے نام ہی سے کانپتے تھے اور خود ناگ راج بلا کے سامنے بھیگی بلی بنا ہوا تھا۔

بیلا کہاں گئی ہوگی؟ یہ سوال بار بار میرے ذہن میں ابھر رہا تھا۔ مجھے اس کی ہمت کی داد دینی پڑتی تھی۔ وہ بڑی سخت جان اور آہنی اعصاب کی مالک ثابت ہوئی تھی۔ میں نے اس کے پیر کے انگوٹھے کا ناخن اکھاڑا تھا اور بھیرو نے اسے خونخوار بھیڑیے کی طرح بھنبھوڑ کر رکھ دیا تھا اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے میرا خیال تھا کہ وہ کم از کم پندرہ بیس روز تک چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہے گی لیکن اس نے اپنے آہنی اعصاب اور قوت ارادی کے بل بوتے پر جو کچھ کیا تھا وہ میرے لیے حیرت انگیز بلکہ ناقابل یقین تھا اور پھر جس طرح وہ دوڑتی ہوئی پہاڑیوں میں غائب ہوئی تھی اس نے تو مجھے اور بھی حیران کر دیا تھا۔

ہوسکتا ہے وہ اب بھی ان پہاڑیوں میں کہیں پڑی ہو یا کسی محفوظ جگہ پر پہنچ چکی ہو لیکن بہرحال آج رات مجھے کسی نہ کسی ردعمل کی توقع تھی اگر وہ کسی محفوظ جگہ پر پہنچ گئی ہوگی تو یا تو اس وقت نڈھال پڑی ہوگی یا بھیرو کے بنگلے پر حملے کی تیاری کر رہی ہوگی۔

چائے پینے کے بعد ہم کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے اور پھر کام میں مصروف ہو گئے۔ یہ بنگلہ نجانے کتنے عرصے سے بند پڑا تھا ہر چیز پر گرد کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ رتنا ایک اور بیڈ روم صاف کرنے لگی جبکہ میں اور سمترا اس ماسٹر بیڈ روم میں آ گئے جہاں ٹی وی سیٹ لگا ہوا تھا۔ یہاں بیٹھے بیٹھے بڑے اطمینان سے دوسرے بنگلے کو مانیٹر کیا جا سکتا تھا۔ دوپہر کے بعد سے ہم نے کچھ نہیں کھایا تھا اور اس وقت مجھے بھوک لگنے لگی تھی۔ بھوک کا احساس اس طرح بھی ہوا تھا کہ میرے نتھنوں سے ایک بڑی خوشگوار مہک ٹکرا رہی تھی۔ جیسے کہیں چاول پک رہے ہوں میں نے سمترا کی طرف دیکھا وہ بھی نتھنے پھیلا پھیلا کر سونگھ رہی تھی۔

''کیا تم بھی وہی سمجھ رہی ہو جو میں سمجھ رہا ہوں؟'' میں نے کہا۔

''ہاں۔ کہیں چاول پک رہے ہیں۔'' سمترا نے جواب دیا۔

ہم دونوں کمرے سے باہر آ گئے کچن سے برتنوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ہم دونوں وہاں پہنچے تو کچن میں موجود رتنا ہماری طرف دیکھ کر مسکرا دی وہ پتیلی میں ابالے جانے والے چاول پیمانے کے لیے ایک چھلنے میں ڈال رہی تھی۔

اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہم تینوں بیٹھے دال چاول کھا رہے تھے۔ مجھے رادھا بڑی شدت سے یاد آ رہی تھی۔ میں کئی روز اس کے ساتھ کاٹیج میں رہا تھا اور ہم دال چاول ہی کھاتے رہے تھے اور آج دال چاول نے اس کی یاد دلا دی تھی۔

کھانے سے نمٹ کر ہم تینوں اس کمرے میں آ گئے جہاں ٹی وی مانیٹر سیٹ رکھا ہوا تھا۔ وہ بیڈ اتنا بڑا تھا کہ دو تو کیا چار آدمی بھی بڑے اطمینان سے سو سکتے تھے ہم تینوں بیڈ پر بیٹھ گئے۔ آج رات جو کچھ ہوا تھا اور ہونے والا تھا اس کے پیش نظر نیند آنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ سمترا نے دوسرا ٹی وی آن کر کے وی سی پی پر ایک ہندی فلم لگا دی تھی اور آواز ہلکی ہی رکھی تھی۔ فلم نہایت بے ہودہ اور واہیات تھی ذومعنی ڈائیلاگ اور جذبات برانگیختہ کر دینے والے حیا سوز مناظر۔ رتنا میرے دائیں طرف بیٹھی ہوئی تھی جب بھی کوئی ایسا منظر آتا وہ مجھے چٹکیاں کاٹنے لگتی۔

فلم دیکھتے ہوئے میری نظریں بار بار سامنے شیلف پر رکھے ہوئے مانیٹرنگ سیٹ کی طرف اٹھ جاتیں لیکن سکرین پر صرف ایک ہی منظر تھا برآمدے کا بھڑا ہوا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ جیسے ہی یہ دروازہ کھلے گا اور کوئی اندر داخل ہوگا تو سیٹ پر سگنل نشر ہونا شروع ہو جائیں گے مگر خاموشی ہی رہی۔

چار بج رہے تھے فلم چل رہی تھی رتنا بیڈ پر آڑھی ترچھی پڑ کر سو گئی تھی سمترا جاگ رہی تھی اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں مگر میری طرح وہ بھی جاگتی رہنا چاہتی تھی اسے بھی کسی غیر معمولی واقعہ کے رونما ہونے کی توقع تھی۔

''رات کا آخری پہر بھی اپنے اختتام کی طرف رینگ رہا تھا وقت کی رفتار جیسے تھم گئی ہو ایک ایک لمحہ صدیاں بن کر بیت رہا تھا۔

مجھے کمرے میں بیٹھے بیٹھے گھٹن سی محسوس ہونے لگی میں اٹھ کر نشست گاہ میں آ گیا اور ایک کھڑکی کا پردہ سرکا دیا باہر دھندلا سا اجالا پھیلنے لگا تھا میں دروازہ کھول کر باہر آ گیا اور برآمدے میں رکھی ہوئی ایک گرد آلود کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہاں سے میں دوسرے بنگلے کے گیٹ پر بھی نگاہ رکھ سکتا تھا۔

تازہ اور ٹھنڈی ہوا بڑی بھلی لگ رہی تھی۔ کچھ دیر تک تو میں موسم کی خوشگواریت سے لطف اندوز ہوتا رہا پھر میرے اعصاب مضمحل ہونے لگے۔ رات بھر کا جاگا ہوا تھا آنکھوں میں شدید جلن ہو رہی تھی آنکھیں کھلی رکھنے کی کوشش کے باوجود نیند کے جھونکے تھپکیاں دے رہے تھے۔ میرے لیے وہاں بیٹھے رہنا ناممکن ہو گیا اور میں اٹھ کر اندر آ گیا۔

فلم ختم ہو چکی تھی یا ویسے ہی ٹی وی بند کر دیا گیا تھا۔ سمترا بھی رتنا کے قریب آڑھی ترچھی سو رہی تھی بیڈ پر اگرچہ بہت جگہ تھی مگر میں نے وہاں لیٹنا مناسب نہیں سمجھا اور دیوار کے قریب پڑے ہوئے کوچ پر لیٹ گیا میں نے آخری بار مانیٹرنگ سیٹ کی طرف دیکھا اور پھر میری آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔

میری آنکھ کھلی تو اس وقت گیارہ بج رہے تھے سمترا اور رتنا اب بھی گہری نیند سو رہی تھیں میری نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ دماغ میں سنسناہٹ سی ہو رہی تھی لیکن میں نے اس وقت اٹھ جانا ہی مناسب سمجھا۔

سب سے پہلے میری نظر مانیٹرنگ سیٹ کی طرف ہی اٹھی مگر وہاں ایک ہی منظر اور خاموشی تھی۔ میں

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

کوچ سے اٹھ کر باتھ روم میں گھس گیا اور کپڑے اتار کر شاور کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ ٹھنڈے یخ پانی نے جسم پر کپکپی سی طاری کر دی لیکن اس کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ میری ساری سستی اور کاہلی دور ہو گئی میں باتھ روم سے نکلا تو وہ دونوں اب بھی سو رہی تھیں میں کچن میں آ گیا اور مطلوبہ چیزیں تلاش کر کے چائے بنانے لگا۔

میں چائے لے کر برآمدے میں کرسی پر بیٹھ گیا یہ بنگلہ چونکہ پہاڑی کے دامن میں تھا اس لیے سڑک سے کسی قدر بلندی پر تھا یہاں سے سڑک بھی صاف نظر آتی تھی۔ اکا دکا گاڑیاں آتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ میں کرسی پر اس طرح بیٹھا تھا کہ سڑک کی طرف سے اگر مجھے کوئی دیکھ بھی لے تو اسے میرا چہرہ نظر نہ آ سکے۔

بھیرو والے بنگلے کا برآمدہ بھی وہاں سے صاف نظر آ رہا تھا۔ پورچ میں سفید ٹویوٹا کھڑی تھی کسی ذی روح کی موجودگی کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے اور مجھے اس بات پر حیرت بھی تھی کہ بیلا نے ابھی تک کوئی کارروائی کیوں نہیں کی تھی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اب بھی پہاڑیوں میں کہیں بے ہوش پڑی ہو؟ گزشتہ رات اس کی حالت واقعی ناگفتہ بہ تھی اس نے شدید زخمی حالت میں اتنی زیادہ بھاگ دوڑ تو کر لی تھی مگر آخر میں اس کی ہمت جواب دے گئی ہو اور کہیں گر کر بے ہوش ہو گئی ہو۔

یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کسی طرح اپنے کسی محفوظ ٹھکانے پر پہنچ گئی ہو اور کسی اور کو ناگ راج کے انت کے بارے میں بتا دیا ہو مگر بھیرو کے اس بنگلے کے بارے میں کچھ نہ بتایا ہو۔ ناگ راج اور اس کا پورا ریکٹ ختم ہو چکا تھا بھیرو کے بنگلے میں کروڑوں کی دولت تھی اور کسی کو اس میں حصہ دار بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔

یہ بات دل کو لگتی تھی ہو سکتا ہے بیلا نے یہی سوچا ہو اور اب وہ اس بنگلے پر قبضہ کرنے کے لیے کسی مناسب وقت کا انتظار کر رہی ہو۔ رات کو اپنی حالت کے پیش نظر اسے موقع نہیں ملا آج دن میں یا رات کو کوئی کارروائی کرے۔ بہر حال میں نے اپنا سارا انتظام کر لیا تھا مجھے بھیرو کی دولت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میرا مشن پورا ہو چکا تھا اب مجھے یہاں سے نکلنا تھا۔ مٹھو رام اور مدھو گزشتہ رات ہی جا چکے تھے میں نے سوچا تھا کہ انہیں کچھ رقم دے دوں گا لیکن کسی ممکنہ گڑبڑ کے پیش نظر راستے ہی سے رخصت ہو گئے تھے۔ ظاہر ہے جان زیادہ پیاری تھی۔ رتنا کو میں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا میرا منصوبہ شروع ہی سے یہ تھا کہ رتنا کے ساتھ مشرقی پنجاب کی طرف نکل جاؤں گا اور وہاں کسی جگہ سے سرحد پار کر کے پاکستان میں داخل ہو جاؤں گا۔ سمترا کے بارے میں، میں زیادہ پریشان نہیں تھا۔ وہ شاید یہیں رہنا پسند کرے گی۔

میں برآمدے میں کرسی پر بیٹھا یہی سب کچھ سوچ رہا تھا کہ رتنا دروازے میں نمودار ہوئی مجھے دیکھ کر وہ دوبارہ اندر چلی گئی اور میں بھی اٹھ کر اندر آ گیا۔

وہ پورا دن اس طرح گزر گیا میں کبھی کمرے میں مانیٹرنگ سیٹ کو دیکھتا اور کبھی برآمدے میں آ کر بیٹھ جاتا مگر صورتحال میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

وہ دوسرا دن تھا ہمارا یہ دن بھی مکان کی صفائی ستھرائی کرتے ہوئے گزر گیا تھا اس دوران بھی ہم تینوں باری باری ساتھ والے بنگلے پر نگاہ رکھتے رہے تھے مگر صورتحال جوں کی توں تھی۔

رات کھانے کے بعد بھی ہم دیر تک بیلا ہی کے بارے میں باتیں کرتے رہے تھے۔ رتنا کا خیال تھا کہ ناگ راج کی موت کے بعد وہ ڈر گئی تھی اور اب شاید کبھی ادھر کا رخ نہ کرے لیکن میرا خیال مختلف تھا۔

''بیلا کو میں بہت اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''وہ آسانی سے شکست ماننے والی نہیں ہے۔ ناگ راج تو خطرناک تھا ہی بیلا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے'' سمترا۔ ''میں اس کی طرف گھوم گیا۔ ''تم نے تو خود دیکھا تھا وہ ناگ راج سے کس طرح بات کر رہی تھی جیسے وہ کوئی اس کا بہت ہی ادنیٰ غلام ہو اور بیلا نے کہا تھا کہ یہ سارا منصوبہ تو اسی کا ہے ناگ راج کو تو محض شوپیس کے طور پر آگے بڑھایا ہوا ہے۔''

''ہاں..... بیلا کو یہ کہتے ہوئے تو میں نے بھی سنا تھا'' سمترا نے کہا۔

''اور میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس منصوبے کی تکمیل کے بعد ناگ راج کو بھی قتل کر دیا جاتا بیلا نے جس طرح ناگ راج جیسے شخص کو قابو میں کیا ہوا تھا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر خطرناک ہے وہ آسانی سے شکست نہیں مان سکتی مجھے یقین ہے کہ وہ پلٹ کر حملہ ضرور کرے گی۔''

''میرا مطلب ہے دوسرے بنگلے پر۔'' میں نے کہا اور پھر ایک اور خیال کے تحت سمترا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ آج رات تہہ خانے سے کچھ اور چیزیں نکال لی جائیں اگر بیلا نے بنگلے پر قبضہ کر لیا تو سب کچھ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا تمہارے پاس اتنا کچھ تو ہونا چاہئے کہ یہاں سے کہیں اور چلی جاؤ تو آرام سے زندگی گزار سکو۔''

''تمہارا مطلب ہے تم یہاں سے جانے کے لیے پر تول رہے ہو'' سمترا نے مجھے گھورا۔

''فوری طور پر نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''چند روز صورتحال کا جائزہ لوں گا اور تمہارا کوئی مناسب بندوبست کر کے ہی جاؤں گا تاکہ بعد میں تمہیں کوئی پریشانی نہ ہو اور تم آرام سے زندگی گزار سکو اس لیے میں سوچ رہا ہوں کہ آج رات وہاں سے کچھ اور چیزیں نکال لی جائیں۔''

اور پھر اس رات ایک بجے کے قریب ہم تینوں بھیرو والے بنگلے کے تہہ خانے میں موجود تھے۔ سمترا نے سوئچ بورڈ کا کور ہٹا کر اس کمرے کے سامنے کی دیوار بھی ہٹا دی۔

میں نے نقد رقم ایک بڑے تھیلے میں بھر لی سمترا اور رتنا اپنے لیے زیورات چھانٹنے لگیں۔ ایک سے ایک بڑھ کر قیمتی زیورات موجود تھے اور شاید ان کے لیے انتخاب مشکل ہو رہا تھا بہر حال انہوں نے بھی ایک تھیلے میں اچھے خاصے زیورات بھر لیے۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد ہم وہاں سے واپس لوٹے تھے وہ رقم میں نے ایک الماری میں رکھ دی۔ زیورات میں سے صرف دو سیٹ رتنا نے اپنے پاس رکھے اور باقی سمترا کے حوالے کر دیے۔ سمترا نے اپنی پسند سے ایک خوبصورت نیکلس زبردستی اسے دے دیا میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا زیور عورت کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے اور یہاں یہ دونوں خواتین بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کر رہی تھیں اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ یہ مال مفت تھا اور یہاں اس کی کمی بھی نہیں تھی۔

www.pdfbooksfree.pk

aazzamm@yahoo.com

وہ رات بھی خیریت سے گزر گئی۔ ہم باہر کے حالات سے بالکل بے خبر تھے اب تین دن ہو چکے تھے اور میرے لیے باہر کے حالات جاننا بہت ضروری تھا اور پھر اس روز میں نے باہر نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ سمترا اور رتنا کو پتہ چلا تو وہ دونوں بھی تیار ہو گئیں اور پھر یہ پروگرام بنا کہ وہ دونوں الگ جائیں گی اور میں الگ لیکن ہم لوگ ایک دوسرے سے دور نہیں رہیں گے۔ سمترا اور رتنا نے راجستھانی لباس پہنا اور چہروں پر اس قدر بھونڈا میک اپ کیا تھا کہ ان کے حلیے بگڑ کر رہ گئے تھے انہیں دیکھ کر لگتا تھا جیسے وہ کسی نہایت پسماندہ گاؤں سے آئی ہوں میں نے اپنے لیے ایک ہندو سادھو کا گیٹ اپ پسند کیا تھا۔ ویسے بھی اب مجھے پہچاننے والا کوئی نہیں رہا تھا صرف ایک بیلا تھی اور ظاہر ہے وہ میری تلاش میں سڑکوں پر نہیں پھر رہی ہو گی۔ سادھو کے گیٹ اپ میں تو میرا حلیہ اور بھی بگڑ گیا تھا۔

شام کا اندھیرا پھیلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد ہم بنگلے سے نکل گئے ہم تینوں کے پاس پستول موجود تھے جو لباس میں چھپا رکھے تھے۔ بنگلے کی چابیاں سمترا نے اپنے پلو سے باندھ لی تھیں۔ گیٹ سے نکلتے ہی میں ایک طرف اندھیرے میں کھڑا ہو گیا اور جب وہ تقریباً سو گز آگے نکل گئیں تو میں بھی رام رام جپتا ہوا ان کے پیچھے چل پڑا۔

☆......☆......☆

نظیر محمد ناجی کی ایڈونچرس سے بھرپور یہ آپ بیتی ابھی جاری ہے۔ بقیہ واقعات کیلئے حصہ سوئم ملاحظہ فرمائیں

Azam & Ali

aazzamm@yahoo.com
aleeraza@hotmail.com

جو 28 سال سے آپ کے ذہنوں میں
جو 28 سال سے مصنف کے ذہن میں کلبلاتی رہی
جس کا نیا روپ......نیا انداز......نئی شوخیاں اور قدم قدم پہ چونکا دینے والے ہنگامے آپ کو پھر اپنے حسن کی سحرکاریوں میں تسخیر کر لیں گے
مکمل سیٹ دو جلدیں قیمت -/400 روپے
اسٹاکسٹ: مکتبہ القریش سرکلر روڈ اُردو بازار لاہور فون: 7668958

Azam & Ali

www.pdfbooksfree.pk